ایسا نسخہ کیمیا جسے دینی مدارس، کالجز و یونیورسٹیز کے طلباء
اور عربی کے عام شائق یکساں مفید پائیں گے۔

ثانویہ عامہ کے پرچہ نحو میں یقینی کامیابی حاصل کرنے اور کافیہ جیسی
عظیم و دقیق کتاب صحیح معنوں میں حل کرنے کے لئے نہایت ضروری

یعنی

وِقَايَةُ النَّحْوِ

شرح اردو

هِدَايَةُ النَّحْوِ

تصنیف

علامہ الحاج نذیر احمد مہروی مدظلہ
بانی و مہتمم دار العلوم غوثیہ مہریہ چوک شاہ عباس ملتان

ناشران

مکتبہ مہریہ کاظمیہ
متصل جامعہ انوار العلوم نیو ملتان
6560699

مکتبہ مہریہ
دار العلوم غوثیہ مہریہ چوک شاہ عباس ملتان
0300-6344297

نام کتاب	----- -----	**وقایۃ النحو** اردو شرح **ہدایۃ النحو**
مؤلف	----- -----	علامہ حاجی نذیر احمد مہروی
تقریظ لطیف	----- -----	شیخ الحدیث علامہ سید ارشد سعید کاظمی
نظر ثانی	----- -----	مولانا محمد اعظم چشتی، مولانا سعید احمد سعیدی
پروف ریڈنگ	----- -----	علامہ الحاج نذیر احمد مہروی
کمپوزنگ	----- -----	حافظ عبدالعزیز سعیدی، حافظ محمد سعید سعیدی، سید محمد نعمان بخاری
صفحات	----- -----	۲۳۲
تعداد اشاعت اول	----- -----	گیارہ سو (ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۵ء)
تعداد اشاعت ثانی	----- -----	گیارہ سو (صفر المظفر ۱۴۲۶ھ/2005ء)
قیمت مجلد	----- -----	۱۲۰/ روپے
قیمت غیر مجلد	----- -----	۱۰۰/ روپے
ناشر	----- -----	**مکتبہ مہریہ کاظمیہ** متصل جامعہ انوار العلوم نئی بلاک نیو ملتان
بائینڈنگ	----- -----	مشتاق بک بائنڈنگ ہاؤس قلعہ کہنہ قاسم باغ ون وے روڈ حسین آگاہی ملتان فون نمبر 0304/6113676

81099

ملنے کے پتے

☆**مکتبہ مہریہ کاظمیہ** متصل جامعہ انوار العلوم نئی بلاک نیو ملتان، فون نمبر 061/560699

☆**مکتبہ مہریہ** دار العلوم غوثیہ مہریہ چوک شاہ عباس ملتان فون نمبر 0300/6344297

☆**مکتبہ اہل سنت** جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور، فون نمبر 042/7634478

☆**مکتبہ حسنیہ** بیرون ملتانی گیٹ نزد سبزی منڈی بہاولپور، فون نمبر 0621/880935

☆**مکتبہ ضیاء السنۃ** جامع مسجد شاہ سلطان کالونی ریلوے روڈ ملتان، فون نمبر 061/544368

☆**کاظمی کتب خانہ** داتا گنج بخش روڈ رحیم یار خان، فون نمبر 0731/71361

☆**مکتبہ ضیائیہ** D-325 بوہڑ بازار راولپنڈی فون نمبر 051/5552781,5550649

☆**مکتبہ اسلامیہ سعیدیہ** عثمان آباد مانسہرہ، فون نمبر 0987/550115

☆**فاروقی کتب خانہ** بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، فون نمبر 061/541809

فہرست مضامین وقایۃ النحو

فہرست مضامین وقایۃ النحو

فہرست مضامین وقایۃ النحو

فہرست مضامین وقایۃ النحو

فہرست مضامین وقایۃ النحو

ناشر: مکتبہ مہریہ کاظمیہ نیو ملتان

انتساب

اپنی فروتنی اور کم مائیگی کے اعتراف کے ساتھ اس حقیر کوشش **"وِقَایَۃُ النَّحْو** شرح **هِدَایَۃُ النَّحْو"** کو اس جلیل القدر ہستی کے نام منسوب کرتا ہوں

☆ جو ------- ہزاروں گم گشتہ راہ انسانوں کیلئے راہبر و راہنما ہیں۔

☆ جن کے وجودِ مسعود کی برکت سے بلاشبہ ہزاروں مشامِ ایمان معطر رہے۔

☆ جنہوں ----------- نے زندگی بھر شفقت و محبت بانٹی۔

☆ جن --- کی نظرِ کیمیا اثر نے آلودہ ذہنوں کو پاکیزگیِ فکر و خیال بخشی۔

☆ جن --- کی روحانی توجہ آج بھی اپنے وابستگان کی یاوری کرتی ہے۔

یعنی

میرے محسن، میرے ہادی و مرشد، شیخِ طریقت

قُدْوَۃُ السَّالِکِیْنَ، زُبْدَۃُ الْوَاصِلِیْنَ

حضرت پیر سید امام علی شاہ قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْز

(**مہر آباد شریف**)

اور

میرے دادا جان، فخر الصلحاء والمدرسین

حضرت علامہ مولانا **خدا بخش** رحمۃ اللہ علیہ

جن کی تمناؤں کا عکسِ جمیل بننے کی آرزو میں زندگی بسر ہو رہی ہے

اور

میرے والدِ گرامی حضرت علامہ **مولانا غلام رسول** رحمۃ اللہ علیہ

جن کی تربیت سے علم کی محبت اور بزرگوں کے احترام کا سلیقہ نصیب ہوا

خاکسار **نذیر احمد مہروی**

ناشرکی بات

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین

امّابعد، قارئین کرام میں اپنی قسمت پر نازاں ہوں کہ میں آپ کی خدمت میں ایک اور علمی تحفہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں آج سے تقریباً ایک سال اور چند ماہ قبل جب طلبہ و مدرسین کی طرف سے عظیم اور بے مثال کتاب "معین الابواب جلد اول" پیش کرنے کی سعادت حاصل کی تو میں سوچتا تھا "تعلیمی انحطاط و مطالعہ سے بے رغبتی محنت و مشقت سے بیزاری اور عدم فرصت کی بے جا عذر خواہی کے اس دور میں پتا نہیں کوئی اس کتاب کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کی توفیق پائے گا اس کے فوائد کی زحمت بھی کر پائے گا یا نہیں"

مگر اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد چاروں طرف سے جس گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا گیا اور علم دوست حلقوں کی طرف سے معین الابواب جلد دوم اور قبلہ استاذ العلماء علامہ مفتی غلام حسن رضوی صاحب کی تصنیف "**زبدة التوضيحات على السبع المعلقات**" شائع کرنے کا پرزور اور بار بار مطالبہ ہونے لگا ساتھ ہی چند دوستوں نے نئی نسل کے طلبہ و مدرسین کے حوالے سے کہا کہ آپ اس میدان میں دوڑ پڑے ہیں تو جلد فرصت میں نحو کی بنیادی کتاب **هداية النحو** کی آسان، عام فہم اور مختصر و جامع شرح تحریر کرکے شائع کریں۔ سامعین کے اس مطالبہ کو پورا کرنے کیلئے مکتبہ مہریہ کاظمیہ کے اراکین نے استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا حاجی نذیر احمد صاحب مہروی مہتمم و صدر مدرس دارالعلوم غوثیہ مہریہ سے رابطہ کیا تو حضرت نے نہ صرف وعدہ فرمایا بلکہ تھوڑے ہی عرصہ میں شرح کے مسودات مہیا کئے اور طباعت کیلئے اراکین مکتبہ کو دے دیئے اور ساتھ ہی ان کی اشاعت میں تعاون فراہم کرنے کیلئے اپنے دارالعلوم میں "**مکتبہ مهريه**" قائم کرنے کا اہتمام بھی کیا چنانچہ **مکتبہ مهريه کاظمیہ** کے اراکین نے یہ طے کیا کہ معین الابواب جلد دوم اور سبعہ معلقہ کی شرح شائع کرنے سے پہلے **هداية النحو** کی شرح شائع کی جائے۔ آج قارئین کرام آپ کے مطالبوں کی تکمیل اور خوبیوں کی تکمیل خوش نصیبوں کی ترجمان اور تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان کے امتحان ثانویہ عامہ کے پرچہ نحو میں کامیابی کی ضمانت **وقاية النحوشرح هداية النحو** تمام صوری و معنوی خوبیوں کے ساتھ طباعتی حسن سے آراستہ ملاحظہ و مطالعہ کیلئے پیش خدمت ہے۔ ان شاء اللہ عزوجل جلد سبعہ معلقہ کی شرح **زبدة التوضيحات على السبع المعلقات، انوارالمسائل** از تصنیفات استاذ العلماء علامہ مفتی غلام مصطفیٰ صاحب رضوی اور **معين الابواب جلد دوم** تصنیف حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب سعیدی شائع کی جارہی ہیں۔ امید ہے ہمارے محترم معلم دوست قارئین کرام حسب سابق اپنے قیمتی مشوروں اور مفید آراء سے نوازتے رہیں گے۔

طالب دعا

حافظ محمد سعید سعیدی

مکتبہ مہریہ کاظمیہ نیوملتان

طبع دوم

الحمد للہ عزوجل ۱۴۲۵ھ میں جب **وقاية النحو** چھپی اور دیکھتے ہی دیکھتے پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا۔ حضرت قبلہ جناب حاجی نذیر احمد صاحب (رحمت اللہ گل ریڈ روز ملتان) نے درجہ ثانویہ عامہ اور اوپر کے درجات میں زیر تعلیم غریب طلبہ میں یہ کتاب مفت تقسیم فرمادی اور جن مدارس میں **وقاية النحو** نہیں پہنچ سکی تھی ان مدارس کی انتظامیہ طلباء اور علماء نے کتاب کے حصول کیلئے جب **مکتبه مهريه كاظميه** نیوملتان اور **مكتبه مهريه** دارالعلوم غوثیہ مہریہ چوک شاہ عباس ملتان سے رابطہ کیا تو کتاب برائے فروخت موجود نہ تھی لہذا فوری طے کیا گیا کہ اس کا دوسرا ایڈیشن مع تصحیح و اضافہ چھاپا جائے۔ حضرت قبلہ علامہ نذیر احمد مہروی صاحب کی مہربانی سے اس ایڈیشن میں تراکیب مشکلہ اور درجہ ثانویہ عامہ (تنظیم المدارس) کے پرچہ جات کے حل کا اضافہ کیا جارہا ہے امید ہے قارئین پسند فرمائیں گے۔

خادم العلم والعلماء

حافظ محمد سعید سعیدی

مکتبہ مہریہ کاظمیہ نیوملتان

تقریظِ لطیف

استاذ العلماء فخر المدرسین جگر گوشہ غزالی زماں حضرت علامہ

صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی شاہ صاحب

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدک اللھم علی ما وجھت نحونا من سوابغ النعم انت الفاعل المختار والمحکم لکل مفعول من الکائنات ونصلی ونسلم علی سیدنا ومولینا محمد المفرد مصدر الفضائل وعلی الہ وصحبہ ومن نحا نحوھم من الاواخر والاوائل۔ امابعد.....

علم نحو ان بنیادی اور ضروری علوم میں سے ہے جن کا پڑھنا، پڑھانا قرآنِ مجید اور حدیثِ رسول کے سمجھنے کیلئے نہایت ضروری ہے۔ علم نحو کی مشہور و معروف کتاب ''**ھدایۃ النحو**'' جو ہمیشہ سے داخل نصاب رہی ہے اُسکی متعدد شروح لکھی گئی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب اُن شروح میں ایک قابل قدر اضافہ ہے جس کے مصنف حضرت العلام الحاج مولانا حافظ نذیر احمد صاحب مہروی ہیں۔ مولانا موصوف ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔

تین روز قبل فاضل مصنف میرے پاس تشریف لائے اور تقریظ لکھنے کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ اہل علم پر یہ امر مخفی نہیں کہ کسی کتاب پر تقریظ لکھنے سے قبل اُس کا مطالعہ ضروری ہے اور ایسی عظیم الشان کتاب کو تو تین روز میں مکمل طور پر کماحقہٗ دیکھا بھی نہیں جا سکتا جبکہ دیگر مصروفیات بھی اپنے شباب پر ہوں۔

اس کتاب کو دیکھا تو چیدہ چیدہ جگہ سے ہی ہوا ہے مگر جہاں سے بھی ملاحظہ کیا بہترین پایا۔ حضرت الحاج حافظ نذیر احمد صاحب مہروی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ اہم کام سر انجام دیا مزید برآں قارئین کرام کو اس بات کا اندازہ بھی بطریقِ احسن ہوگا کہ اس شرح (**وقایۃ النحو**) کی صورت میں دنیا کی حسین لائبریریوں میں ایک بہترین نگینے کا اضافہ ہوا۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ رب العالمین مولانا کو دینی خدمات کیلئے طویل زندگی عطا فرمائے اوران کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرما کر نافعِ خلائق بنائے، آمین۔

سید ارشد سعید کاظمی

شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم ملتان

تقریظ

جامع المعقول والمنقول الحضرۃ العلامۃ مولانا عبدالعزیز الجشتی

مدرس الجامعۃ الاسلامیۃ العربیۃ انوارالعلوم ببلدۃ ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد ۔۔۔ فیقول العبد الحقیر عبدالعزیز الجشتی قد رأیت وقایۃ النحو فی شرح ہدایۃ النحو للعلامۃ الفہامۃ الحاج الحافظ نذیر احمد المہروی دامت برکاتہم العالیۃ من مواضع متعددۃ فوجدتہ شیئا عجیبا مفیدا للمحصلین من الطلاب والعالمین ومشتملا علی فوائد کثیرۃ بترتیب انیق۔لا شک ان ہذا الشرح مرأۃ لکمالات الشارح اللہم اجعل الشارح الفاضل مظہرا لابیہ وجدہ بجاہ نبیک الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم العبد الضعیف

حررہ / العبد **عبدالعزیز الجشتی** عفی عنہ

تقریظ

از استاذ العلماء زینت المدرسین حضرت علامہ مولانا حافظ **محمد عبد الحکیم چشتی** مدظلہ مدرس جامعہ انوار العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّابَعْدُ، علم صرف ونحو کی ضرورت اور اہمیت کو اہلِ علم نے ہمیشہ محسوس کیا۔ لغتِ عربیہ کے افہام وتفہیم میں اِن دونوں فنون کو بنیادی حیثیت حاصل ہے ''اَلصَّرْفُ اُمُّ الْعُلُوْمِ وَالنَّحْوُ اَبُوْھَا'' کے الفاظ سے علماءِ ملت نے ان کی ضرورت کو ظاہر فرمایا۔

ملت اسلامیہ کے جلیل القدر فضلاء نے قرآن مجید اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علی قدر الطاقۃ البشریہ سمجھنے کیلئے ادب عربی کے ساتھ ساتھ دوسرے فنونِ ادبیہ اور عقلیہ کی تعلیم وتعلم کو بھی ضروری قرار دیا۔ مگر اولین حیثیت ہمیشہ صرف ونحو کو دی جاتی رہی۔ اجلہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے بعد تمام مفسرین، اور جلیل القدر محدثین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب اپنے اپنے وقت میں حضرات نُحات کی طرف رجوع فرماتے رہے۔

جب نحو کی تدوین ہو چکی اور اہم کتب نحو منظرِ عام پر آ گئیں تو رجوع کا یہ سلسلہ بامِ عروج کو پہنچ گیا چنانچہ اس دور کے ماہرینِ نحو خصوصاً علامہ امام سیبویہ (متوفی ۱۹۶ھ) علامہ امام فرّاء (متوفی ۲۰۷ھ) علامہ امام خلیل بن احمد (متوفی ۱۷۰ھ) علامہ زجاج (متوفی ۳۱۱ھ) علامہ ابو علی الحسن بن احمد الفارسی (متوفی ۳۷۷ھ) علامہ سید شریف جرجانی (متوفی ۸۱۶ھ) اور علامہ عبد الرحمٰن جامی (متوفی ۸۹۸ھ) جیسے حضرات کے اقوال اور تفاسیر کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ تمام اجلہ مفسرین ان کے اقوال کو بطورِ سند پیش کرتے ہیں بلا شبہ علماء صرف ونحو علوم قرآنیہ کے اولین خدام میں سے ہیں۔ اسی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے عزیز محترم، فاضلِ جلیل حضرت علامہ الحاج حافظ نذیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے علم صرف کی اہم اور بنیادی کتاب علم الصیغہ کی ایک بہترین شرح '' **تحفہ سعیدیہ** '' تصنیف فرمائی، جو علم صرف کی کتب میں ایک گراں قدر اضافہ اور اہلِ علم وفضل کے نزدیک قابل پزیرائی ہے (اس کا چوتھا ایڈیشن جلد شائع کیا جا رہا ہے) اور اب موصوف نے علم نحو کی مختصر، جامع اور اہم ترین کتاب '' **ھدایۃ النحو** '' جو اپنے عظیم مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کی

یادگار ہے اور جسے ہر دور کے اہلِ فضل وکمال نے داخل نصاب رکھ کر علم نحو کی تمام بنیادی کتب سے زیادہ اہمیت دی ہے، اس کی **وقایۃ النحو** کے نام سے ایسی عمدہ اور مفید شرح لکھی ہے جسے دیکھ کر طبیعت خوش ہو جاتی ہے فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

عزیز محترم علامہ حافظ نذیر احمد صاحب مدظلہ العالی حافظ قرآن، بہترین قاری، علوم عقلیہ اور نقلیہ کے ماہر اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں بلاشبہ آپ جامع معقول ومنقول ہیں۔ قبل ازیں جامعہ رضویہ مظہر العلوم اور جامعہ غوثیہ ہدایت القرآن میں پڑھاتے رہے ہیں اسوقت دار العلوم غوثیہ مہریہ کے مہتمم اعلیٰ اور شیخ الحدیث ہیں، ہزاروں کی تعداد میں مشہور علماء کرام آپ سے فیض یافتہ ہیں۔

اسقدر علم وفضل کے باوجود انتہائی منکسر المزاج ہیں بلاشبہ علم وفضل کے باوصف انکسار، تواضع اور منکسر المزاجی کی صورت میں اپنی ذات کی نفی کر کے رہنا ہمارے آباء اجداد کا طرۂ امتیاز رہا ہے اجداد کرام حضرت قبلہ مولانا غوث بخش صاحب، حضرت قبلہ مولانا احمد بخش صاحب، خصوصاً سیدی وجدی حضرت علامہ مولانا خدا بخش صاحب، عم محترم حضرت علامہ مولانا غلام رسول صاحب اور والدِ گرامی حضرت قبلہ علامہ مولانا فیض احمد صاحب رحمھم اللہ تعالیٰ سب کے سب جید علماء اور صالحین میں سے تھے ان کے علم وفضل کو بیان کرنا شاید ''پدرم سلطان بود'' والی بات سمجھی جائے۔ ان حضرات نے ہمیشہ نمود ونمائش سے اپنا دامن بچا کے رکھا بندہ نے تو ان صالح حضرات کا ذکر بھی صرف اظہارِ تشکر کے ساتھ ساتھ برکت حاصل کرنے کیلئے کیا اور اس لئے بھی کہ **وقایۃ النحو** سے استفادہ کرنے والے ان حضرات کیلئے دعاءِ مغفرت کریں۔ ہمارے لئے تو تدریس کی ذمہ داری اور پاکیزہ علمی ماحول میں رہنے کا موقع یہ سب کچھ ان عظیم ہستیوں کی دعاؤں کا ثمر ہے۔ یقیناً ہر عظیم کام میں کچھ ایسے حضرات کی دعاؤں کا دخل ضرور ہوتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو طلبہ کیلئے زیادہ سے زیادہ مفید بنائے اور عزیز محترم علامہ حافظ نذیر احمد صاحب مہروی سلمہ اللہ تعالیٰ کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے مقاصدِ حسنہ کے حصول میں کامیابی انکا مقدر بنے۔ امین بحرمۃ سید المرسلین۔

حامد ا/ العلماء الراسخین

حافظ محمد عبد الحکیم چشتی

مدرس جامعہ انوار العلوم ملتان

ناشر مکتبہ مہریہ کاظمیہ نیو ملتان

محسوسات: از عمدۃ المدرسین حضرت علامہ مولانا **سعید احمد سعیدی** صاحب صدر مدرس جامعہ غوثیہ مہریہ لودھراں شہر

حضرت استاذ العلماء، فخر المدرسین، علامہ مولانا الحاج حافظ **محمد نذیر احمد مہروی** زید مجدہ، آقائے نعمت سیدی و مرشدی غزالی زماں رازی دوراں امام اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی قدس سرہ العزیز کے ان فاضل اور پیکر اخلاق و سادگی شاگردوں میں سے ہیں جن کی تدریس میں اللہ تعالیٰ نے بہت فیض اور تحریر میں بڑی برکت رکھی ہے۔ تدریس میں تو ایک عرصہ سے آپ کا لوہا مانا ہی جا رہا تھا اب تحریر خصوصاً درسی کتب کی شرح و توضیح میں بھی آپ کا سکہ خوب جما ہے۔ آپ کی تازہ ترین کاوش تو بہت ہی قابل قدر ہے...... اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

زیرِ نظر تصنیف ''**وقایۃ النحو** اردو شرح **ہدایۃ النحو**'' کو راقم نے مبنی کی بحث سے آخر تک بالاستیعاب پڑھا ہے۔ بلا خوفِ تردید یہ کہنا بجا ہے کہ **ہدایۃ النحو** کی ایسی مختصر اور جامع شرح اب تک نظروں سے نہ گزری تھی۔

حضرت علامہ مہروی صاحب دام ظلّہٗ کی خوبیوں میں یہ بہت اہم ہے کہ آپ نے درسی کتب کی شرح و توضیح کیلئے اس وقت قدم اٹھایا جب تجربہ کمال کی بلندیوں کو چھو رہا تھا تو پختگی خیال اپنے عروج پر تھی **تحفہ سعیدیہ** شرح **علم الصیغہ** اور **حاشیہ میزان الصرف** اگر ابتداء ہے تو ''**وقایۃ النحو**'' حسن تحریر کا سنورا نکھرا روپ۔ پوری شرح کا انداز...... تفہیم کا مکمل آئینہ دار، ہر مشکل مقام کا حل ایسا شافی اور سادہ و سلیس کہ کیا مجال جو قاری کا ذہن اُکتائے، پھر اسباب و علل کا بیان ہو یا ترکیب اور سوال و جواب کا موقع سب کچھ ایسا جامع اور مربوط و منظم کہ اس نے ''**وقایۃ النحو**'' کو ہدایۃ النحو کی دیگر شروح میں بہت بلند اور پُر وقار مقام عطا کیا ہے۔

یہ بجا کہ حضرت شارح مدظلہ اپنی یا شرح کی اس تعریف و توصیف کو مبالغہ قرار دیں گے مگر راقم کو اِس حقیقت کے اعتراف و اظہار میں ذرا بھی تامّل نہیں کہ اہلِ علم طبقہ میں تحفہ سعیدیہ اور حاشیہ میزان الصرف کو جو شاندار پذیرائی ملی ''**وقایۃ النحو**'' کی اشاعت ان شاء اللہ اُس کو چار چاند لگائے گی۔

اللہ تعالیٰ استاذ العلماء کی اس پرخلوص کاوش کو قبول فرما کر علماء و طلبہ کیلئے نافع اور حضرتِ شارح کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

سعید احمد سعیدی عفی عنہ

صدر مدرس جامعہ غوثیہ لودھراں

تأثرات

از فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا محمد اعظم چشتی صاحب صدر المدرسین دار العلوم **غوثیہ شہبازیہ**
جھوک اترا تحصیل وضلع ڈیرہ غازی خان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا

فقیر عاجز نے محترم و فاضل شارح اور ماہر و تجربہ کار استاذ علامہ حاجی نذیر احمد صاحب مہروی مدظلہ العالی کی کتاب **وقایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو** کو ابتداء سے تا آخر بحث غیر منصرف بالاستیعاب لفظاً لفظاً، سطراً سطراً پڑھا ہے۔ بحمد اللہ زیر نظر کتاب عصری تقاضوں کے مطابق اُن تمام خوبیوں سے آراستہ ہے جو شرح ہونے کے حوالے سے نحو کی کسی کتاب میں ہونی چاہئیں مثلاً ترکیب، احتمالاتِ ترکیب، حلِ لغات اور شافی ووافی فوائدِ کثیرہ جو اساتذہ اور طلبہ کے لئے مفید سمجھے جاتے ہیں بلکہ یہ شرح مبتدی اور منتہی دونوں کیلئے یکساں مفید ونافع ہے.........
ترجمہ وتشریح کی زبان رواں اور ثقل سے پاک ہے جو عموماً انسانی طبع اور ذوقِ سلیم پر گراں گزرتا ہے چنانچہ اس تسہیل اور لطافت نے ترجمہ وشرح کی عمدگی میں مزید نکھار پیدا کر دیا ہے۔ فاضلِ محتشم حضرتِ علامہ حاجی نذیر احمد مہروی صاحب مدظلہ العالی نے بلا شبہ اہل علم کیلئے "**وقایۃ النحو**" کی صورت میں اپنی تعلیمی وتدریسی خوبیوں کا نہایت مؤثر اور قابل قدر تعارف پیش کیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شارح کو اجر عظیم اور فضل جزیل سے نوازے اور اس شرح (**وقایۃ النحو**) کو مستفیضین کیلئے نافع تر بنائے، آمین۔

طالبِ دعا محمد اعظم چشتی

ڈیرہ غازی خان

حضرت علامہ الحاج مولانا نذیر احمد مہروی صاحب

ایک نامور علمی شخصیت اور بے مثال استاذ

قابلِ رشک ہیں وہ حضرات جنہیں منعمِ حقیقی اور فیاضِ ازلی نے علم و تحقیق کے ذوق سے بہرہ ور فرمایا ہے اور لائق صد تحسین ہیں وہ لوگ جن کی راتیں قرآن وحدیث اور کتبِ فقہ وتفسیر کے مطالعہ میں بسر ہوتی ہیں، تو دن درس و تدریس میں گذرتے ہیں -- انہیں مبارک اور لائقِ تقلید علماء و اساتذہ کی جماعت سے تعلق رکھنے والی ایک عظیم شخصیت حضرت استاذ العلماء علامہ الحاج مولانا نذیر احمد صاحب مہروی دامت مکارم العالیہ ہیں جو ایک طویل عرصہ سے مسند تدریس کی زینت بن کر اپنے علمی سرچشمہ سے تشنگانِ علم وحکمت کو سیراب فرما رہے ہیں۔

پیدائش ------ آپ ۱۹۴۴ء/۱۳۶۳ھ میں بستی میاں پور تحصیل وضلع لودھراں میں پیدا ہوئے ...... آج کل بیری والا باغ بیرون چوطاقہ گیٹ شجاع آباد شہر میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام حضرت مولانا غلام رسول (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہے جو علم وعمل کے پیکر، اخلاص وتقویٰ کے حسین مرقع اور اپنے دور کے عمدہ مدرّس تھے۔

خاندانی شرف ------ علامہ الحاج نذیر احمد صاحب مہروی ایک معروف علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں چنانچہ آپ کے جدِ امجد زبدۃ الاصفیاء حضرت علامہ مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ علومِ عربیہ کے ماہر ترین اساتذہ میں شمار ہوتے تھے بالخصوص علم نحو اور منطق کی تدریس اُن کا محبوب ترین مشغلہ تھا...... تدریس سے شغف کا اندازہ اِس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ عمر کے آخری حصہ میں آپ کی بینائی ختم ہوگئی تھی مگر پھر بھی تا دمِ واپسیں سلسلہ تدریس جاری رکھا بقول علامہ مہروی زید شرفہٗ ''اس دور میں میں نے خود اُن کو عبدالغفور اور قطبی جیسی کتابیں پڑھاتے ہوئے دیکھا''۔ علامہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کی اس دلی خواہش اور دیرینہ تمنا کو بڑی شہرت حاصل ہے کہ ''اللہ تعالیٰ میری اولاد میں مدرسین پیدا کرے'' کہتے ہیں وہ شب و روز یہی دعا کرتے اور اولاد کو محنت ولگن کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے کی تلقین فرماتے رہے۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ سے ملاقات کے دوران اُنہوں نے فرمایا'' آپ یہ دعا کریں کہ میرے بعد میری اولاد دینِ متین کی خدمت میں مشغول رہے اور ربِ کریم میری اولاد میں مدرسین پیدا کرے'' آپ کی دعا مستجاب ہوئی

اور آپ کے بڑے فرزند حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ (والد گرامی حضرت علامہ نذیر احمد مہروی صاحب) اور چھوٹے فرزند حضرت مولانا فیض احمد رحمۃ اللہ علیہ (والد گرامی حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبد الحلیم صاحب چشتی) جید علماء ہوئے اور اس طرح اپنے والد ماجد کے عظیم مشن کو بڑی خوش اسلوبی سے جاری رکھا اور اپنی اولاد کی علمی، دینی اور اخلاقی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ بحمد اللہ ہمارے ممدوح علامہ مہروی صاحب کے جد امجد کی دعاؤں کا فیضان، آپ کے والد گرامی اور عم محترم کی پر خلوص کاوشوں کا نتیجہ و ثمرہ ہے کہ آج آپ کے خاندان اور جد امجد کی اولاد میں درجنوں حفاظ کرام اور علوم و فنون دینیہ کے ماہر اساتذہ خدمت دین میں مصروف عمل ہیں۔ ایسے قابل رشک افراد میں حضرت علامہ مولانا محمد عبد العزیز صاحب چشتی، حضرت علامہ مولانا حافظ عبد الحلیم صاحب چشتی (مدرسین جامعہ انوار العلوم ملتان) حضرت علامہ مولانا سعید احمد سعیدی صاحب صدر مدرس جامعہ غوثیہ مہریہ لودھراں اور حضرت علامہ مولانا حافظ عبد الرشید صاحب صدر مدرس جامعہ غوثیہ ہدایت القرآن ملتان قابل ذکر ہیں۔

تعلیم کا آغاز ------ آپ نے قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت حضرت استاذ الحفاظ حافظ پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی جو نابینا تھے اور آپ کے دادا جی کے شاگرد رشید۔ اس کے بعد گھر پر ہی اپنے والد گرامی حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ سے مروجہ نصاب کے مطابق فارسی کے اسباق پڑھے۔ بلاشبہ انہوں نے بڑی توجہ اور محنت شاقہ سے اپنے عزیز بیٹے کو تعلیم دی۔

اساتذہ کرام ------ بعد ازاں آپ نے علوم اسلامیہ کی عظیم درسگاہ اور علمی و روحانی مرکز جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں داخلہ لے لیا اور مختلف علوم و فنون میں مہارت رکھنے والے اپنے دور کے ماہر ترین شیوخ و استاذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے اکتساب علم کیا، اُن قابل قدر استاذہ کرام کے اسماء گرامی یہ ہیں ☆ غزالی زماں رازی دوراں امام اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی قدس سرہ العزیز، آپ سے بخاری شریف، شرح عقائد، سلم العلوم اور فنون کی دیگر کتب پڑھیں ☆ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد شریف رضوی صاحب، آپ سے دورہ حدیث شریف کے دوران بعض کتب حدیث پڑھنے کا شرف حاصل کیا ☆ رئیس المدرسین حضرت علامہ مولانا مفتی امید علی خاں رحمۃ اللہ علیہ، سے ابن ماجہ، تفسیر بیضاوی، شرح جامی اور کافیہ وغیرہ جیسی اہم کتب پڑھیں ☆ حضرت

علامہ مولانا عبدالکریم جام پوری سواگی رحمۃ اللہ علیہ سے حسامی وغیرہ کا درس لیا ☆ حضرت علامہ مولانا مفتی سیّد مسعود علی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے جامع ترمذی اور فن کی بعض کتب پڑھنے کا موقع ملا، جبکہ فنون کی دیگر کتب مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد جعفر ☆ حضرت علامہ مولانا منظور احمد پٹیالوی رحمۃ اللہ علیہما ☆ حضرت علامہ مولانا محمد یوسف صاحب تونسوی نظامی ☆ حضرت علامہ مولانا فقیر محمود صاحب سدیدی مدرس مدرسہ محمودہ محمودیہ تونسہ شریف اور حضرت علامہ مولانا حافظ عبدالحکیم صاحب چشتی مدرس جامعہ انوار العلوم ملتان سے پڑھیں۔

تدریس ------ آپ کو درس وتدریس کا ذوق وشوق چونکہ وراثت میں ملا ہے اس لئے ۱۹۶۵ء میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں پڑھانے کا آغاز کیا جو یقیناً آپ کی دورانِ تعلیم استعداد وقابلیت کی عکاسی اور اساتذہ کی نگاہوں میں بلند اور اہم مقام کو نمایاں کرتا ہے۔ چھ ماہ تک جامعہ انوار العلوم میں تدریس کے فرائض انجام دینے کے بعد درجہ تخصص فی التفسیر والحدیث کے لئے حضرتِ غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور) کے ساتھ جامعہ اسلامیہ بہاولپور چلے گئے اور مقصد حاصل کیا۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے تخصص کرنے کے بعد چھ سال تک جامعہ رضویہ مظہر العلوم ملتان میں بطورِ استاذ فرائض انجام دیئے پھر جامعہ غوثیہ ہدایت القرآن ممتاز آباد ملتان میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز ہوئے اور متواتر ۲۲ سال تک نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے خصوصاً یہاں آپ نے تدریس کا خوب جادو جگایا اور ایسے تلامذہ تیار کئے جو اس وقت ملک کے متعدد سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی اداروں میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ (جن کا ذکر آئندہ سطروں میں آ رہا ہے) پھر دو سال تک جامعہ غوثیہ دارالقرآن جامع مسجد درس والی اندرون دولت گیٹ ملتان میں پڑھاتے رہے اور اب عرصہ چار سال سے دارالعلوم غوثیہ مہریہ چوک شاہ عباس ملتان میں مہتمم اور صدر المدرسین کی حیثیت سے خدمت دین مصطفی کا بیڑہ اُٹھایا ہوا ہے اور یہ ادارہ ''دارالعلوم غوثیہ مہریہ'' آپ ہی کی کاوشوں سے ۲۰۰۱ء کو معرض وجود میں آیا اور نہایت قلیل عرصہ میں قابل ذکر ترقی کی اس وقت سو (۱۰۰) سے زائد طلبہ شعبہ درس نظامی اور تحفیظ القرآن کے ساتھ یہ ادارہ اہلسنت کے اہم اداروں میں شمار ہونے لگا ہے۔

روحانی نسبت ------ آپ کو روحانی نسبت قدوۃ السالکین، عمدۃ الواصلین حضرت پیر سیّد امام علی

شاہ رحمۃ اللہ علیہ (مہر آباد شریف ضلع لودھراں) سے حاصل ہے۔ اس سعادت کا باعث ایک تو خاندان کے بزرگوں کی حضرت سے عقیدت اور دوسرے حضرت کا زہد وورع تھا چنانچہ آپ سے متاثر ہو کر ۱۹۶۰ء میں ہی بیعت کا شرف حاصل کر لیا۔

تلامذہ ------ یوں تو آپ کے تلامذہ اور شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع ہے مگر یہاں آپ کے چند اہم تلامذہ اور فیض یافتہ حضرات کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ پتہ چلے کہ آپ کا علمی فیضان کہاں کہاں تک پہنچا ہے اور وہ حضرات مہتمم، ناظم، مدرس، مفتی اور خطیب جیسے کن کن اعلیٰ مناصب پر فائز ہیں۔ ☆ حضرت علامہ مولانا ظہور احمد صاحب نظامی شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ ہدایت القرآن ملتان ☆ حضرت علامہ مولانا غلام حسین صاحب رضوی دار العلوم غوثیہ رضویہ کلور کوٹ بھکر ☆ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب رضوی مہتمم مظہر العلوم ملتان ☆ حضرت مولانا محمد اقبال صاحب لیکچرار بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد ☆ حضرت مولانا خواجہ عبدالحیٔ صاحب سجادہ نشین سندیلہ شریف ☆ حضرت مولانا سید عتیق الرحمن سول جج بلوچستان ☆ علامہ رحمت اللہ لیکچرار گورنمنٹ کالج مظفر گڑھ ☆ علامہ مولانا سید حسین احمد مدنی چوک منڈا ☆ مولانا سید احمد کمال مدرس فیض العلوم فقیر والی ہارون آباد ☆ مولانا مفتی محمد اقبال چشتی صاحب (ناظم اعلیٰ جماعت اہلسنت پاکستان پنجاب) لاہور ☆ حضرت مولانا قاری احمد یار صاحب سعیدی مہتمم مدرسہ سعیدیہ کاظمیہ فیض العلوم ملتان ☆ حضرت مولانا محمد شفیع چشتی صاحب مدرس جامعہ خیر المعاد ملتان ☆ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سلیمانی مدرس مدرسہ فخریہ ڈیرہ غازی خاں ☆ حضرت مولانا فیض احمد فیضی صاحب ٹبہ سلطان پور ☆ مولانا قاضی قاری عطاء اللہ مہروی صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ ضیاء الاسلام جامع مسجد غوثیہ گلبرگ کالونی ملتان ☆ حضرت مولانا غلام یٰسین صاحب ☆ حضرت مولانا عطا محمد صاحب ☆ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب ☆ حضرت مولانا محمد کلیم صاحب ☆ قاری محمد رمضان صاحب ☆ قاری خدا بخش صاحب مدرسین مدرسہ ہدایت القرآن ملتان ☆ مولانا محمد رفیق صاحب مدرس مدرسہ فیضان رسول ملتان ☆ مولانا حافظ رب نواز سعیدی صاحب مہتمم وصدر مدرس جامعہ سعیدیہ حسان بن ثابت قاسم پور کالونی ملتان ☆ مولانا محمد ہاشم صاحب نقشبندی ☆ مولانا حبیب الرحمن صاحب عاصی مدرس دار العلوم غوثیہ مہریہ ملتان ☆ مولانا غلام مصطفیٰ قادری صاحب ☆ مولانا محمد اسماعیل صاحب فیضی مدرسین دار العلوم غو

ثیہ مہریہ ملتان ☆ مولانا بشیر احمد صاحب اویسی خطیب مسجد دربار حضرت خواجہ اویس ملتان ☆ مولانا قاری فقیر محمد صاحب لاہور ☆ قاری محمد رمضان صاحب ایم ،اے خطیب پاکستان آرمی ☆ مولانا فیاض احمد صاحب خطیب پاکستان آرمی ☆ مولانا عبدالرسول صاحب ☆ مولانا عبدالرزاق صاحب مدرسین مدرسہ سراج الاسلام لودھراں ☆ مولانا محمد اکرم سعیدی صاحب مدرس مدرسہ رحمت العلوم ملتان ☆ مولانا بشیر احمد صاحب معصومی مدرس مدرسہ فیض القرآن نکڑ منڈی ملتان اور ☆ مولانا گل حسن صاحب ٹبہ سلطان پور (عربی ٹیچر)

ان کے علاوہ بھی آپ کے تلامذہ کی ایک بڑی تعداد ہے جو علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

ذوق تصنیف ------اللہ تعالیٰ نے آپ کو تدریس کے ساتھ ساتھ ذوقِ تصنیف وتالیف سے بھی خوب نوازا ہے حالانکہ جو شخص تدریس کی بھاری ذمہ داریاں نبھا رہا ہو اُس کیلئے تصنیف وتالیف کیلئے وقت نکالنا آسان کام نہیں ہوتا مگر حضرت علامہ نذیر احمد مہروی صاحب تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کیلئے وقت نکال لیتے ہیں چنانچہ آپ مختلف موضوعات پر کتب، رسائل، فتاوی اور مقالات سپردِ قلم کر کے عوام وخواص سے دادِ تحسین وصول کر چکے ہیں اور یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔ آپ کی تحریری خدمات اور قلمی کاوشوں میں تازہ ترین **وقایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو** ہے اس سے قبل **تحفہ سعیدیہ** اردو شرح **علم الصیغہ** ، **حاشیہ میزان الصرف** مطبوعہ ہیں اور **شرح صرف میر** تکمیل کے مراحل میں ہے جبکہ کافیہ، شرح ملا جامی جیسی اہم فنی کتب کی شرح وتسہیل مستقبل کے عزائم میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے تصدق ان خوابوں کو جلد شرمندۂ تعبیر فرمائے، آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ (1/1/2005ء)

خادم العلم والعلماء

حافظ عبد العزیز سعیدی

مدرس جامعہ انوار العلوم ٹی بلاک نیوملتان

اظہارِ تشکر

نحمده ونصلى على رسوله الكريم اما بعد : فقیر ناچیز، اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان اور اُسکے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت خاص پر بے حد مسرور ومطمئن ہے کہ **وقاية النحو شرح هداية النحو** پیش کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ فقیر ان تمام اکابر اور محسنین کا ممنون احسان ہے جنکی شفقت وتعاون سے یہ اہم مرحلہ سر ہوا۔ اس موقع پر راقم جگر گوشہ غزالی زماں فاضل جلیل حضرت علامہ صاحبزادہ سید ارشد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ العالی کا تہہ دل سے سپاس گزار ہے کہ آپ نے انوار العلوم کے ایک پرانے خوشہ چین کیلئے اپنے قیمتی لمحات میں سے چند، وقف فرمائے اور تقریظ لکھی۔ نیز اپنے خاندان کے بزرگ اور علمی عظمتوں کے وارث بحر العلوم حضرت علامہ مولانا عبد العزیز صاحب چشتی اور سند المدرسین حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبد الحکیم صاحب چشتی (مدرسین جامعہ انوار العلوم ملتان) کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے اپنی بزرگ عمری اور تدریسی مصروفیات کے باوجود "**وقاية النحو**" پر تقریظ لکھکر اس ناچیز کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ فاضل محتشم حضرت علامہ مولانا محمد اعظم چشتی صاحب (ڈیرہ غازیخان) نے "**وقاية النحو**" کو ابتداء سے تا آخر بحث غیر منصرف بالاستیعاب پڑھ کر نہ صرف زبانی اپنے جذبات تحسین کا اظہار کیا بلکہ قلمی تأثرات بھی ارسال فرمائے۔ عزیز محترم حضرت علامہ مولانا سعید احمد سعیدی صاحب (صدر مدرس جامعہ غوثیہ مہریہ لودھراں) نے نہایت توجہ سے کتاب کو مبنی کی بحث سے آخر تک پڑھ کر پر خلوص اور مفید مشوروں کے قابل سمجھا، اُنکے محسوسات قارئین کے ملاحظہ کیلئے کتاب کا حصہ ہیں۔

راقم جامعہ انوار العلوم کے نوجوان وفعال مدرس علامہ حافظ عبد العزیز صاحب سعیدی کا بے حد ممنون ہے جنہوں نے اپنے رفیق مولانا محمد سعید سعیدی صاحب (مدرس جامعہ انوار العلوم) طلبہ سید محمد نعمان بخاری اور محمد مقصود کے تعاون سے نہایت احتیاط کے ساتھ کتاب کی کمپوزنگ کی، طباعت کے تمام مراحل اپنی نگرانی میں مکمل کرائے اور **مكتبه مهريه كاظميه** کی طرف سے اشاعت کا اہتمام کیا۔ فقیر اس فریضہ سپاس میں بالخصوص اپنے مخلص عزیز دوست عزت مآب جناب حاجی نذیر احمد صاحب (رحمت اللہ آئل ٹریڈرز پرانی سبزی منڈی روڈ ملتان) کا ممنون ومتشکر ہے جن کے مالی تعاون سے یہ کتاب آپ تک پہنچی۔

قارئین کرام! اس پیشکش میں اغلاط کی تصحیح اور پروف ریڈنگ کی احتیاط کے باوجود اغلاط رہ گئی ہونگی، اہل علم کسی سہو وخطا پر مطلع ہوں تو ضرور آگاہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ تعمیل ہوگی۔

نذیر احمد مہروی عفی عنہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ

عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ

وَّعَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ

قَدْ ضَاقَتْ حِیْلَتِیْ اَدْرِکْنِیْ

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

صلی اللہ علیک وعلی آلک وسلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۰ بسم الله الرحمن الرحيم ۰ حامداوّمصلیاوّمسلماوبعد سوال:- ہدایۃ النحو کس نے لکھی ہے؟ جواب:- اس کے متعلق دو قول ہیں۔(۱)صاحب درایۃ النحو کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ھدایۃ النحو، مشہور نحوی علامہ ابوحیان نے لکھی ہے۔(۲) علامہ غلام جیلانی میرٹھی لکھتے ہیں کہ اس کے مصنف علامہ سراج الدین ہیں جو حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی رحمہ کے خلیفہ تھے۔ فائدہ:"سیر علماء" میں ہے کہ ابوحیان نحوی کافیہ ابن حاجب کو بالکل پسند نہیں کرتا تھا اور "ھذا نحو الفقھاء" کہہ کر اس کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ اگر یہ نقل درست ہے تو علامہ غلام جیلانی میرٹھی کی بات قوی ہے اس لئے کہ مصنف ہدایت النحو نے کافیہ اور اسکی ترتیب کو پسند کیا ہے۔ سوال:- مصنف نے کتاب کا آغاز تسمیہ اور تحمید سے کیوں کیا ہے؟ جواب:- ایسا کرنے میں کلام مجید کا اتباع ہے بایں طور کہ کلام پاک کی ابتدا تسمیہ اور تحمید سے ہے اور حدیث شریف کی بھی اقتدا ہے کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "كل امر ذي بال لم يبدا فيه ببسم الله فهو ابتر" اور ایک حدیث میں "بسم الله" کی جگہ "بحمد الله فهو اقطع و اجزم" ہے۔ نیز اسلاف کا طریقہ بھی یہی رہا ہے۔ قولہ بسم الله:- بسم الله کی باء جارہ برائے تبرک یا برائے استعانت ہے جو "متبرکا یا مستعینا" مقدر کے متعلق ہوکر "اشرع" فعل مقدر کی ضمیر سے حال ہے، تقدیر عبارت اس طرح ہے "متبرکا او مستعینا ببسم الله اشرع" اور لفظ اسم بروزن افع ہے اس کا ہمزہ وصلی ہے یعنی ہمزہ سے پہلے اگر حرف متحرک ہو تو یہ صرف لکھا جاتا ہے پڑھا نہیں جاتا اور اس جگہ ہمزہ لکھا بھی نہیں جاتا کیونکہ بسم الله کا کثیر الاستعمال ہونا تخفیف کو چاہتا ہے اور باء کے شوشہ کو دراز کرکے لکھتے ہیں تاکہ الف محذوفہ پر دلالت کرے۔ لفظ الله معبود برحق کا نام ہے جو واجب الوجود اور تمام صفات کمالیہ کا جامع ہے۔ فائدہ:- لوگ جس طرح کہ ذات باری تعالیٰ اور صفات باری میں حیران ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسم (الله) کی تحقیق کے بارے میں حیران اور مختلف الخیال ہیں۔(۱) قدماء فلاسفہ تو اللہ کے اسم ذاتی ہونے کا انکار کرتے ہیں۔(۲) بعض کا خیال ہے کہ لفظ الله علم ہے۔(۳) بعض کے نزدیک یہ اسم مشتق ہے۔ (۴) کچھ حضرات کہتے ہیں کہ الله، صفت مشتقہ ہے۔(۵) بعض کے نزدیک یہ عربی نہیں بلکہ سریانی زبان کا لفظ ہے۔ راجح یہ ہے کہ یہ معبود برحق کا علم ہے۔ قولہ الرحمن الرحیم:- یہ دونوں صفت مشبہ ہیں جن میں مبالغہ کے معنی پائے جاتے ہیں اور رحمن میں رحیم کی نسبت زیادہ مبالغہ ہے لیکن ابن ہشام کے نزدیک یہ علم ہیں لہٰذا اس جگہ (تسمیہ میں) یہ دونوں لفظ الله سے بدل ہونگے۔ سوال:- بسم الله میں باء جارہ لفظ الله پر داخل کرکے "بالله" کیوں نہیں کہا؟ جواب:- تاکہ یمین اور تیمن میں فرق ہوجائے یعنی یہ واضح ہوجائے کہ بسم الله کی با قسمیہ نہیں بلکہ تبرک و استعانت کی باء ہے۔ سوال:- تسمیہ میں اللہ تعالیٰ کے تین نام کیوں ہیں؟ جواب:- گذشتہ زمانے میں تین قومیں گذری ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ان ناموں سے یاد کیا کرتی تھیں اس لئے تسمیہ میں وہ تینوں نام جمع کردیئے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

قولہ الحمد للہ: -حمد کے لغوی معنی ہیں ستودن یعنی تعریف کرنا اور حمد کی تعریف یہ ہے "اَلثَّنَاءُ بِاللِّسَانِ علی الجميل الاختياری من نعمة او غيرها" یعنی زبان سے ذکر حسن کرنا جمیل اختیاری پر خواہ وہ نعمت کے مقابلہ میں ہو یا نعمت کے مقابلہ میں نہ ہو اور الحمد کے لام میں تین احتمال ہیں۔ (۱) لام جنسی ہو، اس وقت معنی ہونگے جنسِ حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ (۲) لام استغراقی ہو، معنی ہونگے تمام افراد حمد ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں۔ (۳) یہ لام عہد کا ہو اور اس سے مراد وہ حمد ہو جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کی فرمائی ہے۔ سوال: -مصنف نے تسمیہ کو تحمید پر مقدم کیوں کیا؟ جواب: -قرآن مجید کی موافقت کے لئے اور اس لئے کہ بوقت اجتماعِ تسمیہ وتحمید، تسمیہ کی تقدیم پر اسلاف کا اجماع واتفاق ہے۔ نیز اس لئے کہ تسمیہ، حمد پر مشتمل ہے کیونکہ حمد کے معنی ہیں کمال اور خوبی کو بیان کرنا۔ سوال: -الحمد للہ میں اسم جلالت کو مقدم کیوں نہیں کیا؟ جبکہ وہ مستحقِ تقدیم ہے۔ جواب: -کیونکہ یہ مقام، حمد کا مقام ہے تو مقام کی رعایت کیلئے حمد کو اسم جلالت پر مقدم کر دیا گیا ہے کہ رعایت مقام اولیٰ ہے۔ قولہ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ: -لفظ رب میں تین احتمال ہیں (۱) یہ ربَّ یربُّ سے مصدر ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو بتدریج حدِ کمال تک پہنچا دینا، اس صورت میں "رب" کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر بطور مبالغہ از قبیل "زَيْدٌ عَدْلٌ" ہوگا یا مصدر بمعنی اسم فاعل ہوگا یعنی تربیت کرنے والا۔ (۲) یہ صفت مشبہ ہے صعب کی طرح۔ (۳) رابٌّ اسم فاعل کا مخفف ہے۔ سوال: -"رَبُّ" اگر صفت مشبہ یا اسم فاعل ہے تو "رب العالمين" کو لفظ اللہ کی صفت بنانا درست نہیں کیونکہ "رَبُّ" کی اضافت از قبیلِ اضافت لفظیہ ہوگی جو مفید تعریف نہیں ہوتی جبکہ لفظ اللہ معرفہ ہے؟ جواب: - صیغہ صفت کے عمل کیلئے زمانہ حال یا استقبال شرط ہے اور یہاں وہ شرط مفقود ہے اس لئے کہ "رب" میں استمرار ہے لہذا "رَبُّ" کی اضافت از قبیل اضافت معنویہ ہوگی جو مفید تعریف ہوتی ہے۔ جواب نمبر۲: - اضافت لفظیہ کی مطلقاً ہیئت ترکیبی اگرچہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی لیکن اس جگہ یہ ترکیب خاص معنی کے اعتبار سے مفید تعریف ہے اس لئے کہ "رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" کا مصداق ذاتِ پاک کے سوا کوئی نہیں۔ قولہ: -"العالمين" یہ "عالَمٌ" (اسم آلہ) کی جمع ہے بمعنی "مَايُعْلَمُ بِهِ الشَّيْئُ" یعنی جس چیز سے دوسری جانی جائے اور عرف عام میں عالَم سے مراد جمیع ما سوی اللہ ہے۔ سوال: -جب عالَم بمعنی جمیع ما سوی اللہ ہے تو اسکو جمع کیوں لایا گیا ہے؟ جواب: -اس کے مابعد یعنی مُتَّقِيْنَ کے ساتھ رعایتِ جمع کیلئے اور رعایتِ جمع ماقبل اور مابعد دونوں میں ملحوظ ہوتی ہے۔ سوال: -جمع تو ممنوع ہے تو شیٔ ممنوع کی رعایت کیوں کی گئی؟ جواب: -ہر جمع ممنوع نہیں بلکہ ایسی جمع ممنوع ہے جسمیں تکلف ہو اور یہ جمع تکلف سے خالی ہے۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ

قولہ والعاقبۃ للمتقین: - عاقبت کے معنی "انجام" ہیں خواہ انجام خیر ہو یا شر، اس لئے اس کا مضاف مقدر مانا جاتا ہے ای خیر العاقبۃ یعنی اچھا انجام متقین کے لئے ہے۔ یہ جملہ معترضہ ہے اور حمد وصلوٰۃ کے درمیان اس نکتہ پر تنبیہ ہے کہ اعمال میں عمدہ عمل تقویٰ ہے۔ قولہ والصلوٰۃ: - صلوٰۃ باب تفعیل کا اسم مصدر ہے یہ اصل میں صلوۃ تھا قال کے قاعدے سے واؤ، الف سے بدل گیا تو صلوٰۃ ہو گیا۔ فائدہ: - اس کی کتابت میں قیاس یہ تھا کہ الف کے ساتھ (صلاۃ) لکھا جاتا جیسے عصا، لیکن چونکہ تفخیم کے وقت اس کا الف واؤ کی طرف مائل ہو جاتا ہے اس لئے اس کے الف کو واؤ کے ساتھ لکھتے ہیں اور واؤ کے بغیر الف کے ساتھ بھی لکھتے ہیں بالخصوص جب اس کی اضافت ضمیر کی طرف ہو جیسے صلاتی۔ فائدہ: - لفظ صلوٰۃ، درج ذیل معانی اربعہ میں مشترک لفظی یا مشترک معنوی ہے۔ رحمت، دعا، استغفار اور تسبیح۔ اور بوقت قرینہ کسی ایک معنی کیلئے ہوگا مثلاً اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی تو معنی رحمت یعنی فضل واحسان ہونگے جیسے صلوٰۃ اللہ میں۔ جب اس کی نسبت مؤمنین کی طرف ہوگی تو معنی دعا ہوں گے یعنی طلب رحمت اور جب ملائکہ کی طرف ہوگی، تو معنی استغفار ہونگے اور جب وحوش وطیور کی طرف ہوگی تو معنی تسبیح ہونگے۔ سوال: - مشترک لفظی ومعنوی کس کو کہتے ہیں؟ جواب: - مشترک لفظی یہ ہے کہ ایک لفظ متعدد معانی کے لئے ابتداً الگ الگ وضع کیا گیا ہو جیسے لفظ عین، آنکھ وسونا وغیرہ بہت سے معانی کے لئے موضوع ہے اور مشترک معنوی یہ ہے کہ لفظ ایک معنی کلی کے لئے وضع کیا گیا ہو جس کے بہت سے افراد ہوں جیسے لفظ انسان، حیوان ناطق کیلئے موضوع ہے جس کے بہت سے افراد ہیں۔ فائدہ: - اگر یہ لفظ صلوٰۃ اس جملہ معانی اربعہ کے لئے الگ الگ موضوع ہے تو یہ مشترک لفظی ہوگا اور اگر معنی کلی یعنی افاضۃ الخیر کیلئے موضوع ہے جس کے معانی اربعہ افراد ہیں تو مشترک معنوی ہوگا۔ قولہ علی رسولہ: - رسول لغت میں بمعنی مرسل ہے یعنی بھیجا ہوا اور اصطلاح شرع میں رسول، وہ انسان ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لئے بھیجا ہو اور اسکے پاس کتاب ہو یا نئی شریعت ہو۔ قولہ محمد: - لفظ محمد تحمید سے ہے جس کے معنی ہیں وہ ذات جس کے فضائل محمودہ کثیر ہوں، کیونکہ باب تفعیل کا خاصہ تکثیر ہے، آپ اس نام کے ساتھ بالھام خداوندی موسوم کئے گئے یہ نام تمام ناموں کی اصل ہے جس طرح کہ اس نام کا مسمّٰی حسب حدیث "کُلُّ الْخلائق مِنْ نُوْرِیْ" سارے عالم کی اصل ہے۔

وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

قولہ والہ: -الٌ، اسم جمع ہے جس کے اصل میں دو قول ہیں، نمبر ا-سیبویہ کے نزدیک الٌ کی اصل اَھْلٌ ہے کیونکہ اس کی تصغیر اُھَیْلٌ ہے اور قاعدہ ہے کہ ہر شے کی تصغیر شے کو اس کی اصل کی طرف لوٹا دیتی ہے، اَھْلٌ کی ھاء کو خلاف قیاس ہمزہ دیا پھر اٰمن کے قاعدے سے الٌ ہوا۔ نمبر ۲-کسائی کے نزدیک اسکی اصل اَوَلٌ ہے قَالَ کے قاعدہ سے واؤ کو الف کیا تو الٌ ہوا۔ کسائی نے یہ دلیل دی ہے کہ میں نے ایک فصیح اعرابی کو یہ کہتے ہوئے سنا "الٌ وَّاُوَیْلٌ، اَھْلٌ وَّاُھَیْلٌ" یعنی اس اعرابی نے الٌ کی تصغیر اُوَیْلٌ اور اَھْلٌ کی تصغیر اُھَیْلٌ ذکر کی جس سے معلوم ہوا کہ الٌ اور اَھْلٌ مستقل دو لفظ ہیں۔ فائدہ:- کسائی کا قول قیاساً بہتر معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس سے خلاف قیاس کوئی امر لازم نہیں آتا۔ فائدہ:-الٌ اور اَھْلٌ میں فرق (۱) الٌ صرف ذوی العقول کی طرف مضاف ہوتا ہے اس لئے "اٰلُ الْعِلْمِ یا اٰلُ الْمِصْرِ" نہیں کہتے اور اَھْلٌ، ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کو عام ہے۔ (۲) الٌ کی اضافت ذوی العقول میں صرف مذکر کی طرف ہوتی ہے بخلاف اَھْلٌ کے کہ وہ عام ہے۔ (۳) الٌ کی اضافت ذوی العقول مذکر میں اشراف کے ساتھ خاص ہے اٰلِ حَجَّام نہیں کہتے۔ اور لفظ اَھْلٌ عام ہے۔ سوال:- آپ نے کہا کہ الٌ اسم جمع ہے تو کیا جمع اور اسمِ جمع میں کوئی فرق ہے؟ جواب:-ہاں ان میں تین طریقوں سے فرق کیا گیا ہے (۱) اسم جمع وہ ہے جو دو سے زائد پر دلالت کرے اور جمع کے کسی وزن پر نہ ہو خواہ اس کا کوئی مفرد من لفظہ ہو یا نہ ہو۔ جبکہ جمع کیلئے اوزانِ جمع میں سے کسی وزن پر ہونا نیز اُسکا مفرد پایا جانا ضروری ہے۔ (۲) اسم جمع کی تصغیر لانے کیلئے اس کو مفرد کی طرف لوٹانا ضروری نہیں بخلاف جمع کے کہ اسکو لوٹانا ضروری ہے۔ (۳) اسمِ جمع خلاف قیاس ہوتی ہے اور جمع قیاس کے مطابق ہوتی ہے۔ قولہ واَصْحَابِہٖ:-مشہور نحوی سیبویہ نے صراحت کی ہے کہ اصحاب، صاحب کی جمع ہے جیسے اطھارٌ، طاھرٌ کی جمع ہے۔ صحابی وہ شخص ہے جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو اور ایمان ہی پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔ الٌ میں اگرچہ اصحاب بھی داخل ہیں کیونکہ الٌ ہر متقی پرہیز گار کو شامل ہے لیکن چونکہ الٌ کا یہ معنی عوام میں غیر مشہور ہے اور رافضی صحابہ کرام کو سَبّ کرتے ہیں اس لئے اہلسنت نے اظہارِ حق کیلئے ال کے بعد صحابہ کے ذکر کا التزام کیا ہے۔ قولہ اَجْمَعِیْنَ:-یہ الٌ اور اَصْحَابٌ کی تاکید ہے اور اس سے روافض پر رد مقصود ہے جو بعض صحابہ کرام کو صلوۃ کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اور خوارج پر بھی رد ہے جو الٌ سے دشمنی رکھتے ہیں اور ان پر صلوۃ نہیں بھیجتے۔ قولہ اَمَّا بَعْدُ:-یہ لفظ علم بدیع میں فصلِ خطاب کے نام سے موسوم ہے مصنفین حمد و صلوۃ کے بعد مقصود کی طرف انتقال کرتے وقت یہ لفظ لاتے ہیں تاکہ کلام مقدم ومؤخر میں فصل احسن پیرایہ میں ظاہر ہو جائے۔ کلمہ بعدُ اصل میں ظرف مکان ہے جو بعد میں ظرف زمان کے لئے استعمال ہونے لگا۔

فَهٰذَا مُخْتَصَرٌ مَضْبُوْطٌ فِي النَّحْوِ جَمَعْتُ فِيْهِ مُهِمَّاتِ النَّحْوِ عَلٰى تَرْتِيْبِ الْكَافِيَةِ مُبَوَّباً وَّمُفَصَّلاً

قولہ فهذا :- هذا کا مشار الیہ وہ مضامین مرتبہ ہیں جو مصنف کے ذہن میں حاضر و موجود ہیں خواہ خطبہ الحاقیہ ہو یا ابتدائیہ چونکہ موجود ذہنی جب کشف وظہور میں محسوس کے مشابہ ہو تو موجود ذہنی کو محسوس مان کر اس کی طرف بھی اسم اشارہ سے اشارہ کرتے ہیں چونکہ اس کتاب کے مضامین محسوس کی طرح ظاہر و منکشف ہیں اس لئے مصنف نے ان مضامین کو محسوس فرض کر کے ان کی طرف هذا سے اشارہ کیا ہے اور طلبہ کو تسلی دی ہے کہ هداية النحو کے مسائل مشکل نہیں ہیں بلکہ محسوس کی طرح واضح ہیں۔ فائدہ:- بعض شروح میں جو یہ کہا گیا ہے کہ خطبہ الحاقیہ ہو تو مشار الیہ معانی ہونگے اور ابتدائیہ ہو تو الفاظ ہونگے درست نہیں۔ اس لئے کہ الفاظ و معانی کا وجود خارج میں نہیں ہے اور جو خارج میں موجود ہیں وہ نقوش ہیں۔

قولہ مختصر مضبوط :- مختصر باب افتعال سے صیغہ اسم مفعول ہے۔ اصطلاح میں مختصر اس کو کہتے ہیں جس کی عبارت قلیل اور معانی کثیر ہوں۔ مضبوط بھی اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی محفوظ اور مختصر کی صفت اول ہے اور في النحو صفت ثانی اور موصوف صفت سے مل کر مبتدا (هذا) کی خبر ہے۔ قولہ جمعت فيه :- یہ جملہ بھی مختصر کی صفت ہے یعنی ایسی مختصر کہ جس میں میں نے نحو کے مقاصد جمع کئے ہیں "مُهِمَّات" مُهِمّ یا مُهِمَّة کی جمع ہے جو ہمت بمعنی قصد سے ہے "مُهِمّ" اگرچہ بمعنی رنج بھی ہے لیکن پہلا معنی بہت مناسب ہے۔ قولہ على ترتيب الكافية :- یہ "جمعت" کے متعلق ہے یا کائن مقدر کے متعلق ہو کر مختصر کی چوتھی صفت ہے اور موصوف صفت کے درمیان فاصلہ اگر اجنبی کے ساتھ نہ ہو تو یہ درست ہے، نیز "مشتملة" کے متعلق کر کے مُهِمَّات سے حال بھی بنایا جا سکتا ہے ای حال كون تلك المهمات مشتملة على ترتيب الكافية" اور ثابتا کے متعلق کر کے مفعول مطلق مقدر کی صفت بنانا بھی درست ہے ای جمعت جمعاثابتا على ترتيب الكافية ۔ ترتیب لغت میں بمعنی مرتب ساختن شئی ہے یعنی کوئی چیز بنانا اور اصطلاح میں بمعنی وضع كل شيئ في مرتبته (یعنی ہر چیز کو اسکے مرتبہ میں رکھنا) مصنف فرماتے ہیں کہ میں نے اس مختصر کی ترتیب کافیہ کے مطابق کی ہے جیسے کافیہ میں پہلے بحث اسم پھر بحث فعل اور آخر میں بحث حرف ہے یہی ترتیب اس مختصر میں بھی ہے یعنی جو مسائل نحو اس مختصر میں مذکور ہیں وہ کافیہ کی طرز پر ہیں۔ قولہ مبوبا ومفصلا :- یہ دونوں یا تو جمعت کی ضمیر سے حال ہیں اور بصیغہ اسم فاعل ہیں یعنی میں نے اس مختصر میں مقاصد نحو کو جمع کیا اس حال میں کہ ان مقاصد کو باب باب اور فصل فصل کرنے والا ہوں یا فيه کی ضمیر مجرور سے حال ہیں اور بصیغہ اسم مفعول ہیں یعنی میں نے اس مختصر میں نحو کے مقاصد کو جمع کیا اس حال میں کہ وہ مختصر باب باب اور فصل فصل کی ہوئی ہے۔ فائدہ:- مصنف کے قول على ترتيب الكافية میں اگر کافیہ سے اس کی نفس عبارت مراد ہو تو مصنف کا قول مبوبا ومفصلا بمنزلہ استثناء کے ہوگا یعنی یہ مختصر میں نے کافیہ کی ترتیب پر جمع کی ہے مگر یہ مبوب اور مفصل ہے اور کافیہ میں ابواب وفصول قائم نہیں کئے گئے اور اگر کافیہ کے قواعد کلیہ مراد ہیں جو مبوب اور مفصل ہیں تو اس صورت میں تبویب وتفصیل کا ذکر محض مدعیٰ کے انکشاف کیلئے ہوگا۔ (تسهيل الحمايه)

بِعِبَارَةٍ وَّاضِحَةٍ مَّعَ اِيْرَادِ الْاَمْثِلَةِ فِيْ جَمِيْعِ مَسَائِلِهَا مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِلْاَدِلَّة

قولہ بعبارۃ واضحۃ :-''عبارت'' لغت میں بمعنی خواب کی تعبیر بیان کرنا اور اصطلاح میں عبارت ان الفا[ظ] کو کہتے ہیں جو معنی پر دلالت کرتے ہیں چونکہ یہ الفاظ دل میں پوشیدہ چیز کو ظاہر کرتے ہیں اس لئے انکو عبارت کہا جاتا ہے اور واضحۃ کے لغوی معنی ظاہر کرنے والی۔ عبارت واضحہ ،ایسی عبارت کا نام ہے جو اپنے معنی پر دلالت کرنے میں واضح ہو (ای غیر صعبۃ) عبارت واضحہ سے مصنف نے اس وہم کا ازالہ کیا ہے کہ جب یہ مختصر کافیہ کی ترتیب پر جمع کی گئی ہے تو اس کی عبارت بھی کافیہ کی طرح مغلق اور غیر واضح ہوگی فقال بعبارۃ واضحۃ۔ فائدہ:- بعبارۃ واضحۃ کی ترکیب میں چند احتمال ہیں (۱) یہ جار مجرور جمعتُ کے متعلق ہو۔(۲) کائنٌ مقدر کے متعلق ہو کر مُختَصَرٌ کی صفت بنے۔(۳) فیہ کی ضمیر سے حال مترادفہ بنے۔(۴) مُبَوَّبٌ و مُفَصَّلٌ (بصیغہ اسم مفعول) کی ضمیر سے حال متداخلہ بنے۔ سوال:- حال مترادفہ اور حال متداخلہ کی تعریف کریں؟ جواب:- ایک ذوالحال سے دوبارہ جو حال بنایا جائے اس کو حال مترادفہ کہتے ہیں جیسے هداية النحو کی عبارت جمعتُ فِيْهِ کی ضمیر مجرور سے مُبَوَّبًا وَّمُفَصَّلًا حال ہے اور اس کے بعد بعبارۃ واضحۃ بھی ضمیر مجرور سے حال ہے تو یہ حال مترادفہ ہے اور حالِ متداخلہ وہ ہے جو پہلے حال کے معمول سے حال واقع ہو جیسے مُبَوَّبًا وَّمُفَصَّلًا، فیہ کی ضمیر مجرور سے حال ہے پھر مُبَوَّبٌ وَمُفَصَّلٌ کی ضمیر سے بعبارۃ واضحۃ حال واقع ہو رہا ہے تو یہ حال متداخلہ ہے۔ قولہ مَعَ اِيْرَادِ الْاَمْثِلَةِ:- یہ ظرف مع مضاف الیہ واضحۃ کے متعلق ہے یا کائنۃ کے متعلق ہو کر عبارۃ کی صفت ہے۔ ایراد، بابِ افعال کا مصدر ہے جو اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے الامثلۃ، مثال کی جمع ہے۔ مثال، بغرض انکشافِ مسائل لائی جاتی ہے اور دلیل و برہان اثباتِ مدعی کے لئے لائی جاتی ہے۔ فائدہ:- مثال اور شاہد میں یہ فرق ہے کہ مثال اس کو کہتے ہیں جو قاعدہ کی وضاحت کے لئے لائی جائے اور شاہد اس کو کہتے ہیں جو قاعدہ کے اثبات کے لئے ذکر کیا جائے، پس مثال عام اور شاہد خاص ہے کہ شاہد قرآن حدیث یا عربی کے ماہر کے کلام سے لایا جاتا ہے جبکہ وضاحت اور مثال کے لئے یہ ضروری نہیں ہے۔ قولہ فِيْ جَمِيْعِ مسائلها:- کلمہ فی بمعنی لام ایراد کے متعلق ہے۔ مسائلُ جمع مَسْئَلَةٌ کی ہے لغت میں مسئلہ کے معنی ہیں سوال کی جگہ سوال کا وقت، یہاں مراد قواعد ہیں اور اصطلاح میں کسی امر کا اسناد کرنا اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یا کسی مجتہد کی طرف۔ مسائلها کی ضمیر کا مرجع ،مُهِمَّات ہے یا مُختَصَرٌ، بتاویل رسالہ۔ اور تمام مسائل سے مراد اکثر و غالب مسائل ہیں لان للاکثر حکم الکل۔ قولہ مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ:- تَعَرُّضٌ باب تفعل کا مصدر ہے بمعنی کسی چیز کے درپے ہونا، ادلۃ دلیل کی جمع ہے کسی چیز کی دلیل وہ ہے جس سے وہ چیز پہچانی جائے، قیاس اس امر کا مقتضی ہے کہ مصنف ادلۃ جمع قلت کی جگہ دلائل صیغہ جمع کثرت لاتے کہ مقام اسی کو چاہتا ہے لیکن صیغہ جمع کثرت و جمع قلت ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں اس لئے مصنف صیغہ جمع قلت لائے جو بمعنی جمع کثرت ہے۔

الْعِلَلِ لِئَلَّا يُشَوَّشَ ذِهْنُ الْمُبْتَدِئ عَنْ فَهْمِ الْمَسَائِلِ وَسَمَّيْتُهُ بِهِدَايَةِ النَّحْوِ رَجَاءَ اَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِ الطَّالِبِيْنَ وَرَتَّبْتُهُ عَلٰى مُقَدِّمَةٍ وَّثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ وَّخَاتِمَةٍ

قولہ والعلل :- یہ علۃ کی جمع ہے جیسے ھمم، ھمۃ کی جمع ہے، اصطلاح میں علت اس کو کہتے ہیں جس پر جو معلول موقوف ہو، دلیل اور علت علمائے عربیت کے نزدیک مترادف ہیں اور مصنف کا یہ قول بھی اغلب پر محمول ہے ورنہ بعض مواضع میں علل کا بیان کیا گیا ہے۔ قولہ لئلا یشوش :- لئلا، اصل میں لان لاتھا، نون کو لام کر کے اس میں ادغام کیا اور ہمزۂ مستقیمہ کو ہمزۂ منحنیہ سے بدل دیا تو لئلا ہوا یہ جار مجرور جمعت کے متعلق ہے اور من غیر تعرض الی علت ہے۔ یشوش، صیغہ مضارع ہے تشویش بمعنی پریشان کرنا سے یہ معلوم بھی پڑھا جا سکتا ہے اس صورت میں اس کا فاعل ضمیر مستتر ہوگی اور ذھن المبتدی بنا بر مفعول منصوب ہوگا اور معنی ہونگے تا کہ یہ تعرض مبتدی کے ذہن کو پریشان نہ کردے اور مجہول بھی پڑھا جا سکتا ہے اس صورت میں ذھن المبتدی نائب فاعل ہوگا اور معنی ہونگے تا کہ مبتدی کا ذہن پریشان نہ کیا جائے۔ مبتدی، لغت میں بمعنی آغاز کنندہ ہے اور اصطلاح میں مبتدی وہ ہے جس نے کسی چیز کے اول جز کو شروع کیا ہو اور باقی اجزاء کے حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ قولہ عن فھم المسائل :- مسائل، مسئلۃ کی جمع ہے اور اس میں لام عہد کا ہے جس سے اس مختصر کے مسائل مراد ہیں یا لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور اصل عبارت ہے عن مسائل المختصر یعنی میں نے دلائل و علل ترک کر کے صرف بیان مسائل پر اکتفا کیا ہے تا کہ بیان مسائل کے بعد دلائل و علل کا بیان مبتدی اکتسابی کے ذہن کو پریشان نہ کردے۔ قولہ وسمیتہ بھدایۃ النحو :- اور میں نے اس مختصر کا نام ھدایۃ النحو رکھا۔ باب سمّی یسمّی بنفسہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے اس لئے بھدایۃ کی باء، زائد و خلاف قیاس ہے اس لئے کہ باء قیاسا استفہام بھل اور لیس اور نفی بما کی خبر میں زائد ہوتی ہے اور یہاں ان تین میں سے کوئی صورت نہیں ہے۔ کلمہ ھدایۃ کی اضافت میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ یہ از قبیل اضافت مصدر الی المفعول فیہ ہو اور فاعل و مفعول بہ دونوں مقدر ہوں اور تقدیر عبارت اس طرح ہو بھدایتہ المبتدی فی النحو، دوم یہ کہ یہ از قبیل اضافت مصدر الی المفعول بہ ہو اور فاعل محذوف ہو۔ قولہ رجاء :- یہ را کی فتح اور آخر میں ہمزہ کے ساتھ بمعنی امید رکھنا ہے یہ مصدر تاویلی کی طرف مضاف ہے اور فاعل اس کا محذوف ہے رجائی ھدایۃ اللہ اور ترکیب میں سمیتہ کا مفعول لہ ہے یعنی میں نے اس کتاب کا نام ھدایۃ النحو اس امید پر رکھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ طلبہ کی رہنمائی فرمائے گا۔ قولہ ورتبتہ :- اور میں نے اس مختصر کو ایک مقدمہ اور تین اقسام پر مرتب کیا۔ رتبت، ترتیب سے ہے ترتیب کے لغوی معنی ہیں ہر شئی کو اس کے مرتبہ میں رکھنا اور اصلاح میں یہ کہ چند اشیاء کو اس طرح سے رکھنا کہ ان پر ایک نام بولا جائے۔ فائدہ :- بعض نسخوں میں خاتمہ کا بھی ذکر ہے یعنی کتاب کو ایک مقدمہ اور تین اقسام اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا ہے، صاحب الھامیۃ کہتے ہیں کہ یہ ناسخ کی غلطی ہے کتاب میں خاتمہ کا کوئی وجود نہیں۔

بِتَوْفِيْقِ الْمَلِكِ الْعَزِيْزِ الْعَلَّامِ اَمَّا الْمُقَدِّمَةُ فَفِي الْمَبَادِيْ الَّتِيْ يَجِبُ تَقْدِيْمُهَا لِتَوَقُّفِ الْمَسَائِلِ عَلَيْهَا وَفِيْهَا فُصُوْلٌ ثَلٰثَةٌ فَصْلٌ اَلنَّحْوُ عِلْمٌ

قولہ بتوفیق الملک العزیز :- یہ جار مجرور جمعتُ یا رَتَّبتُ کے متعلق ہے۔ تَوْفِیق، کے لغوی معنی ہیں کسی کے کام میں معاونت کرنا، اور اصطلاح میں بندہ کے نیک مقصود کے مطابق اسباب پیدا کر دینا توفیق کہلاتا ہے (اِلْھَامِیَّہ)

فائدہ :- الملک، بمعنی بادشاہ۔ العزیز، بمعنی غالب۔ العلّام، بمعنی بہت جاننے والا۔ مصنف نے ان تینوں اسماء کو اس لئے ذکر کیا کہ یہ بڑی صفات الٰہی پر دلالت کرتے ہیں پھر صرف تین کا ذکر اس لئے کیا کہ اللّٰہُ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ۔ ایک اور پانچ بھی اگرچہ وتر ہیں لیکن مصنف نے خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا پر عمل کیا ہے۔ قولہ اَلْمُقَدِّمَۃ :- مقدمہ کا اطلاق معانی کثیرہ پر آتا ہے۔ (۱) مُقَدِّمَۃُ الْجَیْش یعنی جماعۃ مُتَقَدِّمَۃٌ عَلَی الْجَیْش۔ (۲) جزءِ دلیل پر جیسے صغریٰ یا کبریٰ۔ (۳) جس پر دلیل کی صحت موقوف ہو۔ (۴) مُقَدِّمَۃُ الْعِلْم، یعنی وہ معانی جن پر علم کا شروع کرنا موقوف ہو جیسے علم کی تعریف، غرض، موضوع وغیرہ۔ (۵) مُقَدِّمَۃُ الْکِتَاب، یعنی وہ مجموعہ کلام جو مقصود سے پہلے لایا جائے جس کے ساتھ مقصود کا ارتباط ہو اور انتفاع کی وابستگی ہو اور اس جگہ یہی مراد ہے۔ قولہ وفیھا فُصُوْلٌ :- فُصُوْلٌ، فَصْلٌ کی جمع ہے جس کے لغوی معنی ہیں کاٹنا، جدا کرنا اور اصطلاح میں دو حصوں کے درمیان حاجز اور فاصل کو فصل کہتے ہیں۔ قولہ ثلاثۃٌ :- یہ فصول کی صفت ہے اور ان میں معنوی مطابقت پائی جاتی ہے اور وہ اس طرح کہ ثلاثۃٌ باعتبار معنی جمع ہے تو مطابقتِ معنوی، مطابقتِ لفظی کے قائم مقام ہو گئی۔ قولہ فَصْلُ النَّحْوُ :- لفظ فصل کو اگر غیر مرکب مانیں تو یہ مبنی علی السکون ہو گا اور اگر مرکب مانیں تو یہ مبتدا محذوف کی خبر بنے گا ای ھذا فصلٌ، مصنف نے اس فصل میں امور اربعہ میں سے تین کو بیان کیا ہے جن کا جاننا شارعِ فِی الْعِلْم کے لئے ضروری ہے یعنی تعریف، غرض اور موضوع اور برائے اختصار واضعِ نحو کا ذکر نہیں کیا جو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ نحو کے لغوی معنی سات ہیں۔

نحو است معنی درمیان نحوائی جانم بجو   قصد، مقدار و قبیلہ، صرف، مثل، شبہ سو

اور یہ تمام معانی اس رباعی میں میں آ گئے ہیں۔

نَحَوْنَا نَحْوَ نَحْوِکَ یَا حَبِیْبِیْ	نَحَوْنَا نَحْوَ اَلْفٍ مِنْ رَقِیْبِیْ
وَجَدْنَاھُمْ مَرِیْضًا نَحْوَ قَلْبِیْ	تَمَنَّوْا مِنْکَ نَحْوًا مِنْ زَبِیْبِیْ

اور نحو کے اصطلاحی معنی ہیں، عِلْمٌ بِاُصُوْلٍ الخ۔ سوال :- علم کے لغوی معنی ہیں دانستن (جاننا) اور اصطلاحی معنی ہیں حُصُوْلُ صُوْرَۃِ الشَّیْئِ فِی الْعَقْل، کسی شئی کی صورت کا عقل میں آنا جو امر ذہنی ہے اور نحو قواعد ملفوظہ مکتوبہ کا نام ہے لہٰذا نحو پر علم کا اطلاق صحیح نہیں؟ جواب :- اصطلاح میں علم کا اطلاق درج ذیل معانی پر ہوتا ہے۔ (۱) حُصُوْلُ صُوْرَۃِ الشَّیْئِ فِی الْعَقْل۔ (۲) قواعد ملفوظہ مکتوبہ۔ (۳) قواعد منقولہ از مجتہدین اور اس جگہ علم دوسرے یا تیسرے معنی میں ہے۔

بِاُصُوْلٍ يُعْرَفُ بِهَا اَحْوَالُ اَوَاخِرِ الْكَلِمِ الثَّلٰثِ مِنْ حَيْثُ الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ وَكَيْفِيَّةُ تَرْكِيْبِ بَعْضِهَا مَعَ بَعْضٍ وَالْغَرَضُ مِنْهُ صِيَانَةُ الذِّهْنِ عَنِ الْخَطَاءِ اللَّفْظِيِّ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ وَمَوْضُوْعُهُ الْكَلِمَةُ وَالْكَلَامُ

قولہ باصول :- اصول، اصل کی جمع ہے اور لفظ اصل متعدد معانی پر بولا جاتا ہے (۱) ما یبتنی علیه غیرہ۔ وہ چیز جس پر غیر قائم ہو۔ (۲) راجح۔ یقال الاصل فی الکلام الحقیقة۔ (۳) دلیل۔ یقال الاصل فی هذه المسئلة قوله علیه السلام۔ اور اصطلاح میں اصل اس قاعدہ کلیہ کو کہتے ہیں جو اپنے تمام جزئیات پر منطبق ہو۔ فائدہ:- قاعدہ، قانون، ضابطہ اور اصل تمام ہم معنی الفاظ ہیں۔ قولہ والغرض :- غرض اس کو کہتے ہیں جس کے سبب فاعل سے فعل کا صدور ہو اور غایت وہ ہے جو فعل کے صدور پر مرتب ہو۔ ان میں اتحاد ذاتی اور فرق اعتباری ہے۔ مثلاً ذہن کو لفظی غلطی سے بچانا اس اعتبار سے کہ علم نحو کی تحصیل پر مرتب ہے غایت ہے اور اس اعتبار سے کہ یہ علم نحو کی تحصیل کا باعث ہے غرض ہے اور علم نحو کی غرض ذہن کو کلام عرب میں خطا لفظی سے بچانا ہے کیونکہ فکری غلطی سے بچانا علم منطق کا کام ہے اور معنوی غلطی سے بچانا علم معانی کا کام ہے۔ سوال:- غلطی تلفظ میں ہوتی ہے جو زبان کا فعل ہے لہذا نحو کی غرض صیانة اللسان ہونی چاہیے نہ صیانة الذهن۔ جواب:- غلطی اصل میں ذہن سے ہوتی ہے کیونکہ وہی درحقیقت تلفظ کرنے والا ہے زبان تو محض مبین ومفسر ہوتی ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے صیانة مبین الذهن الخ یا صیانة الة الذهن وهو اللسان۔ قولہ وموضوعه :- کسی علم کا موضوع وہ ہوتا ہے جس کے عوارض ذاتیہ سے اس علم میں بحث کی جائے۔ نحو کا موضوع کیا چیز ہے اس میں چار قول ہیں (۱) اللفظ الموضوع یعنی بامعنی لفظ علم نحو کا موضوع ہے اور یہی مختار ہے۔ (۲) علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے اور مرکب غیر مفید بوجہ عدم افادہ کلمہ میں داخل ہے یا بوجہ ترکیب کلام میں داخل ہے۔ سوال:- دو موضوع تعدد علم پر دلالت کرتے ہیں لہذا دو چیزوں کو نحو کا موضوع قرار دینا ٹھیک نہیں کیونکہ علم نحو ایک ہے۔ جواب:- متعدد کی دو قسمیں ہیں۔ اول لفظ و معنی دونوں لحاظ سے متعدد ہو جیسے عاقل اور بالغ۔ دوم صرف لفظ کے اعتبار سے جیسے قاعدہ اور [illegible] اور کلمہ و کلام صرف لفظ کے اعتبار سے متعدد ہیں معنی دونوں کا ایک ہے یعنی اللفظ الموضوع۔ جواب نمبر ۲:- موضوع کا تعدد علم کے تعدد پر اس وقت دلالت کرتا ہے جب ان کے درمیان کوئی امر مشترک نہ ہو اور یہاں متعدد یعنی کلمہ اور کلام کے درمیان امر مشترک (اللفظ الموضوع) موجود ہے لہذا یہ تعدد موضوع، تعدد علم کو مستلزم نہیں ہے جس طرح کہ علم اصول فقہ کے موضوع قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس میں امر مشترک موجود ہے یعنی احکام دین کا اثبات لہذا یہ تعدد موضوع، علم کے تعدد کو مستلزم نہیں۔ علم اصول فقہ ایک علم ہے۔ (۳) نحو کا موضوع کلمہ ہے کیونکہ نحو میں کلمہ کی بحث بالذات ہوتی ہے اور کلام کی بحث بالتبع ہوتی ہے۔ (۴) نحو کا موضوع کلام ہے کیونکہ علم نحو میں کلام کے احوال بالذات بیان کئے جاتے ہیں اور کلمہ کے احوال بالتبع۔

فَصْلُ اَلْکَلِمَةُ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًی

سوال:- مصنف نے کلمہ کو کلام پر کیوں مقدم کیا ہے؟ جواب:- اس لئے کہ افرادِ کلمہ، افرادِ کلام کے جز ہوتے ہیں اور مفہوم کلمہ مفہوم کلام کا جز ہوتا ہے اور جز، فہم میں کل پر مقدم ہوتا ہے تو مصنف نے ذکر میں بھی جزء (کلمہ) کو مقدم کر دیا تاکہ کلمہ کا ذکر اس کی طبع کے موافق ہو جائے۔ فائدہ:- لفظ اَلْکَلِمَةُ کے تین جز ہیں اوّل اَلِف لَام، دوم کَلِم، سوم تاء۔ اس کا الف لام جنس کے لئے ہے اور کَلِم اسم جنس ہے۔ اسم جنس وہ ہوتا ہے جو واحد اور کثیر سب کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے تمرٌ۔ اور تاء، وحدت کی ہے کیونکہ اسم جنس ذی عقل نہ ہو تو وحدت پر دلالت کے لئے اُس کے آخر میں تاء بڑھا دیتے ہیں جیسے تمرةٌ۔ سوال:- اَلْکَلِمَة میں الف لام جنسی اور تاء وحدت ماننا درست نہیں کیونکہ جنس اور وحدت کے درمیان منافات ہے۔ جواب نمبر ۱:- تاء اس جگہ وحدت کے معنی سے خالی ہے اور صرف تانیث کے لئے ہے۔ جواب نمبر ۲:- وحدت کی چار قسمیں ہیں (۱) وحدت جنسی (۲) وحدت نوعی (۳) وحدت صنفی (۴) وحدتِ شخصی۔ وحدت کی آخری قسم یعنی وحدت شخصی اور جنس کے درمیان منافات ہے اور یہاں تاء وحدتِ شخصی کے لئے نہیں کہ منافات لازم آئے۔ فائدہ:- تاء چند معنی کے واسطے آتی ہے۔ (۱) وحدت جیسے اَلْکَلِمَةُ میں۔ (۲) تانیث جیسے قَائِمَةٌ۔ (۳) تذکیر جیسے ثلاثةٌ۔ (۴) عوض جیسے عِدَةٌ جو اصل میں وَعْدٌ تھا اوّل سے واو حذف کر کے اس کے عوض آخر میں تاء لائی گئی۔ (۵) نقل جیسے کافیة۔ (۶) مصدریہ جیسے فاعلیّة۔ (۷) مبالغہ جیسے علّامة۔ قولہ لَفْظٌ:- لفظ، لغت میں بمعنی رمی ہے یعنی پھینکنا اصطلاح میں مایتلفّظ به الانسان یعنی جس کے ساتھ انسان تکلم کر سکے۔ فائدہ:- کلمہ کی تعریف میں لفظ کا معنی اصطلاحی مراد ہے اور اسی معنی کے اعتبار سے کلمہ پر اس کا حمل ہے۔ سوال:- مبتدا اور خبر کے درمیان تذکیر و تانیث میں مطابقت واجب ہے لہٰذا مصنف کو اَلْکَلِمَةُ لَفْظَةٌ ''ۃ'' کے ساتھ لکھنا چاہیے تھا؟ جواب:- یہاں خبر مشتق نہیں اس لئے مطابقت واجب نہیں۔ قولہ وُضِعَ:- یہ وَضْعٌ مصدر بمعنی رکھنا سے صیغہ ماضی مجہول ہے۔ اصطلاح میں وضع کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری کے ساتھ اس طرح خاص کر دینا کہ جب شئی اوّل کا اطلاق یا احساس کیا جائے تو شئی ثانی سمجھ میں آ جائے۔ پہلی شئی کو موضوع اور دوسری کو موضوع لہٗ کہتے ہیں۔ قولہ لِمَعْنًی:- لفظ معنی، لغت میں بمعنی مراد و مقصود ہے اور اصطلاح میں مایُقصد من اللّفظ کو معنی کہتے ہیں اور یہ قول بواسطہ لام وُضِعَ کا مفعول بہ ہے۔ فائدہ:- معنی، مفہوم، مدلول اور مسمّی، متحد بالذات ہیں کہ تمام ماحصل فی الذهن سے عبارت ہیں اور مختلف بالاعتبار ہیں۔ معنی، وہ ہے جو لفظ سے مستفاد ہو اس اعتبار سے کہ لفظ سے مراد لیا گیا ہے۔ مفہوم، وہ ہے جو لفظ سے مستفاد ہو اس اعتبار سے کہ لفظ سے سمجھا گیا ہے۔ مدلول، وہ ہے جو لفظ سے مستفاد ہو اس اعتبار سے کہ لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔ مسمّی، وہ ہے جو لفظ سے مستفاد ہو اس اعتبار سے کہ لفظ اس کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

مُفْرَدٌ وَهِيَ مُنْحَصِرَةٌ فِيْ ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ اِسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ لِاَنَّهَا اِمَّا اَنْ لَّا تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا وَهُوَ الْحَرْفُ اَوْ تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا وَيَقْتَرِنُ مَعْنَاهَا بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ وَهُوَ الْفِعْلُ اَوْ تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا وَلَمْ يَقْتَرِنْ مَعْنَاهَا بِهٖ وَهُوَ الْاِسْمُ

قولہ مفرد :- لفظ مفرد یا تو معنی کی صفت کی بنا پر مجرور ہے یا لفظ کی صفت کی بنا پر مرفوع ہے یا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور یہ وضع کی ضمیر مستتر یا معنی سے حال ہے اس لئے کہ معنی بواسطہ لام وضع کا مفعول ہے۔ سوال:- مفردا کو معنی سے حال ماننا غلط ہے اس لئے کہ ذوالحال جب نکرہ ہو تو حال کی تقدیم واجب ہوتی ہے یہاں ذوالحال نکرہ ہے لیکن حال اس پر مقدم نہیں ہے؟ جواب:- حال کی تقدیم اس وقت واجب ہے جب ذوالحال نکرہ ہو اور مجرور نہ ہو یہاں ذوالحال مجرور ہے اس لئے حال کی تقدیم واجب نہیں۔ فائدہ:- حال، ذوالحال کا تابع ہوتا ہے اس لئے جہاں ذوالحال کی تقدیم ممنوع ہو تو وہاں حال کی تقدیم بھی ممنوع ہوتی ہے اور لمعنی میں مجرور کی تقدیم جار پر ممنوع ہے اس لئے مفرد کی تقدیم بھی حرف جر پر ممنوع ہے۔ قولہ وهي منحصرة :- هی ضمیر مرفوع کا مرجع لفظ کلمۃ ہے اور تقسیم مفہوم کلمہ کی ہے یعنی کلمہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے تین قسموں میں منحصر ہے۔ قولہ اسمٌ وفعلٌ وحرفٌ :- اس عبارت میں اعراب کی اقسام ثلاثہ یعنی رفع، نصب اور جر کا احتمال ہے۔ رفع مبتدا محذوف کی خبر کی بنا پر ای احدھا وثانیھا وثالثھا اور نصب اعنی مقدر کا مفعول ہونے کی بنا پر اور جر بنا بر بدل از اقسام اور یہی اولیٰ ہے کیونکہ حذف خلاف اصل ہے۔ قولہ لانّھا :- یہ جار مجرور منحصرۃ کے متعلق ہے اور کلمہ کے اقسام ثلاثہ میں منحصر ہونے کی دلیل ہے یعنی اگر کلمہ اپنے معنی پر بذات خود دلالت نہیں کریگا تو وہ حرف ہے۔ فائدہ:- مصنف کا قول ان لا تدلّ، اسم تاویلی مبتداء ہے اور من صفتھا اس کی خبر محذوف ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے لانّھا امّا من صفتھا ان لا تدلّ الخ، پھر یہ جملہ حرف مشبہ بالفعل کی خبر ہے یا انّ کے اسم سے پہلے مضاف مقدر ہے یعنی لانّ حالھا امّا ان لا تدلّ، اور حال کلمہ وصف ہے ابتداء یہ وصف کا حمل وصف پر ہے۔ فائدہ:- امّا ان تدلّ میں کلمہ، امّا تردید یہ ہے جو او سے قبل جواز اور امّا عاطفہ سے قبل وجوبًا لایا جاتا ہے۔ سوال:- اقسام ثلاثہ کی تعریف سے پہلے مصنف نے دلیل حصر کیوں بیان کی ہے جبکہ تعریف کی تقدیم واجب ہے؟ جواب:- تعریف کی تقدیم اس وقت واجب ہے جب وجہ حصر تعریف کو متضمن نہ ہو اور اس جگہ وجہ حصر تعریف کو متضمن ہے۔ قولہ وھو الحرف :- لفظ الكلمة بقرینہ تقسیم بتاویل القسم ہے اور یہی القسم، ھو ضمیر کا مرجع ہے یعنی قسم اول حرف ہے۔ فائدہ:- چونکہ حرف لغت میں بمعنی طرف ہے اس لئے مصنف نے تقسیم کلمہ میں حرف کے مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو طرف آخر میں ذکر کیا ہے کہ اس کا رتبہ اسم وفعل سے کم ہے اور دلیل حصر میں حرف کے معنی کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو طرف اول میں ذکر کیا ہے کیونکہ حرف کا معنی عدمی ہے اور کائنات میں عدم وجود پر مقدم ہے۔ قولہ وھو الفعل :- اور وہ قسم ثانی فعل ہے یہاں فعل کو بنا بر شرافت اسم پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ فعل کی تعریف وجودی ہے اور وجود، عدم سے اشرف ہے۔

فَحَدُّ الْاِسْمِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِىْ نَفْسِهَا غَيْرِ مُقْتَرِنٍ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ اَعْنِى الْمَاضِىَ وَالْحَالَ وَالْاِسْتِقْبَالَ كَرَجُلٍ وَعِلْمٍ وَعَلَامَتُهٗ صِحَّةُ الْاِخْبَارِ عَنْهُ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَالْاِضَافَةُ نَحْوُ غُلَامُ زَيْدٍ وَدُخُوْلُ لَامِ التَّعْرِيْفِ كَالرَّجُلِ

قولہ فَحَدُّ الْاِسْمِ :- یہ عبارت شرط محذوف کی جزا ہے، تقدیر عبارت اس طرح ہے اِذَا بَيَّنَّا دَلِيْلَ الْحَصْرِ فَحَدُّ الْاِسْمِ الخ۔ فَحَدُّ الْاِسْمِ مبتدا ہے اور كَلِمَةٌ اُس کی خبر ہے چونکہ مبتدا مصدر ہے اس لئے خبر کو مؤنث لانا درست ہے۔ فائدہ:- حدّ کے معنیٰ ہیں روکنا چونکہ تعریف دخول غیر سے مانع ہوتی ہے اس لئے اس کو حد کہتے ہیں اور یہاں حد سے مراد جامع و مانع تعریف ہے۔ قولہ غَيْرِ مُقْتَرِنٍ :- کلمہ غیر اضافت کے باوجود نکرہ ہے اس لئے یا تو معنیٰ کی صفت کی بنا پر مجرور ہے یا معنیٰ سے حال ہے یا مبتدا کی خبر ہے اور عدم اقتران سے مراد عدم اقتران بحسب الوضع ہے لہٰذا اُن اسماء سے اعتراض نہیں ہو سکے گا جو استعمال میں مقترن بالزمان ہوتے ہیں۔

فائدہ:- ابن الخباز کہتے ہیں کہ ازمنہ ثلاثہ پر دلیل یہ ارشاد ہے مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَالِكَ۔ قولہ كَرَجُلٍ وَعِلْمٍ :- یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای هُوَ كَرَجُلٍ وَعِلْمٍ، پہلی اسم جامد کی مثال ہے اور دوسری اسم مصدر کی۔ قولہ وَعَلَامَةُ :- مصنف نے اسم کی علامتیں اگرچہ بہت سی ذکر کی ہیں لیکن صیغہ مفرد لائے ہیں اس لئے کہ لفظ علامت جنس ہونے کی وجہ سے اپنے تمام انوع واقسام کو شامل ہے نیز مصنف نے جو علامتیں ذکر کی ہیں اسم کی صرف یہ علامتیں نہیں بلکہ اور بھی ہیں، صاحب الہامیہ نے کل بتیس علامتیں ذکر کی ہیں۔ قولہ اَنْ يَصِحَّ :- اسم کی علامت یہ ہے کہ اس سے خبر دینا درست ہو یعنی اس میں یہ صلاحیت ہو کہ محکوم علیہ بن سکے چونکہ محکوم علیہ وہ کلمہ ہوتا ہے کہ جس کے معنی مطابقی مستقل ہوں اور فعل وحرف کے معنی مطابقی مستقل نہیں ہیں اس لئے محکوم علیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے نیز فعل کی وضع اس لئے ہے کہ وہ ہمیشہ مسند ہو اور حرف کی وضع اس لئے کہ وہ نہ مسند الیہ ہو اور نہ مسند ہو تو مسند الیہ ہونا اسم کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔

قولہ وَالْاِضَافَةُ :- اور اسم کی علامت مضاف ہونا ہے یہاں اضافت سے مراد اضافت بتقدیر حرف جر ہے غالباً مصنف نے تقدیر حرف جر کی قید اس لئے ذکر نہیں کی کہ مطلق اضافت بولیں تو یہی اضافت بتقدیر حرف جر مراد ہوتی ہے ورنہ حرف جر ملفوظ کے ساتھ فعل بھی مضاف ہوتا ہے جیسا کہ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ میں فعل (مَرَرْتُ) زید کی طرف مضاف ہے۔ فائدہ:- اضافت کے لوازم یعنی تعریف، تخصیص اور تخفیف اسم کے ساتھ ہیں اس لئے اضافت بھی اسم کے ساتھ خاص ہے یا اس لئے کہ اضافت تنوین اور قائم مقام تنوین کو گرا دیتی ہے اور یہ دونوں اسم میں ہوتے ہیں۔ قولہ دُخُوْلُ لَامِ التَّعْرِيْفِ :- چونکہ یہ لام رفع ابہام کے لئے آتا ہے اور ابہام صرف اسم میں ہوتا ہے اس لئے یہ لام اسم کے ساتھ مختص ہے۔ فائدہ:- حرف تعریف کے متعلق تین قول ہیں جو درج ذیل رباعی میں مذکور ہیں۔

حرفِ تعریف اَلْ نزد خلیل دو میں نزد سیبویہ جلیل
اولیں مذہب مبرد داں پس تو خیر الامور اوسط داں

یعنی خلیل نحوی کے نزدیک حرفِ تعریف الف اور لام ہے وہ کہتا ہے کہ اَلْ، هَلْ کی مثل ہے یعنی جس طرح حرف استفہام هَلْ ہے ویسے ہی حرفِ تعریف اَلْ ہے اور سیبویہ کے نزدیک حرفِ تعریف صرف لام ہے اسی کو مصنف نے اختیار کیا ہے جو خیر الامور ہے اور مبرد کے نزدیک صرف ہمزہ مفتوحہ حرفِ تعریف ہے اور اس کے ساتھ لام اس لئے لازم کر دیا گیا کہ ہمزۂ تعریف اور ہمزۂ استفہام میں فرق ہو جائے۔

وَالْجَرّ وَالتَّنْوِیْن نَحْوُ بِزَیْدٍ وَالتَّثْنِیَۃُ وَالْجَمْعُ وَالنَّعْتُ وَالتَّصْغِیْرُ وَالنِّدَاءُ فَاِنَّ کُلَّ ھٰذِہٖ خَوَاصُّ الْاِسْمِ

قولہ والجر:- چونکہ جر(کسرہ) حرف جار کا اثر ہے اور حرف جار صرف اسم پر داخل ہوتا ہے اس لئے اسکا اثر بھی اسم کے ساتھ مختص کردیا گیا ہے اور الجر مصنف کے قول لام التعریف پر معطوف ہے یعنی اسم کی علامت جر کا داخل ہوتا ہے۔ فائدہ:- لحوق کا معنی ہے کسی شئی کا آخر میں آنا اور کبھی بمعنی دخول بھی آتا ہے جیسے اسماء اشارات کی بحث میں ہے ویلحقھا حرف التنبیہ، حالانکہ حرف تنبیہ اول میں آتا ہے اور دخول عام ہے اول میں ذکر کرنے یا آخر میں ذکر کرنے کو، لہٰذا مصنف کے قول الجر کا عطف اللام پر درست ہے کہ دخول عام ہے۔ قولہ والتنوین:- تنوین لغت میں بمعنی نون دینا اور اصطلاح میں تنوین، وہ نون ساکن ہے جو تاکید کیلئے نہ ہو اور کلمہ کے آخر کی حرکت کے تابع ہو۔ تنوین کی پانچ اقسام ہیں۔

زتنوین، تنکیر باشد غرض ترنم، تمکن، تقابل، عوض

تنوین ترنم کے علاوہ باقی چاروں قسمیں اسم کے ساتھ خاص ہیں اس لئے کہ ان کے محل اسم ہی ہوتے ہیں مثلاً تنوین تمکن کا محل اسم منصرف ہے اور تنکیر کا محل اسم نکرہ ہے اور تنوین عوض کا محل اسم مضاف اور تنوین مقابلہ کا محل جمع مؤنث سالم ہے اور اس لئے بھی کہ تنوین علامت انفصال ہے جبکہ فعل اپنے فاعل کے ساتھ اتصال کا خواہاں ہے اگر یہ فعل کی علامت ہو تو اجتماع متنافیین لازم آئیگا جو کہ صحیح نہیں۔ قولہ والتثنیۃ والجمع:- اور تثنیہ وجمع ہونا بھی اسم کی علامت ہے اس لئے کہ یہ دونوں تعدد پر دلالت کرتے ہیں اور تعدد اسم میں ہوتا ہے اور فعل کو تثنیہ وجمع مجازاً کہا جاتا ہے، حقیقۃً فاعل تثنیہ یا جمع ہوتا ہے کیونکہ فعل ماہیت پر دلالت ہے جو قلت وکثرت سے خالی ہوتی ہے۔ فائدہ:- فاضل مدقق فرماتے ہیں کہ فعل کے ساتھ ضمیر متصل برائے تثنیہ وجمع ہوتی ہے اگر فعل بھی تثنیہ وجمع ہو تو کلمہ واحدہ میں دو علامت تثنیہ وجمع پائی جائینگی اور یہ ممنوع ہے۔ قولہ والنعت:- نحو میر وغیرہ کتب نحو میں موصوف ہونا اسم کی علامت وخاصہ ذکر کیا گیا ہے نہ صفت ہونا اس لئے کہ صفت فعل بھی ہوتی ہے جیسے جاءَ نِیْ رجلٌ یَضرِبُ میں یَضرِبُ صفت ہے، مصنف نے صفت ہونا اسم کا خاصہ قرار دیا ہے لہٰذا جاءَ نی رجلٌ یَضرِبُ، مصنف کے نزدیک بتاویل جاءَ نِیْ رَجُلٌ ضارِبٌ ہے۔ قولہ وَالتَّصْغِیْرُ:- تصغیر اس لئے اسم کی علامت ہے کہ زیادہ تر یہ قلت وحقارت پر دلالت کرتی ہے اور معنی فعل وحرف قلت وحقارت کو قبول نہیں کرتا۔ قولہ والنداءُ:- اور اسم کی علامت منادیٰ ہے کیونکہ ندا اسم کو کی جاتی ہے اور ارشاد باری تعالیٰ یا لَیْتَنَا نُرَدُّ میں منادیٰ مقدر ہے ای یا قومنا لیتنا نُرَدُّ، یا کلمہ یا اس میں برائے تنبیہ ہے۔ قولہ فَاِنَّ کُلَّ ھٰذِہٖ:- یہ شرط محذوف کی جزا ہے چونکہ مصنف نے اشیاء معدودہ بالا کو اسم کی علامت قرار دیا ہے اور کسی چیز کی علامت اُس سے جدا نہیں ہوتی جبکہ بہت سے اسماء ایسے ہیں کہ مذکورہ بالا علامتوں میں سے کچھ اُن میں نہیں پائی جاتیں مثلاً ضمائر اور اسماء اشارات پر تنوین نہیں آتی لہٰذا اُن کو علامت قرار دینا درست نہ ہوا۔ مصنف نے فرمایا علامت بمعنی خاصہ ہے اور کسی شئی کا خاصہ وہ ہوتا ہے جو اس چیز کے غیر میں نہ پایا جائے خواہ اُس شئی کے تمام افراد میں پایا جائے یا بعض میں اور تنوین اسم کے بعض افراد میں پائی جاتی ہے۔

وَمَعْنَى الْإِخْبَارِ عَنْهُ اَنْ يَّكُوْنَ مَحْكُوْمًا عَلَيْهِ لِكَوْنِهٖ فَاعِلًا اَوْ مَفْعُوْلًا اَوْ مُبْتَدَأً. وَيُسَمّٰى اِسْمًا لِسُمُوِّهٖ عَلٰى قَسِيْمَيْهِ لَا لِكَوْنِهٖ وَسْمًا عَلَى الْمَعْنٰى

فائدہ:- مصنف علیہ الرحمۃ نے یہاں اسم کی گیارہ علامتیں بیان کی ہیں ان میں سے محکوم علیہ ہونا، مضاف ہونا اور صفت ہونا یہ تینوں معنوی علامتیں ہیں جو پڑھنے میں نہیں آتیں کیونکہ یہ ذہنی حکم ہیں باقی آٹھ لفظی علامتیں ہیں جو پڑھنے میں آتی ہیں۔ قولہ ومعنی الاخبار عنہ:- اسم کے پہلے خاصہ کے علاوہ باقی تمام خواص ظاہر المراد تھے اس لئے مصنف نے انکو دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور پہلا خاصہ چونکہ مخفی المراد تھا لہٰذا اس کی وضاحت کردی کہ اخبار عنہ کے معنی یہ ہیں کہ اسم کا محکوم علیہ بننا درست ہو کیونکہ اسم یا تو فاعل یا مفعول مالم یُسَمَّ فاعِلُهٗ یا مبتدا ہوگا اور یہ تمام محکوم علیہ ہوتے ہیں۔

سوال:- یہ کہنا کہ محکوم علیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے درست نہیں اس لئے کہ شرح مائۃ عامل میں ہے وَعَنْ لِلْبُعْدِ فَلَا يُقَالُ حتّاهُ اور کہا جاتا ہے يَعْلَمُ مرفوعٌ، پہلی مثال میں حرف عَنْ مبتدا ہے، دوسری مثال میں حرف حتّی نائب فاعل ہے اور تیسری مثال میں فعل یَعْلَمُ مبتدا ہے؟ جواب:- اسم کی تین اقسام ہیں (۱) حقیقی جیسے مصدر، جامد وغیرہ (۲) حکمی جب فعل پر حروف مصدریہ میں سے کوئی حرف داخل ہو جیسے اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ (۳) اسم تاویلی، وہ فعل اور حرف جس سے لفظ مراد ہو معنی مراد نہ ہو اور مذکورہ مثالوں میں لفظ عَنْ، حتّی اور یَعْلَمُ سے لفظ مراد ہے اور اسم تاویلی ہونے کی بنا پر یہ محکوم علیہ بن رہے ہیں۔ قولہ ویسمّی اسما:- اسم کا نام اسم اس لئے رکھا گیا کہ وہ اپنے قسیمین یعنی فعل اور حرف پر بلند ہے بایں طور کہ تنہا اسم کے افراد سے کلام مرکب ہو جاتا ہے بخلاف فعل اور حرف کے کہ تنہا ان کے افراد سے کلام مرکب نہیں ہوتا۔

فائدہ:- کسی چیز کی قسم وہ ہوتی ہے جو اس چیز سے خاص ہو جیسے اسم، فعل اور حرف کہ ہر ایک کلمہ سے خاص ہے لہٰذا ہر ایک کلمہ کی قسم ہے۔ اور کسی شئی کا قسیم وہ ہوتا ہے جو اس کا مقابل ہو اور وہ دونوں امر عام کے تحت ہوں جیسے اسم، فعل اور حرف آپس میں ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور کلمہ کے تحت ہیں اس لئے یہ آپس میں قسیم ہیں۔ قولہ لَا لِكَوْنِهٖ وَسْمًا:- اس قول سے مصنف نے نحاۃ کوفہ پر رد کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسم کو اسم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مسمّی پر علامت ہے۔ فائدہ:- نحاۃ بصرہ و کوفہ کے مابین اسم کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے نحاۃ بصرہ کے نزدیک اسم سُمُوٌّ بمعنی بلندی سے ماخوذ ہے کیونکہ اسم کو فعل اور حرف پر بلندی و برتری حاصل ہے کہ وہ مسند اور مسند الیہ ہوتا ہے اس لئے اُس کو اسم کہتے ہیں۔ اور نحاۃ کوفہ کے نزدیک اسم وَسْمٌ، بمعنی علامت سے ماخوذ ہے چونکہ اسم اپنے مسمّی کی علامت ہے اس لئے اس کو اسم کہتے ہیں۔ سوال:- سِمْوٌ کا وزن کیا ہے؟ جواب:- سِمْوٌ یا بکسر سین بروزن قِنْوٌ ہے یا بضم سین بروزن قُفْلٌ ہے کہ ان کی جمع بروزن اَفْعَالٌ آتی ہے۔ اور بفتح سین نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی جمع بروزن افعالٌ نہیں آتی حالانکہ اسم کی جمع اَسْمَاءٌ آتی ہے (عقد النامی)۔

وَحَدُّ الْفِعْلِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا دَلَالَةً مُقْتَرِنَةً بِزَمَانٍ ذَالِكَ الْمَعْنٰى كَضَرَبَ يَضْرِبُ اِضْرِبْ وَعَلَامَتُهٗ اَنْ يَصِحَّ الْاِخْبَارُ بِهٖ لَا عَنْهُ وَدُخُوْلُ قَدْ وَالسِّيْنِ وَسَوْفَ

قولہ دلالۃ مقترنۃ:- یعنی فعل وہ کلمہ ہے جو اس معنی پر دلالت کرے جو کلمہ کی ذات میں ہے اور یہ معنی کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقترن ہو۔ قولہ علامتہٗ:- یعنی فعل کی علامت یہ ہے کہ اس کا مخبر بہ ہونا یعنی مسند اور محکوم بہ ہونا درست ہو کیونکہ فعل حدث اور عرض ہوتا ہے اور احداث اور اعراض مسند ہی ہوتے ہیں۔ سوال:- مسند اور محکوم بہ تو اسم بھی ہوتا ہے لہذا مخبر بہ اور مسند ہونا اسم کا خاصہ ہوا؟ جواب:- مخبر بہ ہونا دو قسم پر ہے، اول یہ کہ مخبر بہ ہونے کی صلاحیت کے ساتھ مخبر عنہ ہونے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو یہ اسم کا خاصہ ہے۔ ثانی، یہ کہ صرف مخبر بہ کی صلاحیت رکھتا ہو اور مخبر عنہ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو یعنی صرف مسند ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو مسند الیہ ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو یہ فعل کا خاصہ ہے۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے لا عنہٗ کہہ کر اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فائدہ:- اقتران زمانہ کی دو صورتیں ہیں۔ اول، یہ کہ وجود میں اقتران ہو جیسے معنی مصدری کہ اس معنی کا وجود کسی نہ کسی زمانہ میں ہوتا ہے۔ ثانی، یہ کہ فہم میں اقتران زمانہ ہو یعنی معنی کے ساتھ زمانہ بھی سمجھ آئے، فعل کی تعریف میں اقتران کی یہی قسم ثانی مراد ہے۔ سوال:- بعض حضرات کا مسلک یہ ہے کہ مضارع کی وضع حال اور استقبال کے لئے ہے لہذا ان کے نزدیک مضارع ایک زمانے سے مقترن نہ ہونے کی وجہ سے فعل نہ ہوا؟ جواب:- اول تو مضارع میں اشتراک وضعی تسلیم نہیں، اگر اشتراک ہو بھی تو مضارع فعل ہونے سے نہیں نکلتا اس لئے کہ جب کلمہ ایک زمانہ کے ساتھ اقتران کی وجہ سے فعل قرار پائیگا تو دو زمانوں کے اقتران سے تو بطریق اولیٰ فعل قرار پائیگا جیسے معتل کی تعریف کی گئی کہ جس کے حروف اصلیہ میں ایک حرف علت ہو لہذا جس کے حروف اصلیہ میں دو حرف علت ہونگے تو وہ بطریق اولیٰ معتل ہوگا۔ قولہ ودخول قد:- لفظ قد کے اختصاص بالفعل کی وجہ یہ ہے کہ قد ماضی کو حال کے قریب کرنے کے لئے آتا ہے یا مضارع کی تحقیق یا تقلیل کے لئے اور یہ معنی فعل کے علاوہ کلمہ کی کسی قسم میں نہیں پائے جاتے۔ قولہ والسین وسوف:- ان کے اختصاص بالفعل کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں استقبال کے معنی کے لئے آتے ہیں اول قریب کے لئے اور ثانی بعید کیلئے اور استقبال صرف فعل میں ہوتا ہے۔ فائدہ:- لفظ سین، چھ معنوں کے لئے آتا ہے (۱) طلب کے لئے جیسے استعجلتُ میں نے نجات طلب کی۔ (۲) کسی چیز کو کسی صفت پر پانے کے لئے جیسے استعظمتُہٗ میں نے اسکو صفت عظمت سے ساتھ متصف پایا۔ (۳) تحویل کے لئے جیسے استحجر الطین مٹی پتھر بن گئی۔ (۴) استقبال کے لئے جیسے سیضربُ زیدٌ، زید مارے گا۔ (۵) سین زائدہ جیسے اسطاع۔ (۶) سین سکتہ، یہ سین کاف مؤنث کے بعد بحالت وقف آتا ہے جیسے اکرمتکس۔ یہاں سین سے سین استقبال مراد ہے اس لئے السین معرفہ ذکر کیا ہے۔

وَالْجَزْمِ وَالتَّصْرِيفُ اِلَى الْمَاضِىْ وَالْمُضَارِعِ وَكَوْنُهٗ اَمْرًا وَنَهْيًا وَاتِّصَالُ الضَّمَائِرِ الْبَارِزَةِ الْمَرْفُوْعَةِ نَحْوُ ضَرَبْتَ وَتَاءِ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةِ نَحْوُ ضَرَبَتْ وَنُوْنَيِ التَّاكِيْدِ فَاِنَّ كُلَّ هٰذِهٖ خَوَاصُّ الْفِعْلِ وَمَعْنَى الْاِخْبَارِ بِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ مَحْكُوْمًا بِهٖ

قولہ والجزم:- اور جزم بھی فعل کی علامت ہے اس لئے کہ جزم جوازم کا اثر ہے اور جوازم فعل کے ساتھ خاص ہیں لہٰذا جزم بھی فعل کے ساتھ خاص ہوگی۔ قولہ والتصریف :- اَلتَّصْرِيفُ میں لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ ای تَصْرِيفُ الْفِعْلِ یعنی فعل کی علامت اُس کا ماضی ومضارع کی طرف متصرف ہونا ہے اور وجہِ تخصیص یہ کہ ماضی یا مضارع ہونا زمانہ سے سمجھا جاتا ہے اور زمانہ صرف فعل میں ہوتا ہے لہٰذا التصریف الی الماضی والمضارع بھی فعل کا خاصہ ہوگی۔ قولہ وَكَوْنُهٗ امرا:- امر یا نہی ہونا فعل کی علامت ہے اس لئے کہ یہ دونوں طلب کے لئے آتے ہیں ایک میں طلبِ فعل اور دوسرے میں طلب ترکِ فعل ہوتی ہے اور طلب، کلمہ کے اقسام ثلاثہ میں سے صرف فعل میں ہوتی ہے اس لئے امر اور نہی جو دال علی الطلب ہیں فعل کی علامت ہیں۔ فائدہ:- مصنف نے یہ نہیں فرمایا کہ فعل کی علامت اَمر اور نہی کی طرف اُس کی تصریف ہے اس لئے کہ بعض حضرات امر اور نہی کو ماضی ومضارع کی طرح اقسام فعل میں شمار کرتے ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ فعل کی صرف دو قسمیں ہیں ماضی اور مضارع۔ اور امر و نہی مضارع سے مشتق ہیں اور کچھ حضرات یہ کہتے ہیں کہ فعل کی تین اقسام ہیں ماضی، مضارع اور امر۔ مصنف نے تمام مذاہب کی رعایت کرتے ہوئے وَكَوْنُهٗ اَمْرًا وَنَهْيًا کہا۔ قولہ وَاتِّصَالُ الضَّمَائِرِ:- ضمائر بارزہ مرفوعہ کا فعل کے ساتھ اتصال، علامت فعل اس وجہ سے ہے کہ یہ ضمائر فاعل ہوتی ہیں اور فاعل فعل کا ہوتا ہے یا فعل کی فرع کا یعنی شبہ فعل کا۔ فائدہ:- ضمیر مستتر اخف ہوتی ہے اس لئے وہ فعل اور اُس کی فرع میں آتی ہے لیکن ضمیر بارز فعل کے ساتھ خاص ہے تاکہ فرع یعنی شبہ فعل اپنی اصل کے برابر نہ ہو جائے۔ قولہ وَتَاءُ التَّانِيْثِ :- یہ اَلضَّمَائِرِ پر معطوف ہے یعنی فعل کی علامت یہ کہ اس کے آخر میں تاء تانیث ساکنہ آتی ہے جیسے ضَرَبَتْ اور تاء ساکنہ کے فعل کے ساتھ اختصاص کی وجہ یہ ہے کہ یہ تا فاعل کے مؤنث ہونے کی علامت ہے اور فاعل فعل کا ہوتا ہے اور اسم فاعل وغیرہ میں یہ تاء اس لئے نہیں ہوتی کہ اُن میں علامتِ تانیث تاء متحرکہ ہوتی ہے۔ قولہ وَنُوْنَيِ التَّاكِيْدِ :- نونِ تاکید کے اختصاص کی وجہ یہ ہے کہ یہ امر اور مضارع کی تاکید کے لئے آتے ہیں جب کہ اس میں طلب کے معنی ہوں اور معنی طلب، فعل کے ساتھ خاص ہیں۔ فائدہ:- مصنف نے فعل کی گیارہ علامتیں بیان کی ہیں جن میں بعض علامتیں معنوی ہیں اور بعض لفظی، حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ "اَلْبَشِيْر" شرح نحو میر میں فرماتے ہیں کہ فقیر کی نظر قاصر میں نہی ہونا فعل کی علامت لفظی ہے اس لئے کہ حرفِ لَا کلمہ کے نہی ہونے پر دال ہے اور وہ لَا ملفوظ ہے۔ قولہ ومعنی الاخبار بہ :- کچھ افعال ایسے بھی ہیں جو مُخْبَرٌ بِہٖ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے جیسے امر، نہی وغیرہ کہ یہ از قبیل انشاء ہیں اس لئے مصنف نے مُخْبَرٌ بِہٖ کے ایسے معنی بیان کر دیئے جو امر وغیرہ کو بھی شامل ہیں یعنی مُخْبَرٌ بِہٖ سے مراد یہ ہے کہ وہ محکوم بہ ہو سکتا ہو اور امر وغیرہ محکوم بہ ہو سکتے ہیں۔

وَيُسَمّٰى فِعْلًا بِاِسْمِ اَصْلِهٖ وَهُوَ الْمَصْدَرُ لِاَنَّ الْمَصْدَرَ هُوَ فِعْلُ الْفَاعِلِ حَقِيْقَةً وَحَدُّ الْحَرْفِ كَلِمَةٌ لَا تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا بَلْ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ غَيْرِهَا نَحْوُ مِنْ فَاِنَّ مَعْنَاهَا الْاِبْتِدَاءُ وَهِيَ لَا تَدُلُّ عَلَيْهِ اِلَّا بَعْدَ ذِكْرِ مَامِنْهُ الْاِبْتِدَاءُ كَالْبَصْرَةِ وَالْكُوْفَةِ مَثَلًا تَقُوْلُ سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ وَعَلَامَتُهٗ اَنْ لَّا يَصِحَّ الْاِخْبَارُ عَنْهُ وَلَا بِهٖ وَاَنْ لَّا يَقْبَلَ عَلَامَاتِ الْاَسْمَاءِ وَلَا عَلَامَاتِ الْاَفْعَالِ. وَلِلْحَرْفِ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ فَوَائِدُ كَالرَّبْطِ بَيْنَ الْاِسْمَيْنِ نَحْوُ زَيْدٌ فِي الدَّارِ اَوِالْفِعْلَيْنِ نَحْوُ اُرِيْدُ اَنْ تَضْرِبَ اَوْ اِسْمٍ وَفِعْلٍ كَضَرَبْتُ بِالْخَشَبَةِ اَوِ الْجُمْلَتَيْنِ نَحْوُ اِنْ جَاءَنِيْ زَيْدٌ اَكْرَمْتُهٗ

قولہ ویسمّی فعلا :- فعل کی تعریف اور علامات بیان کرنے کے بعد مصنف علیہ الرحمۃ فعل کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فعل اصطلاحی کی اصل مصدر ہے جس سے یہ فعل مشتق ہوتا ہے لہٰذا مصدر کا جو نام تھا وہ فعل اصطلاحی کا رکھ دیا گیا اور مصدر کا نام فعل اس لئے ہے کہ حقیقت میں مصدر ہی فاعل کا فعل ہوتا ہے یہ از قبیل تَسْمِيَةُ الشَّيْئِ بِاسْمِ اَصْلِهٖ ہے۔ فائدہ:- مصنف کے قول وَيُسَمّٰى فِعْلًا بِاِسْمِ اَصْلِهٖ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک نحاۃ بصرہ کا مذہب مختار ہے جو یہ کہتے ہیں کہ فعل اصطلاحی فعل لغوی یعنی مصدر سے مشتق ہے۔ قولہ وَحَدُّ الْحَرْفِ :- اور حرف کی تعریف، حرف وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذاتِ خود دلالت نہ کرے بلکہ غیر کے ساتھ ملکر دلالت کرے جیسے کہ لفظ "مِنْ" حرف ہے اور اس کے معنی ابتداء ہیں تو جب تک مَامِنْهُ الْاِبْتِدَاءُ، مثلاً بصرہ سے نہ ملایا جائے اُس کے معنی نہیں سمجھے جاتے۔ قولہ وعلامۃ الحرف :- اور حرف کی علامت یہ ہے کہ اُس کا مخبر عنہ اور مخبر بہ ہونا درست نہ ہو یعنی حرف مبتدا یا فاعل یا نائب فاعل نہیں بن سکتا اور نہ ہی مبتدا کی خبر۔ فائدہ:- حرف مخبر عنہ یا مخبر بہ اس لئے نہیں ہوتا کہ مخبر عنہ یا مخبر بہ وہ ہوتا ہے جس کا معنی مستقل بالمفھومیۃ ہو اور حرف کا معنی مستقل بالمفھومیۃ نہیں ہے۔ قولہ وان لّایقبل :- اور حرف کی علامت یہ ہے کہ وہ اسماء اور افعال کی علامتیں قبول نہ کرے، مصنف کا یہ قول اُن کے قول اَنْ لَّايَصِحَّ پر معطوف ہے۔ قولہ وللحرف :- یہ سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ حرف اگر مسند الیہ اور مسند نہیں ہوتا اور نہ ہی اسم اور فعل کی علامت قبول کرتا ہے تو اُس کو زیرِ بحث لانا بے فائدہ ہے؟ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حرف کے کلامِ عرب میں کثیر فائدے ہیں مثلاً ربط وغیرہ۔ فائدہ:- فوائد، جمع ہے فائدۃ کی اور فائدہ اس کو کہتے ہیں جو علم، جاہ یا مال ومنال سے حاصل کیا جائے، مصنف نے فوائد صیغہ جمع کثرت لاکر ان کے کثیر ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں سے بعض کو اپنے قول کَالرَّبْطِ سے بیان کیا ہے۔

وَغَيْرِ ذَالِكَ مِنَ الْفَوَائِدِ الَّتِىْ تَعْرِفُهَا فِى الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْشَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيُسَمّٰى حَرْفًا لِوُقُوْعِهٖ فِى الْكَلَامِ حَرْفًا اَىْ طَرْفًا اِذْ لَيْسَ مَقْصُوْدًا بِالذَّاتِ مِثْلُ الْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ اِلَيْهِ **فَصْل** اَلْكَلَامُ لَفْظٌ تَضَمَّنَ كَلِمَتَيْنِ بِالْاِسْنَادِ وَالْاِسْنَادُ نِسْبَةُ اِحْدَى الْكَلِمَتَيْنِ اِلَى الْاُخْرٰى بِحَيْثُ تُفِيْدُ الْمُخَاطَبَ فَائِدَةً تَامَّةً يَّصِحُّ السُّكُوْتُ عَلَيْهَا نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَقَامَ زَيْدٌ

قولہ وغیر ذالک:- اور اس ربط کے علاوہ مثلاً تنبیہ مخاطب جس کے کیلئے حروف تنبیہ ہیں اور کلام سابق کا اثبات جس کے لئے حروف ایجاب وضع کئے گئے ہیں اور مخاطب کو کسی کام پر ابھارنا جس کے لئے حروفِ تحضیض موضوع ہیں۔

قولہ ویسمّی حرفا:- لغت میں حرف بمعنی طرف و جانب ہے چونکہ حرف مسند اور مسند الیہ نہیں بنتا اس لئے اسکو حرف کہتے ہیں۔ قولہ اذ لیس:- یہ سوال مقدر کا جواب ہے، تقریر سوال یہ ہے کہ تمہارا یہ کہنا کہ حرف، طرفِ کلام میں واقع ہوتا ہے درست نہیں کیونکہ حرف تو وسط کلام میں بھی ہوتا ہے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں؟ جواب:- طرف سے ہماری مراد جانبِ مقابل ہے یعنی اسم اور فعل مقصود بالذات ہوتے ہیں یعنی مسند اور مسند الیہ ہوتے ہیں اور حرف اُن کی طرفِ مقابل ہے یعنی مسند اور مسند الیہ نہیں ہوتا۔ قولہ الکلام:- کلمہ اور کلام کے لغوی معنی ایک ہیں یعنی مَا يُتَكَلَّمُ بِهٖ خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ اور اصطلاحِ نحاۃ میں کلام وہ لفظ ہے جو کم از کم دو کلموں پر بطریق اسناد مشتمل ہو۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے تعریف میں لفظ تَضَمَّنَ اختیار فرمایا ہے، ترکب نہیں کہا ایک تو اس لئے کہ یہ مختصر ہے کہ اسکے صلہ کی ضرورت نہیں، دوم مثل اَكْرِمْ کو شامل کرنے کے لئے کیونکہ یہ دو کلموں کو متضمن تو ہے مگر مرکب نہیں کہ دوسرا کلمہ مستتر ہے اور غیر ملفوظ بھی۔ اور ملفوظ و غیر ملفوظ باہم مرکب نہیں ہوتے البتہ متضمن ہو سکتے ہیں۔ قولہ والاسناد:- اسناد، باب افعال کا مصدر ہے لغت میں اسناد کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری سے ربط دینا اور متعلق کرنا اور اصطلاح میں اَلْاِسْنَادُ نِسْبَةُ ...... الخ یعنی ایک کلمہ کو دوسرے کے ساتھ قصداً اس طرح نسبت دینا اور ملانا کہ وہ نسبت مخاطب کو ایسا فائدہ تامہ دے کہ اس فائدہ پر متکلم کا سکوت صحیح ہو جائے یعنی اہلِ نحو کے نزدیک اس متکلم کا کلام فائدے میں قاصر قرار نہ پائے اور متکلم کے سکوت کے بعد مخاطب کو مقصودِ اصلی سمجھنے کے لئے لفظِ آخر سننے کا انتظار نہ رہے مثلاً ضَرَبَ زَيْدٌ میں مقصودِ اصلی زید کے مارنے کی خبر دینا ہے جو ضَرَبَ زَيْدٌ سے سمجھا جاتا ہے۔ رہی یہ بات کہ کس کو مارا اور کہاں مارا وغیرہ تو یہ عارضی بات ہے مقصودِ اصلی کا سمجھنا اس پر موقوف نہیں ہے۔ قولہ يَصِحُّ السُّكُوْتُ عليها:- یہ اسناد کی تعریف میں داخل نہیں بلکہ مصنف کے قول فَائِدَةً تَامَّةً کی تفسیر ہے۔ فائدہ:- اسناد کا اطلاق دو معنوں پر کیا جاتا ہے ایک اسنادِ اصلی یعنی کلمہ کو دوسرے کے ساتھ قصداً اس طرح ملانا کہ مخاطب کو فائدہ تامہ دے۔ دوم اسناد، بمعنی مطلق نسبت خواہ مخاطب کو فائدہ تامہ ہو یا نہ کلام کی تعریف میں معنی اوّل مراد ہیں اور اسمِ فاعل یا اسمِ مفعول اور اُن کے مرفوع میں جو نسبت ہوتی ہے اس سے قسم دوم یعنی مطلق نسبت مراد ہوتی ہے خواہ اُس سے فائدہ تامہ حاصل ہو یا نہ ہو۔

وَيُسَمّٰى جُمْلَةً فَعُلِمَ اَنَّ الْكَلَامَ لَا يَحْصُلُ اِلَّا مِنْ اِسْمَيْنِ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَيُسَمّٰى جُمْلَةً اِسْمِيَّةً اَوْ مِنْ فِعْلٍ وَاِسْمٍ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَيُسَمّٰى جُمْلَةً فِعْلِيَّةً اِذْ لَا يُوْجَدُ الْمُسْنَدُ وَالْمُسْنَدُ اِلَيْهِ مَعًا فِيْ غَيْرِهِمَا وَلَابُدَّ لِلْكَلَامِ مِنْهُمَا

تنبیہ: -هداية النحو کی بعض شروح میں اضرب اور لا تضرب کے متعلق لکھا ہے کہ ان میں ایک حقیقی کلمہ ہے اور دوسرا حکمی اور وہ انت ہے جو ان میں مستتر ہے لیکن یہ غلط ہے اس لئے کہ ضمیر مستتر پر کلمہ حقیقی کی تعریف صادق آتی ہے البتہ ضمیر مستتر کا تلفظ حکمی ہے۔ فائدہ: -مصنف کے قول بالا سناد میں باء سببیہ ہے اور جار مجرور تضمن کے متعلق ہے یا جار مجرور ظرف مستقر ہو کر بتقدیر موصوف تضمن کا مفعول مطلق ہے ای تضمنا حاصلا بالاسناد. یا ظرف مستقر تضمن سے حال ہے یا کلمتین کی صفت ہے۔ قولہ ویسمی جملة :-اور کلام کا نام جملہ رکھا جاتا ہے، نحاۃ کا اس امر میں اختلاف ہے کہ جملہ اور کلام باہم مترادف ہیں یا کلام اخص اور جملہ عام ہے حضرت علامہ غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقیر کی نظر قاصر میں ترادف کا قول صحیح ہے۔ قولہ فعلم ان الکلام :-یہ شرط محذوف کا جواب ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے اذا کان الاسناد معتبرا فی تعریف الکلام فعلم الخ، یعنی جب کلام کی تعریف میں اسناد معتبر ٹھہری تو معلوم ہوا کہ کلام یا تو دو اسموں سے حاصل ہوگا جیسے زید قائم اور اس کا نام جملہ اسمیہ رکھا جاتا ہے یا فعل اور اسم سے حاصل ہوگا جیسے قام زید اور اس کا نام جملہ فعلیہ رکھا جاتا ہے۔ قولہ اذلا یوجد :-یہ لا یحصل کی علت ہے یعنی کلام صرف دو اسموں یا ایک فعل اور ایک اسم سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ کلام کے لئے مسند اور مسند الیہ ہونا ضروری ہے اور یہ دونوں اکٹھے ان دو ترکیبوں کے علاوہ میں نہیں پائے جاتے۔ قولہ معا :-بمعنی جمیعا ہے یہ بنا بر ظرفیۃ منصوب ہے اور اس کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور یہ کائنا کے متعلق ہے جو لا یوجد کے نائب فاعل سے حال ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے اذلا یوجد المسند والمسند الیه کائنا کل واحد منهما مع صاحبه فی غیرهما یا مجتمعین کے معنی میں ہو کر حال ہے۔ فائدہ: -مصنف نے کلام کی تعریف کے بعد اس کی دو قسمیں بیان کی ہیں ایک جملہ اسمیہ، دوم فعلیہ اور اس تقسیم میں کلمہ الا الا کر اس شخص پر رد کیا ہے جس کے نزدیک کلام ایک اسم اور ایک حرف سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ قولہ ولا بد الخ :-لابد، لا نافیہ اور بد بمعنی چارہ سے مرکب ہے پس لا بد کے معنی ہوئے کہ نہیں کوئی چارہ یعنی کلام کے لئے مسند اور مسند الیہ ہونا ضروری ہے۔ فائدہ: -لابد کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔ پہلا یہ کہ لا نفی جنس کا ہے اور بد اس کا اسم ہے اور منهما خبر ہے اور للکلام بد کے متعلق ہے۔ دوسرا احتمال یہ کہ یہ مرکب شدت اتصال کی وجہ سے حبذا کی مثل کلمہ واحدہ ہو گیا ہے لہٰذا یہ مبتدا ہے اور مابعد اس کی خبر ہے۔

فان قیل قَدْ نُوْقِضَ بِالنِّدَاءِ نَحْوُ یَا زَیْدُ **قُلْنَا** حَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مَقَامَ اَدْعُوْ وَاَطْلُبُ وَهُوَ الْفِعْلُ فَلَا نَقْضَ عَلَيْهِ وَاِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمُقَدِّمَةِ فَلْنَشْرَعْ فِی الْاَقْسَامِ الثَّلَاثَةِ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ **اَلْقِسْمُ الْاَوَّلُ** فِی الْاِسْمِ وَقَدْ مَرَّ تَعْرِيْفُهٗ وَهُوَ يَنْقَسِمُ اِلَی الْمُعْرَبِ وَالْمَبْنِيِّ فَلْنَذْكُرْ اَحْكَامَهٗ فِی بَابَيْنِ وَخَاتِمَةٍ **الباب الاول** فِی الْاِسْمِ الْمُعْرَبِ وَفِيْهِ مُقَدِّمَةٌ وَثَلٰثَةُ مَقَاصِدَ وَخَاتِمَةٌ **اَمَّا المقدمة** فَفِيْهَا فُصُوْلٌ **فصل** فِیْ تَعْرِيْفِ الْاِسْمِ الْمُعْرَبِ وَهُوَ كُلُّ اِسْمٍ رُكِّبَ مَعَ غَيْرِهٖ وَلَا يُشْبِهُ مَبْنِيَّ الْاَصْلِ اَعْنِی الْحَرْفَ وَالْاَمْرَ الْحَاضِرَ وَالْمَاضِیَ

قولہ فان قیل:- یعنی اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تمہارا یہ دعویٰ کہ کلام دو اسموں یا ایک فعل اور ایک اسم سے مرکب ہوتا ہے ترکیب ندائی یعنی یا زید سے ٹوٹ گیا اس لئے کہ یا زید بالاتفاق کلام ہے مگر حرفِ ندا اور اسمِ منادیٰ سے مرکب ہے۔ قلنا:- ہم جواب دیں گے کہ یا زید میں حرف ندا، فعل ادعو یا اطلب کے قائم مقام ہے اس لئے کہ اس کی تقدیر عبارت ادعو زیدا یا اطلب زیدا ہے لہٰذا یہ کلام بھی فعل اور اسم یعنی فاعل سے مرکب ہے۔ قولہ اذا فرغنا:- جب ہم فارغ ہو چکے۔ کلمہ اذا میں اکثر اور اغلب یہ ہے کہ مستقبل کے لئے آتا ہے مگر کبھی ماضی کے لئے بھی آتا ہے اور یہاں اذا ماضی کے لئے ہے۔ قولہ فلنشرع:- یہ صیغہ متکلم مع الغیر فعل امر ہے، فاء کی وجہ سے لام امر ساکن ہو گیا ہے بایں قاعدہ کہ لام امر واؤ کے بعد وجوبا اور فاء کے بعد جوازاً ساکن ہو جاتا ہے۔ قولہ فی تعریف المعرب:- معرب اعراب سے مشتق ہے اور صیغہ اسم ظرف ہے بمعنی محلِ اظہارِ معانی چونکہ یہ معنیٰ فاعلیت، مفعولیت اور معنیٰ اضافت کے اظہار کا محل ہے اس لئے اس کو معرب کہتے ہیں، یا اعراب بمعنی ازالۂ فساد سے ماخوذ ہے چونکہ یہ معرب بعض معانی کے بعض کے ساتھ التباس کے فساد کو دور کرتا ہے اس لئے اس کو معرب کہتے ہیں۔ فائدہ:- مصنف علیہ الرحمۃ نے بیان معرب کو اس لئے مقدم کیا کہ اسماء میں اصل معرب ہونا ہے اور اس لئے کہ معرب پر لفظی و تقدیری دونوں اعراب آتے ہیں اور مبنی پر اعراب محلی ہوتا ہے اور اعراب میں اصل اعراب لفظی ہے یا اس لئے کہ معرب امر وجودی اور مبنی عدمی ہے اور وجود بوجہ شرافت عدم پر مقدم ہے یا اس لئے کہ معرب کی دلالت معنیٰ فاعلیت وغیرہ پر مبنی کی نسبت بہت واضح ہے۔ قولہ وھو کل اسم:- معرب وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ نہ ہو اور مبنی الاصل تین چیزیں ہیں، جملہ حروف، ماضی اور امر حاضر معروف۔

نَحْوُ زَيْدٌ فِي قَامَ زَيْدٌ لَا زَيْدٌ وَحْدَهُ لِعَدَمِ التَّرْكِيبِ وَلَا هٰؤُلَاءِ فِي قَامَ هٰؤُلَاءِ لِوُجُودِ الشِّبْهِ وَيُسَمّٰى مُتَمَكِّنًا **فصل** حُكْمُهُ اَنْ يَّخْتَلِفَ اٰخِرُهُ بِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ اِخْتِلَافًا لَفْظِيًّا نَحْوُ جَاءَنِي زَيْدٌ وَرَأَيْتُ زَيْدًا وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ اَوْ تَقْدِيرِيًّا نَحْوُ جَاءَنِي مُوسٰى وَرَأَيْتُ مُوسٰى وَمَرَرْتُ بِمُوسٰى

قولہ نحو زید :- نحو مبتدا محذوف یعنی ھو کی خبر ہے جسکا مرجع اسم معرب ہے اور فی زید الخ جار مجرور الکائن کے متعلق ہوکر زیدٌ کی صفت ہے۔ فائدہ :- نحو زیدٌ میں زیدٌ مضاف الیہ ہے چونکہ یہ حکایت ہے اور حکایت میں دو مذہب ہیں۔ (۱) مبنی لہٰذا زیدٌ محلاً مجرور ہوا۔ (۲) معرب لہٰذا یہ تقدیراً مجرور ہوا۔ حکایت، اس لفظ کو کہتے ہیں جو ایک کلام سے اٹھا کر دوسرے کلام میں ذکر کیا جائے مگر اسی حالت کے ساتھ جو پہلے کلام میں تھی، چونکہ قام زیدٌ میں زیدٌ مرفوع تھا تو اس کو حالت سابقہ (رفع) کے ساتھ نقل کر دیا گیا۔ قولہ لا زیدٌ وحدہٗ :- یہ نحو، پر معطوف ہے اور وحدہٗ میں دو احتمال ہیں (۱) بتاویل نکرہ زیدٌ سے حال ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے لا زیدٌ متوحداً یعنی زیدٌ معرب نہیں اس حال میں کہ متوحد اور منفرد ہے یعنی مرکب نہیں ہے اس لئے کہ معرب میں ترکیب شرط ہے اور اکیلا زیدٌ مرکب نہیں ہے۔ (۲) فعل مقدر کا مفعول مطلق ہے ای ینفرد انفراداً پھر جملہ حال ہے۔ قولہ ولا ھٰؤلاء :- اور ھٰؤلاء جو قام ھٰؤلاء میں ہے معرب نہیں اس لئے کہ یہ مبنی الاصل کے مشابہ ہے۔ قولہ وحکمہٗ :- یہاں حکم کے لغوی معنی مراد ہیں یعنی شئی کا اثر جو اس شئی پر مرتب ہوتا ہے لہٰذا عبارت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ معرب کا اثر جو اس پر مرتب ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کے آخر کی ذات عوامل کے بدلنے سے بدل جائے یا آخر کی صفت بدل جائے۔ قولہ العوامل :- یہ عامل کی جمع ہے اگرچہ عامل بروزن فاعل اسم مشتق ہے اور فاعلٌ، مشتق کی جمع فواعل نہیں آتی مگر چونکہ عامل کا اشتقاقی معنی مراد نہیں بلکہ یہ ما بہ یقوم المعنی المقتضی للاعراب کی طرف منقول ہو گیا ہے اس لئے اسکی جمع عوامل درست ہے اور عوامل پر الف لام جنسی ہے، جس سے جنس عامل مراد ہے اور جمعیت کے معنی باطل ہو گئے ہیں۔ قولہ اختلافاً لفظیاً :- اختلافاً بنا بر مفعول مطلق منصوب ہے اور لفظیاً اس کی صفت ہے اور تقدیریاً بھی بطریق عطف اختلافاً کی صفت ہے یعنی مختلف ہونا آخر کا لفظاً یا تقدیراً، اختلاف لفظی حقیقی جیسے جاء نی زیدٌ الخ اور اختلاف لفظی حکمی جیسے مررت باحمد کہ اس میں احمد کا آخر حکماً بدلا ہے اور یہ فتحہ اس فتحہ کا غیر ہے جو حالت نصب میں تھا اس لئے کہ حالت جر کا فتح کسرہ کے قائم مقام ہے اور اختلاف تقدیری جیسے جاء نی موسٰی۔

اَلْإِعْرَابُ مَا بِهٖ يَخْتَلِفُ اٰخِرُ الْمُعْرَبِ كَالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ وَالْكَسْرَةِ وَالْوَاوِ وَالْاَلِفِ وَالْيَاءِ وَاِعْرَابُ الْاِسْمِ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَنْوَاعٍ رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجَرٌّ وَالْعَامِلُ مَا بِهٖ رَفْعٌ اَوْنَصْبٌ اَوْجَرٌّ وَمَحَلُّ الْاِعْرَابِ مِنَ الْاِسْمِ هُوَالْحَرْفُ الْاَخِيْرُ مِثَالُ الْكُلِّ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ فَقَامَ عَامِلٌ وَزَيْدٌ مُعْرَبٌ وَالضَّمَّةُ اِعْرَابٌ وَالدَّالُ مَحَلُّ الْاِعْرَابِ

قولہ الاعراب مابہ:- لفظ ما سے مراد حرکت یا حرف ہے اور با سببیت کے لئے ہے یعنی اعراب وہ حرکت یا حرف ہے جس کے سبب سے اسم معرب کا آخر بدل جائے۔ فائدہ:- اعراب کی تین اقسام ہیں۔ اوّل اعراب بالاصالۃ جیسے اسم کا اعراب، دوم اعراب بالمشابھۃ جیسے مضارع کا اعراب، سوم اعراب بالتبعیّت جیسے توابع کا اعراب اور بنا کی بھی تین اقسام ہیں، اوّل بالاصالۃ جیسے حروف کی بنا، دوم بالمشابہت جیسے اسماء مبنیہ، سوم بالتبعیت جیسے منادیٰ کے توابع کی بنا۔ قولہ کالضمۃ:- ضمہ، فتحہ اور کسرہ یہ اعراب بالحرکت کی مثالیں ہیں۔ جب یہ تاء کے ساتھ ہوتے ہیں تو یہ حرکاتِ اعرابیہ و بنائیہ دونوں پر اطلاق کئے جاتے ہیں اور جب تاء کے بغیر ہوں جیسے ضم، فتح اور کسر تو حرکاتِ بنائیہ پر بولے جاتے ہیں اور واؤ، الف اور یاء یہ اعراب بالحرف کی مثالیں ہیں۔ قولہ واعراب الاسم:- اور اسم معرب کے اعراب تین ہیں رفع، نصب اور جر اس لئے کہ اسم معرب پر وارد ہونے والے معانی بھی تین ہیں۔ معنیٰ فاعلیت، معنیٰ مفعولیت اور معنیٰ اضافت۔ قولہ رفع:- یہ یا تو مرفوع ہے مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے یا مجرور ہے اور انواع سے بدل ہے۔ فائدہ- رفع کو رفع اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا مرتبہ اخوین سے بلند ہے یا اس لئے کہ اس کے تلفظ کے وقت نیچے کا ہونٹ اوپر کو اٹھتا ہے۔ نصب کو نصب اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے تلفظ کیوقت دونوں لب اپنی جگہ برقرار رہتے ہیں یا اس لئے کہ فضلہ کو نصب دیتا ہے اور جر کو جر اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے تلفظ کے وقت لب زیریں نیچے کھچتا ہے یا اس لئے کہ اس کا عامل (حرف جر) فعل کو اسم کی طرف کھینچتا ہے۔ اور جر بصریین کی اصطلاح ہے، کوفیین اس کو خفض کہتے ہیں۔ قولہ والعامل:- اور عامل وہ ہے جس کی وجہ سے رفع، نصب یا جر آئے۔ فائدہ:- فضلات کے عامل میں اختلاف ہے (۱) فراء کے نزدیک فعل مع الفاعل فضلات میں عامل ہوتا ہے۔ (۲) ہشام کے نزدیک صرف فاعل عامل ہوتا ہے۔ (۳) نحاۃِ بصرہ کے نزدیک فضلات میں عامل فعل ہوتا ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ فاعل اقویٰ ہے جب اس میں عامل فعل ہے تو فضلات میں بھی عامل فعل ہی ہوگا۔ قولہ ومحلّ الاعراب:- اور اسم کا محلِ اعراب آخر حرف ہوتا ہے چونکہ یہ اسم کی بحث ہے اس لئے مصنف نے من الاسم کہا ورنہ فعل مضارع کا بھی محل اعراب آخر کا حرف ہوتا ہے اور الحرف کی صفت الاخیرۃ نہیں لائے اس لئے کہ لفظ اخیر مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

واعلم انّهٗ لایُعرَبُ فِی کلامِ العربِ اِلَّا الاِسمُ المُتمکّنُ و الفِعلُ المُضارِعُ و سیجیٔ حُکمُهٗ فِی القِسمِ الثّانِی ان شاءَ اللّٰهُ تعالٰی **فصل** فِی اَصنافِ اِعرابِ الاِسمِ وھی تِسعۃُ اَصنافٍ اَلاَوّلُ ان یّکُونَ الرّفعُ بِالضّمّۃِ والنّصبُ بِالفتحۃِ والجرُّ بِالکسرۃِ و یُختصُّ بِالمُفردِ المُنصرِفِ الصّحِیحِ وھُو عِندَ النُّحاۃِ ما لایکُونُ فِی اٰخرِہٖ حرفُ عِلّۃٍ کزیدٍ وبِالجارِی مجرَی الصّحِیحِ وھُو مایکُونُ فِی اٰخرِہٖ واوٌ اَو یاءٌ ماقبلَهُما ساکِنٌ کدلوٍ وظبیٍ

قولہ اعلم انّهٗ لا یُعرب :- کلمہ اعلم ابتدائے کلام میں سامع کو کلام کی طرف مائل کرنے کے لئے لایا جاتا ہے یعنی کلام عرب میں صرف دو معرب ہیں ایک اسم متمکن اور دوسرا فعل مضارع۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے اسم متمکن کو مضارع پر مقدم کیا اس لئے کہ اسم متمکن اعراب میں اصل ہے اور مضارع سے وہ مضارع مراد ہے جو نون تاکید اور نون جمع مؤنث سے خالی ہو اور مصنف نے یہ قید اس لئے ذکر نہیں کی کہ یہ قید بحث فعل میں آرہی ہے اس پر اکتفاء کر لیا ہے۔ قولہ فی اصناف الاعراب :- یہ فصل اعراب اسم کے اقسام کے بیان میں ہے، اصناف بمعنی اقسام ہے اور اس کا مفرد صنف ہے۔ لفظ صنف، قسم اور نوع ذات کے اعتبار سے مختلف ہیں لیکن استعمال میں متحد و متفق ہیں، صنف امر خارج کے اعتبار سے ہوتی ہے جیسے ہندی، سندھی اور یہ نوع سے خاص ہے اور نوع باعتبار ذات کے ہوتی ہے جیسے انسان، بقر اور غنم اور قسم دونوں سے عام ہے جیسے حیوان۔ قولہ یختص بالمفرد :- اور اعراب کی مذکورہ بالا صنف، مفرد منصرف صحیح کے ساتھ مختص ہے مفرد کے چار معانی ہیں، اول مقابل مرکب جیسے کلمہ کی تعریف میں، دوم مقابل مضاف وشبہ مضاف جیسے بحث منادی میں، سوم مقابل جملہ جیسے بحث تمیز میں، چہارم مقابل تثنیہ وجمع۔ اس جگہ یہی قسم چہارم مراد ہے اس لئے کہ مقابلہ میں تثنیہ اور جمع کا اعراب آرہا ہے۔ فائدہ:- اعراب کی دو قسمیں ہیں (۱) اعراب بالحرکت (۲) اعراب بالحرف، اعراب بالحرکت بنسبت اعراب بالحرف کے اصل ہے کیونکہ اس میں خفت ہے اور اعراب بالحرف میں ثقل ہے، پھر اعراب بالحرکت میں اصل یہ ہے کہ تینوں حالتوں میں تینوں حرکات کے ساتھ ہو کہ اس میں ہر تین معنی ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں چونکہ مفرد منصرف بدو معنی اصل ہے لہٰذا بنظر تناسب اسکو یہ اعراب بحرکات ثلاثہ دیا گیا۔ قولہ وھو عند النُّحاۃ :- نحاۃ جمع ہے ناحی کی، اور نحویین کے نزدیک صحیح وہ ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے زَیْدٌ۔

دانی کہ صحیح چیست بنزدیک نحویاں	**شعر**	مالایکُوْنُ فِیْ اٰخرہٖ حرفُ علّۃ

قولہ وبالجاری :- اسکا عطف بالمفرد پر ہے یعنی یہ اعراب جاری مجری صحیح کے ساتھ مختص ہے اور جاری مجری صحیح وہ ہے جس کے آخر میں واؤ یا یا ماقبل ساکن ہو جیسے دَلْوٌ بمعنی ڈول اور ظَبْیٌ بمعنی ہرن۔ فائدہ:- اسم کی اس قسم کو جاری مجری صحیح اس لئے کہتے ہیں کہ حرف ساکن کے بعد واؤ یا یاء پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی اس لئے اسکو جاری مجری اور مُلحق بالصّحیح کہتے ہیں۔

وَبِالْجَمْعِ الْمُكَسَّرِ الْمُنْصَرِفِ كَرِجَالٍ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ و دَلْوٌ وَظَبْيٌ وَرِجَالٌ وَرَأَيْتُ زَيْدًا وَ دَلْوًا وَظَبْيًا وَرِجَالًا وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَ دَلْوٍ وَظَبْيٍ وَرِجَالٍ. اَلثَّانِيْ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْكَسْرَةِ وَيُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمِ تَقُولُ هُنَّ مُسْلِمَاتٌ وَرَأَيْتُ مُسْلِمَاتٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ اَلثَّالِثُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْفَتْحَةِ وَيُخْتَصُّ بِغَيْرِ الْمُنْصَرِفِ كَعُمَرَ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ عُمَرُ وَرَأَيْتُ عُمَرَ وَمَرَرْتُ بِعُمَرَ. اَلرَّابِعُ اَنْ يَكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ وَالنَّصْبُ بِالْاَلِفِ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ وَيُخْتَصُّ بِالْاَسْمَاءِ السِّتَّةِ

قولہ وبالجمع المُكَسَّر :- یہ بھی بالمفرد پر معطوف ہے یعنی اعراب کی یہ قسم جمع مکسر کے ساتھ مختص ہے مصنف نے لفظ جمع کی دو صفتیں ذکر کیں، صفت اوّل سے جمع صحیح سے احتراز کیا ہے اور صفت ثانی سے جمع مکسر غیر منصرف سے احتراز ہے۔ سوال:- الجمع المكسّر کے معنی ہیں توڑی ہوئی جمع اور کوئی جمع ایسی نہیں جو توڑی گئی ہو؟ جواب:- المکسّر جمع کی صفت بحالہ نہیں بلکہ بحال متعلقہ ہے یعنی وہ جمع جس کے واحد کا وزن توڑا گیا ہو۔ قولہ وَيُخْتَصُّ بجمع المؤنث :- جمع مؤنث سالم سے مراد وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تاء ہو خواہ اس کا مفرد مذکر ہو یا مؤنث، جمع مؤنث سالم چونکہ جمع مذکر سالم کی فرع ہے اس لئے اس میں بھی نصب، جر کے تابع ہے اور فرع ہونے کے باوجود اس کو جمع مذکر پر مقدم کیا گیا ہے اس لئے کہ اس کا اعراب بالحرکت ہے۔ قولہ اَلسَّالِمِ :- سیبویہ کے نزدیک اَلسَّالِمِ، جمع کی صفت ہے اس لئے کہ لفظ جمع معرفہ بالام کی جانب مضاف ہونے کی وجہ سے معرفہ بالام کی مثل معرفہ بن گیا ہے لیکن مبرد کے نزدیک السّالم، بدل ہے کیونکہ اس کے نزدیک معرفہ بالام کی طرف مضاف ہونے والے میں مضاف الیہ کی نسبت تعریف کم ہوتی ہے۔ قولہ وَيُخْتَصُّ بغير المنصرف :- اور اعراب کی یہ چوتھی قسم غیر منصرف کے ساتھ مختص ہے چونکہ غیر منصرف فعل کے مشابہ ہے اور فعل پر کسرہ نہیں آتا اس لئے غیر منصرف پر بھی کسرہ نہیں آتا بلکہ کسرہ فتح کے تابع ہوتا ہے اس لئے کہ یہ دونوں علامت فضلہ ہیں۔ قولہ وَيُخْتَصُّ بالاَسْماءِ السِّتَّة :- مفرد کو بوجہ اصالت اعراب بحرکت اور تثنیہ وجمع کو بوجہ فرع، اعراب بحرف دیا گیا تو ان میں منافرت تامہ ہو گئی جس کو ختم کرنے کے لئے بعض مفردات کو اعراب بحرف دیا گیا چونکہ تثنیہ وجمع کی چھ حالتیں ہیں تو ہر حالت کے مقابلہ میں ایک اسم کو اعراب بحرف دیا تو ایسے مفردات چھ ہو گئے پھر اعراب بحرف کے لئے ابٌ وغیرہ کو اس لئے منتخب کیا گیا کہ ان کے آخر میں ایسا حرف ہے جسکو اعراب قرار دیا جا سکتا ہے نیز تثنیہ وجمع کی طرح ان اسماء کے معانی سے تعدد سمجھا جا سکتا ہے مثلاً اَبُوْکَ سے باپ بیٹا دونوں سمجھے جاتے ہیں۔

مُكَبَّرَةً مُوَحَّدَةً مُضَافَةً اِلٰى غَيْرِ يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ وَهِيَ اَخُوْكَ وَاَبُوْكَ وَ هَنُوْكَ وَ حَمُوْكِ وَ فُوْكَ وَذُوْمَالٍ تَقُوْلُ جَائَنِيْ اَخُوْكَ وَ رَأَيْتُ اَخَاكَ وَ مَرَرْتُ بِاَخِيْكَ وَكَذَا الْبَوَاقِيْ

قولہ مُكَبَّرَةً مُوَحَّدَةً مُضَافَةً :- یہ تینوں لفظ اسماء ستہ سے حال ہیں یعنی اسماء ستہ کا یہ اعراب اس وقت ہے جب مُکبّر ہوں یعنی مصغر نہ ہوں اور جب یہ مُوحّد ہوں یعنی تثنیہ وجمع نہ ہوں اور غیر یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں یا کسی طرف مضاف نہ ہوں۔ فائدہ:- اعراب کے اعتبار سے اسماء ستہ کے پانچ حال ہیں، اوّل یہ اسماء، مفرد مُکبّر مضاف الیٰ غیر یاء المتکلم ہوں تو انکا اعراب بالحرف ہوگا جیسے جاء ابُوکَ، رأیتُ اباکَ، مررتُ بابیکَ۔ دوم: جب یہ اسماء تثنیہ وجمع ہوں تو انکا اعراب تثنیہ وجمع کی طرح بحرف ہوگا جیسے جاءنی ابوان الخ۔ سوم: یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں تو انکا اعراب تقدیری ہوگا جیسے جآء ابیْ، رأیتُ ابیْ، مررتُ بابیْ۔ چہارم: مفرد مُکبّر مقطوع عن الاضافۃ ہوں تو انکا اعراب بحرکت ہوگا جیسے جآء نی ابٌ، رأیتُ اباً، مررتُ بابٍ۔ پنجم: مُصغّر ہوں تو ان کا اعراب بحرکت ہوگا جیسے جآء نی اُبیٌّ، رأیتُ اُبیّاً، مررتُ بِاُبیٍّ۔ قولہ وهي اخوك:- اب۔ باپ، اخ۔ بھائی، هنٌ۔ شرمگاہ، حمٌ۔ مرد کی جانب سے عورت کا رشتہ دار جیسے سسر، دیور۔ یہ تمام ناقص واوی ہیں اصل میں ابوٌ، اخوٌ، هنوٌ، حموٌ تھے (بفتح اول وسکونِ ثانی) واؤ کی حرکت ماقبل کو دیکر اس کو بوجہ اجتماع ساکنین گرادیا اور فمٌ اجوف واوی ہے اصل میں فوهٌ تھا، هاء خلاف قیاس حذف ہوگئی تو فوٌ رہ گیا۔ فائدہ:- یہ اسم مضاف نہ ہو تو اسکے واؤ کو وجوباً میم سے بدل دیتے ہیں تو فمٌ ہو جاتا ہے اور اگر مضاف ہو تو واؤ کو میم سے بدلنا اور نہ بدلنا دونوں طریقے جائز ہیں اور اس تبدیلی کے وقت فاء کو فتح افصح ہے اور جب واؤ کو میم سے نہ بدلا جائے اس وقت فاء کی حرکت حروف اعرابیہ کے تابع ہوگی یعنی واؤ کے ساتھ فاء کو ضمہ اور الف کے ساتھ فتح اور یاء کے ساتھ فاء کو کسرہ ہوگا لہٰذا فُوکَ، فَاکَ اور فِیکَ پڑھا جائیگا۔ فائدہ:- کلمہ هنٌ کا اعراب بوقت اضافت واؤ وغیرہ کے ساتھ لغت غیر فصیحہ اور قلیل الاستعمال ہے اسی وجہ سے فراء اور زجاج نے لفظ هنٌ کو ان اسماء میں ذکر نہیں کیا جن کا اعراب بالحرف ہے اور انہوں نے ایسے اسماء پانچ شمار کئے ہیں اور اس لغت کے غیر فصیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جو کلمہ افرادی حالت میں ناقص ہو وہ بحالت اضافت بھی ناقص استعمال کیا جاتا ہے جیسے لفظ یدٌ جو اصل میں یدیٌ تھا، یاء حذف ہونے کے بعد یہ حالت افراد میں ناقص (بغیر یاء کے) آتا ہے جیسے هذه یدٌ اور حالت اضافت میں بھی ناقص آتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے یدُ اللهِ فوقَ ایدیهم۔ چونکہ لفظ هنٌ حالت افراد میں ناقص ہے کیونکہ اصل میں هنوٌ تھا لہٰذا بحالت اضافت بھی ناقص استعمال ہوگا اور غیر ناقص یعنی هنُوکَ لغت غیر فصیحہ ہے۔ قولہ وذو:- ذُو لفیف مقرون ہے اصل میں ذَوَوٌ تھا ایک واؤ کو برائے تخفیف حذف کر دیا تو ذَوٌ رہ گیا اس میں بھی ذال کی حرکت حروف اعراب کے تابع ہوتی ہے اور اس کو ضمیر کی طرف مضاف نہیں کیا جاتا کیونکہ اسکی اضافت اسم جنس کی طرف ہوتی ہے اور ضمیر اسم جنس نہیں ہے۔ اس کا مؤنث ذاتٌ ہے جو اصل میں ذواتٌ تھا۔ فائدہ:- لفظ ذُو کا اعراب اسماء ستہ والا اسوقت ہوگا جب یہ بمعنی صاحب ہوگا ذُو بمعنی اَلَّذِیْ کی صورت میں یہ مبنی ہوگا جیسے جآءَ نِیْ ذُوقَامَ وَرَأَیْتُ ذُوقَامَ ومررتُ بِذُوقَامَ۔

اَلْخَامِسُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْاَلِفِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ الْمَفْتُوْحِ مَاقَبْلَهَا وَيُخْتَصُّ بِالْمُثَنّٰى وَكِلَا مُضَافًا اِلٰى مُضْمَرٍ وَاِثْنَانِ وَاِثْنَتَانِ تَقُوْلُ جَائَنِیْ الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا وَاِثْنَانِ وَاِثْنَتَانِ وَرَأَيْتُ الرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا وَاِثْنَيْنِ وَاِثْنَتَيْنِ وَمَرَرْتُ بِالرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا وَاِثْنَيْنِ وَاِثْنَتَيْنِ اَلسَّادِسُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ الْمَضْمُوْمِ مَاقَبْلَهَا وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ الْمَكْسُوْرِ مَاقَبْلَهَا

قولہ ويختص بالمثنى :- اور اعراب کی یہ قسم تثنیہ اور اُس کے ملحقات کے ساتھ مختص ہے۔ مُثنّٰی، وہ اسم ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ لاحق کیا گیا ہو، کِلَا اور اِثْنَانِ مُلْحَقْ بِالْمُثَنّٰی ہیں کیونکہ انکا مفرد نہیں ہے چونکہ مثنّیٰ کی طرح ان کا مدلول دو ہے اور ان کی صورت مثنیٰ جیسی ہے اس لئے ان کا اعراب مثنیٰ جیسا ہے۔ فائدہ:- نحاۃ کوفہ کے نزدیک کلا، کُلّ کا تثنیہ ہے اور اس کا الف برائے تثنیہ ہے اُنکے نزدیک کُلّ کا ایک لام برائے تخفیف حذف کر کے الف تثنیہ بڑھایا تو کلا ہوا اور لزوم اضافت کی وجہ سے اس سے نون ہمیشہ محذوف رہتا ہے پھر کاف کو کسرہ دیا گیا تا کہ صیغہ امر سے التباس نہ ہو، لیکن نحاۃ بصرہ کے نزدیک کِلَا کا الف واؤ سے بدلا ہوا ہے یعنی اصل میں کلوٌ تھا کیونکہ عرب سے کلویٌ منقول ہے۔ فائدہ:- لفظ کِلَاکو کُلّ کا تثنیہ بنانا درست نہیں اس لئے کہ کُلّ اور کلا کا معنی ایک نہیں ہے چونکہ کلا صرف تثنیہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اس لئے تثنیہ ہونا اِسکو مضاف الیہ سے حاصل ہو گیا جیسا کہ مضاف، مضاف الیہ سے تانیث حاصل کرتا ہے جیسے اَقَلُّ الْحَیْضِ ثَلَاثَۃٌ میں لفظِ اَقَلُّ نے حیض سے تانیث حاصل کی ہے۔ قولہ اثنان و اثنتان :- یہ دونوں لفظ کلمہ کِلَا کی طرح مُلْحَقْ بِالتَّثْنِیَۃِ ہیں اس لئے کہ تثنیہ کی دو قسمیں ہیں۔ اول، تثنیہ حقیقی جسمیں چار شرطیں ضروری ہیں، اول اُس کا مفرد بھی ہو۔ دوم، مفرد اور تثنیہ کا مادہ ایک ہو۔ سوم، دو پر دلالت کرے۔ چہارم، اُس کے آخر میں الف نون یا یاء نون ہو چونکہ کِلَا میں صرف ایک شرط پائی جا رہی ہے کہ دو پر دلالت کرتا ہے اور اِثْنَان اور اِثْنَتَان میں صرف تیسری اور چوتھی دو شرطیں پائی جا رہی ہیں اس لئے یہ ملحق بالتثنیہ ہیں اور رجلان میں چاروں شرطیں موجود ہیں اس لئے وہ تثنیہ حقیقی ہے اور اِثْنَانِ واِثْنَتَانِ اگرچہ مثنیٰ پر معطوف ہیں جو باء کی وجہ سے مجرور ہے لیکن یہ دونوں حکایۃً مرفوع ہیں یا یہ مثنیٰ پر معطوف نہیں بلکہ کِلَا پر معطوف ہیں جو مبتدا محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے وَيُخْتَصُّ بِالْمُثَنّٰی وَمُلْحَقَاتِہٖ وَھُوَ کِلَا۔

وَيُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ نَحْوُ مُسْلِمُوْنَ وَاُولُوْ وَعِشْرُوْنَ مَعَ اَخَوَاتِهَا تَقُوْلُ جَاءَ نِيْ مُسْلِمُوْنَ وَعِشْرُوْنَ وَاُولُوْمَالٍ وَرَأَيْتُ مُسْلِمِيْنَ وَعِشْرِيْنَ وَاُولِيْ مَالٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِيْنَ وَعِشْرِيْنَ وَاُولِيْ مَالٍ **واعلم** اَنَّ نُوْنَ التَّثْنِيَّةِ مَكْسُوْرَةٌ اَبَدًا وَنُوْنَ جَمْعِ السَّلَامَةِ مَفْتُوْحَةٌ اَبَدًا وَكِلَاهُمَا تَسْقُطَانِ عِنْدَ الْاِضَافَةِ تَقُوْلُ جَاءَ نِيْ غُلَامَا زَيْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْرَ

قولہ وَيُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ :- اور اعراب کی یہ قسم جمع مذکر سالم اور ملحق بالجمع کے ساتھ مختص ہے۔ فائدہ :- اُولُوْ میں ہمزہ کے بعد واؤ لکھا جاتا ہے اُولِیْ پر حمل کرتے ہوئے اور اُولِیْ میں واؤ اس لئے لکھا جاتا ہے کہ الی حرف جر کے ساتھ التباس نہ ہو۔ قولہ اعلم اَنَّ :- جاننا چاہیے کہ نونِ تثنیہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے۔(۱) اس لئے کہ تثنیہ بلحاظ جمع ومفرد درمیانہ حال ہے اور کسرہ بھی بلحاظ رفع ونصب درمیانی حرکت ہے لہذا اوسط کے لئے اوسط کو اختیار کیا گیا۔(۲) نونِ تثنیہ مفرد کی تنوین کے بدلے میں ہے اور تنوین ساکن ہے اور ساکن کو حرکت کسرہ دی جاتی ہے لہٰذا نون کو کسرہ دیا گیا۔(۳) اگر اس نون کو فتح دیں تو توالی اربعہ فتحات لازم آئیگا اس لئے کہ الف بمنزلہ دو فتح کے ہے اور یہ مکروہ ہے اور ضمہ دینے کی صورت میں ایک حرفی کلمہ مضموم ہوگا جو کلام عرب میں متروک ہے لہٰذا نون کو کسرہ دیا گیا۔ فائدہ :- مصنف کا قول ابداً بنا برظرفیت منصوب ہے ای فی الاحوال الثلاثۃ۔ فائدہ :- نونِ تثنیہ وجمع کے متعلق چار مذہب ہیں۔ مذہب اول، یہ نون صرف مفرد کی تنوین کے عوض ہوتا ہے اسی لئے بوقتِ اضافت تنوین کی طرح یہ بھی ساقط ہو جاتا ہے اور دخول لام سے بھی تنوین ساقط ہو جاتی ہے اس لئے کہ وہ ساکن اور لیّن ہے مگر نون ساقط نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ متحرک ہونے کی وجہ سے قوی ہوتا ہے جسمیں لام اثر نہیں کرتا۔ مذہب ثانی، یہ نون صرف مفرد کی حرکت کے عوض میں ہے اس لئے دخول لام کے وقت باقی رہتا ہے لیکن اضافت کے وقت برائے اختصار حذف ہو جاتا ہے نہ بوجہ اضافت کے۔ مذہب ثالث، یہ نون حرکت اور تنوین دونوں کے عوض میں ہے اس لئے لام کے ساتھ باقی رہتا ہے اور اضافت کے وقت گر جاتا ہے۔ مذہب چہارم، یہ نون کسی کے عوض میں نہیں بلکہ اس لئے لایا گیا ہے کہ بعض موارد میں تثنیہ کا واحد کے ساتھ التباس لازم آتا تھا تو رفعِ التباس کے لئے نون لایا گیا پھر طردًا للباب تمام موارد میں لایا گیا۔ قولہ وکلاھما تسقطان :- اور یہ دونوں نون بوقت اضافت ساقط ہو جاتے ہیں، جن کے نزدیک یہ تنوین کے عوض ہیں بوقت اضافت اس لئے ساقط ہو جاتے ہیں کہ تنوین بھی ساقط ہو جاتی ہے اور جن کے نزدیک حرکت کے عوض ہیں یا دونوں کے عوض ہیں یا رفعِ التباس کے لئے آتے ہیں تو ان کے نزدیک برائے اختصار کلام حذف کر دیئے جاتے ہیں۔

﴿قطعہ﴾

الف لام جے داخل آوے یا اضافت آوے	تنویناں دانوں وجوباً حذف کیتا جاوے
اسے طرح دے نون جمع نالے تثنیہ والا	حذف وجوباً وقت اضافت مسئلہ بے زوالا

اَلسَّابِعُ اَن يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِتَقْدِيْرِ الْفَتْحَةِ وَالْجَرُّ بِتَقْدِيْرِ الْكَسْرَةِ وَيُخْتَصُّ بِالْمَقْصُوْرِ وَهُوَ مَافِيْ اٰخِرِهٖ اَلِفٌ مَقْصُوْرَةٌ كَعَصًا، وَبِالْمُضَافِ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ غَيْرَ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ كَغُلَامِيْ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ عَصًا وَغُلَامِيْ وَرَأَيْتُ عَصًا وَغُلَامِيْ وَمَرَرْتُ بِعَصًا وَغُلَامِيْ. اَلثَّامِنُ اَن يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالْجَرُّ بِتَقْدِيْرِ الْكَسْرَةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظًا وَيُخْتَصُّ بِالْمَنْقُوْصِ وَهُوَ مَافِيْ اٰخِرِهٖ يَاءٌ مَاقَبْلَهَا مَكْسُوْرٌ كَالْقَاضِيْ تَقُوْلُ جَاءَنِي الْقَاضِيْ وَرَأَيْتُ الْقَاضِيَ وَمَرَرْتُ بِالْقَاضِيْ

قولہ ويُختصّ بالمَقْصُوْر :- اور اعراب کی یہ قسم اسمِ مقصور کے ساتھ مختص ہے اور اسمِ مقصور وہ ہے جسکے آخر میں الف مقصورہ، غیر زائدہ ہو خواہ محذوف ہو جیسے عصًا کہ اس میں الف مقصورہ محذوف ہے اور الف جو نظر آرہا ہے یہ رسم الخط کا الف ہے اس لئے پڑھا نہیں جاتا یا لفظ میں موجود ہو جیسے اَلْعصا۔ قولہ وَبِالْمُضَافِ :- یہ بالمقصور پر معطوف ہے یعنی اعراب کی یہ قسم اس اسم کے ساتھ مختص ہے جو یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہو، ایسے اسم کا اعراب تقدیری اس لئے ہوتا ہے کہ اس کے آخر پر بمناسبت یاءِ متکلم کسرہ ہوتا ہے جسکے ہوتے ہوئے دوسری حرکت نہیں آسکتی نہ موافق نہ مخالف۔ سوال :- ایسے اسم کے آخر میں جب حالت جر میں کسرہ موجود ہے تو اُسکو اعراب کیوں نہیں مان لیا جاتا؟ جواب :- یہ کسرہ دخول عامل سے پہلے یاءِ متکلم کی وجہ سے ہے لہٰذا اسکو عامل کا اثر نہیں کہا جا سکتا اور اعراب عامل کا اثر ہوتا ہے۔ قولہ غَیْرَ جَمْعِ الْمذکّر السّالِم :- یہ اَلْمُضاف سے حال ہے یعنی وہ اسم جو یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہو اس حال میں کہ وہ اسم جمع مذکر سالم کا غیر ہو تو مذکورہ بالا اعراب ہوگا۔ فائدہ :- مصنف کے اس قول پر اعتراض ہوتا ہے کہ تثنیہ جب یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے غُلَامَایَ، تو اس کا اعراب تقدیری ہونا چاہیے کیونکہ غُلَامَانِ یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہے اور یہ جمع مذکر سالم بھی نہیں ہے حالانکہ اس تثنیہ کا اعراب لفظی ہے لہٰذا اگر مصنف یہ کہتا وَيُخْتَصُّ بِالْاِسْمِ الْمُعْرَبِ بِالْحَرْكَةِ الْمضاف الٰی یاء الْمتكلِّم یعنی اعراب کی یہ قسم مختص ہے اسم معرب بالحرکت کے ساتھ جو یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہو۔ تو تثنیہ کے ساتھ اعتراض نہ پڑتا کیونکہ تثنیہ کا اعراب بالحرکت نہیں۔ قولہ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظاً :- یعنی اعراب کی آٹھویں قسم یہ ہے کہ حالت رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ ہو اور حالتِ جر تقدیری کسرہ کے ساتھ اور حالتِ نصب فتحہ لفظی کے ساتھ، لَفظًا یا تو بمعنی ملفوظ ہوکر اَلْفتحۃِ سے حال ہے یا بنا بر ظرفیت منصوب ہے اَیْ فِی اللَّفْظِ۔ قولہ وَهُوَ مَافِيْ اٰخرِہٖ :- اور اسم منقوص وہ ہے جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو خواہ وہ یاء اصلی ہو جیسے اَلْقَاضِیْ یا کسی حرف سے بدلی ہوئی ہو جیسے الدّاعِیْ کہ اس کی یاء واؤ سے تبدیل شدہ ہے۔ خواہ موجود ہو یا التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کردی گئی ہو جیسے قَاضٍ۔

اَلتَّاسِعُ اَن یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِیْرِ الْوَاوِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْیَاءِ لَفْظًا وَیُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَکَّرِ السَّالِمِ مُضَافًا اِلٰی یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ تَقُوْلُ جَاءَنِیْ مُسْلِمِیَّ تَقْدِیْرُہٗ مُسْلِمُوْیَ اِجْتَمَعَتِ الْوَاوُ وَالْیَاءُ وَالْاُوْلٰی مِنْھُمَا سَاکِنَۃٌ فَقُلِبَتِ الْوَاوُ یَاءً وَاُدْغِمَتِ الْیَاءُ فِی الْیَاءِ وَاُبْدِلَتِ الضَّمَّۃُ بِالْکَسْرَۃِ لِمُنَاسَبَۃِ الْیَاءِ فَصَارَ مُسْلِمِیَّ وَرَاَیْتُ مُسْلِمِیَّ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ **فصل** اَلْاِسْمُ الْمُعْرَبُ عَلٰی نَوْعَیْنِ مُنْصَرِفٌ وَھُوَ مَا لَیْسَ فِیْہِ سَبَبَانِ اَوْ وَاحِدٌ یَقُوْمُ مَقَامَھُمَا مِنَ الْاَسْبَابِ التِّسْعَۃِ کَزَیْدٍ وَیُسَمَّی الْاِسْمَ الْمُتَمَکِّنَ وَحُکْمُہٗ اَن یَّدْخُلَہُ الْحَرَکَاتُ الثَّلَاثُ مَعَ التَّنْوِیْنِ تَقُوْلُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَرَاَیْتُ زَیْدًا وَمَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَغَیْرُ مُنْصَرِفٍ وَھُوَ مَافِیْہِ سَبَبَانِ اَوْ وَاحِدٌ مِنْھُمَا یَقُوْمُ مَقَامَھُمَا وَالْاَسْبَابُ التِّسْعَۃُ

قولہ وَیُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَکَّرِ :- اعراب کی یہ قسم اُس جمع مذکر کے ساتھ خاص ہے جو یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے مُسْلِمِیَّ جو اصل میں مُسْلِمُوْیَ تھا یاءِ متکلم کی طرف اضافت کی وجہ سے مُسْلِمُوْنَ کا نون گر گیا تو مُسْلِمُوْیَ ہوا پھر واؤ اور یاء ایک جگہ جمع ہوئے پہلا ان کا ساکن تھا لہٰذا واؤ کو یاء کر کے یاء میں ادغام کیا اور یاء کی رعایت میں میم کو کسرہ دیا تو مُسْلِمِیَّ ہوا۔ فائدہ :- جمع مذکر سالم کا اعراب حالت رفع میں واؤ کے ساتھ ہے اور وہ واؤ جب یاء سے بدل گیا تو اعراب حالتِ رفع میں بتقدیر واؤ ہو گیا اور جمع مذکر سالم میں حالتِ نصب و جر میں اعراب یاء کے ساتھ ہے اور وہ باقی ہے اس لئے ان دو حالتوں میں اعراب لفظی ہے۔ قولہ مُنْصَرِفٌ :- اس کے اعراب میں تین احتمال ہیں ایک، یہ کہ یہ مجرور ہو بنا بر بدل از نَوْعَیْنِ۔ چونکہ اس صورت میں کچھ محذوف ماننے کی ضرورت نہیں پڑتی اس لئے یہی اولیٰ ہے۔ دوم، یہ کہ مرفوع ہو مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے۔ سوم، یہ کہ اَعْنِیْ مقدر کے مفعول کی بنا پر منصوب ہو۔ فائدہ :- منصرف، اِنْصِرَاف سے صیغہ اسمِ فاعل ہے بمعنی بدلنے والا چونکہ اس اسم کا آخر اختلافِ عوامل سے مختلف ہوتا رہتا ہے اس لئے اس کو منصرف کہتے ہیں اور اسمِ منصرف کی کثرت کے سبب مصنف نے اس کا بیان پہلے کیا لِاَنَّ الْعِزَّۃَ لِلتَّکَاثُرِ یا اس لئے کہ اصل اسم میں انصراف ہے۔ قولہ وَھُوَمَا :- منصرف وہ اسمِ معرب ہے کہ منع صرف کے دو سبب یا ایک جو دو کے قائم مقام ہے اُس میں نہ پایا جاتا ہو اور منصرف کا حکم یعنی اثر جو اس پر مرتب ہوتا ہے یہ ہے کہ اُس میں تینوں حرکات مع تنوین آتی ہیں۔ قولہ وَغَیْرُ الْمُنْصَرِفِ :- اور غیر منصرف وہ اسمِ معرب ہے جس میں منع صرف کے نو اسباب سے دو سبب پائے جائیں یا ایسا ایک سبب پایا جائے جو دو کے قائم مقام ہو۔ اور اسبابِ تسعہ ان اشعار میں مذکور ہیں۔

هِيَ الْعَدْلُ وَالْوَصْفُ وَالتَّانِيْثُ وَالْمَعْرِفَةُ وَالْعُجْمَةُ وَالْجَمْعُ وَالتَّرْكِيْبُ وَالْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ وَوَزْنُ الْفِعْلِ وَحُكْمُهُ اَنْ لَا يَدْخُلَهُ الْكَسْرَةُ وَالتَّنْوِيْنُ وَيَكُوْنُ فِيْ مَوْضِعِ الْجَرِّ مَفْتُوْحًا اَبَدًا تَقُوْلُ جَائَنِيْ اَحْمَدُ وَرَأَيْتُ اَحْمَدَ وَمَرَرْتُ بِاَحْمَدَ اَمَّا الْعَدْلُ فَهُوَ تَغَيُّرُ اللَّفْظِ مِنْ صِيْغَتِهِ الْاَصْلِيَّةِ اِلٰى صِيْغَةٍ اُخْرٰى تَحْقِيْقًا اَوْ تَقْدِيْرًا

مانع صرف آمد ندایں نہ سبب　　گوش دار ای صاحب عالی نسب

عدل وصف وعجمہ وتعریف ہم　　جمع اقصیٰ وزن فعل ای ذوالکرم

باز ترکیب والف نون زائدہ　　باز تانیث است گیر ایں قاعدہ

قولہ وھی :-لفظ ھی مبتدا ہے اور عدلٌ الخ کا مجموعہ اُس کی خبر ہے اور خبر کے ہر جزء پر اعراب اس لئے جاری کیا کہ مبتدا معنی کے لحاظ سے متعدد ہے۔ قولہ وحُکْمُہٗ :-اور غیر منصرف کا حکم یعنی اثر جو اُس پر مرتب ہوتا ہے یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین نہ داخل ہوں اور وہ موضع جر میں ہمیشہ مفتوح ہو۔ قولہ اَنْ لَّایَدْخُلَهُ :-اس عبارت میں اَنْ مُخَفَّفَہ من المثقلہ ہے جس کا اسم ضمیر شان ہے ای انّہ ،اور لَایَدْخُلُهُ الْكَسْرَةُ اس کی خبر ہے۔مصنف نے لَایَدْخُلُهُ الْجَرُّ نہیں کہا اس لئے کہ غیر منصرف پر جر آتا ہے اگر چہ فتح کی شکل میں۔ فائدہ:-غیر منصرف دو علتوں کی فرع ہے جس طرح کہ فعل ،فاعل اور مصدر کی فرع ہے کیونکہ رکنِ کلام بننے میں فعل اپنے فاعل کا محتاج ہوتا ہے اور مشتق ہونے میں اپنے مصدر کا، اس فرعیت میں فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے فعل کی طرح غیر منصرف پر بھی کسرہ اور تنوین نہیں آتی۔ فائدہ:-فعل کے ساتھ اسم کی مشابہت کی تین قسمیں ہیں۔ایک اعلیٰ، جو اسم کو مبنی بنا دیتی ہے جیسے اسماءِ افعال کی مشابہت۔ دوم اوسط، جو اسم کو غیر منصرف بنا دیتی ہے۔ سوم ادنیٰ جسکی وجہ سے اسم بھی فعل جیسا عمل کرنے لگتا ہے جس طرح کہ اسم فاعل مضارع کی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا ہے۔ سوال:-مصنف نے اسبابِ منعِ صرف میں عدل کو مقدم کیوں کیا ہے؟ جواب:-اِس لئے کہ عدل بغیر کسی شرط کے غیر منصرف کا سبب مؤثر بنتا ہے۔ قولہ تَحْقِيْقًا اَوْ تَقْدِيْرًا :-یہ عدل کی دو قسموں کی طرف اشارہ ہے، قسم اول عدل تحقیقی، قسم دوم عدل تقدیری۔عدل تحقیقی یہ ہے کہ اسم کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ بھی اس کے اصل پر کوئی دلیل ہو اور عدل تقدیری یہ ہے کہ اس اسم کے اصل پر کوئی دلیل نہ ہو بلکہ اُس کی اصل مان لی گئی ہو۔ فائدہ :-تَحْقِيْقًا اَوْ تَقْدِيْرًا کی ترکیب میں تین احتمال ہیں۔اوّل، یہ کہ تَغَيُّرًا موصوف محذوف کی صفت ہوں۔اُس وقت یہ دونوں مصدر بمعنی اسمِ مفعول ہوں گے ای تَغَيُّرًا مُحَقَّقًا اَوْ تَغَيُّرًا مُقَدَّرًا ۔دوم یہ کہ مضاف محذوف کے مضاف الیہ ہوں ای تَغَيُّرَ تَحْقِيْقٍ اَوْ تَغَيُّرَ تَقْدِيْرٍ ،سوم یہ کہ فعلِ محذوف کے مفعول مطلق ہوں ای حُقِّقَ تَحْقِيْقًا اَوْ قُدِّرَ تَقْدِيْرًا۔

وَلَا يَجْتَمِعُ مَعَ وَزْنِ الْفِعْلِ اَصْلًا وَ يَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ كَعُمَرَ وَ زُفَرَ وَ مَعَ الْوَصْفِ كَثُلَاثَ وَ مَثْلَثَ وَ اُخَرَ وَ جُمَعَ

قولہ ولا یجتمع :- عدل تحقیقی ہو یا تقدیری وزن فعل کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوتا اس لئے کہ عدل کے وزن صرف چھ ہیں جن کو شاعر نے اس طرح نظم کیا۔

اوزان عدل شش بوداے صاحب کمال — فُعَلُ ، فعلُ ، فُعَالِ وفُعَلُ مفعلُ وفعالُ

از ہر یکے مثال بگویم ترا ای عزیز — اُمس ، سحرُ ، ثُلاثُ و عُمرُ مثلثُ و نزالُ

اور مذکورہ بالا اوزان سے کوئی بھی فعل کے اوزان سے نہیں ہے اس لئے عدل ، وزن فعل کے ساتھ نہیں پایا جاتا اور مصنف کا قول اصلًا بنا بر تمیز یا بنا بر مصدریت منصوب ہے یا مفعول فیہ کی بنا پر منصوب ہے بمعنی ابدًا۔ قولہ ویجتمع مع العلمیۃ :- اور عدل علمیت کے ساتھ جمع ہوتا ہے جیسے عُمرُ اور زُفرُ میں ایک سبب علمیت ہے اور دوسرا عدل اور وصف کے ساتھ بھی جمع ہوتا ہے جیسے ثُلثُ وغیرہ۔ فائدہ :- ثُلثُ ، کے اصل پر دلیل یہ ہے کہ اس کے معنی میں تکرار ہے اور معنی کی تکرار لفظ کی تکرار پر دلالت کرتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ اصل میں مکرر ہے یعنی ثلاثۃ ثلاثۃ اور اسی طرح مثلث کے معنی کی تکرار اس کی اصل یعنی ثلاثۃ ثلاثۃ پر دلالت کرتی ہے۔ قولہ اُخرُ :- یہ صیغہ جمع مؤنث اسم تفضیل ہے اور مفضل علیہ کی تعیین کے لئے اسم تفضیل کا استعمال تین طرح ہوتا ہے ، اضافت سے ، لام کے ساتھ ، مِن کے ساتھ۔ جس سے معلوم ہوا کہ اُخرُ کا اصل صیغہ الاٰخر یا اٰخر من ہے اس لئے کہ جب اسم تفضیل کے بعد مِن جارہ ہو تو صیغہ مفرد لانا واجب ہوتا ہے۔ فائدہ :- صورت اضافت سے معدول ہونے کی طرف کوئی نہیں گیا اس لئے کہ مضاف الیہ اس جگہ حذف کیا جاتا ہے جہاں اس کا اظہار ممکن ہو اور یہاں مضاف الیہ کا اظہار ممتنع ہے (درایہ)۔ سوال :- اُخرُ کا اصلی صیغہ الاٰخر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ مِنْ اَيَّامٍ اُخَر ، میں یہ نکرہ کی صفت واقع ہے اگر الاُخر سے معدول ہوتا تو نکرہ کی صفت واقع نہ ہوتا کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ معدول عنہ اگر معرفہ ہو تو معدول بھی معرفہ ہوتا ہے۔ جواب :- اُخرُ ، لفظًا اور معنًی دونوں طرح سے معدول ہے یعنی پہلے اس کا معنی معرفہ تھا مگر اب نکرہ ہو گیا ہے اس لئے یہ نکرہ کی صفت واقع ہو سکتا ہے۔ قولہ جُمعُ :- یہ عدل تحقیقی کی چوتھی مثال ہے جس کے اصل پر دلیل یہ ہے کہ یہ جمعاءُ بروزن فعلاءُ کی جمع ہے اور فعلاءُ کا وزن اگر اسم صفت ہو تو اسکی جمع فُعلٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے حمراءُ کی جمع حُمرٌ ہے اور اگر اسم ذات ہو تو اس کی جمع تکسیر فعالی اور سالم فعلاواتٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے صحریٰ کی جمع صحاری اور صحروات ہے لیکن جُمعُ ان تین اوزان میں سے کسی ایک وزن پر نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ جُمعُ کا اصل صیغہ جُمعٌ یا جماعی یا جمعاواتٌ ہے۔

اَمَّا الْوَصْفُ فَلَا يَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ اَصْلًا وَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ وَصْفًا فِيْ اَصْلِ الْوَضْعِ فَاَسْوَدُ وَاَرْقَمُ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَ اِنْ صَارَا اِسْمَيْنِ لِلْحَيَّةِ لِاِصَالَتِهِمَا فِي الْوَصْفِيَّةِ وَاَرْبَعٌ فِيْ مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ مُنْصَرِفٌ مَعَ اَنَّهٗ صِفَةٌ وَوَزْنُ الْفِعْلِ لِعَدَمِ الْاِصَالَةِ فِي الْوَصْفِيَّةِ

قولہ والوصف :-وصف، کے لغوی معنی ہیں تعریف کرنا اور عرفِ نحاۃ میں وصف کے دو معنی ہیں اوّل، وہ تابع جو اپنے متبوع کے معنی پر دلالت کرے جیسے رَجُلٌ عَالِمٌ میں عَالِمٌ وصف ہے۔ دوم، اسم کا ایسی ذاتِ مُبْهَمَۃ پر دلالت کرنا جس میں اس کی کسی صفت کا اعتبار کیا گیا ہو جیسے اسود ۔ یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔ قولہ فَلَا يَجْتَمِعُ :-وصف وضعی ہو یا عارضی علمیت کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوتا اس لئے کہ علمیت میں تعین ہوتا ہے اور وصف میں ابہام اور یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

قولہ وشرطہٗ :-شرط، لغت میں معنی علامت ہے اور اسی سے اَشْرَاطُ السَّاعَةِ ہے یعنی علاماتِ قیامت اور اصطلاح میں شرط اسے کہتے ہیں جس پر کوئی چیز موقوف ہو یعنی وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے میں شرط یہ ہے کہ وہ وصف اصلی ہو۔

فائدہ :-وصف اصلی کے معنی یہ ہیں کہ وضع کے وقت وصف ہو خواہ اس کے بعد وصف باقی ہو جیسے اَحْمَرُ، یا زائل ہو گیا ہو جیسے اسود کالے سانپ کا نام ہونے کے بعد اس میں وصف باقی نہیں رہا۔ قولہ فَاَسْوَدُ :-یعنی وصف کے سبب بننے میں یہ شرط ہے کہ وہ وصف اصلی ہو لہٰذا اسودُ اور ارقمُ میں سے ہر ایک غیر منصرف ہے اگر چہ استعمال میں یہ دونوں سانپ کے نام ہیں اس لئے کہ یہ باعتبارِ وضع وصف ہیں، اسود کی وضع مافیہ السَّوَادُ کے لئے ہے یعنی سیاہ کے لئے اور اَرْقَمُ کی وضع مَافِيْهِ السَّوَادُ والبیاض کے لئے ہے یعنی جسمیں سیاہی اور سفیدی ہو۔ سوال :-اسودُ کو وزن فعل اور وصفیت اصلیہ کی وجہ سے غیر منصرف ماننا درست نہیں اس لئے کہ وزنِ فعل کے لئے تاء کو قبول نہ کرنا شرط ہے جبکہ اَسْوَدُ تاء کو قبول کرتا ہے اور اس کی مؤنث اسودۃ آتی ہے؟ جواب :-اسودُ وصف وضعی کے اعتبار سے غیر منصرف ہے اور اُس اعتبار سے یہ تاء کو قبول نہیں کرتا کیونکہ اس اعتبار اس کی مؤنث سوداء ہے جو کہ بغیر تاء کے ہے۔ قولہ وَاَرْبَعٍ :-یہ شرطِ عدمی پر متفرع ہے یعنی جب وصف میں وصفیت اصلیہ شرط ہے تو اَرْبَعٌ جو، مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ، کی ترکیب میں ہے یہ منصرف ہے اس لئے کہ اس میں وصفیتِ اصلیہ نہیں ہے بلکہ اس کی وضع مراتب اعداد میں سے ایک مرتبہ معینہ کے لئے ہے تو اس میں وصف اصلی اور وضعی نہیں ہے بلکہ عارضی ہے۔ سوال :-قطع نظر وصفیت عارضیہ کے اربع کو غیر منصرف ماننا درست نہیں کیونکہ اس میں وزن فعل ایک سبب ہے جس کے لئے غیر قابل للتاء ہونا شرط ہے اور، اربع، تاء کے ساتھ آتا ہے کہا جاتا ہے اَرْبَعَةُ رِجَالٍ ؟ جواب :-غیر قابل للتاء سے مراد تائے تانیث ہے اور اربعۃ رجال میں تاء تانیث کی نہیں بلکہ یہ علامتِ تذکیر ہے۔

اَمَّا التَّانِیْثُ بِالتَّاءِ فَشَرْطُهٗ اَنْ یَکُوْنَ عَلَمًا کَطَلْحَةَ وَکَذٰلِکَ الْمَعْنَوِیُّ ثُمَّ الْمَعْنَوِیُّ اِنْ کَانَ ثُلَاثِیًّا سَاکِنَ الْاَوْسَطِ غَیْرَ اَعْجَمِیٍّ یَجُوْزُ صَرْفُهٗ وَتَرْکُهٗ لِاَجْلِ الْخِفَّةِ وَوُجُوْدِ السَّبَبَیْنِ کَهِنْدٍ وَاِلَّا یَجِبُ مَنْعُهٗ کَزَیْنَبَ، وَسَقَرَ، وَمَاهَ، وَجُوْرَ

قولہ التَّانیث بالتَّاء:- مصنف علیہ الرحمۃ نے غیر منصرف کے تیسرے سبب یعنی تانیث کوتاء کے ساتھ مقید کیا تا کہ تانیث بالالف، خارج ہوجائے۔ کیونکہ تانیث بالالف کے غیر منصرف میں مؤثر ہونے کے لئے علمیت شرط نہیں ہے۔ فائدہ:- تانیث بالتاء میں علمیت اس لئے شرط ہے کہ تاء اسم کو لازم نہیں لیکن علمیت کے ساتھ جب تاء متحقق ہوتو کلمہ کو لازم ہو جاتی ہے اس لئے کہ اعلام بقدر امکان تغیر سے محفوظ ہوتے ہیں اور تاء کے لازم ہونے کے بعد اس تانیث میں اتنی قوت آجاتی ہے کہ وہ منع صرف میں اثر کرنے کے قابل ہوجاتی ہے۔ سوال:- جبرائیل اور میکائیل میں تغیر ہوتا ہے یقالُ جبْرِیْل و میْکال لہذا یہ کہنا درست نہ ہوا کہ اعلام بقدر امکان تغیر سے محفوظ ہوتے ہیں؟ جواب:- اعلام سے مراد اعلام بشریہ ہیں۔ فائدہ:- تائے تانیث سے مراد وہ تاء زائدہ ہے جو اسم کے آخر میں آتی ہے اور بحالت وقف 'ھاء' بن جاتی ہے اور اس کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے۔ نظر برآں اُخـت، کی تاء، تائے تانیث نہیں کیونکہ یہ زائدہ نہیں ہے بلکہ لام کلمہ سے بدل ہے اور اسکا ماقبل بھی مفتوح نہیں اور یہ بوقت وقف (ھاء) بھی نہیں ہوتی۔ قولہ وکذالک المعنوی:- اور اسی طرح تانیث معنوی یعنی علمیت شرط ہونے میں تانیث معنوی بھی تانیث لفظی کی طرح ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ تانیث لفظی میں علمیت وجوب غیر منصرف کی شرط ہے اور معنوی میں جواز کی۔ قولہ ثُمَّ المعنوی:- یہ عبارت بحذف موصوف ہے ای المُؤنَّثُ المعنوی اور اِنْ کان ثلاثیا میں بھی موصوف محذوف ہے ای اسما ثلاثیا اور ساکن الاوسط ثلاثیا کی پہلی صفت اور غیر اعجمی دوسری صفت ہے یعنی مؤنث معنوی اگر سہ حرفی ہو اور اس کا درمیانی حرف ساکن ہو اور وہ عجمی نہ ہو بلکہ عربی ہوتو اس معنوی یا ثلاثی کا منصرف اور غیر منصرف پڑھنا دونوں امر جائز ہیں جیسے ھند، کہ یہ سہ حرفی ہے اور اس کا درمیانی حرف ساکن ہے اور یہ عجمی نہیں بلکہ عربی ہے لہذا اس کا منصرف اور غیر منصرف پڑھنا جائز ہے۔ قولہ لاجل الخفة، یہ یجوز صرفه کی دلیل ہے یعنی اس اسم کو منصرف پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ اس میں خفت ہے جب کہ غیر منصرف ثقل کی وجہ سے پڑھا جاتا ہے۔ قولہ ووجود السببین، یہ یجوز ترکه کی دلیل ہے۔ قولہ والّا، یہ الاصفتیہ ہے یعنی اگر وہ مؤنث معنوی سہ حرفی نہ ہو جیسے زینب، یا اس کا درمیانی حرف ساکن نہ ہو جیسے سقر، یا وہ عجمی لفظ ہو جیسے ماہ اور جوز، تو اس مؤنث معنوی کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہے۔ تنبیہ:- ثلاثی ثلاثة کی طرف منسوب ہے اور اس میں ثاء کا ضمہ اگرچہ غلط ہے کہ منسوب الیہ کے خلاف ہے کیونکہ اس میں ثاء کا فتحہ ہے لیکن چونکہ ضمہ مشہور ہے اس لئے ضمہ فتحہ سے زیادہ فصیح ہے۔

وَالتَّانِيْثُ بِالْاَلِفِ الْمَقْصُوْرَةِ كَحُبْلٰى وَالْمَمْدُوْدَةِ كَحَمْرَآءَ مُمْتَنِعٌ صَرْفُهَا اَلْبَتَّةَ لِاَنَّ الْاَلِفَ قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبَيْنِ التَّانِيْثُ وَلُزُوْمُهٗ اَمَّا الْمَعْرِفَةُ فَلَا يُعْتَبَرُ فِيْ مَنْعِ الصَّرْفِ مِنْهَا اِلَّا الْعَلَمِيَّةُ وَتَجْتَمِعُ مَعَ غَيْرِ الْوَصْفِ اَمَّا الْعُجْمَةُ فَشَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ عَلَمًا فِي الْعُجْمَةِ وَزَائِدَةً عَلٰى ثَلَاثَةِ اَحْرُفٍ كَاِبْرَاهِيْمَ اَوْ ثُلَاثِيًّا مُتَحَرِّكَ الْاَوْسَطِ كَشَتَرَ

قولہ وَالتَّانِيْثُ بِالْاَلِفِ :- اور تانیث بالالف یقیناً غیر منصرف ہے اس لئے کہ یہ تانیث دو سبب کے قائم مقام ہوتی ہے ایک تانیث اور ایک تانیث کا کلمہ کو لازم ہونا یعنی یہ تانیث کلمہ سے الگ نہیں ہوتی مثلاً حُبْلٰى کے مذکر کے لئے حُبْلٌ نہیں کہا جاتا لیکن تائے تانیث کلمہ سے الگ ہو جاتی ہے اور قَائِمَةٌ کے مذکر کے لئے قَائِمٌ کہہ سکتے ہیں پس گویا کہ حُبْلٰى میں الف مقصورہ ایک سبب ہے جو حقیقۃً سبب ہے اور دوسرا الف کا کلمہ کو وَضْعًا لازم ہونا جو بمنزلہ تانیثِ آخر کے ہے۔ فائدہ :- لفظ اَلْبَتَّة، یا تو بنا بر مصدریت منصوب ہے جیسا کہ درایہ میں ہے اور تقدیرِ عبارت بَتَّ بَتَّةً ہے اور بَتَّ از باب نصر بمعنی قطع ہے فعل حذف کرنے کے بعد الف ولام مصدر کا جز بنا دیا گیا تو اَلْبَتَّةَ ہوا، صاحبِ الہامیہ کہتے ہیں کہ یہ مُمْتَنِعٌ مقدر کا مفعول فیہ ہے ای مُمْتَنِعٌ صَرْفُهُمَا فِيْ كُلِّ زَمَانٍ۔ قولہ لِاَنَّ الْاَلِفَ :- بہتر یہ تھا کہ مصنف یہ کہتے لِاَنَّ التَّانِيْثَ بِالْاَلِفِ، اس لئے کہ وہ ایک سبب جو دو کے قائم مقام ہے وہ تانیث بالالف ہے نہ الفِ تانیث۔ قولہ اَمَّا الْمَعْرِفَةُ :- معرفہ لغت میں بمعنی جاننا اور اصطلاح میں معرفہ وہ ہے جو کسی معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو، اس جگہ معرفہ سے مراد تعریف ہے کیونکہ منع صرف کا سبب تعریف ہے۔ معرفہ کی پانچ اقسام ہیں جن کو شاعر نے اس طرح نظم کیا ہے۔

معارف ایں ہمہ پنج اند زیں نہ پیش و نہ کم
مضاف و مضمر و ذو اللام و مبہم است و علم

قولہ فَلَا يُعْتَبَرُ :- پس معرفہ کی اقسام میں سے منع صرف کا سبب بننے کے لئے صرف علمیت معتبر ہے کیونکہ مضمرات اور مبہمات مبنی ہیں اور مضاف اور ذُو اللَّام یہ دونوں غیر منصرف کو منصرف کر دیتے ہیں اور معرفہ بندا معرف باللام کے حکم میں ہے باقی ایک قسم معرفہ بعلم ہے جو منع صرف کا سبب بنتا ہے۔ قولہ وَتَجْتَمِعُ مَعَ غَيْرِ الْوَصْفِ :- اور معرفہ وصف کے علاوہ باقی اسباب منع صرف کے ساتھ جمع ہوتا ہے اور وصف کے ساتھ اس لئے جمع نہیں ہوتا کہ وصف اور علم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ قولہ وَالْعُجْمَةُ :- عجمہ کا لغوی معنی ہے لکنت ہونا/کند زبان ہونا اور اصطلاح میں لفظ کا غیر عربی زبان میں کسی معنی کے لئے موضوع ہونا، یہاں یہی اصطلاحی معنی مراد ہیں اور عجمہ کو غیر منصرف کا سبب ماننا دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔ اول یہ کہ وہ عجمہ زبانِ عجمی میں علم ہو اور دوسری شرط کی دو شقیں ہیں (۱) زائد علی الثلاث ہو جیسے ابراہیم۔ (۲) ثلاثی متحرک الاوسط ہو جیسے شتر، جو دیار بکر میں ایک قلعہ کا نام ہے۔

فَلِجَامٌ مُنْصَرِفٌ لِعَدَمِ الْعَلَمِيَّةِ وَنُوحٌ مُنْصَرِفٌ لِسُكُوْنِ الْاَوْسَطِ اَمَّا الْجَمْعُ فَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى صِيْغَةِ مُنْتَهَى الْجُمُوْعِ وَهُوَ اَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ اَلِفِ الْجَمْعِ حَرْفَانِ كَمَسَاجِدَ اَوْ حَرْفٌ مُشَدَّدٌ مِثْلُ دَوَابَّ اَوْ ثَلَاثَةُ اَحْرُفٍ اَوْسَطُهَا سَاكِنٌ

قولہ فلجامٌ مُنصرفٌ :۔ یہ پہلی شرط پر متفرع ہے یعنی جب لجام، کسی کا نام رکھ دیا جائے تو منصرف رہیگا اس لئے کہ یہ لغت عجم میں علم نہیں کہ اسم جنس کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ قولہ ونُوحٌ مُنصرفٌ :۔ یہ دوسری شرط پر تفریع ہے یعنی نوح، جو پیغمبر کا نام ہے منصرف ہے اس لئے کہ یہ نہ تو زائد علی الثلاث ہے اور نہ متحرک الاوسط۔ فائدہ۔ انبیاء کرام علیھم السلام کے اسماء گرامی غیر منصرف ہیں سوا چھ اسماء کے جنہیں شاعر نے اس طرح نظم کیا ہے۔

گر ہمی خواہی کہ دانی اسم ہر پیغمبرے ۔۔۔ تا کدام است ای برادر نزد نحوی منصرف

صالح وھود ومحمد با شعیب ونوح ولوط ۔۔۔ منصرف داں ایں ہمہ دیگر ہمہ لا ینصرف

ایک دوسرے شاعر نے انکو اس طرح جمع کیا ہے۔

اَلاَنْبِيَاءُ اَسْمَآئُهُمْ لَايَنْصَرِفْ ۔۔۔ وَسِتَّةٌ مُسْتَثْنَيَاتٌ فَاعْتَرِفْ

مُحَمَّدٌ نُوْحٌ شُعَيْبٌ صَالِحٌ ۔۔۔ هُوْدٌ وَّلُوْطٌ صُرِفْ هٰذَا وَاضِحٌ

قولہ الجمعُ :۔ جمع، کے دو معنی ہیں ایک معنی اسمی یعنی وہ اسم جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے جمع کے یہ معنی اس وقت مراد ہوتے ہیں جب مفرد یا مثنیٰ کے مقابل ہو، دوسرا معنی وصفی یعنی کسی اسم کا دو یا دو سے زیادہ پر دال ہونا، یہاں یہی دوسرا معنی مراد ہے اس لئے کہ اسباب منع صرف از قبیل اوصاف ہیں۔ غیر منصرف کا سبب مؤثر بننے میں جمع کی شرط یہ ہے کہ وہ منتہی الجموع کا صیغہ ہو۔ مُنتھی یا تو مصدر میمی ہے جو فاعل کی طرف مضاف ہے یعنی وہ صیغہ جس پر جموع مکسر منتہی ہوتی ہیں یا اسم ظرف کا صیغہ ہے یعنی وہ صیغہ جو جموع مکسر کا منتہی ہے۔ فائدہ:۔ جمع کے لئے صیغہ منتہی الجموع اس لئے شرط ہے کہ وزن منتہی الجموع کے بعد پھر جمع تکسیر نہیں آتی اس طرح یہ صیغہ جمع تغیر سے محفوظ رہے گا اور اس میں اتنی قوت آ جائیگی کہ دو سبب کے قائم مقام ہو جائیگا۔ فائدہ:۔ مصنف نے جمع کو غیر منصرف کا سبب مؤثر ماننے کیلئے صیغہ (وزن) منتہی الجموع کی شرط لگائی ہے اس لئے کہ مساجد اور مصابیح، منتہی الجموع کے وزن پر ہیں اگرچہ یہ منتہی الجموع نہیں کیونکہ ان کی جمع صرف ایک بار آتی ہے بار بار نہیں آتی۔ قولہ وھو ان یکون :۔ یعنی صیغہ منتہی الجموع سے مراد وہ جمع ہے جس کا پہلا اور دوسرا حرف مفتوح ہو اور تیسری جگہ الف ہو اور الف کے بعد یا تو دو حرف متحرک ہوں جن میں سے پہلا مکسور ہو جیسے مساجد، جو مسجد کی جمع ہے یا الف کے بعد حرف مشدد ہو جیسے دوابّ، جمع دابّۃ یا تین حرف ہوں جن کا درمیانہ حرف ساکن ہو جیسے مصابیح، جو مصباح کی جمع ہے۔

غَیْرَ قَابِلٍ لِلْھَاءِ کَمَصَابِیْحَ فَصَیَاقِلَۃٌ وَفَرَازِنَۃٌ مُنْصَرِفٌ لِقُبُوْلِھِمَا الْھَاءَ وَھُوَ اَیْضًا قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبَیْنِ الْجَمْعِیَّۃُ وَلُزُوْمُھَا وَ امْتِنَاعُ اَنْ یُّجْمَعَ مَرَّۃً اُخْرٰی جَمْعَ التَّکْسِیْرِ فَکَاَنَّہٗ جُمِعَ مَرَّتَیْنِ **اَمَّا التَّرْکِیْبُ** فَشَرْطُہٗ اَنْ یَّکُوْنَ عَلَمًا بِلَا اِضَافَۃٍ وَلَا اِسْنَادٍ

فائدہ:- صیغہ منتہی الجموع کی تعریف میں نحاۃ کا اختلاف ہے۔ زمخشری کے نزدیک صیغہ منتہی الجموع وہ ہے جسکی نظیر آحاد میں نہ ہو، بعض کے نزدیک منتہی الجموع وہ جمع ہے جسکی جمعیتِ مکسرہ کی انتہا ہوگئی ہو اور بعض کے نزدیک صیغہ منتہی الجموع سے مراد وہ جمع ہے جو فواعلُ، فواعِیلُ یامفاعِلُ اور مفاعِیلُ کے وزن پر ہو۔ قولہ غَیْرَ قَابِلٍ لِلتَّاءِ:- لفظ غَیْرَ یا تو پہلے یکُوْنَ کی خبر ثانی یا اسکی ضمیر سے حال ہے یا مبتدا محذوف کی خبر ہے اور یہ جملہ حالیہ ہے چونکہ جمع منتہی الجموع تاء کے ساتھ ہوتی ہے جیسے صیاقلۃٌ اور فرازنۃٌ اور بغیر تاء کے بھی اس لئے کہا کہ غیر قابل للتاء یعنی معتبر وہ وزن منتہی الجموع ہے جو بغیر تاء کے ہو اور تاء سے مراد تائے تانیث ہے جو حالت وقف میں ھاء ہو جاتی ہے۔ قولہ وَھُوَ اَیْضًا :- کلمہ اَیْضًا، فعلِ محذوف کا مفعول مطلق ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے اٰضَ اَیْضًا اَیْ رَجَعَ رُجُوْعًا یعنی تانیث بالالف جس طرح کہ دو سبب کے قائم مقام ہوتی ہے یہ جمع بھی دو سبب کے قائم مقام ہے ایک جمع، دوسرا لزوم جمع یعنی اس بات کا محال ہونا کہ اس صیغہ کی دوبارہ جمع تکسیر لائی جاسکے گویا کہ یہ دوبار جمع لائی گئی ہے اور مصنف کا قول وَامْتِنَاعُ......الخ، اُس کے قول لُزُوْمُھَا کے لئے عطف تفسیری ہے۔ قولہ وَالتَّرْکِیْبُ۔ یہاں ترکیب سے مراد یہ ہے کہ دو یا زیادہ کلمات ملکر ایک ہو جائیں اور کوئی جز حرف نہ ہو۔ ترکیب کی کل چھ قسمیں ہیں جن کو شاعر نے اس طرح نظم کیا ہے۔

بود ترکیب نز دنحویاں شش بیادش گیر گر خائف زفوتی

اضافی داں و تعدادی و مزجی چوں اسنادی و توصیفی و صوتی

ترکیب کی مصنف نے تین شرطیں بیان کی ہیں پہلی شرط وجودی ہے یعنی علمیت کا ہونا تاکہ علمیت کی وجہ سے ترکیب زوال سے محفوظ رہے اور دوسری و تیسری عدمی شرطیں ہیں یعنی وہ ترکیب اضافی نہ ہو اس لئے کہ اضافت غیر منصرف کو منصرف یا حکم منصرف میں کر دیتی ہے لہٰذا یہ مناسب نہیں کہ اضافت کو عدمِ انصراف کا سبب بنایا جائے اور ترکیب اسنادی بھی نہ ہو اس لئے کہ اسناد پر مشتمل اعلام از قبیل مبنیات ہیں۔

كَبَعْلَبَكَّ فَعَبْدُ اللّٰهِ مُنْصَرِفٌ وَمَعْدِ يْكَرِبُ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَشَابَ قَرْنَاهَا مَبْنِيٌّ أَمَّا الْأَلِفُ وَالنُّونُ الزَّائِدَتَانِ إِنْ كَانَتَا فِي اسْمٍ فَشَرْطُهُ أَنْ يَكُونَ عَلَمًا كَعِمْرَانَ وَعُثْمَانَ فَسَعْدَانٌ اسْمُ نَبْتٍ مُنْصَرِفٌ لِعَدَمِ الْعَلَمِيَّةِ

قولہ كبعلبک :- یہ ملک شام کے ایک شہر کا نام ہے اور بعل وبک سے مرکب ہے۔ بعل اس شہر کے ایک بت کا نام ہے جسے حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم پوجتی تھی اور بعلؔ بمعنی شوہر بھی ہے جیسے هذا بعلی شیخا میں، اور بک، اس شہر کے بادشاہ کا نام ہے جو اس بت کو پوجتا تھا اس شہر کا نام معبود باطل اور عابد لا یعقل کے ناموں سے ملکر بنا، یہ علمیت اور ترکیب کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ قولہ فعبد الله :- پس عبد اللہ منصرف ہے اس لئے کہ یہ مرکب اضافی ہے اور معد یکرب، غیر منصرف ہے کہ علم اور مرکب ہے اور یہ ترکیب، اضافی و اسنادی نہیں اور شاب قرناها، اس عورت کا نام ہے جس کے دونوں گیسو سفید ہو گئے تھے یہ مبنی ہے کہ مرکب اسنادی ہے۔ قولہ امّا الالف والنّون :- اس میں واؤ بمعنی مع ہے یعنی الف مع نون کے اگر اسم میں ہو تو شرط یہ ہے کہ وہ اسم علم ہو جیسے عمران وعثمان، یہ دونوں الف ونون اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہیں، مصنف علیہ الرحمۃ نے دو مثالیں ذکر کر کے الف ونون کے اوزان مختلفہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس الف ونون کو زائدتان اس لئے کہتے ہیں کہ یہ حروف زوائد میں سے ہیں جو الیوم تنساها کا مجموعہ ہے اور مضارعتین اس لئے کہتے ہیں کہ الف تانیث کے مشابہ ہیں۔ فائدہ:- نحاۃ بصرہ کے نزدیک الف ونون، الف تانیث کی مشابہت کی وجہ سے غیر منصرف کا سبب ہے اور یہ مشابہت چند امور میں ہے۔ (۱) یہ دونوں الف تانیث کی طرح ایک ساتھ زائد کئے جاتے ہیں۔ (۲) یہ الف تانیث کی طرح حروف اصلیہ کے بعد آتے ہیں۔ (۳) الف تانیث کی طرح انکے آخر میں تائے تانیث نہیں آتی۔ نحات کوفہ کے نزدیک یہ زائدہ ہیں اور مزید علیہ کی فرع ہونے کی وجہ سے غیر منصرف کا سبب ہیں۔ قولہ فشرطه :- ضمیر مجرور کے مرجع میں دو احتمال ہیں۔ (۱) یہ لفظ اسم کی طرف لوٹتی ہے یعنی اسم کی شرط علمیت ہے۔ (۲) یہ الف ونون کی طرف لوٹتی ہے اس لئے کہ وہ دونوں ملکر سبب واحد بنتے ہیں۔ فائدہ:- الف ونون تانیث کے الف مقصورہ والف ممدودہ کے ساتھ عدم دخول تاء میں مشابہت کی وجہ سے غیر منصرف کا سبب بنتے ہیں اور ان میں علمیت شرط ہے تا کہ الف تانیث کے ساتھ ان کی مشابہت پختہ ہو جائے پس عمران اور عثمان غیر منصرف ہیں کیونکہ ان میں الف ونون زائدتان اور علمیت ہے، عمران ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے فرشتے ان سے مصافحہ کرتے تھے یہ کراما کاتبین کو دیکھتے اور ان سے گفتگو کرتے تھے۔ قولہ فسعدانٌ :- پس سعدانٌ (جو جنگل کی گھاس اور اونٹ کی مرغوب غذا ہے) منصرف ہے اس لئے کہ یہ علم نہیں بلکہ اسم جنس ہے۔

وَاِنْ كَانَتَا فِيْ صِفَةٍ فَشَرْطُهٗ اَنْ لَّا يَكُوْنَ مُؤَنَّثُهٗ عَلٰى فَعْلَانَةَ كَسَكْرَانَ فَنَدْمَانُ مُنْصَرِفٌ لِوُجُوْدِ نَدْمَانَةٍ اَمَّا وَزْنُ الْفِعْلِ فَشَرْطُهٗ اَنْ يَخْتَصَّ بِالْفِعْلِ وَلَا يُوْجَدَ فِي الْاِسْمِ اِلَّا مَنْقُوْلًا عَنِ الْفِعْلِ كَشَمَّرَ، وَضُرِبَ

فائدہ:- سعدانُ مبتدا ہے اور اسمُ نبتٍ، مضاف ومضاف الیہ سَعْدَانُ سے بدل ہے اور مُنْصَرِفٌ مبتدا کی خبر ہے، یا اسمُ نبتٍ، خبر اول اور مُنصرفٌ، خبر ثانی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اِسْمُ نَبْتٍ، مبتدا محذوف کی خبر واقع ہو کر مبتدا اور خبر کے درمیان جملہ معترضہ ہو، یا اسمَ نبتٍ، منصوب ہو بنا بر حال از ضمیر مُنْصَرِفٌ یا مبتدا (سَعْدَانٌ) سے حال ہو اور ابن مالک کے نزدیک مبتدا سے حال بنانا درست ہے۔ قولہ وَاِنْ كَانَتَا......الخ:- یعنی اگر الف ونون اسم صفت میں ہوں تو اس اسم صفت کی شرط یا الف ونون کی شرط یہ ہے کہ اُس اسم صفت کی مؤنث فَعْلَانَةٌ کے وزن پر نہ ہو جیسے سَكْرَانٌ اس کی مؤنث سكرانۃ نہیں آتی لہٰذا یہ وصف اور الف ونون کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور نَدْمَانٌ، منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث ندمانۃ آتی ہے۔ فائدہ:- جس ندمان کی مؤنث نَدْمَانَةٌ آتی ہے وہ نَدْمَانٌ بمعنی نَدِيْمٌ ہے اور جو نَدْمَانٌ بمعنی نَادِمٌ ہے اسکی مؤنث ندمانۃ نہیں آتی بلکہ ندمی آتی ہے لہٰذا ندمانٌ بمعنی نادم غیر منصرف ہے۔ سوال:- جس اسم کے نون میں اصلی اور زائد ہونے کا احتمال ہو جیسے حسانٌ، رُمانٌ ایسے اسم کو منصرف پڑھا جائے یا غیر منصرف؟ جواب:- ایسے اسم کو منصرف پڑھا جائے کیونکہ اسم میں اصل انصراف ہے۔ قولہ وامّا وزنُ الفِعْلِ:- وَزْنُ الْفِعْلِ، کا معنی ہے كَوْنُ الْاِسْمِ علی وزنٍ يُعَدُّ مِنْ اوزانِ الفعل، یعنی اسم کا کسی ایسے وزن پر ہونا جو اوزانِ فعل سے شمار کیا جاتا ہو، وزنِ فعل کو غیر منصرف کا سبب مؤثر ماننے کے لئے دو شرطیں ہیں، پہلی یہ کہ وہ وزن، فعل کے ساتھ مختص ہو یعنی ابتداءً وہ وزن اسم میں نہ پایا جائے بلکہ فعل سے منقول ہو کر پایا جائے جیسے شُمِّرَ (صیغہ ماضی معلوم یا مجہول از تَشْمِيْرٌ) شَمَّرَ کو فعل سے اسم کی طرف نقل کر کے حجاج بن یوسف کے گھوڑے کا نام کر دیا گیا لہٰذا یہ وزنِ فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور ضُرِبَ (ماضی مجہول) یہ وزن بھی فعل کے ساتھ مختص ہے اگر کسی مرد کا ضُرِبَ، نام رکھ دیا جائے بہت مضروب ہونے کی وجہ سے تو ضُرِبَ، وزنِ فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف پڑھا جائیگا لیکن ضرب (معلوم) یہ وزن فعل کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اس وزن پر اسم بھی آیا ہے جیسے فرس لہٰذا جب ضرب (معلوم) کسی کا نام رکھ دیا جائے تو منصرف ہوگا۔ فائدہ:- مصنف علیہ الرحمۃ نے شَمَّرَ (مزید فیہ) کو ضرب (مجرد) پر اس لئے مقدم کیا ہے کہ شَمَّرَ فعل معلوم ہے اور ضُرِبَ مجہول ہے اور فعلِ معلوم اشرف ہوتا ہے یا اس لئے مقدم کیا کہ شمّر معلوم ہو یا مجہول یہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہے یا اس لئے کہ شَمَّرَ بالفعل غیر منصرف ہے کہ وزنِ فعل اور علم ہے اور ضُرِب، اُس وقت غیر منصرف ہوگا جب اُس کو علم بنایا جائیگا۔

وَاِنْ لَّمْ يُخْتَصَّ بِهٖ فَيَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ اَوَّلِهٖ اِحْدٰى حُرُوْفِ الْمُضَارِعَةِ وَلَايَدْخُلُهُ الْهَاءُ كَاَحْمَدَ وَيَشْكُرَ وَتَغْلِبَ وَنَرْجِسَ فَيَعْمَلٌ مُنْصَرِفٌ لِقُبُوْلِهَا الْهَاءَ كَقَوْلِهِمْ نَاقَةٌ يَعْمَلَةٌ

قولہ وان لم یختص بہ:- دوسری شرط یہ ہے کہ اگر وہ وزن فعل کے ساتھ مختص نہ ہو تو اسکو غیر منصرف کا سبب ماننے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے شروع میں حروف اتین میں سے کوئی حرف ہو کیونکہ یہ حروف فعل کے خواص میں سے ہیں لہٰذا انکی وجہ سے وہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہو جائیگا اور اس کے آخر میں تاء نہ ہوتا کہ وہ وزن تاء کی وجہ سے اوزان اسم میں نہ چلا جائے اس لئے کہ تائے تانیث متحرکہ خواص اسم سے ہے۔ قولہ کاحمد:- احمدُ، یشکرُ اور تغلبُ آدمیوں کے نام ہیں اور نرجسُ، نرگس کا معرب ہے جو ایک پھول کا نام ہے یہ چاروں وزن فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔ قولہ فیعملٌ منصرفٌ:- پس یعملٌ جو قوی اونٹ کا نام ہے منصرف ہے اس لئے کہ یہ تاء کو قبول کرتا ہے کیونکہ وہ اونٹنی جو عمل اور سیر پر قوی ہو اس کے لئے عرب کہتے ہیں ناقۃٌ یعملۃٌ۔ سوال:- جب اربعٌ کسی مرد کا نام رکھ دیا جائے تو وہ علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا حالانکہ اس کے آخر میں تائے تانیث آتی ہے جیسے اربعۃُ رجالٍ؟ جواب:- تائے تانیث سے وہ تائے تانیث مراد ہے جو قیاس کے مطابق ہو یعنی مؤنث کے لئے ہو اور اربعٌ پر جو تاء آتی ہے وہ تانیث کے لئے نہیں بلکہ مذکر کے لئے ہے کیونکہ تین سے لیکر دس تک اسم عدد خلاف قیاس آتا ہے تو یہ تاء مذکر کی ہے۔ جواب نمبر۲:- اربعٌ بحالت علمیت تاء کو قبول نہیں کرتا کیونکہ اعلام بقدر امکان تغیر سے محفوظ ہوتے ہیں۔ فائدہ:- اوزان تین قسم پر ہیں ایک وہ وزن جو اسم کے ساتھ خاص ہے۔ جیسے فلسٌ، قفلٌ وغیرہ یہ وزن غیر منصرف کا سبب نہیں بنتا۔ ایک وہ وزن جو فعل کے ساتھ خاص ہے۔ جیسے شمّر، یہ وزن غیر منصرف کا سبب بنتا ہے۔ ایک وہ وزن جو اسم اور فعل دونوں میں مشترک ہے۔ جیسے ضرب، کیونکہ وزن میں آخری حرف کی حرکت نہیں دیکھی جاتی لہٰذا ضربٌ کے وزن پر فرسٌ اسم ہے اور یہ وزن بھی غیر منصرف کا سبب نہیں ہے مگر جب اس وزن مشترک کے اول میں اتین کا کوئی حرف ہو اور تاء تانیث کو قبول نہ کرے تو اسوقت غیر منصرف کا سبب ہوگا۔ جیسے احمرُ، کہ یہ وزن اسم میں کثیر ہے کیونکہ اس وزن پر اسم تفضیل آتا ہے اور لون وعیب کے باب سے صفت مشبہ آتی ہے اور اس وزن پر بعض افعال کی ماضی بھی آتی ہے لہٰذا یہ وزن مشترک ہوا۔ قولہ واعلم الخ:- مصنف علیہ الرحمۃ اسباب منع صرف بیان کرنے کے بعد اب ایک ایسے ضابطے کا بیان کرتے ہیں جس کے فقدان سے علل کی تاثیر جاتی رہتی ہے اور وہ ضابطہ یہ ہے کہ جس اسم میں علمیت شرط ہے جیسے تانیث، عجمہ، ترکیب، اور الف ونون زائدتان یا وہ اسم جس میں علمیت شرط تو نہیں ہے مگر ایک سبب بن کر آتی ہے جیسے عدل اور وزن فعل جب اس اسم کو نکرہ کر دیا جائے تو منصرف ہو جائیگا۔

واعلم اَنَّ كُلَّ مَاشُرِطَ فِيْهِ الْعَلَمِيَّةُ وَهُوَ الْمُؤَنَّثُ بِالتَّاءِ وَالْمَعْنَوِيُّ وَالْعُجْمَةُ وَالتَّرْكِيْبُ وَالْاِسْمُ الَّذِيْ فِيْهِ الْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ اَوْ لَمْ يُشْتَرَطْ فِيْهِ ذَالِكَ وَاجْتَمَعَ مَعَ سَبَبٍ وَاحِدٍ فَقَطْ وَهُوَ الْعَلَمُ الْمَعْدُوْلُ وَوَزْنُ الْفِعْلِ اِذَا نُكِّرَ صُرِفَ اَمَّا فِي الْقِسْمِ الْاَوَّلِ فَلِبَقَاءِ الْاِسْمِ بِلَاسَبَبٍ وَاَمَّا فِي الثَّانِيْ فَلِبَقَائِهٖ عَلٰى سَبَبٍ وَاحِدٍ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ طَلْحَةُ وَطَلْحَةٌ اٰخَرُ وَقَامَ عُمَرُ وَعُمَرٌ اٰخَرُ وَضَرَبَ اَحْمَدُ وَاَحْمَدٌ اٰخَرُ وَكُلُّ مَالَا يَنْصَرِفُ اِذَا اُضِيْفَ اَوْدَخَلَهُ اللَّامُ فَدَخَلَهُ الْكَسْرَةُ نَحْوُ مَرَرْتُ بِاَحْمَدِكُمْ وَبِالْاَحْمَدِ

لطیفہ:- علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ علامہ زمخشری سے ملنے گئے تو انکا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے آواز آئی مَنْ بِالْبَابِ (دروازے پر کون ہے؟) علامہ نسفی نے جواب دیا عمر! تو جواب ملا انصرف (واپس جاؤ) حضرت نسفی نے فرمایا عُمَرُ لَایَنْصَرِفُ تو علامہ نے کہا اذا نکر صرف (نکرہ ہو تو منصرف ہے)۔ فائدہ:- علم کو نکرہ کرنے کی تین صورتیں ہیں، اول یہ کہ علم سے مراد مسمّی بعلم لیا جائے جیسے زَيْدٌ سے مراد مسمّی بہ زید لیا جائے۔ دوم یہ کہ علم سے مراد صاحب علم کا وصف مشہور لیا جائے جیسے لِكُلِّ فِرْعَوْنٍ مُوْسٰى، میں فرعون سے مراد مبطل ہے اور موسیٰ سے مراد محق ہے۔ سوم یہ کہ علم واحد کو تثنیہ یا جمع بنا دیا جائے جیسے اَلزَّيْدَانِ اور اَلزَّيْدُوْنَ، جن کالام علمیت کا عوض ہے اگر ان میں علمیت باقی ہوتی تو ان پر الف لام تعریف کا نہ آتا کہ معرفہ کو معرفہ بنانا تحصیلِ حاصل ہے۔ قولہ اَمَّا فِي الْقِسْمِ الْاَوَّلِ:- قسم اول میں یعنی وہ اسم کہ جس میں علمیت شرط ہے بعد از تنکیر اس کے منصرف ہو جانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اسم بعد از تنکیر سبب مؤثر کے بغیر رہ جائے گا اس لئے کہ اسمیں علمیت شرط تھی اور قاعدہ ہے اِذَافَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ۔ قولہ وَاَمَّا فِي الثَّانِيْ:- قسم ثانی میں اسم بعد از تنکیر اس لئے منصرف ہو جائیگا کہ تنکیر کے بعد صرف ایک سبب رہ جائیگا جو اس کے غیر منصرف ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔ قولہ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ طَلْحَةُ:- مصنف علیہ الرحمۃ نے دونوں قسموں کی مثالیں اپنے اس قول سے بیان کردی ہیں یعنی جَاءَنِيْ طَلْحَةُ میں لفظ طلحہ تانیث اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے لہٰذا اس پر تنوین نہیں پڑھی جائیگی مگر طَلْحَةٌ اٰخَرُ میں طَلْحَةٌ سے طلحہ، نامی جماعت کا کوئی ایک فرد مراد ہونے کی وجہ سے طلحہ نکرہ ہو گیا لہٰذا اس پر تنوین پڑھی جائیگی اور جَاءَنِيْ عُمَرُ میں عُمَرُ غیر منصرف پڑھا جائیگا اور عُمَرٌ اٰخَرُ، میں منصرف۔ قولہ وَكُلُّ مَالَا يَنْصَرِفُ:- اگر یہ عبارت پہلے لفظ كُلَّ پر معطوف ہو تو اسکو اسم اَنَّ کی بنا پر منصوب پڑھا جائیگا ورنہ بنا بر مبتدا مرفوع۔ یہاں سے مصنف ایک ضابطہ کا افادہ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اسم غیر منصرف جب دوسرے اسم کی طرف مضاف کیا جائے یا اُس پر الف ولام داخل ہو جائے تو اُس پر حالت جر میں کسرہ آ جاتا ہے جیسے مَرَرْتُ بِاَحْمَدِكُمْ میں اضافت کی وجہ سے لفظ اَحْمَدُ پر کسرہ آ گیا ہے اور مَرَرْتُ بِالْاَحْمَدِ میں لام کی وجہ سے احمد پر کسرہ آ گیا ہے۔ فائدہ:- اضافت یا دخولِ لام کے وقت غیر منصرف پر کسرہ اس لئے آ جاتا ہے کہ یہ دونوں خواص اسم میں سے بڑے خاصے ہیں جنکی وجہ سے جہت اسمیت قوی ہو جاتی ہے اور فعل کی مشابہت کمزور ہو جاتی ہے۔

اَلْمَقْصَدُ الْاَوَّلُ فِی الْمَرْفُوْعَاتِ اَلْاَسْمَآءُ الْمَرْفُوْعَاتُ ثَمَانِيَةُ اَقْسَامٍ اَلْفَاعِلُ وَمَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ وَالْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ وَخَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَاِسْمُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا وَاِسْمُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ وَخَبَرُ لَا الَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ **فَصْلٌ** اَلْفَاعِلُ كُلُّ اِسْمٍ قَبْلَهٗ فِعْلٌ

☆ **اَلْمَقْصَدُ الْاَوَّلُ فِی الْمَرْفُوْعَاتِ** ☆ مصنف علیہ الرحمۃ نے اسماء مرفوعہ کے بیان کو مقدم کیا ہے اس لئے کہ یہ ترکیب اسنادی میں اصل اور مقصود ہیں کیونکہ کلام کی تمامیت ان پر موقوف ہوتی ہے اور ان کے علاوہ باقی تمام فضلہ ہیں۔ قولہ اَلْمَقْصَدُ :- لفظ مقصد صیغہ ظرف ہے یا مصدر میمی بمعنی مقصود ہے کیونکہ یہ دونوں صیغے جہاں حقیقی معنی میں صحیح مفہوم ادا نہ کریں تو بمعنی مفعول کر دیئے جاتے ہیں۔ فائدہ :- مرفوعات کا مفرد مرفوع ہے اس لئے کہ مرفوع ہونا اسم کی صفت ہے اور اسم مذکر لا یعقل ہے اور مذکر لا یعقل کی صفت کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے جیسے اَلصَّافِنَاتُ اور الطَّالِعَاتُ۔ مرفوع کی تعریف :- نحات کے عرف میں مرفوع اس اسم کو کہتے ہیں جو فاعل ہونے کی علامت پر مشتمل ہو اور فاعل ہونے کی علامتیں تین ہیں (۱) رفع جیسے جَآءَ نِیْ زَیْدٌ (۲) واؤ جیسے جَآءَ نِیْ اَبُوْهُ (۳) الف جیسے جَآءَ نِیْ زَیْدَان۔ مصنف نے مبتدی کی رعایت میں مرفوع کی تعریف نہیں کی۔ قولہ اَلْاَسْمَآءُ الْمَرْفُوْعَاتُ :- یہ مرکب توصیفی مبتدا ہے اور ثمانیۃ اس کی خبر ہے یعنی اسماء مرفوعہ آٹھ ہیں۔ قولہ اَلْفَاعِلُ :- مصنف علیہ الرحمۃ نے فاعل کو باقی مرفوعات پر مقدم کیا اس لئے کہ فاعل عند المصنف بدو وجہ مرفوعات میں اصل ہے ایک یہ کہ فاعل جملہ فعلیہ کا جزء ہے جو تمام جملوں کی اصل ہے تو اصل کا جزء بھی اصل ہوگا۔ دوم یہ کہ فاعل کا عامل قوی ہے یعنی لفظی ہے اور عامل کا قوی ہونا معمول کے قوی ہونے کی دلیل ہے اور قوی اصل ہوتا ہے، نیز فاعل کو قائم مقام کے بغیر حذف کرنا جائز نہیں اور مبتدا کو حذف کرنا جائز ہے۔ بعض نحات کے نزدیک جن میں سے ایک سیبویہ بھی ہے اصل مرفوعات میں مبتدا ہے اس لئے کہ مسند الیہ میں اصل تقدیم ہے جس پر مبتدا باقی ہے اور اس لئے کہ مبتدا پر جامد اور مشتق دونوں کے ساتھ حکم کیا جاتا ہے اور اس لئے کہ مبتدا پر متعدد حکم ہوتے ہیں یعنی ایک مبتدا کی متعدد خبریں آتی ہیں بخلاف فاعل کے کہ اس پر صرف ایک حکم ہوتا ہے۔ فائدہ :- اسم فاعل اور فاعل میں دو وجہ سے فرق ہے (۱) اسم فاعل وہ ہے جو ذات مَعَ الْوَصْفِ پر دلالت کرے اور فاعل وہ ہے جو صرف ذات پر دلالت کرے (۲) اسم فاعل ہمیشہ مشتق ہوتا ہے اور فاعل کبھی مشتق ہوتا ہے اور کبھی جامد۔ قولہ كُلُّ اِسْمٍ :- فاعل وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل ہو مصنف نے قَبْلَهٗ فِعْلٌ کہہ کر زَیْدٌ قَامَ کے زَیْدٌ سے احتراز کیا ہے اس لئے کہ اس مثال میں قَامَ فعل اگرچہ زَیْدٌ کی طرف مسند ہے لیکن زَیْدٌ سے پہلے نہیں ہے اس لئے زَیْدٌ مبتدا ہے قَامَ کا فاعل نہیں ہے۔

اَوْصِفَةٌ اُسْنِدَ اِلَيْهِ عَلٰى مَعْنٰى اَنَّهٗ قَامَ بِهٖ لَاوَقَعَ عَلَيْهِ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَزَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًا وَمَاضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا وَكُلُّ فِعْلٍ لَابُدَّ لَهٗ مِنْ فَاعِلٍ مَرْفُوْعٍ مُظْهَرٍ كَذَهَبَ زَيْدٌ اَوْمُضْمَرٍ بَارِزٍ كَضَرَبْتُ زَيْدًا اَوْمُسْتَتِرٍ كَزَيْدٌ ذَهَبَ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ مُتَعَدِّيًا كَانَ لَهٗ مَفْعُوْلٌ بِهٖ اَيْضًا نَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا

فائدہ:- نحاتِ کوفہ کے نزدیک زَيْدٌ قَامَ اور قَامَ زَيْدٌ کے اسناد میں کوئی فرق نہیں ہے اور زَيْدٌ دونوں جگہ مسند الیہ اور فاعل ہے لہٰذا قَبْلَهٗ فِعْلٌ کی قید اُن کے مذہب کے خلاف ہے البتہ نحاتِ بصرہ کے نزدیک یہ قید ضروری ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک زَيْدٌ قَامَ میں زَيْدٌ مبتدا ہے اور قَامَ کا اسناد ضمیر کی طرف ہے اور جملہ مبتدا کی خبر ہے۔ قولہ اَوْصِفَةٌ:- یہ فِعْلٌ پر معطوف ہے اور صفت سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل اور مصدر وغیرہ ہیں۔ سوال:- کلمہ اَوْ، شک متکلم یا تشکیک مخاطب پر دلالت کرتا ہے اور یہ دونوں چیزیں تعریف کے منافی ہیں کہ تعریف ایضاح کیلئے ہوتی ہے۔ لہٰذا اس جگہ اَوْ کا ذکر غیر مناسب ہے؟ جواب:- اس جگہ کلمہ اَوْ، شک یا تشکیک کیلئے نہیں ہے بلکہ تقسیم محدود کیلئے ہے یعنی فاعل کی دو قسمیں ہیں اول وہ جس سے پہلے فعل ہو۔ دوم وہ کہ جس سے پہلے صیغہ صفت ہو۔ قولہ عَلٰى مَعْنٰى:- یعنی فعل یا صفت اس اسم کی طرف بایں معنی مسند ہو کہ اُس اسم کے ساتھ قائم ہو اُس پر واقع نہ ہو جیسے قَامَ زَيْدٌ، یہ اُس فاعل کی مثال ہے جس کی طرف فعل مسند ہے اور زَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ، اُس فاعل کی مثال ہے جس کی طرف شبہ فعل مسند ہے اور مَاضَرَبَ زَيْدٌ، فعل منفی کی مثال ذکر کر کے اس وہم کا ازالہ کر دیا کہ فاعل صرف فعل مثبت کا ہوتا ہے منفی کا نہیں ہوتا۔ سوال:- لفظ مثل کے بعد مثال مذکور ہوا کرتی ہے نظر برآں قَامَ زَيْدٌ اور زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ دونوں فاعل کی مثالیں ہوئیں اور یہ درست نہیں کہ دونوں جملہ ہیں اور فاعل جملہ نہیں ہوتا کہ وہ اسم کی قسم ہے اور اسم کلمہ کی اور کلمہ مفرد ہوتا ہے؟ جواب:- ایسے مقامات میں عبارت مجاز پر محمول ہوا کرتی ہے یعنی کل بول کر جزء مراد لیا جاتا ہے لہٰذا مراد یہ ہے کہ قَامَ زَيْدٌ میں زَيْدٌ فاعل ہے اور اسی طرح اَبُوْهُ بھی فاعل ہے۔ فائدہ:- مصنف کے نزدیک فاعل اور نائب فاعل دو جدا جدا مرفوع ہیں اس لئے فاعل کی تعریف میں قَامَ بِهٖ کی قید سے نائب فاعل کو خارج کر دیا ہے اور جن نحویوں کے نزدیک نائب فاعل بھی فاعل ہے ان کے نزدیک اس قید کا ترک ضروری ہے تاکہ نائب فاعل خارج نہ ہو۔ قولہ وَكُلُّ فِعْلٍ:- اور ہر فعل کیلئے خواہ لازم ہو یا متعدی فاعل مرفوع ضروری ہے اس لئے کہ فعل ایک وصف ہے جس کیلئے مَاقَامَ بِهِ الْوَصْفُ ضروری ہے اور وہ فاعل ہے۔ قولہ اِنْ كَانَ:- اگر فعل متعدی ہے تو اس کے لئے فاعل کے علاوہ مفعول بہ بھی ضروری ہے اس لئے کہ فعل متعدی کا سمجھنا جس طرح فاعل پر موقوف ہے اسی طرح اُس کا سمجھنا مفعول پر بھی موقوف ہے جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا۔

وَاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُظْهَرًا وُحِّدَ الْفِعْلُ اَبَدًا نَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ وَضَرَبَ الزَّيْدَانِ وَضَرَبَ الزَّيْدُوْنَ وَاِنْ كَانَ مُضْمَرًا وُحِّدَ لِلْوَاحِدِ نَحْوُ زَيْدٌ ضَرَبَ وَثُنِّيَ لِلْمُثَنّٰى نَحْوُ الزَّيْدَانِ ضَرَبَا وَجُمِعَ لِلْجَمْعِ نَحْوُ الزَّيْدُوْنَ ضَرَبُوْا وَاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُؤَنَّثًا حَقِيْقِيًّا وَهُوَ مَا بِاِزَآئِهٖ ذَكَرٌ مِّنَ الْحَيَوَانِ اُنِّثَ الْفِعْلُ اَبَدًا اِنْ لَّمْ تَفْصِلْ بَيْنَ الْفِعْلِ وَالْفَاعِلِ نَحْوُ قَامَتْ هِنْدٌ

فائدہ:- فاعل کے رافع میں اختلاف ہے۔ قول اول: اس کا رافع فعل یا صیغہ صفت ہے۔ قول دوم: اس کا رافع معنی فاعلیت ہے۔ قول سوم: اس کا رافع اسناد ہے۔ قول اول عمدہ اور مختار ہے۔ قولہ وان کان الفاعل:- اگر فاعل اسم ظاہر ہے تو فعل ہمیشہ واحد ہوگا خواہ فاعل مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع۔ اس لئے کہ اگر فعل تثنیہ یا جمع آئے تو ایک فعل کیلئے بالاصالۃ دو فاعل لازم آئیں گے اور اضمار قبل الذکر بھی۔ مثلاً ضربا الزیدان کہیں تو ایک فعل کیلئے دو فاعل لازم آئے اور اضمار قبل الذکر بھی کیونکہ ضمیر بارز کا مرجع الزیدان ہے ایسے ہی ضربوا الزیدون میں۔ سوال:- ارشاد باری تعالیٰ واسروا النجوی الذین ظلموا اور عرب کے قول اکلونی البراغیث میں فاعل اسم ظاہر ہے مگر فعل واحد نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب:- یہاں اسم ظاہر فاعل نہیں بلکہ فاعل کی ضمیر سے بدل ہے۔ قولہ ابدا:- یہ مفعول فیہ کی بنا پر منصوب ہے ای فی کل زمان۔ قولہ وان کان مضمرا:- اور اگر فاعل اسم ضمیر ہے تو فعل مفرد لایا جائے گا اگر فاعل مفرد ہے جیسے زید ضرب اور فعل تثنیہ یا جمع لایا جائے گا اگر فاعل تثنیہ یا جمع ہے جیسے الزیدان ضربا، الزیدون ضربوا۔ قولہ وان کان:- اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو اور فاعل و فعل کے درمیان کسی چیز کا فصل نہ ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا خواہ فاعل اسم ظاہر ہو جیسے قامت ھند یا ضمیر جیسے ھند قامت۔ قولہ وھو ما:- یعنی مؤنث حقیقی وہ ہے جس کے مسمٰی کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو۔ مصنف کا قول من الحیوان، باعتبار متعلق محذوف کے ذکر کی صفت یا اس سے حال ہے اور اس قید کے ساتھ اس مؤنث سے احتراز ہے کہ جس کے مقابلہ میں اسکی جنس سے نر تو ہے مگر از جنس نباتات ہے جیسے نخلۃ کہ اس کا مذکر نخل ہے نیز اس مؤنث سے احتراز ہے جس کا مذکر نہیں ہے جیسے عین اور شمس۔ سوال:- عرب بولتے ہیں سار الناقۃ، اس میں فاعل مؤنث حقیقی ہے پھر بھی فعل مؤنث نہیں لائے جس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم صحیح نہیں کہ جب فاعل مؤنث حقیقی ہو تو فعل کی تانیث لازم ہے؟ جواب:- یہاں پر مؤنث حقیقی سے مراد وہ ہے جو نوع انسان سے ہو اور ناقۃ مؤنث حقیقی تو ہے مگر نوع انسان سے نہیں ہے۔ فائدہ:- مصنف کی عدم فاصلہ کی شرط کے ساتھ یہ دو شرطیں بھی مقدر ہیں کہ وہ فاعل مؤنث حقیقی نوع انسان سے ہو اور فعل متصرف ہو، تاکہ سار الناقۃ اور نعم المرأۃ کے ساتھ اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ اول نوع انسان سے نہیں ہے اور ثانی نوع انسان سے تو ہے مگر فعل (نعم) متصرف نہیں ہے۔ مصنف نے بوجہ اختصار ان دو قیدوں کا ذکر نہیں کیا۔

وَاِنْ فَصَلْتَ فَلَکَ الْخِیَارُ فِی التَّذْکِیْرِ وَالتَّانِیْثِ نَحْوُ ضَرَبَ الْیَوْمَ ہِنْدٌ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ ضَرَبَتِ الْیَوْمَ ہِنْدٌ وَکَذَالِکَ فِی الْمُؤَنَّثِ الْغَیْرِ الْحَقِیْقِیِّ نَحْوُ طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ طَلَعَ الشَّمْسُ ہٰذَا اِذَا کَانَ الْفِعْلُ مُسْنَدًا اِلَی الْمُظْہَرِ وَاِنْ کَانَ مُسْنَدًا اِلَی الْمُضْمَرِ اُنِّثَ اَبَدًا نَحْوُ الشَّمْسُ طَلَعَتْ وَجَمْعُ التَّکْسِیْرِ کَالْمُؤَنَّثِ الْغَیْرِ الْحَقِیْقِیِّ تَقُوْلُ قَامَ الرِّجَالُ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ قَامَتِ الرِّجَالُ وَالرِّجَالُ قَامَتْ وَیَجُوْزُ فِیْہِ اَلرِّجَالُ قَامُوْا وَیَجِبُ تَقْدِیْمُ الْفَاعِلِ عَلَی الْمَفْعُوْلِ اِذَا کَانَا مَقْصُوْرَیْنِ وَخِفْتَ اللُّبْسَ نَحْوُ ضَرَبَ مُوْسٰی عِیْسٰی وَیَجُوْزُ تَقْدِیْمُ الْمَفْعُوْلِ عَلَی الْفَاعِلِ اِنْ لَّمْ تَخَفِ اللُّبْسَ نَحْوُ اَکَلَ الْکُمَّثْرٰی یَحْیٰی وَضَرَبَ عَمْرًا زَیْدٌ

قولہ وَاِنْ فَصَلْتَ: -اور اگر تم فعل اور اُس کے فاعل مؤنث حقیقی کے درمیان فاصلہ کرو تو تمہیں فعل کی تذکیر و تانیث میں اختیار ہے، یعنی اگر فاعل مؤنث کے ساتھ فعل کی مطابقت کا لحاظ کرو تو فعل کو مؤنث لاؤ جیسے ضَرَبَتِ الْیَوْمَ ہِنْدٌ اور فاصلہ کا اعتبار کرو تو فعل کو مذکر لاؤ جیسے ضَرَبَ الْیَوْمَ ہِنْدٌ۔ قولہ وَکَذٰلِکَ: -اور جیسا کہ تجھے اسمِ ظاہر مؤنث حقیقی میں بوقت فصل تذکیر و تانیث فعل کا اختیار ہے اسی طرح تجھے فاعل اسمِ ظاہر مؤنث غیر حقیقی میں بھی فعل کو مذکر یا مؤنث لانے کا اختیار ہے خواہ فعل و فاعل کے درمیان فصل ہو یا نہ ہو جیسے طَلَعَتِ الشَّمْسُ اور طَلَعَ الشَّمْسُ۔ قولہ وَہٰذَا اِذَا کَانَ: -یعنی سابق میں جو حکم مذکور ہوا یہ اسوقت ہے جب فعل، اسم ظاہر مؤنث کی طرف مسند ہو لیکن اگر فعل ضمیر مؤنث کی طرف مسند ہو یعنی فعل کا فاعل ضمیرِ مؤنث ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا، تاکہ ضمیر مرجع کے مطابق ہو جائے جیسے اَلشَّمْسُ طَلَعَتْ۔ قولہ وَجَمْعُ التَّکْسِیْرِ: -اور فاعل جمع تکسیر اسم ظاہر، مثل مؤنث غیر حقیقی کے ہے یعنی اُس میں بھی فعل کی تذکیر و تانیث جائز ہے کیونکہ مفرد کا وزن باقی نہ رہنے کی وجہ سے یہ جمع بتاویلِ جماعت ہوتی ہے چونکہ یہ جمع لفظ کے اعتبار سے مؤنث ہوتی ہے اس لئے فعل مؤنث لانا جائز ہے اور معنی کے لحاظ سے مذکر ہوتی ہے اس لئے فعل کو مذکر لانا بھی جائز ہے جیسے قَامَتِ الرِّجَالُ اور قَامَ الرِّجَالُ۔ سوال: -اگر فاعل ضمیر راجع بسوئے جمع تکسیر ہو تو اُس کا حکم کیا ہے؟ جواب: -یہ جمع تکسیر اگر عاقل کی ہے تو فعل کی تذکیر اور تانیث جائز ہے جیسے اَلرِّجَالُ قَامُوْا، اَلرِّجَالُ قَامَتْ اور اگر جمع تکسیر غیر عاقل کی ہے تو فعل کی تانیث بصیغہ واحد مؤنث اور جمع مؤنث دونوں طرح جائز ہے جیسے اَلْاَیَّامُ مَضَتْ اور اَلْاَیَّامُ مَضَیْنَ۔ قولہ وَیَجِبُ: -اور فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہے جب دونوں اسمِ مقصود ہوں اور ایک کا دوسرے کے ساتھ التباس کا خوف ہو اور قرینہ امتیاز نہ ہو جیسے ضَرَبَ مُوْسٰی عِیْسٰی، لہٰذا مُوْسٰی فاعل ہے اور عِیْسٰی مفعول ہے۔

وَيَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ حَيْثُ كَانَتْ قَرِيْنَةٌ نَحْوُ زَيْدٌ فِي جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ ضَرَبَ وَكَذَا يَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ وَالْفَاعِلِ مَعًا كَنَعَمْ فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ اَقَامَ زَيْدٌ

قولہ ویجوز:- اور مفعول بہ کی تقدیم فاعل پر جائز ہے اگر التباس کا خوف نہ ہو بایں طور کہ کوئی قرینہ موجود ہو جیسے اکل الکمثری یحیی میں الکمثری قرینہ معنویہ کی وجہ سے مفعول اور یحیی فاعل ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ کمثری (امرود) ماکول ہے نہ کہ آکل (کھانے والا) فائدہ:- قرینہ، لغت میں بمعنی علامت ہے اور اصطلاح میں قرینہ اس کو کہتے ہیں جو کسی چیز کی تعیین کرے لیکن اس کے لئے موضوع نہ ہو، پھر قرینہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) قرینہ لفظیہ، جیسے ضربت موسی سلمی میں فعل میں تاء تانیث سلمی کے فاعل ہونے کا قرینہ ہے۔ (۲) قرینہ معنویہ جیسے اکل الکمثری یحیی میں اکل کا معنی یحیی کے فاعل ہونے کا قرینہ ہے۔ قولہ ویجوز:- اور فاعل کو رفع دینے والے فعل کا حذف کرنا بھی جائز ہے جب فعلِ محذوف کی تعیین پر قرینہ ہو جیسے من ضرب کے ساتھ سائل کے جواب میں زید کہنا جسکی تقدیر ضرب زید ہے اور سوال میں مذکور فعل، جواب میں فعلِ محذوف پر قرینہ ہے۔ قولہ حیث کانت:- یہ حیث مکانیہ ہے اور کانت تامہ بمعنی وجدت ہے یعنی جہاں قرینہ پایا جائے۔ سوال:- من ضرب، جملہ اسمیہ ہے تو اس کا جواب بھی جملہ اسمیہ مناسب ہے لہٰذا زید کی تقدیر زید ضرب، جملہ اسمیہ اولیٰ ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ جواب، حذف خبر کے باب سے ہو نہ حذفِ فعل کے باب سے؟ جواب:- مذکورہ بالا جواب کو حذف خبر کے باب سے بنانے کی صورت میں جملہ کا حذف کرنا لازم آئے گا اور حذفِ فعل کے باب سے بنانے کی صورت میں بعض جملہ کا حذف لازم آئے گا اور تقلیل حذف میں اولیٰ ہے لہٰذا جوابِ مذکور کو حذفِ فعل کے قبیلہ سے بنانا اولیٰ ہے پس تقدیر ضرب زید اولیٰ ہے۔ سوال:- قرینہ پائے جانے کے وقت شبہ فعل کا حذف بھی جائز ہے ماتن نے اس کو کیوں ذکر نہیں کیا؟ جواب:- چونکہ فعل اصل ہے اس لئے ماتن نے حذفِ فعل کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے۔ قولہ و کذا یجوز:- یعنی اکیلے فعل کے حذف کی طرح، فاعل اور فعل دونوں کو ایک ساتھ حذف کرنا بھی جائز ہے جیسے اقام زید کہنے والے کے جواب میں نعم کہنا جسکی تقدیر نعم قام زید ہے۔ قولہ معًا:- یہ کلمہ دو چیزوں میں مصاحبت ثابت کرتا ہے اور بنا بر مفعول ہونے کے منصوب ہوتا ہے یا بمعنی مجتمعین ہو کر ماقبل سے حال ہوتا ہے۔ سوال:- گذشتہ مثال میں اگر نعم قام زید کی جگہ میں ہے تو یہ حذف وجوبی ہونا چاہئے کہ قائم مقام موجود ہے؟ جواب:- نعم، قائم مقام نہیں ہے اس لئے کہ نعم حرف ہے جو غیر مستقل ہونے کی وجہ سے فعل و فاعل (مستقل) کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ سوال:- یا حرف ندا بھی تو غیر مستقل ہے وہ ادعو (مستقل) کے قائم مقام کیسے ہو گیا ہے؟ جواب:- یا حرف ندا کا قائم مقام ہونا سماعی ہے لہٰذا کسی دوسرے حرف کو حرفِ ندا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

وَقَدْ يُحْذَفُ الْفَاعِلُ وَيُقَامُ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَهٗ إِذَا كَانَ الْفِعْلُ مَجْهُوْلًا نَحْوُ ضُرِبَ زَيْدٌ وَهُوَ الْقِسْمُ الثَّانِيْ مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ **فَصْلٌ** إِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ فِيْ اسْمٍ ظَاهِرٍ بَعْدَهُمَا اَيْ اَرَادَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الْفِعْلَيْنِ اَنْ يَعْمَلَ فِيْ ذٰلِكَ الْاِسْمِ فَهٰذَا اِنَّمَا يَكُوْنُ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ

قولہ وقد یحذف الفاعل :-اور کبھی فاعل حذف کر کے اُسکی جگہ مفعول بہ رکھ دیا جاتا ہے اور یہ اُس وقت کیا جاتا ہے جب فعل مجہول ہو جیسے ضُــرِب زیــدٌ اور یہ مرفوعات کی قسم ثانی ہے جسے نائب فاعل کہتے ہیں۔ فائدہ:-تنہا فاعل حذف کرنے کے مواضع درج ذیل ہیں (۱) فعل مجہول میں جیسے ضُــرِبَ زَیــدٌ۔ (۲) تنازعِ فعلین میں۔(۳) مصدر میں جیسے اِطْعامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبۃٍ۔ (۴) تعجب میں جیسے اَسْمِعْ بِھِمْ وَاَبْصِرْ۔ (۵) اِضْرِبُنَّ اور اِضْرِبِنَ میں اور ان میں حذف فاعل کثیر ہے۔ قولہ اذا تنــازع :-تَنــازُع کے معنی ہیں باہم جھگڑا کرنا اور یہ جاندار کی صفت ہے اور فعل جاندار نہیں اس لئے یہاں پر تنــازع کا مجازی معنی مرادلیا گیا ہے جس کو مصنف نے اپنے قول اَیْ اَرَادَ الخ سے بیان کیا ہے یعنی دو عامل کا ایسے لفظ سے پہلے واقع ہونا کہ وہ لفظ یکے بعد دیگرے دونوں عامل کا معمول بن سکتا ہو۔ سوال:-تنــازع، تو دو اسموں میں بھی ہوتا ہے اُس کو ذکر کیوں نہیں کیا؟ جواب:-چونکہ فعل عمل میں اصل ہے اِس لئے مصنف نے اصل کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے۔ فائدہ:-مصنف کے قول اَلــفِعْلان سے یہ مراد نہیں کہ دو سے زائد فعلوں میں تَــنازُع نہیں ہوتا بلکہ الــفعلان سے ان کا مقصود تــنازُع کا ادنی درجہ بیان کرنا ہے کیونکہ دو سے کم میں تَــنازُع متصور نہیں ہے۔ قولہ فی اسم ظاھر :-اسم ظاہر اسلئے کہا کہ ضمیر متصل میں تنازع متصور نہیں کیونکہ وہ ضمیر جس فعل سے متصل ہوگی اُسی کا معمول ہوگی اور ضمیر منفصل میں تنازع ممکن تو ہے جیسے مــاضرب واکرم اِلَّااَنا، لیکن اس تَنازُع کو مذکوہ طریقہ سے ختم کرنا ممکن نہیں۔ قولہ بــعــد ھما :- یہ ظاہر کی صفت ہے یعنی جب تــنازُع کریں دو فعل ایسے اسمِ ظاہر میں جو اُن کے بعد واقع ہے۔ مصنف نے اپنے قول بــعــد ھـمــا سے اُس اسمِ ظاہر سے احتراز کیا ہے جو فعلین پر مقدم یا اُن کے درمیان واقع ہو، کیونکہ ایسے اسم میں اول مستحق ہونے کی وجہ سے پہلا فعل عمل کرے گا جیسے زَیــدًا ضَربْتُ وَاَکْرَمْتُ اور ضَــرَبْتُ زَیْدًا وَاَکْرَمْتُ۔ قولہ فھذا التَّنازُع :-مصنف کا قول ھذا التَّنازُع مبتدا ہے جس کی خبر اِنَّمَایَکُوْنُ ہے پھر یہ فاء اگر جزائیہ ہے تو یہ جملہ شرطِ سابق اذاتنازع کی جزا بنے گا اور اگر فاء تفسیر یہ یا عاطفہ ہو تو شرطِ سابق کی جزا مقدر ہوگی یعنی یَجُوْزُ اِعْمَالُ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا۔

اَلْاَوَّلُ اَنْ یَّتَنَازَعَا فِی الْفَاعِلِیَّةِ فَقَطْ نَحْوُ ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ اَلثَّانِیْ اَنْ یَّتَنَازَعَا فِی الْمَفْعُوْلِیَّةِ فَقَطْ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا اَلثَّالِثُ اَنْ یَتَنَازَعَا فِی الْفَاعِلِیَّةِ وَالْمَفْعُوْلِیَّةِ وَیَقْتَضِی الْاَوَّلُ الْفَاعِلَ وَالثَّانِی الْمَفْعُوْلَ نَحْوُ ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا اَلرَّابِعُ عَکْسُهٗ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ وَاعْلَمْ اَنَّ فِیْ جَمِیْعِ هٰذِهِ الْاَقْسَامِ یَجُوْزُ اِعْمَالُ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ وَ اِعْمَالُ الْفِعْلِ الثَّانِیْ خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ فِی الصُّوْرَةِ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَةِ اَنْ یُّعْمَلَ الثَّانِیْ وَدَلِیْلُهٗ لُزُوْمُ اَحَدِ الْاَمْرَیْنِ اِمَّا حَذْفُ الْفَاعِلِ اَوِ الْاِضْمَارُ قَبْلَ الذِّکْرِ وَکِلَاهُمَا مَحْظُوْرَانِ وَهٰذَا فِی الْجَوَازِ

قولہ الاوّل:- یہ تنازع کی پہلی قسم کا بیان ہے کہ دونوں فعل اسم ظاہر کے صرف فاعل ہونے میں تنازع کریں جیسے ضربنی واکرمنی زیدٌ میں ہر دو فعلوں نے زیدٌ کے فاعل ہونے میں تنازع کیا ہے۔ قولہ واعلم:- مصنف اعلم کہہ کر اس بات کا افادہ کرتے ہیں کہ تنازع کے اقسام اربعہ میں تمام بصریہ اور کوفیہ کے نزدیک ہر دو فعل کو عمل دینا جائز ہے بجز فراء کے۔ فراء کے نزدیک قسم اول اور قسم ثالث میں دوسرے فعل کو عمل دینا جائز نہیں۔ فائدہ:- مصنف کا قول خلافا فعل محذوف یخالف کا مفعول مطلق ہے ای یخالف هذا القول الفرّاءُ خلافا۔ قولہ ودلیلہ:- فراء کی دلیل یہ ہے کہ قسم اول اور قسم ثالث میں دوسرے فعل کو عمل دینے سے احد الامرین لازم آئیگا (۱) حذف فاعل یعنی ثانی فعل کو عمل دینے کی صورت میں پہلے فعل کا فاعل بلا قائم مقام محذوف ماننا پڑے گا۔ (۲) اضمار قبل الذکر یعنی پہلے فعل میں ضمیر فاعل ماننا پڑیگی اور یہ دونوں ممنوع و ناجائز ہیں اور جو ممنوع پر مشتمل ہو وہ ممنوع ہوتا ہے لہٰذا مذکورہ دونوں صورتوں میں فعل ثانی کو عمل دینا ممنوع ہے۔ فراء کی دلیل کا جواب:- شق ثانی اختیار کرتے ہوئے فراء کو یہ جواب دیا گیا ہے کہ اضمار قبل الذکر عمدہ میں بشرط تفسیر جائز ہے۔ قولہ وکلاهما:- یہ مرکب اضافی مبتدا ہے اور "محظوران" اسکی خبر ہے اور یہ جملہ حالیہ ہے کیونکہ واؤ اور ضمیر دونوں اس جملہ میں موجود ہیں۔ فائدہ:- پانچ جگہ اضمار قبل الذکر جائز ہے۔ (۱) تنازع فعلین میں جیسے ضربنی واکرمت زیدًا۔ (۲) ضمیر رُبَّ میں جیسے رُبَّهٗ رجلاً لقیتُ۔ (۳) ضمیر نِعم میں جیسے نعم رجلا زیدٌ۔ (۴) ضمیر شان وقصہ میں جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور اِنَّهَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ۔ (۵) جب مرجع ضمیر سے بدل ہو جیسے ضربتُهٗ زیدًا۔ قولہ هذا فی الجواز:- اور یہ اختلاف جواز میں ہے یعنی جمہور کے نزدیک پہلی اور تیسری قسم میں فعلِ ثانی کو عمل دینا جائز ہے اور فراء کے نزدیک جائز نہیں۔

وَاَمَّا الْاِخْتِيَارُ فَفِيْهِ خِلَافُ الْبَصْرِيِّيْنَ فَاِنَّهُمْ يَخْتَارُوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلِ الثَّانِيْ اِعْتِبَارًا لِلْقُرْبِ وَالْجِوَارِ وَالْكُوْفِيُّوْنَ يَخْتَارُوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ مُرَاعَاةً لِلتَّقْدِيْمِ وَالْاِسْتِحْقَاقِ فَاِنْ اَعْمَلْتَ الثَّانِيَ فَانْظُرْ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِي الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَهُ فِي الْاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ وَضَرَبَانِيْ اَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبُوْنِيْ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدُوْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبَانِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبُوْنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِي الْمَفْعُوْلَ وَلَمْ يَكُنِ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ حَذَفْتَ الْمَفْعُوْلَ مِنَ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدُوْنَ

قولہ وَاَمَّا الْاِخْتِيَارُ :- یعنی کس فعل کو عمل دینا اولیٰ اور مختار ہے پس نحات بصرہ کے نزدیک فعلِ ثانی کو عمل دینا اولیٰ ہے اس لئے کہ وہ اسم ظاہر کے قریب ہے وَالْحَقُّ لِلْقَرِيْبِ۔ اور نحاتِ کوفہ کے نزدیک پہلے فعل کو عمل دینا اولیٰ ہے کہ وہ اول طالب اور پہلا مستحق ہے۔ قولہ فَاِنْ اَعْمَلْتَ :- پس اگر تم نحاتِ بصرہ کے مذہب کے مطابق فعلِ ثانی کو عمل دو اور پہلا فعل فاعل کو چاہتا ہو تو اُسمیں اسمِ ظاہر کے موافق فاعل کی ضمیر لاؤ جو افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں اسمِ ظاہر کے موافق ہو۔ فائدہ:- قطعِ تنازُع کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) حذفِ فاعل (۲) ذکرِ فاعل اور (۳) اضمار۔ صورتِ مذکورہ میں اگر پہلے فعل میں فاعل محذوف ہو تو یہ حذف قائم مقام نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں، اور فاعل کو ذکر کریں تو تکرار لازم آئے گی جو قبیح ہے پس اضمار متعین ہو گیا اور عمدہ میں اضمار قبل الذکر بشرطِ تفسیر جائز ہے۔ قولہ وَاِنْ كَانَ الْاَوَّلُ :- اور اگر پہلا فعل مفعول چاہتا ہو اور دونوں فعل افعالِ قلوب سے نہ ہوں تو پہلے فعل میں مفعول محذوف مانو، اس لئے کہ فضلہ ہونے کی وجہ سے مفعول میں اضمار قبل الذکر جائز نہیں اور مفعول کا ذکر خلافِ فصاحت ہے لہٰذا حذف متعین ہو گیا۔

وَاِنْ كَانَ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ يَجِبُ اِظْهَارُ الْمَفْعُوْلِ لِلْفِعْلِ الْاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ حَسِبَنِيْ مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَيْدًا مُنْطَلِقًا اِذْ لَايَجُوْزُ حَذْفُ الْمَفْعُوْلِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ وَاِضْمَارُ الْمَفْعُوْلِ قَبْلَ الذِّكْرِ هٰذَا هُوَ مَذْهَبُ الْبَصْرِيِّيْنَ وَاَمَّا اِنْ اَعْمَلْتَ الْفِعْلَ الْاَوَّلَ عَلٰى مَذْهَبِ الْكُوْفِيِّيْنَ فَانْظُرْ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِيْ يَقْتَضِى الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِى الْفِعْلِ الثَّانِيْ كَمَا تَقُوْلُ فِى الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَانِيْ الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمُوْنِيْ الزَّيْدُوْنَ وَفِى الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَانِيْ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمُوْنِيْ الزَّيْدِيْنَ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِيْ يَقْتَضِى الْمَفْعُوْلَ وَلَمْ يَكُنِ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ حَذْفُ الْمَفْعُوْلِ وَالْاِضْمَارُ وَالثَّانِيْ هُوَ الْمُخْتَارُ لِيَكُوْنَ الْمَلْفُوْظُ مُطَابِقًا لِّلْمُرَادِ اَمَّا الْحَذْفُ فَكَمَا تَقُوْلُ فِى الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ وَفِى الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدٌ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدُوْنَ

قولہ وان کان :۔ یعنی اگر دونوں فعل افعالِ قلوب سے ہوں تو پہلے فعل کیلئے مفعول ظاہر کرنا واجب ہے کیونکہ بصورتِ اضمار فضلہ میں اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو جائز نہیں اور بصورتِ حذف، افعالِ قلوب کے ایک مفعول کو حذف کرنا ہوگا یہ بھی جائز نہیں۔ تو ظاہر کرنا متعین ہوگیا۔ قولہ واما ان اعملت :۔ یعنی اگر تم پہلے فعل کو عمل دو اور دوسرا فعل فاعل کو چاہتا ہو تو اس میں اسم ظاہر کے مطابق ضمیر لاؤ اور اگر فعل ثانی مفعول کو چاہتا ہو اور وہ فعل افعال قلوب سے نہ ہوں تو مفعول میں دو وجہ جائز ہیں۔ (۱) فعلِ ثانی میں مفعول کو محذوف ماننا۔ (۲) اسم ظاہر کے مطابق ضمیر لانا اور یہ مختار ہے تاکہ ملفوظ ضمیر لانے کی وجہ سے مراد کے مطابق ہوجائے۔ فائدہ:۔ ملفوظ سے مراد اسم ظاہر (مُتنازَع فِیْہ) ہے جو ضمیر لانے کی وجہ سے متکلم کے مقصود کے موافق ہو جائے گا کیونکہ مقصودِ متکلم یہ ہے کہ دونوں فعلوں کا مفعول ایک ہو پس دوسرے فعل میں ضمیر لانا اس امر پر دلالت کرے گا کہ اس ضمیر سے مراد وہی اسم ظاہر مذکور ہے لہٰذا ضمیر کا لانا تنازُع پر قرینہ ہوگا جو مقصودِ متکلم ہے۔

وَاَمَّا الْاِضْمَارُ فَكَمَا تَقُوْلُ فِى الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهٗ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمْ الزَّيْدِيْنَ وَفِى الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمْتُهٗ زَيْدٌ وَضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمْتُهُمْ الزَّيْدُوْنَ وَاَمَّا اِذَا كَانَ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ فَلَابُدَّ مِنْ اِظْهَارِ الْمَفْعُوْلِ كَمَا تَقُوْلُ حَسِبَنِىْ وَحَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَيْنِ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَذٰلِكَ لِاَنَّ حَسِبَنِىْ وَحَسِبْتُهُمَا تَنَازَعَا فِىْ مُنْطَلِقًا وَاَعْمَلْتَ الْاَوَّلَ وَهُوَ حَسِبَنِىْ وَاَظْهَرْتَ الْمَفْعُوْلَ فِى الثَّانِىْ فَاِنْ حَذَفْتَ مُنْطَلِقَيْنِ وَقُلْتَ حَسِبَنِىْ وَحَسِبْتُهُمَا الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا يَلْزَمُ الْاِقْتِصَارُ عَلٰى اَحَدِ الْمَفْعُوْلَيْنِ فِىْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ وَهُوَ غَيْرُ جَائِزٍ وَاِنْ اَضْمَرْتَ فَلَا يَخْلُوْ مِنْ اَنْ تُضْمِرَ مُفْرَدًا وَتَقُوْلَ حَسِبَنِىْ وَحَسِبْتُهُمَا اِيَّاهُ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَحِيْنَئِذٍ لَا يَكُوْنُ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِىْ مُطَابِقًا لِّلْمَفْعُوْلِ الْاَوَّلِ وَهُوَ هُمَا فِىْ قَوْلِكَ حَسِبْتُهُمَا وَلَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ اَوْ اَنْ تُضْمِرَ مُثَنًّى وَتَقُوْلَ حَسِبَنِىْ وَحَسِبْتُهُمَا اِيَّاهُمَا الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَحِيْنَئِذٍ يَلْزَمُ عَوْدُ الضَّمِيْرِ الْمُثَنّٰى اِلَى اللَّفْظِ الْمُفْرَدِ وَهُوَ مُنْطَلِقًا الَّذِىْ وَقَعَ فِيْهِ التَّنَازُعُ وَهٰذَا اَيْضًا لَا يَجُوْزُ وَاِذَا لَمْ يَجُزِ الْحَذْفُ وَالْاِضْمَارُ كَمَا عَرَفْتَ وَجَبَ الْاِظْهَارُ

قولہ واما اذا کان: ـ یعنی جب دونوں فعل افعال قلوب سے ہوں اور دوسرا فعل مفعول کو چاہتا ہو تو نحات کوفہ کے مذہب کے مطابق دوسرے فعل کے مفعول کو ظاہر کرنا ضروری ہے کیونکہ حذف مفعول اور اضمار دونوں جائز نہیں۔ حذف تو اس لئے ناجائز ہے کہ افعال قلوب کے ایک مفعول پر اقتصار جائز نہیں۔ اور اضمار کی درج ذیل صورتیں بنتی ہیں جو تمام ناجائز ہیں۔ (۱) ضمیر مفرد لاؤ جیسے حَسِبَنِىْ وَحَسِبْتُهُمَا اِيَّاهُ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا، یہ اسلئے جائز نہیں کہ مفعول ثانی پہلے کے موافق نہیں کہ پہلا مفعول تثنیہ ہے اور دوسرا مفرد ہے۔ (۲) ضمیر تثنیہ لاؤ تو مرجع (مُنطلقا) کے مخالف ہوگی یہ بھی جائز نہیں لہٰذا مفعول کا ذکر کرنا متعین ہوگیا۔

فصل مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ وَهُوَ كُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُهٗ وَاُقِيْمَ هُوَ مَقَامَهٗ نَحْوُ ضُرِبَ زَيْدٌ وَ حُكْمُهٗ فِيْ تَوْحِيْدِ فِعْلِهٖ وَتَثْنِيَتِهٖ وَجَمْعِهٖ وَتَذْكِيْرِهٖ وَتَانِيْثِهٖ عَلٰى قِيَاسِ مَاعَرَفْتَ فِي الْفَاعِلِ **فصل** اَلْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ هُمَا اِسْمَانِ مُجَرَّدَانِ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ اَحَدُهُمَا مُسْنَدٌ اِلَيْهِ وَيُسَمَّى الْمُبْتَدَأَ وَالثَّانِيْ مُسْنَدٌ بِهٖ وَيُسَمَّى الْخَبَرَ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَالْعَامِلُ فِيْهِمَا مَعْنَوِيٌّ وَهُوَ الْاِبْتِدَاءُ

قولہ مفعول مالم یسم فاعلہ :- یہ مرفوعات کی قسم ثانی ہے، متقدمین اس قسم کو مفعول مالم یسم کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور متاخرین نائب فاعل کے نام سے، یہ وہ مفعول ہے جس کے فعل کا فاعل حذف کر کے مفعول کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہو جیسے ضرب زید۔ قولہ المبتدأ والخبر :- مبتدا اور خبر مرفوعات کی دو جدا جدا قسمیں ہیں لیکن اس جگہ ان کو ایک فصل میں جمع کر دیا ہے یا تو اس لئے کہ دونوں کا عامل معنوی ہے یا اس لئے کہ دونوں میں تلازم ہے یعنی ان میں اصل یہ ہے کہ جب ایک ذکر کیا جائے تو دوسرا بھی لازماً ذکر کیا جاتا ہے اور کسی ایک کا حذف خلاف اصل ہے۔ سوال :- عامل معنوی کس عامل کو کہتے ہیں؟ جواب :- عامل معنوی وہ ہے جس کا زبان سے تلفظ نہ ہو سکے۔ قولہ هما اسمان :- یعنی مبتدا اور خبر دونوں ایسے دو اسم ہیں جو عامل لفظی سے خالی ہوں۔ مصنف کے قول اسمان میں تعمیم ہے کہ وہ حقیقۃً اسم ہوں جیسے زید قائم یا حکماً اسم ہوں جیسے ان تصوموا خیر لکم میں ان تصوموا، حکماً اسم ہے بمعنی صیامکم یا تاویلاً اسم ہوں جیسے ضرب فعل ماض میں ضرب سے مراد لفظ ہے یعنی ضرب بتاویل هذا اللفظ مبتدا ہے اور فعل ماض اس کی خبر ہے۔ قولہ مجردان :- یہ تجرید سے تثنیہ کا صیغہ ہے اور تجرید کے معنی ہیں خالی کرنا، جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مبتدا پر پہلے عامل لفظی ہوتا ہے پھر وہ عامل لفظی سے مجرد کر لیا جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اسلئے یہاں مجازاً یہ مراد ہے کہ مبتدا اور خبر ایسے دو اسم ہیں جن میں عامل لفظی اصلاً نہ پایا جائے۔ سوال :- بحسبک درهم میں حسب مبتدا ہے جس پر باء جارہ داخل ہے اور باء عامل لفظی ہے لہذا یہ تعریف جامع نہیں؟ جواب :- مبتدا اور خبر کا ایسے عامل سے خالی ہونا شرط ہے جو معنی میں مؤثر ہو اور بحسبک کی باء معنی میں مؤثر نہیں ہے کیونکہ یہ باء زائدہ ہے۔ قولہ والعامل :- اور مبتدا و خبر میں عامل معنوی "ابتداء" ہے یعنی اسم کا عامل لفظی سے خالی ہونا، خلاصہ یہ کہ مبتدا ایسا اسم ہے جو عامل لفظی سے خالی ہو اور مسند الیہ ہو اور خبر ایسا اسم ہے جو عامل لفظی خالی ہو اور مسند بہ ہو۔

وَاَصْلُ الْمُبْتَدَأِ اَنْ يَّكُوْنَ مَعْرِفَةً وَاَصْلُ الْخَبَرِ اَنْ يَّكُوْنَ نَكِرَةً وَالنَّكِرَةُ اِذَا وُصِفَتْ جَازَ اَنْ تَقَعَ مُبْتَدَأً نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَكَذَا اِذَا تُخُصِّصَتْ بِوَجْهٍ اٰخَرَ نَحْوُ اَرَجُلٌ فِي الدَّارِ اَمْ اِمْرَأَةٌ وَمَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ

فائدہ:-مبتدا اور خبر کے عامل میں نُحات کا اختلاف ہے۔(۱) زمخشری کے نزدیک اُن میں عامل معنیٰ ابتدا ہے (۲) سیبویہ کے نزدیک مبتدا میں عامل معنیٰ ابتدا ہے اور خبر میں عامل خود مبتدا ہے۔(۳) کسائی اور فراء کے نزدیک مبتدا اور خبر میں سے ہر ایک دوسرے میں عامل ہے۔ قولہ وَاَصْلُ الْمُبْتَدَأِ:-اور مبتدا میں اصل تعریف ہے کیونکہ یہ محکوم علیہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ میں اصل تعریف ہے۔ مصنف کے اس قول سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کبھی مبتدا اصل کے خلاف نکرہ بھی ہوتا ہے لیکن نکرہ محضہ نہیں بلکہ نکرہ مخصصہ ہوتا ہے اس لئے اب مواضعِ تخصیص بیان کرتے ہیں۔ قولہ وَالنَّكِرَةُ:-یعنی نکرہ میں جب صفت کی وجہ سے تخصیص ہو جائے تو اُس کا مبتدا واقع ہونا جائز ہے جیسے وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ، اس میں عَبْدٌ نکرہ ہے اور تخصیص بالصفۃ کے بعد مبتدا واقع ہو رہا ہے۔ فائدہ:-صفتِ مُخَصِّصَہ کبھی مقدر بھی ہوتی ہے جیسے اَلسَّمْنُ مَنَوَانِ بِدِرْهَمٍ میں مَنَوَانِ نکرہ ہے اور مِنْهُ، كَائِنَانِ کے متعلق ہو کر اسکی صفت ہے جو کہ مقدر ہے۔ قولہ اَرَجُلٌ:-اس میں رَجُلٌ نکرہ مخصصہ مبتدا ہے او اِمْرَأَةٌ اُس پر معطوف ہے اور اسمیں تخصیص علمِ متکلم کی وجہ سے ہوئی ہے، اس لئے کہ متکلم کو یہ تو معلوم ہے کہ مرد اور عورت میں سے کوئی ایک گھر میں ہے تو وہ سوال کر کے مخاطب سے صرف اُسکی تعیین کرانا چاہتا ہے۔ قولہ مَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ:-اس میں اَحَدٌ نکرہ مخصصہ مبتدا ہے اور تحت النفی واقع ہونے کی وجہ سے اس میں تخصیص بالعموم ہے۔ سوال:-عموم تو خصوص کی ضد ہے کیونکہ عموم کے معنی ہیں تَكْثِيرِ اَفْرَاد اور خصوص کے معنی ہیں تَقْلِيلِ اَفْرَاد، لہٰذا نکرہ کا مخصوص بالعموم ہونا باطل ہے۔؟ جواب:-یہاں تخصیص سے مراد رَفعِ احتمالات ہے جو عموم کے منافی اور اُسکی ضد نہیں ہے بلکہ یہ رفعِ احتمالات عموم سے حاصل ہوتا ہے مثلاً مثال مذکور میں اگر زَيْدٌ سے خیریت کی نفی کیجاتی ہے تو عَمْرٌو کی خیریت کا احتمال باقی رہتا ہے اور اگر عمرو سے بھی نفی کیجاتی ہے تو بکر کی خیریت کا احتمال رہتا ہے وهَلُمَّ جرًّا لیکن جب مَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ کہا تو جملہ احتمالات مرتفع ہو گئے۔ سوال:-مَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ میں اَحَدٌ مبتدا نہیں بلکہ مَامُشَابِهٌ بِلَيْسَ کا اسم ہے؟ جواب:-بنو تمیم چونکہ مَامُشَابِهٌ بِلَيْسَ کو عامل نہیں مانتے اس لئے اُن کی لغت کے مطابق اَحَدٌ نکرہ مخصصہ مبتدا ہے اور خَيْرٌ اُسکی خبر ہے۔ فائدہ:-استغراق وعموم کیوجہ سے تخصیص کی صحیح مثال تَمْرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ جَرَادَةٍ ہے اَىْ كُلُّ تَمْرَةٍ خَيْرٌ مِّنْ كُلِّ جَرَادَةٍ۔

اَوْفِعْلِيَّةً نَحْوُ زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ اَوْشَرْطِيَّةً نَحْوُ زَيْدٌ اِنْ جَآءَ نِيْ فَاَكْرَمْتُهُ اَوْظَرْفِيَّةً نَحْوُ زَيْدٌ خَلْفَكَ وَعَمْرٌو فِي الدَّارِ وَالظَّرْفُ مُتَعَلِّقٌ بِجُمْلَةٍ عِنْدَ الْاَكْثَرِ وَهِيَ اِسْتَقَرَّ مَثَلًا تَقُوْلُ زَيْدٌ فِي الدَّارِ تَقْدِيْرُهُ زَيْدٌ اِسْتَقَرَّ فِي الدَّارِ وَلَابُدَّ فِي الْجُمْلَةِ مِنْ ضَمِيْرٍ يَعُوْدُ اِلَى الْمُبْتَدَأ كَالْهَاءِ فِيْ مَامَرَّ

قولہ فعلية :-یعنی جملہ فعلیہ، جملہ شرطیہ اور ظرفیہ بھی مبتدا کی خبر واقع ہوتا ہے۔ اس میں جملہ کے اقسام بھی بیان کر دیئے گئے ہیں۔ فائدہ:- مصنف کے بیان کے مطابق جملہ کی چار قسمیں ہیں اسمیہ، فعلیہ، ظرفیہ اور شرطیہ۔ اور بعض نے جملہ ظرفیہ کو مفرد میں داخل مان کر جملہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں اور کچھ حضرات نے جملہ شرطیہ کو فعلیہ میں اور ظرفیہ کو مفرد میں داخل مان کر جملہ کی صرف دو قسمیں ذکر کی ہیں۔ سوال:- مبتدا کی خبر شرط و جزا کا مجموعہ ہوتا ہے یا اُن میں سے کوئی ایک؟ جواب:- اسمیں تین قول ہیں (۱) دونوں کا مجموعہ خبر واقع ہوتا ہے۔ (۲) ان میں سے کوئی ایک۔ (۳) صرف جزا خبر واقع ہوتی ہے۔ سوال:- کون سے حروف مبتدا کی خبر واقع ہوتے ہیں؟ جواب:- مِنْ، اِلٰی، فِیْ، لَامْ، بَاءْ، کاف اور عن۔ قولہ والظَّرْف:- اور جو خبر ظرف ہو (خواہ ظرف زمان یا ظرفِ مکان یا قائم مقام ظرف) وہ اکثر نحویوں کے نزدیک جملہ فعلیہ کے ساتھ متعلق ہوتی ہے مصنف نے عندالاکثر کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بعض نحویوں کے نزدیک ظرف کا مُتعلَّق، مفرد یعنی اسم فاعل ہوتا ہے اس لئے کہ خبر میں اصل افراد ہے۔ قولہ وَهِيَ اسْتَقَرَّ:- اور وہ جملہ استقرّ ہے۔ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ فعل عمل میں اصل ہے اس لئے فعل کو مقدر ماننا اولیٰ ہے نیز ظرفِ مستقر عامل کے قائم مقام ہو کر عمل کرتا ہے لہٰذا ظرف کو فعل کا قائم مقام بنانا اولیٰ ہے، پس ان کے نزدیک زَيْدٌ فِي الدَّارِ کی تقدیر زيد استقر في الدار ہے۔ سوال:- ظرف مستقر اور ظرف لغو کی تعریف کریں؟ جواب:- ظرف مستقر وہ ہے جس کا مُتعلَّق فعل یا شبہ فعل محذوف ہو خواہ فعل عام ہو یا خاص اور ظرف لغو وہ ہے جس کا مُتعلَّق فعل یا شبہ فعل مذکور ہو۔ فائدہ:- فعل عام وہ ہے جس سے کوئی فعل خالی نہ ہو اور فعل عام جو مشہور ہیں وہ چار ہیں۔

افعال عامہ چہار اند نزد ارباب عقول کون است و وجود است وثبوت است وحصول

قولہ ولابُدَّ:- اور جو جملہ مبتدا کی خبر واقع ہو رہا ہو اسمیں مبتدا کو لوٹنے والی ضمیر کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ ضمیر جملہ کو استقلال سے نکال کر ماقبل کے ساتھ مربوط کردے۔ سوال:- کیا جملہ کو ماقبل کے ساتھ مربوط صرف ضمیر کرتی ہے؟ جواب:- نہیں بلکہ دیگر اشیاء بھی رابطہ کا فائدہ دیتی ہیں مثلاً اسم ظاہر کا ضمیر کی جگہ آنا جیسے اَلْحَاقَّةُ مَاالْحَاقَّةُ میں دوسرا اَلْحَاقَّةُ، هِيَ ضمیر کی جگہ میں واقع ہے یا خبر کا مبتدا کی تفسیر ہونا جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ میں اللّٰهُ اَحَدٌ مبتدا کی خبر ہے اور هُوَ کی تفسیر ہے جو مبتدا ہے۔

وَيَجُوزُ حَذْفُهُ عِنْدَ وُجُودِ قَرِيْنَةٍ نَحْوُ اَلسَّمَنُ مَنْوَانِ بِدِرْهَمٍ وَالْبُرُّ الْكُرُّ بِسِتِّيْنَ دِرْهَمًا وَقَدْ يَتَقَدَّمُ الْخَبَرُ عَلَى الْمُبْتَدَأْ نَحْوُ فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَيَجُوزُ لِلْمُبْتَدَأْ الْوَاحِدِ اَخْبَارٌ كَثِيْرَةٌ نَحْوُ زَيْدٌ عَالِمٌ فَاضِلٌ عَاقِلٌ وَاعْلَمْ اَنَّ لَهُمْ قِسْمًا اٰخَرَ مِنَ الْمُبْتَدَأْ لَيْسَ مُسْنَدًا اِلَيْهِ

قولہ ویجوز:- اور قرینہ پائے جانے کے وقت صرف ضمیر (رابطہ) کا حذف کرنا جائز ہے جیسے اَلسَّمَنُ مَنْوَان بِدِرْهَم میں منوان اپنی خبر سے مل کر اَلسَّمَنُ (مبتدا) کی خبر ہے اور اس جملہ میں ضمیر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے اَلسَّمَنُ مَنْوَان مِنْهُ بِدِرْهَمٍ۔ فائدہ:- مذکورہ مثال میں ضمیر کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ گھی بیچنے والا گھی ہی کا نرخ بتاتا ہے نہ کسی اور چیز کا۔ سوال:- مذکورہ مثال میں مَنْوَان نکرہ ہے جسکو مبتدا ماننا غلط ہے کہ مبتدا معرفہ ہوتا ہے؟ جواب:- مِنْهُ مقدر منوان کی صفت ہے جسکی وجہ سے منوان نکرہ مخصصہ ہو گیا ہے جو مبتدا واقع ہوتا ہے۔ قولہ اَلْبُرُّ اَلْكُرُّ:- یہ حذف ضمیر کی دوسری مثال ہے کُرٌّ ایک پیمانہ کا نام ہے جسمیں بارہ وسق گیہوں آتے ہیں اور ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اس کی تقدیر اَلْبُرُّ اَلْكُرُّ مِنْهُ بِسِتِّيْنَ دِرْهَمًا ہے اور "مِنْهُ" "اَلْكَائِنُ" کے متعلق ہو کر اَلْكُرُّ کی صفت ہے۔ قولہ وقد يَتَقَدَّمُ:- اور کبھی خبر، مبتدا پر مقدم ہو جاتی ہے اس تقدیم کی دو قسمیں ہیں اول واجب، جب مبتدا نکرہ ہو جیسے فِي الدَّارِ رَجُلٌ دوم جائز، جب مبتدا معرفہ ہو جیسے فِي الدَّارِ زَيْدٌ۔ فائدہ:- خبر میں اصل یہ ہے کہ مبتدا سے مؤخر ہو اس لئے کہ خبر معنی کے اعتبار سے صفت ہوتی ہے اور جو لفظاً و معنیً صفت ہوتی ہے اس کا موصوف سے مؤخر ہونا واجب ہے لہٰذا جو صرف معنی صفت ہو اس کا موصوف سے مؤخر ہونا اصل ہے۔ قولہ ویجوز:- یعنی ایک مبتدا کیلئے اخبار کثیرہ کا ہونا جائز ہے اس لئے کہ خبر حکم ہے اور شئی واحد پر بہت سے احکام لگائے جا سکتے ہیں جیسے زَيْدٌ عَالِمٌ فَاضِلٌ نَاصِرٌ میں زَيْدٌ کی تین خبریں ہیں۔ فائدہ:- مبتدا کی خبر کا کثیر ہونا دو قسم پر ہے (۱) جائز کہ اس تکثر کے بغیر کلام کے معنی تمام ہو سکتے ہیں جیسے زَيْدٌ عَالِمٌ عَاقِلٌ نَاصِرٌ۔ اس قسم میں حرف عطف لا کر زَيْدٌ عَالِمٌ وَعَاقِلٌ وَ نَاصِرٌ کہنا اولیٰ ہے۔ (۲) واجب، کہ اس تکثر کے بغیر کلام کے معنی تمام نہیں ہو سکتے جیسے اَلسُّحُلُ حُلْوٌ حَامِضٌ اس قسم میں ترک عطف اولیٰ ہے۔ قولہ اِعْلَمْ:- یہاں سے ماتن مبتدا کی قسم ثانی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نحات کے نزدیک مبتدا کی ایک قسم اور بھی ہے جو قسم اول کی غیر ہے کیونکہ قسم اول مسند الیہ ہوتی ہے مگر یہ قسم مسند الیہ نہیں ہوتی، مبتدا کی ان دونوں قسموں میں مَابِهِ الْاِشْتِرَاك یہ ہے کہ دونوں قسموں کا عامل معنوی ہوتا ہے اور مَابِهِ الْاِمْتِيَاز یہ ہے کہ قسم اول صریح یا تاویلی اسم ہوتی ہے اور مُحْتَاجْ اِلَى الْاِعْتِمَادْ نہیں ہوتی جبکہ قسم ثانی صیغہ صفت، مُحْتَاجْ اِلَى الْاِعْتِمَادْ ہوتی ہے۔ فائدہ:- مصنف کا قول قِسْمًا موصوف ہے اور اٰخَرَ اسکی صفت اول اور لَيْسَ مُسْنَدًا اِلَيْهِ صفت ثانی ہے۔

وَاَصْلُ الْمُبْتَدَأِ اَنْ یَّکُوْنَ مَعْرِفَۃً وَاَصْلُ الْخَبَرِ اَنْ یَّکُوْنَ نَکِرَۃً وَالنَّکِرَۃُ اِذَا وُصِفَتْ جَازَ اَنْ تَقَعَ مُبْتَدَأً نَحْوُ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ وَکَذَا اِذَا تَخَصَّصَتْ بِوَجْہٍ اٰخَرَ نَحْوُ اَرَجُلٌ فِی الدَّارِ اَمِ امْرَأَۃٌ وَمَا اَحَدٌ خَیْرٌ مِّنْکَ

فائدہ:- مبتدا اور خبر کے عامل میں نُحات کا اختلاف ہے۔(۱) زمخشری کے نزدیک اُن میں عامل معنیٰ ابتدا ہے (۲) سیبویہ کے نزدیک مبتدا میں عامل معنیٰ ابتدا ہے اور خبر میں عامل خود مبتدا ہے۔(۳) کسائی اور فراء کے نزدیک مبتدا اور خبر میں سے ہر ایک دوسرے میں عامل ہے۔ قولہ وَاَصْلُ الْمُبْتَدَأِ:- اور مبتدا میں اصل تعریف ہے کیونکہ یہ محکوم علیہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ میں اصل تعریف ہے۔ مصنف کے اس قول سے اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کبھی مبتدا اصل کے خلاف نکرہ بھی ہوتا ہے لیکن نکرہ محضہ نہیں بلکہ نکرہ مخصصہ ہوتا ہے اس لئے اب مواضعِ تخصیص بیان کرتے ہیں۔ قولہ وَالنَّکِرَۃُ:- یعنی نکرہ میں جب صفت کی وجہ سے تخصیص ہو جائے تو اُس کا مبتدا واقع ہونا جائز ہے جیسے وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ، اس میں عَبْدٌ نکرہ ہے اور تخصیص بالصفۃ کے بعد مبتدا واقع ہو رہا ہے۔ فائدہ:- صفتِ مُخَصِّصَہ کبھی مقدر بھی ہوتی ہے جیسے اَلسَّمْنُ مَنَوَانِ بِدِرْھَمٍ میں مَنَوَانِ نکرہ ہے اور مِنْہُ، کَائِنَانِ کے متعلق ہو کر اسکی صفت ہے جو کہ مقدر ہے۔

قولہ اَرَجُلٌ:- اس میں رَجُلٌ نکرہ مخصصہ مبتدا ہے او اِمْرَأَۃٌ اُس پر معطوف ہے اور اِسمیں تخصیص علمِ متکلم کی وجہ سے ہوئی ہے، اس لئے کہ متکلم کو یہ تو معلوم ہے کہ مرد اور عورت میں سے کوئی ایک گھر میں ہے تو وہ سوال کر کے مخاطب سے صرف اُسکی تعیین کرانا چاہتا ہے۔ قولہ مَا اَحَدٌ خَیْرٌ مِّنْکَ:- اس میں اَحَدٌ نکرہ مخصصہ مبتدا ہے اور تحت النفی واقع ہونے کی وجہ سے اس میں تخصیص بالعموم ہے۔ سوال:- عموم تو خصوص کی ضد ہے کیونکہ عموم کے معنٰی ہیں تَکْثِیْرِ اَفْرَاد اور خصوص کے معنی ہیں تَقْلِیْلِ اَفْرَاد، لہٰذا نکرہ کا مخصوص بالعموم ہونا باطل ہے۔؟ جواب:- یہاں تخصیص سے مراد رَفْعِ اِحْتِمَالَات ہے جو عموم کے منافی اور اُسکی ضد نہیں ہے بلکہ یہ رفعِ احتمالات عموم سے حاصل ہوتا ہے مثلاً مثال مذکور میں اگر زَیْدٌ سے خیریت کی نفی کیجاتی ہے تو عَمْرٌو کی خیریت کا احتمال باقی رہتا ہے اور اگر عمرو سے بھی نفی کیجاتی ہے تو بکر کی خیریت کا احتمال رہتا ہے وَھَلُمَّ جَرًّا لیکن جب مَا اَحَدٌ خَیْرٌ مِّنْکَ کہا تو جملہ احتمالات مرتفع ہو گئے۔ سوال:- مَا اَحَدٌ خَیْرٌ مِّنْکَ میں اَحَدٌ مبتدا نہیں بلکہ مَامُشَابِہٌ بِلَیْسَ کا اسم ہے؟ جواب:- بنو تمیم چونکہ مَامُشَابِہٌ بِلَیْسَ کو عامل نہیں مانتے اس لئے اُن کی لغت کے مطابق اَحَدٌ نکرہ مخصصہ مبتدا ہے اور خَیْرٌ اُسکی خبر ہے۔ فائدہ:- استغراق وعموم کیوجہ سے تخصیص کی صحیح مثال تَمْرَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ جَرَادَۃٍ ہے اَیْ کُلُّ تَمْرَۃٍ خَیْرٌ مِّنْ کُلِّ جَرَادَۃٍ۔

وَشَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ وَفِي الدَّارِ رَجُلٌ وَسَلَامٌ عَلَيْكَ وَاِنْ كَانَ اَحَدُ الْاِسْمَيْنِ مَعْرِفَةً وَالْاٰخَرُ نَكِرَةً فَاجْعَلِ الْمَعْرِفَةَ مُبْتَدَأً وَالنَّكِرَةَ خَبَرًا اَلْبَتَّةَ كَمَا مَرَّ وَاِنْ كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ فَاجْعَلْ اَيَّهُمَا شِئْتَ مُبْتَدَأً وَالْاٰخَرَ خَبَرًا نَحْوَ اَللّٰهُ اِلٰهُنَا وَمُحَمَّدٌ نَبِيُّنَا وَاٰدَمُ اَبُوْنَا وَقَدْ يَكُوْنُ الْخَبَرُ جُمْلَةً اِسْمِيَّةً نَحْوَ زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ

قولہ شَرٌّ اَهَرَّ :- اس مثال میں شَرٌّ صفتِ مقدرہ کی وجہ سے تخصیص پا کر مبتدا واقع ہوا ہے اور اُس کی تقدیر شَرٌّ عَظِيْمٌ اَهَرَّ ذَانَابٍ ہے، یعنی بڑے شر نے کتے کو بھونکایا نہ چھوٹے شر نے۔ قولہ فِي الدَّارِ :- اس مثال میں رَجُلٌ کے اندر تقدیم خبر کی وجہ سے تخصیص ہوئی ہے۔ سوال :- فِي الدَّارِ رَجُلٌ کی ترکیب جائز ہے اور رَجُلٌ فِي الدَّارِ کی ترکیب ناجائز ہے اُس کی وجہ کیا ہے؟ جواب :- رَجُلٌ فِي الدَّارِ میں خبر کا صفت کے ساتھ التباس ہوتا ہے اس لئے یہ ترکیب جائز نہیں لیکن فِي الدَّارِ رَجُلٌ میں یہ التباس نہیں کیونکہ صفت موصوف سے مؤخر ہوتی ہے جبکہ فِي الدَّارِ مقدم ہے لہٰذا یہ خبر ہے صفت نہیں۔ قولہ سَلَامٌ عَلَيْكَ :- اس میں سَلَامٌ نکرہ مخصصہ مبتدا ہے اور اس میں تخصیص نسبت الی الْمُتَكَلِّمِ کی وجہ سے ہوئی ہے کیونکہ یہ اصل میں سَلَامِيْ عَلَيْكَ تھا۔ فائدہ :- ابنِ برہان کے نزدیک اگر نکرہ سے مخاطب کے علم میں اضافہ ہو تو نکرہ مبتدا واقع ہو سکتا ہے جیسے كَوْكَبٌ اِنْقَضَّ السَّاعَةَ کے سننے سے مخاطب کے علم میں اضافہ ہوتا ہے لہٰذا اس نکرہ کا بلا تخصیص مبتدا واقع ہونا درست ہے اور رَجُلٌ قَائِمٌ سے مخاطب کے علم میں اضافہ نہیں ہوتا کیونکہ ہر ایک کو یہ معلوم ہے کہ کوئی مرد کھڑا ہے لہٰذا رَجُلٌ کا مبتدا واقع ہونا درست نہیں ہے۔ قولہ وَاِنْ كَانَ :- یعنی اگر دو اسم ہوں ایک معرفہ اور دوسرا نکرہ تو معرفہ کو مبتدا بنا دو اور نکرہ کو خبر اس لئے کہ مبتدا میں اصل تعریف ہے اور خبر میں اصل تنکیر ہے پس دونوں اصل کے مطابق ہو جائینگے۔ قولہ اَلْبَتَّةَ :- یہ کلمہ فَاجْعَلْ کیلئے ظرف ہے ای فَاجْعَلِ الْمَعْرِفَةَ فِيْ كُلِّ تَرْكِيْبٍ وَقَعَتْ یا یہ مفعول مطلق ہے بحذف موصوف ای فَاجْعَلِ الْمَعْرِفَةَ مُبْتَدَأً جَعْلًا تَابِيْدِيًّا۔ قولہ وَاِنْ كَانَ مَعْرِفَتَيْنِ :- یعنی اگر مبتدا و خبر دونوں معرفہ ہوں تو جسکو چاہو مبتدا بناؤ اور دوسرے کو خبر یعنی جس کو مقدم کرو گے وہ مبتدا ہوگا اور دوسرا خبر ہوگا۔ قولہ قَدْ يَكُوْنُ :- اور کبھی خبر جملہ بھی ہوتی ہے اس لئے کہ مفرد کی مثل جملہ کے ساتھ بھی حکم کیا جاتا ہے اور جملہ پر خبر کی تعریف بھی صادق آتی ہے جیسے زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ میں جملہ اسمیہ (اَبُوْهُ قَائِمٌ) مبتدا کی خبر ہے۔ فائدہ :- مصنف نے قَدْ تَقْلِيْلِيَّةٌ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ خبر کا جملہ ہونا قلیل ہے اور اصل خبر میں افراد ہے۔

وَهُوَ صِفَةٌ وَقَعَتْ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ نَحْوُ مَاقَائِمٌ زَيْدٌ اَوْبَعْدَ حَرْفِ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَقَائِمٌ زَيْدٌ بِشَرْطِ اَنْ تَرْفَعَ تِلْكَ الصِّفَةُ اِسْمًا ظَاهِرًا نَحْوُ مَاقَائِمٌ الزَّيْدَانِ وَاَقَائِمٌ الزَّيْدَانِ بِخِلَافِ مَاقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ **فَصْلٌ** خَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَهِيَ اِنَّ وَاَنَّ وَكَاَنَّ وَلٰكِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ فَهٰذِهِ الْحُرُوْفُ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَاْ وَالْخَبَرِ فَتَنْصِبُ الْمُبْتَدَاْ وَيُسَمّٰى اِسْمَ اِنَّ وَتَرْفَعُ الْخَبَرَ وَيُسَمّٰى خَبَرَ اِنَّ

قولہ هُوَ صِفَةٌ:- یعنی مبتدا کی قسم ثانی ایسا صفت کا صیغہ ہے جو حرفِ نفی یا حرفِ استفہام کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دے۔ پس مَاقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ میں ضمیر کو رفع دینے کی وجہ سے صیغہ صفت مبتدا نہیں ہے۔ سوال:- مبتدا کی اس قسم میں ماقبل پر اعتماد کیوں ضروری ہے؟ جواب:- اس لئے کہ یہ قسم درحقیقت مبتدا نہیں بلکہ اعراب کی کوئی وجہ نہ پائے جانے کی بنا پر نحات نے اس قسم کے مبتدا ہونے کا قول کیا ہے اس لئے اس قسم میں اعتماد شرط کر دیا ہے جو اصل میں نہیں ہے۔ فائدہ:- سیبویہ اور اخفش کے نزدیک صفت مذکورہ بغیر اعتماد کے بھی اسمِ ظاہر کو رفع دیتی ہے اور بطور دلیل "فَخَيْرٌ نَحْنُ عِنْدَ النَّاسِ مِنْكُمْ" پیش کیا ہے کہ اس میں خَيْرٌ اسمِ تفضیل مبتدا ہے اور بغیر اعتماد کے نَحْنُ کو رفع دے رہا ہے لیکن اُنکا یہ استدلال درست نہیں اس لئے کہ گفتگو نثر کلام کے متعلق ہو رہی ہے کہ نثر کلام میں صیغہ صفت کیلئے اعتماد ضروری ہے اور اُنہوں نے بطور استدلال شعر پیش کیا ہے۔ سوال:- صیغہ صفت کا اعتماد تو چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر ہوتا ہے مصنف نے یہاں صرف دو کے ذکر پر اکتفاء کیوں کیا ہے؟ جواب:- اسلئے کہ بقیہ چار میں سے کسی پر اعتماد کے وقت صیغہ صفت مبتدا نہیں ہوگا اور بات صیغہ صفت کے مبتدا بننے کی ہو رہی ہے مثلاً اگر مبتدا پر اعتماد ہوگا تو صیغہ صفت خبر ہوگا اور موصوف پر اعتماد ہوگا تو صیغہ صفت، موصوف کی صفت بنے گا اور موصول یا ذوالحال پر اعتماد کے وقت صلہ یا حال ہوگا۔ قولہ بِخِلَافِ:- اس عبارت میں با، جارہ مُتَلَبِّسَانِ مقدر کے متعلق ہو کر مبتدا مقدر کی خبر ہے اَیْ هُمَا مُتَلَبِّسَانِ، چونکہ مَاقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ میں صفت کا صیغہ ضمیر کو رفع دے رہا ہے اس لئے یہ مبتدا نہیں بلکہ خبر ہے۔ فائدہ:- مَاقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ میں صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع دیتا تو تثنیہ نہ ہوتا اس لئے کہ قاعدہ ہے اِذَا كَانَ الْفَاعِلُ اِسْمًا ظَاهِرًا وُحِّدَ الْفِعْلُ اَبَدًا۔ قولہ خَبَرُ اِنَّ:- مرفوعات کی ایک قسم اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر ہے اور یہ اِنَّ اور اُسکے اخوات حروفِ مشبہ بفعل کہلاتے ہیں جو مبتدا و خبر کے دواخل میں سے ہیں۔ وجہ تسمیہ:- یہ حروف بچند وجوہ فعل کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اس لئے انکو حروف مشبہ بفعل سے موسوم کیا گیا۔ اول:- مشابہت لفظی، جس کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) ان حروف میں سے بعض فعل کی طرح سہ حرفی ہیں جیسے اِنَّ، اَنَّ اور لَيْتَ، بعض فعل کی طرح چہار حرفی ہیں جیسے كَاَنَّ، لَعَلَّ اور بعض فعل کیطرح پانچ حرفی ہیں جیسے لٰكِنَّ۔

فَخَبَرُ اِنَّ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَحُكْمُهٗ فِيْ كَوْنِهٖ مُفْرَدًا اَوْجُمْلَةً اَوْمَعْرِفَةً اَوْنَكِرَةً كَحُكْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدَأ وَلَا يَجُوْزُ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا عَلٰى اَسْمَآئِهَا اِلَّا اِذَا كَانَ ظَرْفًا نَحْوُ اِنَّ فِي الدَّارِ زَيْدًا لِمَجَالِ التَّوَسُّعِ فِي الظُّرُوْفِ

(۲) یہ تمام حروف فعل ماضی کی طرح فتح پر مبنی ہیں۔ دوم:- مشابہت معنوی، بایں طور کہ اِنَّ اور اَنَّ معنی تحقیق پر دلالت کرنے میں فعل حَقَّقْتُ کے مشابہ ہیں اور کاَنَّ معنی تشبیہ پر دلالت کرنے میں فعل شَبَّهْتُ کے مشابہ ہے اور لکِنَّ معنی استدراک پر دلالت کرنے میں فعل اِسْتَدْرَكْتُ کے مشابہ ہے اور لیتَ معنی تمنی پر دلالت کرنے میں فعل تَمَنَّيْتُ کے اور لعلَّ معنی ترجی پر دلالت کرنے میں فعل تَرَجَّيْتُ کے مشابہ ہے۔ سوال:- اُخْتٌ، کا اطلاق اس ذی روح پر ہوتا ہے جس کی بیٹے ماں ہو اور انَّ، ذی روح نہیں ہے اس لئے یہاں پر اُخْتٌ کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔ جواب:- اُخْتٌ سے یہاں مجازاً اشباہ وامثال مراد ہیں۔ سوال:- انَّ کے اشباہ کو اخ سے کیوں تعبیر نہیں کیا؟ جواب:- یہ تعبیر تاویل کلمہ ہے یعنی انَّ چونکہ کلمہ ہے اور کلمہ مؤنث ہے اس لئے اخوات (مؤنث) سے تعبیر کیا ہے۔ قولہ فخبر انَّ:- پس انَّ اور اس کے اخوات کی خبر ان حروف میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے۔ مثلاً انَّ زیدًا قائمٌ میں انَّ کے داخل ہونے کے بعد خبر (قائمٌ) مسند ہے۔ قولہ وحکمہ:- یعنی انَّ کی خبر کا حکم مفرد یا جمع ہونے میں نیز معرفہ ونکرہ ہونے میں مبتداء کی خبر جیسا ہے، البتہ انَّ وغیرہ کی خبر مقدم نہیں ہوسکتی جبکہ مبتداء کی خبر مقدم ہوجاتی ہے۔ فائدہ:- انَّ اور اس کے اخوات کو فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے فعل کا عمل فرعی دیا گیا ہے یعنی ان کا منصوب پہلے آتا ہے اور مرفوع بعد میں اس لئے انَّ کے اندر خبر کی تقدیم جائز نہیں تاکہ انَّ کا عمل تقدیم خبر کی وجہ سے انَّ کے اصل (فعل) جیسا نہ ہوجائے۔ قولہ الا اذا کان:- یعنی جب انَّ وغیرہ کی خبر ظرف ہو تو اس کی تقدیم جائز ہے اس لئے کہ ظرف میں اپنے غیر کی نسبت وسعت زیادہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے سوا کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو زمان ومکان سے خالی ہو۔ فائدہ:- ابن عنین مصری نے نحو کے یہ دونوں مسئلے اپنی محرومی کے بیان کے ضمن میں اس طرح بیان کئے ہیں۔

كَاَنِّيْ مِنْ اَخْبَارِ اِنَّ وَلَمْ يَجُزْ … لَهٗ اَحَدٌ فِي النَّحْوِ اَنْ يَتَقَدَّمَا

عَسٰى حَرْفُ جَرٍّ مِنْ نَدَاكُمْ يَجُرُّنِيْ … فَاُصْبِحَ مَجْرُوْرًا اِلَيْكُمْ مُقَدَّمَا

جب ابن عنین کو اس کے بخل اور بداخلاقی کے سبب وقت کے اہل علم نے نظر انداز کردیا تو وہ کہتا ہے کہ گویا میں انَّ کی خبر ہوں جسکو مقدم کرنا کسی نحوی نے جائز نہیں رکھا، شاید تمہاری مجلس کا کوئی حرف جر مجھے کھینچ لے اور میں تمہارا پیش رو بن جاؤں۔

کسی شاعر نے ابن عنین کو درج ذیل جواب دیا ہے۔

فَلَوْ كُنْتَ ظَرْفًا يَاابْنَ عُنَيْنٍ اَوْجَبَتْ … لَكَ النَّاسُ تَقْدِيْمًا عَلَيْهِمْ مُحَتَّمَا

اے ابن عنین! اگر تو وسیع الظرف ہوتا تو یقیناً لوگ تجھے اپنا مقتدی بنا لیتے۔

فصل اِسْمُ کَانَ وَاَخَوَاتِهَا وَهِیَ صَارَ وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰی وَاَضْحٰی وَظَلَّ وَبَاتَ وَرَاحَ وَاٰضَ وَعَادَ وَغَدَا وَمَازَالَ وَمَابَرِحَ وَمَافَتِیَ وَمَاانْفَکَّ وَمَادَامَ وَلَيْسَ فَهٰذِهِ الْاَفْعَالُ تَدْخُلُ اَیْضًا عَلَی الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ فَتَرْفَعُ الْمُبْتَدَأَ وَيُسَمّٰی اِسْمَ کَانَ وَتَنْصِبُ الْخَبَرَ وَيُسَمّٰی خَبَرَ کَانَ فَاسْمُ کَانَ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ کَانَ زَيْدٌ قَائِمًا وَيَجُوْزُ فِی الْکُلِّ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا عَلٰی اَسْمَآئِهَا نَحْوُ کَانَ قَائِمًا زَيْدٌ وَعَلٰی نَفْسِ الْاَفْعَالِ اَیْضًا فِی التِّسْعَةِ الْاُوَلِ نَحْوُ قَائِمًا کَانَ زَيْدٌ وَلَا يَجُوْزُ ذٰلِکَ فِیْ مَا فِیْ اَوَّلِهٖ مَا فَلَا يُقَالُ قَائِمًا مَّازَالَ زَيْدٌ وَفِیْ لَيْسَ خِلَافٌ وَبَاقِی الْکَلَامِ فِیْ هٰذِهِ الْاَفْعَالِ يَجِیْءُ فِی الْقِسْمِ الثَّانِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی **فصل** اِسْمُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهِمَا نَحْوُ مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلَا رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْکَ

قولہ اسم کان :- مرفوعات کی ایک قسم کان اور اُس کے اخوات کا اسم ہے، یہ افعال مبتدا و خبر پر داخل ہو کر مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور افعال ناقصہ کہلاتے ہیں۔ فائدہ:- ابنِ حاجب کے نزدیک کَانَ کا مرفوع فاعل ہے اس لئے ابن حاجب نے اسمِ کان کا الگ ذکر نہیں کیا لیکن مصنف کے نزدیک اسم کَانَ فاعل نہیں بلکہ ملحق بالفاعل ہے اس لئے اسم کان کا علٰحدہ ذکر کیا ہے۔ قولہ ویجوز فی الکُلِّ :- اور ان تمام افعال میں اسم پر خبر کی تقدیم جائز ہے اور پہلے گیارہ افعال میں خبر کی تقدیم ان کی ذات پر بھی جائز ہے اس لئے کہ یہ افعال عامل قوی ہیں اور تقدیمِ خبر سے کوئی مانع بھی نہیں ہے۔

فائدہ:- کان سے لیکر غدا تک گیارہ افعال جن کے اول میں ما نہیں ہے ان کی ذات پر خبر کی تقدیم جائز ہے اور کتاب میں نو کا ذکر ناسخ کی غلطی ہے اور جن افعال کے شروع میں ما مصدریہ یا نافیہ ہے اُن کی خبر کی تقدیم اُن کی ذات پر جائز نہیں کیونکہ ما نافیہ صدارت کلام کو چاہتا ہے اور ما مصدریہ عامل ضعیف ہے جس کا معمول اُس پر مقدم نہیں ہوسکتا۔ قولہ وَفِیْ لَيْسَ :- یعنی لیس کی خبر میں اختلاف ہے سیبویہ کے نزدیک لیس کی خبر اُسکی ذات پر مقدم نہیں ہوسکتی اس لئے کہ بمعنی منفی ہونے کی وجہ سے لیس کا حکم اُن افعال کا ہے جن کے شروع میں ما ہے اور باقی نحات کے نزدیک یہ تقدیم جائز ہے اِس لئے کہ لیس سے قبل ما نہیں ہے۔ قولہ اسم ما ولا :- مرفوعات کی ایک قسم مَا وَ لَا مُشَابِہ بِلَيْسَ کا اسم ہے جو اِن میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے اور یہ مَا اور لَا کا عامل ہونا اہلِ حجاز کی لغت ہے اور قرآن کریم بھی اِسی لغت میں نازل ہوا ہے ارشاد باری ماھٰذابشرًا میں مَا، مُشَابِہ بِلَيْسَ عمل کر رہا ہے لیکن بنو تمیم اِن کو عامل نہیں مانتے۔

وَيَخْتَصُّ لَا بِالنَّكِرَةِ وَيَعُمُّ مَا بِالْمَعْرِفَةِ وَالنَّكِرَةِ **فَصْلٌ** خَبَرُ لَا لِنَفْيِ الْجِنْسِ وَهُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ لَا رَجُلَ قَائِمٌ

قولہ ویختص:- یعنی لا نکرہ کے ساتھ خاص ہے اس لئے کہ یہ مطلق نفی کیلئے آتا ہے جس کی وجہ سے لیس کے ساتھ اسکی مشابہت ضعیف ہے اور ما کی مشابہت قوی ہے کہ وہ بھی لیس کی طرح نفی حال کیلئے آتا ہے اس لئے ما معرفہ اور نکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ سوال:- لا کی لیس کے ساتھ مشابہت ضعیفہ اس بات کو نہیں چاہتی کہ اس کو نکرہ کے ساتھ خاص کر دیا جائے یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ اسکو معرفہ کے ساتھ خاص کر دیا جائے تو ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟ جواب:- چونکہ مطلق نفی کیلئے ہونے کی وجہ سے لا کو نکرہ کے ساتھ مشابہت ہے اس لئے لا کو نکرہ کے ساتھ خاص کر دیا گیا۔ سوال:- لا اگر نکرہ کے ساتھ مختص ہے تو یہ مبتدا کے دواخل سے نہ ہوا اس لئے کہ مبتدا تو معرفہ ہوتا ہے۔ جواب:- لا کے داخل ہونے کے بعد نکرہ تحت نفی ہونے کے باعث خاص ہو جاتا ہے اس لئے اس کا مبتدا واقع ہونا درست ہے لہذا لا کے مبتدا کے دواخل میں سے ہونے پر اعتراض صحیح نہ ہوا۔ جواب محققین کے نزدیک مبتدا کا معرفہ ہونا ضروری نہیں بلکہ مفید للمخاطب ہونا ضروری ہے چونکہ یہ نکرہ مفید للمخاطب ہے اس لئے اسکا مبتدا ہونا صحیح ہے۔ فائدہ:- ما کو لیس کے ساتھ تین چیزوں میں مشابہت ہے۔ (۱) معنی نفی میں۔ (۲) مبتدا و خبر پر داخل ہونے میں۔ (۳) دونوں کی خبر میں باء زائدہ آتی ہے اور لا کو پہلی دو باتوں میں مشابہت ہے۔ قولہ خبر لا:- مرفوعات کی ایک قسم اس لا کی خبر ہے جو جنس سے حکم یا صفت کی نفی کیلئے ہے اور یہ خبر لا کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے لا رجل قائم اس مثال میں جنس رجل سے صفت قیام کی نفی کی گئی ہے۔ فائدہ:- لائے نفی جنس کا یہ عمل انّ اور انّ کی مشابہت کی وجہ سے ہے اور وہ مشابہت یہ ہے کہ انّ اور انّ اثبات کی تاکید کرتے ہیں اور لا نفی کی تاکید کرتا ہے۔ اور لائے نفی جنس کا مذکورہ بالا عمل دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔ اول یہ کہ لا کا اسم اور خبر دونوں نکرہ ہوں دوم یہ کہ لا کا اسم خبر پر مقدم ہو۔ سوال:- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول ''قضیت ولا ابا حسن لھا'' میں اسم لا معرفہ ہے حالانکہ لا عمل بھی کر رہا ہے۔ جواب:- یہ قول اصل میں قضیت ولا مثل ابی الحسن لھا تھا اور مثل اضافت کے باوجود نکرہ رہتا ہے یا ابا حسن سے مراد کوئی غیر معین ہے مثل لکل فرعون موسیٰ کے۔

اَلْمَقْصَدُ الثَّانِیْ فِی الْمَنْصُوْبَاتِ اَلْاَسْمَآءُ الْمَنْصُوْبَةُ اِثْنَاعَشَرَ قِسْمًا اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَبِهٖ وَفِيْهِ وَلَهٗ وَمَعَهٗ وَالْحَالُ وَالتَّمْيِيْزُ وَالْمُسْتَثْنٰى وَاسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَخَبَرُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا وَالْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ وَخَبَرُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ فصل اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَهُوَ مَصْدَرٌ بِمَعْنٰى فِعْلٍ مَّذْكُوْرٍ قَبْلَهٗ وَيُذْكَرُ لِلتَّاكِيْدِ كَضَرَبَ ضَرْبًا اَوْ لِبَيَانِ النَّوْعِ نَحْوُ جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِیْ اَوْلِبَيَانِ الْعَدَدِ كَجَلَسْتُ جَلْسَةً اَوْ جَلْسَتَيْنِ اَوْجَلَسَاتٍ

❁ **المقصد الثانی فی المنصوبات** ❁ چونکہ مرفوعات اور منصوبات ایک عامل کے معمول ہیں اس لئے مرفوعات کے بعد منصوبات کا ذکر کیا گیا۔ منصوب، وہ اسم ہے جو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو اور منصوب کل بارہ اسم ہیں جن میں مفاعیل خمسہ اصول منصوبات ہیں اور باقی ملحقات۔ مفاعیلِ خمسہ کو شاعر نے اس طرح نظم کیا ہے۔

مفاعیل پنج اندر بشنوی لَہٗ، مطلق وفِیْہِ، مَعَہٗ، بِہٖ

جن کی امثلہ اس شعر میں آ گئی ہیں۔

حمدتُ حمدًا حامدًا وَحميدًا رِعايَةَ شُكْرِهٖ دَهْرًا مَدِيْدًا

قولہ اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ :- مصنف نے مفعولِ مطلق کو چند وجوہ دیگر مفاعیل پر مقدم کیا ہے۔ (۱) یہ اصل فعل ہے (۲) اس پر مفعول کا اطلاق بہٖ وغیرہ کی قید کے بغیر ہوتا ہے اور مطلق مقید پر مقدم ہوتا ہے۔ سوال:- اس مفعول پر بھی لفظ مفعول کا اطلاق اَلْمُطْلَقُ کی قید کے ساتھ ہوتا ہے لہٰذا یہ بھی مطلق نہ ہوا؟ جواب:- اَلْمُطْلَقُ، قید نہیں بلکہ اطلاق یعنی عدمِ تقیید کا بیان ہے۔ قولہ وَھُوَ مَصْدَرٌ :- مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو فعلِ مذکور کے معنی میں ہو جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا میں ضَرْبًا مصدر ہے جو فعلِ مذکور کے ہم معنی ہے۔ قولہ قَدْ یُذْکَرُ :- یہاں سے مصنف مفعول مطلق کے اقسام بیان کرتے ہیں مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) برائے تاکید، جب مفعول مطلق کا مدلول وہی ہو جو فعل کا مدلول ہے جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا (میں نے زید کو حقیقۃً مارا)۔ (۲) برائے نوع، جب اُس کا مدلول فعل کی بعض نوع ہو جیسے جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِیْ (میں قاری کی طرح بیٹھا) (۳) برائے عدد، جب اس کا مدلول عدد ہو جیسے جَلَسْتُ جَلْسَةً اَوْ جَلْسَتَيْنِ اَوْ جَلَسَاتٍ (میں ایک مرتبہ بیٹھا یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ بیٹھا) فائدہ:- وزن فَعْلَةٌ (بفتح فاء وسکونِ عین) بیانِ عدد کے لئے آتا ہے اور وزن فِعْلَةٌ (بکسرِ فاء وسکونِ عین) بیانِ نوع کیلئے۔ کَمَاقَالَ الشَّاعِرِ

اَلْمَفْعَلُ لِلْمَوْضِعِ وَالْمِفْعَلُ لِلْاٰلَةِ وَالْفَعْلَةُ لِلْمَرَّةِ وَالْفِعْلَةُ لِلْحَالَةِ

وَقَدْ يَكُوْنُ مِنْ غَيْرِ لَفْظِ الْفِعْلِ الْمَذْكُوْرِ نَحْوُ قَعَدْتُ جُلُوْسًا وَاَنْبَتَ نَبَاتًا وَقَدْ يُحْذَفُ فِعْلُهُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِكَ لِلْقَادِمِ خَيْرَ مَقْدَمٍ اَىْ قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَيْرَ مَقْدَمٍ وَوُجُوْبًا سِمَاعًا نَحْوُ سَقْيًا وَشُكْرًا وَحَمْدًا وَرَعْيًا اَىْ سَقَاكَ اللّٰهُ سَقْيًا وَشَكَرْتُكَ شُكْرًا وَحَمِدْتُكَ حَمْدًا وَرَعَاكَ اللّٰهُ رَعْيًا **فصل** اَلْمَفْعُوْلُ بِهٖ وَهُوَ اسْمُ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ كَضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا

قولہ وَقَدْ يَكُوْنُ:- یعنی کبھی مفعول مطلق باعتبار لفظ کے فعلِ مذکور کا مغایر ہوتا ہے اور یہ مغایرت کبھی باعتبار مادہ کے ہوتی ہے جیسے قَعَدْتُ جُلُوْسًا میں اور کبھی باعتبار باب کے جیسے اَنْبَتَ نَبَاتًا میں کہ فعل اور باب سے ہے اور مفعول مطلق اور باب سے ہے۔ فائدہ:- اگر قُعُوْد اور جُلُوْس مترادف ہوں تو قَعَدْتُ جُلُوْسًا مفعول مطلق مِنْ غَيْرِ لَفْظِ الْفِعْلِ کی مثال درست ہے اور اگر قُعُوْد سے قیام کے بعد بیٹھنا مراد ہو اور جلوس سے لیٹنے کے بعد اٹھنا مراد ہو تو یہ مثال درست نہیں اسلئے کہ اس وقت فعل اور مفعول ہم معنی نہیں ہیں۔ قولہ وَقَدْ يُحْذَفُ:- اور کبھی مفعول مطلق کا فعل برائے اختصار جوازًا حذف کر دیا جاتا ہے جبکہ حذف پر قرینہ موجود ہو جیسے تم خَيْرَ مَقْدَمٍ کہو اس شخص کیلئے جو سفر سے آیا ہے اَىْ قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَيْرَ مَقْدَمٍ، یہاں قرینہ مشاہدہ حالِ قدوم ہے کیونکہ یہ جملہ اسکو کہا جاتا ہے جو سفر سے آئے۔ سوال:- گذشتہ مثال میں کلمہ خَيْرَ کو مفعول مطلق قرار دینا درست نہیں اس لئے کہ خَيْرَ اسم تفضیل ہے جو اصل میں اَخْيَرُ تھا اور مفعول مطلق مصدر ہوا کرتا ہے؟ جواب:- خیرًا اپنے موصوف مقدر یعنی قُدُوْمًا کے قائم مقام ہونے کیوجہ سے مصدر ہے یا مضاف الیہ سے مصدریت حاصل کر لینے کیوجہ سے مصدر ہے کیونکہ مضاف اپنے مضاف الیہ کے حکم میں ہوتا ہے اور مضاف الیہ (مَقْدَمٍ) مصدر ہے۔ قولہ وَوُجُوْبًا:- یہ جَوَازًا پر معطوف ہے یعنی کبھی مفعول مطلق کا فعل وُجُوْبًا سِمَاعًا حذف کر دیا جاتا ہے جیسے سَقْيًا وغیرہ کا فعل۔ قولہ سِمَاعًا:- یہ کلمہ لفظ حذفًا کی دوسری صفت ہے اور اس میں یائے نسبت محذوف ہے اَىْ حَذْفًا وَاجِبًا سِمَاعِيًّا۔ فائدہ:- کتاب میں ذکر کردہ مصادر سَقْيًا وغیرہ کے ساتھ فُصَحَاءِ عرب ان کے فعل ذکر نہیں کرتے مصنف نے محض تفہیم کیلئے مصادر کے ساتھ افعال کا ذکر کیا ہے اور حَمِدْتُ حَمْدًا اصلِ عرب کا کلام نہیں بلکہ مُتَوَلِّدِيْنَ کا کلام ہے۔ قولہ اَلْمَفْعُوْلُ بِهٖ:- منصوبات کی دوسری قسم مفعول بہ ہے۔ مفعول بہ اس چیز کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل اِثْبَاتًا یا نَفْيًا واقع ہو سوال:- مفعول بہ کی تعریف سے اِيَّاكَ نَعْبُدُ کا مفعول خارج ہو گیا کیونکہ معبود پر عبادت واقع نہیں ہوتی۔ جواب:- اس جگہ وقوع سے مراد وقوع حسی نہیں بلکہ مراد تعلق فعل ہے یعنی مفعول بہ اس چیز کا نام ہے جس سے فاعل کے فعل کا تعلق ہو، لہٰذا اِيَّاكَ نَعْبُدُ کا مفعول بہ تعریف میں داخل رہے گا اس لئے کہ عابد کی عبادت کا معبود کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

وَقَدْ يَتَقَدَّمُ عَلَى الْفَاعِلِ كَضَرَبَ عَمْرًا زَيْدٌ وَقَدْ يُحْذَفُ فِعْلُهُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا نَحْوُ زَيْدًا فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ اَضْرِبُ وَوُجُوْبًا فِيْ اَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ الْاَوَّلُ سَمَاعِيٌّ نَحْوُ اِمْرَأً وَنَفْسَهُ وَانْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ وَاَهْلًا وَسَهْلًا وَالْبَوَاقِيْ قِيَاسِيَّةٌ

قولہ وقد یتقدم :- اور کبھی مفعول بہ فاعل پر مقدم بھی ہو جاتا ہے کیونکہ فعل قوتِ عمل کیوجہ سے ہر صورت میں عمل کرتا ہے خواہ مفعول فاعل سے مؤخر ہو یا مقدم ہو جیسے ضرب عمرًا زید ۔ فائدہ :- مفعول بہ کبھی فعل پر بھی مقدم ہو جاتا ہے جیسے اللّٰہ اعبد ، چونکہ یہ قلیل ہے اس لئے مصنف نے اس کو بیان نہیں کیا۔ قولہ وقد یحذف :- اور کبھی مفعول بہ کے عامل کو بوقتِ قیام قرینہ جواز احذف کر دیا جاتا ہے جیسے کوئی شخص کہے ''من اضرب'' میں کس کو ماروں؟ تو جواب میں کہا جائے زیدًا ای اضرب زیدًا، یہاں فعل کے حذف پر قرینہ وہ فعل ہے جو سوال میں مذکور ہے۔ فائدہ :- من اضرب کے جواب میں بولے جانے والے زیدًا کی تقدیر ہم نے اضرب زیدًا بتائی نہ زیدًا اضرب (بتقدیم مفعول) اس لئے کہ مفعول بہ کا ناصب جب محذوف ہو تو اصل یہ ہے کہ وہ ناصب (فعل) وہاں مقدر مانا جائے جو اُس کا اصل مقام ہے اور فعل چونکہ عامل ہے اس لئے اس کا اصل مقام تقدیم ہے بہذا تقدیر عبارت اضرب زیدًا ہوگی۔ قولہ ووجوبًا :- یعنی مفعول بہ کو بوقتِ قیام قرینہ چار جگہ وجوبًا حذف کر دیا جاتا ہے جن میں سے پہلا موضع سماعی ہے یعنی یہ حذف سماع پر موقوف ہے اس کا کوئی ضابطہ و قاعدہ نہیں ہے اور امثلہ مسموعہ تک محدود ہے۔ قولہ امرأ ونفسہ :- یہ حذفِ وجوبی سماعی کی پہلی مثال ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے اترک امرأ ونفسہ یعنی چھوڑ دے تو مرد کو اور اس کی ذات کو۔ مراد یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کو مرد کے مارنے سے اور اپنی زبان کو اسکو نصیحت کرنے سے روک لے۔ یہاں امرأ مفعول بہ ہے جس کا فعل وجوبًا محذوف ہے۔ فائدہ :- لفظ امرأ کے عین کلمہ پر وہی حرکت ہوتی ہے جو اس کے لام کلمہ پر ہو، چونکہ اس جگہ امرأ، فعلِ محذوف (اترک) کی وجہ سے منصوب ہے لہٰذا یہاں را کا فتح ہے۔ قولہ انتھوا خیرا لکم :- اس ارشاد میں خیرًا مفعول بہ ہے جس کا فعلِ ناصب محذوف ہے ای واقصدوا خیرا لکم ۔ سوال :- خیرا کا ناصب فعل تو آیت میں موجود ہے یعنی اِنتَھُوا، لہٰذا اس آیت کو حذفِ فعل کی مثال بنانا کیسے درست ہے؟ جواب :- فعل مذکور (انتھوا) خیرًا کا ناصب نہیں ہے ورنہ معنی فاسد ہوں گے کیونکہ اُس وقت معنی ہوں گے خیر سے بچو۔ قولہ اھلا :- لفظ اھل مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی آباد کیا ہوا اور اس کا موصوف لفظ مکانًا مقدر ہے ای اتیت مکانا اھلا یعنی تم آباد جگہ آئے ہو نہ ویران جگہ اور اگر لفظ اھل بمعنی اقارب ہو تو معنی ہوں گے تم قرابت داروں میں آئے ہو نہ کہ غیروں میں۔ قولہ سھلا :- لفظ سھل، بمعنی نرم زمین ہے یعنی تم نے نرم زمین والی بستی میں قدم رکھا ہے نہ سخت زمین والی میں۔ اہلِ عرب اھلا اور سھلا، مہمان کی آمد پر اظہارِ مسرت کیلئے ایک ساتھ بولتے ہیں۔

الثانی التَّحْذِيْرُ وَهُوَ مَعْمُوْلٌ بِتَقْدِيْرِ اِتَّقِ تَحْذِيْرًا مِّمَّا بَعْدَهٗ نَحْوُ اِيَّاكَ وَالْاَسَدَ اَصْلُهٗ اِتَّقِكَ وَالْاَسَدَ اَوْذُكِرَ الْمُحَذَّرُ مِنْهُ مُكَرَّرًا نَحْوُ الطَّرِيْقَ الطَّرِيْقَ **الثالث** مَااُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ وَهُوَ كُلُّ اسْمٍ بَعْدَهٗ فِعْلٌ اَوْشِبْهُهٗ يَشْتَغِلُ ذٰلِكَ الْفِعْلُ عَنْ ذٰلِكَ الْاِسْمِ بِضَمِيْرِهٖ اَوْمُتَعَلِّقِهٖ بِحَيْثُ لَوْ سُلِّطَ عَلَيْهِ هُوَ اَوْمُنَاسِبُهٗ لَنَصَبَهٗ نَحْوُ زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ فَاِنَّ زَيْدًا مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ مَّحْذُوْفٍ مُّضْمَرٍ وَهُوَ ضَرَبْتُ يُفَسِّرُهُ الْفِعْلُ الْمَذْكُوْرُ بَعْدَهٗ وَهُوَ ضَرَبْتُهٗ وَلِهٰذَاالْبَابِ فُرُوْعٌ كَثِيْرَةٌ

قولہ الثانی التحذیر :- لغت میں تحذیر کے معنی ہیں کسی کو کسی چیز سے ڈرانا اور دور رکھنا جسکو ڈرایا جائے اُسکو مُحذَّر (بصیغہ اسم مفعول) کہتے ہیں اور جس سے ڈرایا جائے اُس کو مُحذَّر منہ کہتے ہیں۔ اور کبھی مُحذَّر یا مُحذَّر منہ کو بھی تحذیر کہتے ہیں۔ قولہ وھو معمول :- تحذیر وہ اسم ہے جو اتق (یا اسکی مانند فعل) مقدر کا معمول یعنی مفعول بہ ہو۔ تحذیر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) تحذیر، اتق مقدر کا ایسا معمول ہے جس کو مابعد سے ڈرانے کیلئے ذکر کیا جائے جیسے ایاک والاسد، اس مثال میں ایاک تحذیر ہے جو اتق مقدر کا معمول ہے اصل عبارت اس طرح تھی اتقک والاسد۔ چونکہ اتقک میں ضمیر فاعل اور ضمیر مفعول شخص واحد کیلئے ہے اور یہ افعال قلوب کے غیر میں جائز نہیں لہٰذا لفظ نفس کا اضافہ کیا گیا اور اتق نفسک والاسد بولا گیا پھر جب تنگیٔ وقت کیوجہ سے اتق حذف کر دیا گیا تو لفظ نفس بھی بوجہ عدم ضرورت حذف کر دیا گیا اور کاف (ضمیر متصل) ضمیر منفصل سے بدل گیا تو ایاک والاسد ہوا۔ فائدہ :- مصنف نے تحذیر کی مذکورہ قسم اولاً ذکر کی کیونکہ اس قسم میں حذف فعل بالاتفاق واجب ہے۔ قولہ تحذیرا :- تحذیرا کے نصب میں تین احتمال ہیں۔ (۱) مفعول مطلق ہو فعل حذر مقدر کا۔ (۲) تقدیر کا مفعول لہ ہو۔ (۳) ذکر مقدر کا مفعول لہ ہو۔ قولہ او ذکر :- مصنف کا قول ذکر، فعل مجہول ہے اور المحذرُ کا نائب فاعل ہے اور منہ، المحذرُ کے متعلق ہے اور مکررا، المحذر منہ سے حال ہے اور یہ جملہ تحذیرا کے ناصب حذر یا ذکر پر معطوف ہے اور یہ تحذیر کی قسم ثانی کا بیان ہے یعنی تحذیر اتق مقدر کا ایسا معمول ہے جسکو مکرر ذکر کیا گیا ہو اور وہ محذر منہ ہو جیسے الطریق الطریق۔ اس مثال میں الطریق، تحذیر ہے جو اتق مقدر کا معمول ہے اور مکرر لایا گیا ہے جو اصل میں اتق الطریق تھا (تو راستے سے بچ) قولہ الثالث :- تیسرا موضع مااضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر، ہے لفظ شریطۃ اور شرط ہم معنی ہیں اور شریطۃ کی اضافت تفسیر کی طرف اضافت بیانیہ ہے اور کلمہ علی بنائیہ ہے جس کا متعلق مبنیا، محذوف ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے، مااضمر عاملہ اضمارا مبنیا علی شریطۃ التفسیر۔ قولہ وھو کل اسم :- اور مااضمر عاملہ ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو جو اس اسم کی ضمیر یا متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہ کرتا ہو لیکن فعل یا شبہ فعل کی یہ حیثیت ہو کہ اگر فعل یا شبہ فعل یا اس کے مناسب (مرادف یا لازم) کو اس اسم میں عامل قرار دیں تو وہ اس اسم کو نصب دیدے جیسے زیدا ضربتہ۔

اَلرَّابِعُ اَلْمُنَادٰی وَهُوَ اسْمٌ مَّدْعُوٌّ بِحَرْفِ النِّدَاءِ لَفْظًا نَحْوُ يَاعَبْدَ اللّٰهِ اَیْ اَدْعُوْ عَبْدَ اللّٰهِ وَحَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مَّقَامَ اَدْعُوْ وَحُرُوْفُ النِّدَاءِ خَمْسَةٌ يَا، وَاَيَا وَهَيَا، وَاَیْ، وَالْهَمْزَةُ الْمَفْتُوْحَةُ وَقَدْ يُحْذَفُ حَرْفُ النِّدَاءِ لَفْظًا نَحْوُ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا، وَاعْلَمْ اَنَّ الْمُنَادٰی عَلٰی اَقْسَامٍ فَاِنْ كَانَ مُفْرَدًا مَّعْرِفَةً يُّبْنٰی عَلٰی عَلَامَةِ الرَّفْعِ كَالضَّمَّةِ وَنَحْوِهَا نَحْوُ يَازَيْدُ وَيَارَجُلُ وَيَازَيْدَانِ وَيَازَيْدُوْنَ

فائدہ:۔ زَیْدًا اضربتُہ میں زیدًا، فعلِ محذوف کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر زَیْدٌ کے بعد والا فعل ضَربتُہ کررہا ہے اور اس جگہ عامل کا حذف اس لئے واجب ہے کہ بصورتِ ذکر عامل مُفسِّر اور مُفسَّر کا اجتماع بغیر حرفِ تفسیر کے لازم آئے گا جو درست نہیں کیونکہ فعلِ مُفسَّر کا ذکر لغو ہوجائے گا۔ قولہ اَلرَّابِعُ الْمُنَادٰی:۔ منادیٰ میں فعل کا حذف اس لئے واجب ہے کہ اسمیں حرفِ ندا فعل کے قائم مقام ہوتا ہے اگر فعل محذوف نہ ہوتو نائب اور منوب عنہ کا اجتماع لازم آئے گا جو درست نہیں۔ سوال:۔ منادیٰ کا ناصب کیا ہے؟ جواب:۔ سیبویہ کے نزدیک اُس کا ناصب فعل محذوف (اَدْعُوْ) ہے۔ ابوعلی کے نزدیک اُس کا ناصب حرفِ ندا ہے اس لئے کہ حرفِ ندا اسمِ فعل ہے جس کا فاعل ضمیر مستتر ہے اور منادیٰ مفعول بہ ہونے کی بناپر منصوب ہے۔ مبرد کے نزدیک حرفِ ندا فعل کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے منادیٰ کا ناصب ہے۔ قولہ وَهُوَ اسْمٌ:۔ منادیٰ ایسا اسم ہے جس کے مُسمّٰی کو بذریعہ حرفِ ندا بلایا گیا ہو اس حال میں کہ وہ حرفِ ندا ملفوظ ہو جیسے یاعبد اللّٰہ جس کی تقدیر اَدْعُوْ عَبْدَ اللّٰہِ ہے اور حروفِ ندا پانچ ہیں۔ فائدہ:۔ مصنف کا قول لَفْظًا بمعنی ملفوظ ہوکر حرف سے حال ہے یا تمیز۔ قولہ وَقَدْ يُحْذَفُ:۔ یعنی کبھی حرفِ ندا بغرضِ تخفیف تلفظ میں حذف کردیا جاتا ہے جیسے ارشاد باری يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا میں۔ ای يَايُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا۔ قولہ اِعْلَمْ:۔ یہاں سے مصنف منادیٰ کے احوال بیان کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں (۱) منادیٰ اگر مفرد معرفہ ہوتو علامتِ رفع پر مبنی ہوگا اور علامتِ رفع ضمہ، واؤ اور الف ہے جیسے یازَیْدُ، یازَیْدَان، یازَیْدُوْن اور مفرد سے اس جگہ مراد وہ ہے جو مضاف اور مشابہ مضاف نہ ہوکہ ان کا حکم آگے آرہا ہے۔ سوال:۔ یازَیْدُ کہنا درست نہیں اس لئے کہ اس میں دو آلہ تعریف کا اجتماع ہے جو جائز نہیں؟ جواب:۔ یازَیْدُ میں دو آلہ تعریف جمع نہیں ہوئے اس لئے کہ آلہ، لفظ ہوتا ہے اور علمیت لفظ نہیں۔ فائدہ:۔ علم جب تثنیہ ہو یا جمع بواو ونون تو غیر منادیٰ میں وہ معرفہ بلام لایا جاتا ہے اور منادیٰ میں بغیر الف ولام کے تاکہ دو آلۂ تعریف حرفِ ندا اور لام جمع نہ ہوجائیں۔ سوال:۔ علمِ غیر منادیٰ بوقت تثنیہ وجمع معرفہ بلام کیوں لایا جاتا ہے؟ جواب:۔ تثنیہ اور جمع کے تعدد پر دلالت کرنے کیوجہ سے علم میں جو وضعی تعیین ہوتی ہے وہ ختم ہوجاتی ہے جس کی تلافی کیلئے الف ولام لایا جاتا ہے۔

وَ يُخْفَضُ بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَةِ نَحْوُ يَا لَلزَّيْدِ وَ يُفْتَحُ بِاِلْحَاقِ اَلِفِهَا نَحْوُ يَا زَيْدَاهُ وَيُنْصَبُ اِنْ كَانَ مُضَافًا نَحْوُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَوْ مُشَابِهًا لِلْمُضَافِ نَحْوُ يَا طَالِعًا جَبَلًا اَوْ نَكِرَةً غَيْرَ مُعَيَّنَةٍ كَقَوْلِ الْاَعْمٰى يَا رَجُلًا خُذْ بِيَدِيْ وَاِنْ كَانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ قِيْلَ يَا اَيُّهَا الرَّجُلُ وَيَا اَيَّتُهَا الْمَرْأَةُ

(۲) منادی پر لامِ اِستغاثہ داخل ہو جائے تو وہ مجرور ہوتا ہے جیسے یَا لَلزَّیْدِ۔ سوال:- منادی مستغاث بلام مفرد ہے اور کاف خطاب کی جگہ واقع ہے اس لئے اسکو مبنی ہونا چاہئے؟ جواب:- چونکہ لام جارہ کی وجہ سے اسکی مبنی اصل کیساتھ مشابہت ضعیف ہوگئی ہے اس لئے منادی مستغاث بلام معرب ہوتا ہے اور مشابہت ضعیف اسلئے ہوگئی ہے کہ لام جارہ اسم کے خواص سے ہے۔ سوال:- یَالَلزَّیْدِ میں اگر لام جارہ ہے تو مکسور کیوں نہیں جبکہ اسم ظاہر کے ساتھ لام مکسور ہوتا ہے؟ جواب:- منادی مستغاث کافِ ضمیر کی جگہ ہوتا ہے اور ضمیر کے ساتھ لام مفتوح ہوتا ہے اس لئے منادی مستغاث کے ساتھ بھی لام مفتوح ہوتا ہے۔ سوال:- یَالَلزَّیْدِ کے لام کا مُتَعَلَّق کیا ہے؟ جواب:- اسمیں تین قول ہیں (۱) سیبویہ کے نزدیک اس کا متعلق فعل اُدْعُــو مقدر ہے۔ (۲) ابن خروف کے نزدیک یہ لام، زائدہ ہے اور حرف جار زائدہ کسی سے متعلق نہیں ہوتا۔ (۳) مبرد کے نزدیک اسکا متعلق حرف ندا ہے کیونکہ وہ فعل کے قائم مقام ہے۔ (۳) منادی کے آخر میں الف استغاثہ، آجائے تو منادی مفتوح ہوتا ہے اور بوجہ تنافی فی العمل لام استغاثہ اور الف استغاثہ کو جمع کرکے یَالَزَیْدَاہُ کہنا صحیح نہیں ہے۔ (۴) تین صورتوں میں منادی منصوب ہوتا ہے۔ اول، جب منادی مضاف ہو جیسے یاعبداللّٰہ۔ دوم، جب منادی مشابہ مضاف ہو جیسے یاطالعا جبلاً۔ اس مثال میں طالعا منادی مشابہ مضاف ہے اس لئے منصوب ہے اور جبلا مفعول ہونے کیوجہ سے منصوب ہے۔ فائدہ:- مشابہ مضاف وہ اسم غیر مضاف ہے جس کے معنی دوسرے کلمہ سے ملے بغیر تام نہ ہوں جیسے طالعا کے معنی جبلا سے ملے بغیر تام نہیں ہوتے اس لئے کہ طالعا کے معنی ہیں چڑھنے والے اور چڑھنے کیلئے کسی جگہ کا ذکر ضروری ہے۔ سوم، اگر منادی نکرہ غیر مُعَیَّنَہ ہو جیسے نابینے کا قول یارجلاً خذ بیدی (اے مرد میرا ہاتھ پکڑ!) اس مثال میں لفظ رجل معرفہ نہیں۔ نہ قبل از ندا جیسا کہ ظاہر ہے اور نہ بعد از ندا کیونکہ نابینا کسی معین مرد کو نہیں پکار رہا اور بغیر تعیین کے کوئی نکرہ معرفہ نہیں بنتا۔ قولہ وان کان:- یعنی اگر منادی معرفہ بلام ہو تو لفظ ایٌّ منادی مذکر کی صورت میں اور ایَّةٌ مؤنث کی صورت میں بمع ھا تنبیہ حرف ندا اور منادی کے درمیان لاکر یآ ایھا الرّجل کہا جائے گا تاکہ دو آلہ تعریف جمع نہ ہوں لیکن لفظ اللّٰہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔ فائدہ:- یآ ایُّھاالرّجلُ اور یآ ایّتُھاالمرأۃ میں لفظ کے اعتبار سے الرّجلُ اور المرأۃ، صفت ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے منادی ہیں اس لئے کہ یہ دونوں لفظ ہمیشہ مرفوع ہوتے ہیں اگر یہ ایٌّ یا ایّةٌ کی صفت ہوتے تو کبھی منصوب بھی ہوتے کیونکہ منادی مفرد معرفہ کی صفت میں رفع اور نصب ہر دو امر جائز ہیں اور ہا تنبیہ سے اسی بات پر متنبہ کیا گیا ہے۔

وَيَجُوزُ تَرْخِيمُ الْمُنَادٰى وَهُوَ حَذْفٌ فِيْ اٰخِرِهٖ لِلتَّخْفِيْفِ كَمَا تَقُوْلُ فِيْ مَالِكٍ يَامَالِ وَفِيْ مَنْصُوْرٍ يَامَنْصُ وَفِيْ عُثْمَانَ يَاعُثْمُ وَيَجُوْزُ فِيْ اٰخِرِ الْمُنَادٰى الْمُرَخَّمِ الضَّمَّةُ وَالْحَرْكَةُ الْاَصْلِيَّةُ كَمَاتَقُوْلُ فِيْ يَاحَارِثُ يَاحَارُ وَيَاحَارِ وَاعْلَمْ اَنَّ يَامِنْ حُرُوْفِ النِّدَاءِ قَدْ تُسْتَعْمَلُ فِي الْمَنْدُوْبِ اَيْضًا وَهُوَ الْمُتَفَجَّعُ عَلَيْهِ بِيَا اَوْ وَا ،كَمَا يُقَالُ يَازَيْدَاهُ وَ وَازَيْدَاهُ، فَوَامُخْتَصَّةٌ . بِالْمَنْدُوْبِ وَيَامُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْمَنْدُوْبِ وَحُكْمُهٗ فِي الْاِعْرَابِ وَالْبِنَآءِ مِثْلُ حُكْمِ الْمُنَادٰى **فَصْلٌ** اَلْمَفْعُوْلُ فِيْهِ هُوَاسْمُ مَاوَقَعَ فِعْلُ الْفَاعِلِ فِيْهِ مِنَ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ وَيُسَمّٰى ظَرْفًا وَظُرُوْفُ الزَّمَانِ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُبْهَمٌ وَهُوَمَالَايَكُوْنُ لَهٗ حَدٌّ مُّعَيَّنٌ كَدَهْرٍ وَحِيْنٍ وَمَحْدُوْدٌ وَهُوَ مَايَكُوْنُ لَهٗ حَدٌّ مُّعَيَّنٌ كَيَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَشَهْرٍ وَسَنَةٍ

قولہ ویجوز:- اور منادیٰ میں ترخیم جائز ہے۔ ترخیم کے معنی ہیں دُم کاٹنا اور نرم کرنا اور اصطلاحِ نحات میں منادیٰ کے آخر سے محض تخفیف کیلئے حذف کرنے کو ترخیم کہتے ہیں اور حروفِ محذوفہ کے اعتبار سے ترخیم کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) صرف ایک حرف حذف کرنا جبکہ منادیٰ کے آخر میں حرف صحیح ہو جیسے یامٰلکُ کو یامالُ پڑھنا۔ (۲) منادیٰ کے آخر سے دو حرف حذف کرنا جب اس کے آخر میں ایک ساتھ زائد کئے جانیوالے دو حرف ہوں جیسے یاعُثمانُ میں یاعُثمُ کہنا یا آخر میں حرف صحیح ہو اور اس سے پہلے واؤ مدہ ہو جیسے یامنصُورُ کو یامنصُ پڑھنا۔ فائدہ:- منادیٰ اگر مرکب ہو تو بوقتِ ترخیم دوسرے اسم کو حذف کیا جاتا ہے جیسے بعلبک میں یابعل، اس قسم کو بھی ذکر کرنا مناسب تھا۔ قولہ ویجوز:- یعنی ترخیم کے بعد منادیٰ کے آخر میں ضمہ پڑھنا جائز ہے اس بنا پر کہ وہ منادیٰ مستقل ہے اور حرکت اصلیۃ بھی پڑھ سکتے ہیں جو قبل از ترخیم منادیٰ کے آخر میں تھی مثلاً یاحارِثُ کو یاحارُ (بضم را) اور یاحارِ (بکسر را) دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ قولہ اِعْلَمْ:- حروفِ ندا سے یاء، ندا اور نُدْبَہ میں مشترک ہے جس کو مصنف اِعْلَمْ کہہ کر مخاطب کو تنبیہ کرتے ہیں کہ جان لو کہ یاء، ندا اور ندبہ میں مشترک ہے اور واؤ ندبہ کے ساتھ مختص ہے اور مندوب اس میت کو کہتے ہیں جس پر کوئی واؤ یا یاء کے ساتھ روئے جیسے یازَیْدَاہُ اور وازَیْدَاہُ۔ سوال:- تَفَجُّع کا صلہ لام آتا ہے اس جگہ علیٰ کیوں آیا ہے؟ جواب:- اس جگہ تفجّع، بکاء کے معنی کو متضمن ہے اس لئے صلہ علیٰ آیا ہے یا لفظِ علیٰ، بمعنی لام تعلیلیہ ہے۔ قولہ المفعُولُ فیہ:- مفعول فیہ اس زمان یا مکان کا نام ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو اور مفعول فیہ کو ظرف کہتے ہیں کیونکہ ظرف وہ ہے جو چیز کا احاطہ کرے اور مفعول فیہ فعل کا احاطہ کرتا ہے۔ قولہ وَظُرُوْفُ الزَّمَان:- اور ظروف زمان کی دو قسمیں ہیں مبہم اور محدود۔ قسم اول، یعنی ظرف زمان مبہم وہ ہے جس کی کوئی حد معین نہ ہو جیسے دَھْرٌ بمعنی زمانہ اور حِیْنٌ بمعنی وقت۔ قسم دوم، یعنی محدود، وہ ہے کہ جس کی کوئی حد معین ہو جیسے یَوْمٌ (دن) شَھْرٌ (ماہ) سَنَۃٌ (سال)۔

وَكُلُّهَا مَنْصُوْبٌ بِتَقْدِيْرِ فِيْ تَقُوْلُ صُمْتُ دَهْرًا وَسَافَرْتُ شَهْرًا اَيْ فِيْ دَهْرٍ وَشَهْرٍ وَظُرُوْفُ الْمَكَانِ كَذٰلِكَ مُبْهَمٌ وَهُوَ مَنْصُوْبٌ اَيْضًا بِتَقْدِيْرِ فِيْ نَحْوُ جَلَسْتُ خَلْفَكَ وَاَمَامَكَ وَمَحْدُوْدٌ وَهُوَ مَالَا يَكُوْنُ مَنْصُوْبًا بِتَقْدِيْرِ فِيْ بَلْ لَابُدَّ مِنْ ذِكْرِ فِيْ، فِيْهِ نَحْوُ جَلَسْتُ فِي الدَّارِ وَفِي السُّوْقِ وَفِي الْمَسْجِدِ **فصل** اَلْمَفْعُوْلُ لَهٗ هُوَ اِسْمُ مَالِاَجْلِهٖ يَقَعُ الْفِعْلُ الْمَذْكُوْرُ قَبْلَهٗ وَيُنْصَبُ بِتَقْدِيْرِ اللَّامِ نَحْوُ ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا اَيْ لِلتَّادِيْبِ وَقَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا اَيْ لِلْجُبْنِ وَعِنْدَ الزَّجَّاجِ هُوَ مَصْدَرٌ تَقْدِيْرُهٗ اَدَّبْتُهٗ تَادِيْبًا وَجَبُنْتُ جُبْنًا

قولہ وکلّھا :- یعنی ظروف زمان تمام کے تمام بتقدیر فی منصوب ہوتے ہیں جیسے صُمْتُ دھرًا ای فی دھر وسافرت شھرًا ای فی شھر اور اگر لفظ فی ملفوظ ہو تو مجرور ہوتے ہیں۔ (شاعر نے یہ نحوی مسئلہ اس طرح بیان کیا ہے)

ظرف زمان مبہم ومحدود دان — قابل نصب اند بتقدیر فی
لیک مکانے کہ معین بود — نیست درو چارہ ز تحریر فی

قولہ وظروف المکان :- یعنی ظروف مکان کی بھی دو قسمیں ہیں، اول مبہم جو بتقدیر فی منصوب ہوتے ہیں جیسے جلست خلفک وامامک۔ دوم محدود جن میں فی کا ذکر ضروری ہے جیسے جلست فی الدار۔ قولہ المفعول لہ :- مفعول لہ اس چیز کا نام ہے جس کے حصول کیلئے یا جس کے وجود کے سبب وہ فعل واقع ہوا ہو جو مفعول لہ سے پہلے لفظاً یا تقدیراً مذکور ہے جیسے ضربتہ تادیبا ای للتادیب، یہ اس مفعول لہ کی مثال ہے جس کو حاصل کرنے کیلئے فعل (ضرب) واقع ہوا ہے یونکہ ادب عادۃً ضرب کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اور قعدت عن الحرب جبنا یہ اس مفعول لہ کی مثال ہے جس کے وجود کے سبب فعل یعنی قعود عن الحرب واقع ہوا۔ فائدہ :- مفعول لہ کبھی علت غائیہ ہوتا ہے جس کا تصور فعل سے پہلے ہوتا ہے اور وجود بعد میں جیسے تادیب کا تصور ضرب سے پہلے ہے اور وجود بعد میں ہے اور کبھی مفعول لہ علت باعثہ ہوتا ہے جس کا وجود فعل سے مقدم ہوتا ہے جیسے بزدلی کا وجود قعود عن الحرب سے پہلے ہے۔ قولہ وینصب :- اور مفعول لہ بتقدیر لام منصوب ہوتا ہے جیسے ضربتہ تادیبا ای للتادیب پس اگر کسی جگہ لام مقدر نہ ہو بلکہ ملفوظ ہو تو وہ مفعول لہ ہوگا لیکن منصوب نہیں ہوگا۔ قولہ وعند الزجاج :- زجاج کے نزدیک یہ مفعول لہ، مفعول مطلق ہی ہے پس اس کے نزدیک ضربتہ تادیبا کی تقدیر ادبتہ بالضرب تادیبا ہے۔

فصلٌ اَلْمَفْعُوْلُ مَعَهُ هُوَ مَايُذْكَرُ بَعْدَ الْوَاوِ بِمَعْنٰى مَعَ لِمُصَاحَبَةِ مَعْمُوْلِ الْفِعْلِ نَحْوُ جَآءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ وَجِئْتُ اَنَاوَزَيْدًا اَىْ مَعَ الْجُبَّاتِ وَمَعَ زَيْدٍ فَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ لَفْظًا وَجَازَ الْعَطْفُ يَجُوْزُ فِيْهِ الْوَجْهَانِ النَّصْبُ وَالرَّفْعُ نَحْوُ جِئْتُ اَنَاوَزَيْدًا وَزَيْدٌ

فائدہ:- جمہور کے نزدیک مفعول لہ اور مفعول مطلق منصوبات میں سے دو الگ الگ قسمیں ہیں اور دونوں کے مصدر ہونے کے باوجود ان میں یہ فرق ہے کہ مفعول مطلق فعلِ مذکور کے معنٰی میں ہوتا ہے اور مفعول لہٗ فعلِ مذکور کے معنٰی میں نہیں ہوتا۔ سوال:- کیا زجاج کا یہ قول درست ہے کہ مفعول لہٗ کوئی الگ منصوب نہیں بلکہ یہ مفعول مطلق ہی ہے؟ جواب:-نہیں اس لئے کہ تاویل سے ایک نوع کو دوسری میں داخل کر لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نوعِ اول، ثانی کا عین ہو جائے مثلاً جَآءَ نِیْ زَیْدٌ رَاکِبًا کی تاویل کر کے اس کو جَآءَ نِیْ زَیْدٌ فِیْ وَقْتِ الرُّکُوْبِ کے معنٰی میں کر لیا جائے تو یہ لازم نہیں آتا کہ حال، عین مفعول فیہ ہو جائے۔ قولہ اَلْمَفْعُوْلُ مَعَهُ :-لفظ مَعَهُ (مرکب اضافی) تقدیراً مرفوع ہے اس لئے کہ نائب فاعل ہے اور اس کا رفع لفظی اس لئے نہیں کہ مَعَ ظروف میں سے ہے جو اکثر و بیشتر بنا بر ظرفیت منصوب ہوتے ہیں اور اگر کہیں نائب فاعل ہوں تو منصوب ہی باقی رہتے ہیں جب اس قاعدہ کے پیش نظر مَعَ کا نصب باقی رکھا گیا تو اس کا رفع تقدیری ہو گیا۔ قولہ هُوَ مَا يُذْكَرُ :-مفعول معہ ایسا اسم ہے جو واؤ بمعنٰی مَعَ کے بعد ذکر کیا جائے فعل کے معمول کی مصاحبت کیلئے خواہ وہ معمول فاعل ہو جیسے جَآءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ ، اس مثال میں مفعول معہ (اَلْجُبَّاتِ) کو فاعل (البرد) کیساتھ آمد میں معیت اور شرکت حاصل ہے کہ جبے، جاڑے کے ساتھ آئے یا وہ معمول مفعول بہ ہو جیسے كَفَاكَ وَزَيْدًا دِرْهَمٌ ، تجھے بمع زید ایک درہم کافی ہو گیا۔ اس میں زید (مفعول معہ) کو کفایتِ درہم میں مفعول بہ (مخاطب) کے ساتھ معیت حاصل ہے کہ دونوں کو ایک درہم نے کفایت کی۔ سوال:- اگر وَالْجُبَّاتِ ، کا واؤ بمعنٰی مَعَ ہے تو واؤ کی جگہ لفظ مَعَ کیوں نہیں لایا گیا؟ جواب:- برائے اختصار کہ مَعَ دو حرفی کلمہ ہے اور واؤ یک حرفی۔ فائدہ:-مفعول معہ کے عامل ناصب میں اختلاف ہے۔ (۱) جمہور نحات کے نزدیک واؤ بمعنٰی مَعَ کے توسط سے فعل لفظی یا معنوی اُس کا عامل ہے۔ (۲) عبدالقاہر کے نزدیک خود واؤ عامل ہے۔ (۳) اخفش کے نزدیک لفظ مَعَ کا نصب مفعول معہ کو منتقل کر دیا جاتا ہے جسکی وجہ سے مفعولِ معہ منصوب ہوتا ہے۔ (۴) زجاج کے نزدیک واؤ کے بعد فعل پوشیدہ ہوتا ہے جسکی وجہ سے مفعول معہ منصوب ہوتا ہے۔ قولہ فَاِنْ كَانَ :- اس عبارت میں فاء برائے تفسیر ہے اور لَفْظًا بتاویلِ لَفْظِيًّا کان کی خبر ہے یا کان تامہ ہے اور لفظاً بمعنٰی مَلْفُوْظًا ، حال ہے یا تمیز ہے اس جگہ مصنف اُن مقامات کی نشاندہی فرما رہے ہیں جہاں واؤ کے مابعد کا مفعول معہ ہونا جائز ہے یا واجب یا ممتنع جسکی چار صورتیں ہیں۔ (۱) اگر فعل لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا عطف اُسکے ماقبل پر جائز ہو تو اُسمیں دو وجہ درست ہیں اول واؤ کے مابعد کا نصب بنا بر مفعول معہ جیسے جِئْتُ اَنَاوَزَيْدًا ۔ دوم، ماقبل پر عطف جیسے جِئْتُ اَنَاوَزَيْدٌ، اس جگہ عطف اس لئے جائز ہے کہ ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ کی گئی ہے۔

وَاِنْ لَّمْ يَجُزِ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ النَّصْبُ نَحْوُ جِئْتُ وَزَيْدًا وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ مَعْنًى وَجَازَ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ الْعَطْفُ نَحْوُ مَالِزَيْدٍ وَعَمْرٍو وَاِنْ لَّمْ يَجُزِ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ النَّصْبُ نَحْوُ مَا لَكَ وَزَيْدًا وَمَاشَانُكَ وَعَمْرًا لِاَنَّ الْمَعْنٰى مَاتَصْنَعُ

فصل اَلْحَالُ لَفْظٌ يَدُلُّ عَلٰى بَيَانِ هَيْأَةِ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ اَوْ كِلَيْهِمَا نَحْوُ جَآءَ نِيْ زَيْدٌ رَاكِبًا وَضَرَبْتُ زَيْدًا مَّشْدُوْدًا وَلَقِيْتُ عَمْرًا رَاكِبَيْنِ

(۲) اگر فعل لفظی ہو اور عطف جائز نہ ہو تو نصب بنا بر مفعول معہ متعین ہو جائے گا کیونکہ اس وقت واؤ کا بمعنی مع ہونا واجب ہے جیسے جِئْتُ وزَيْدًا ۔ یہاں عطف اسلئے ناجائز ہے کہ ضمیر متصل کی تاکید نہیں لائی گئی۔ (۳) اگر فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو عطف متعین ہو جائے گا جیسے مَالِزَيْدٍ وعَمْرٍو ۔ اس لئے کہ بصورت عطف معطوف (عَمْرٍو) کا عامل لفظی یعنی لام جارہ ہوگا اور واؤ بمعنی مع کی صورت میں معطوف میں عامل معنوی ہوگا اور عامل لفظی کے ہوتے ہوئے عامل معنوی کو اختیار کرنا صحیح نہیں۔ (۴) اگر فعل معنوی ہو اور ماقبل پر عطف جائز نہ ہو تو واؤ کا بمعنی مع ہونا واجب ہے جیسے مالک وزیدًا۔ فائدہ:- مالک وزَيْدًا اور ماشانُكَ وعَمْرًا میں عطف جائز نہیں اس لئے کہ ضمیر مجرور پر عطف کیلئے اعادۂ خافض ضروری ہے جو ان مثالوں میں مفقود ہے لہٰذا واؤ کا بمعنی مع ہونا اور مابعد کا منصوب ہونا واجب ہے۔ قولہ لِاَنَّ الْمَعْنٰى:- مذکورہ دونوں مثالوں کا معنی ہے مَاتَصْنَعُ وزَيْدًا اور مَاتَصْنَعُ وعَمْرًا، یعنی انداز کلام سے تَصْنَعُ مستنبط ہو رہا ہے۔ قولہ اَلْحَالُ:- حال، لغت میں بمعنی صفت ہے کہا جاتا ہے كَيْفَ حَالُكَ ای كَيْفَ صِفَتُكَ اور موجودہ زمانہ کو بھی حال کہتے ہیں عرفِ نحات میں حال اس لفظ کو کہتے ہیں جو فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی وہ ہیئت بیان کرے جو صدورِ فعل یا وقوعِ فعل کے وقت پائی جاتی ہے۔ قولہ جَآءَ نِيْ زَيْدٌ رَاكِبًا :- میرے پاس زید سوار ہو کر آیا۔ یہ حال عن الفاعل کی مثال ہے اور ضَرَبْتُ زَيْدًا مَّشْدُوْدًا، میں نے زید کو اس حال میں پیٹا کہ وہ بندھا ہوا تھا۔ یہ حال عن المفعول کی مثال ہے اور لَقِيْتُ عَمْرًا رَاكِبَيْنِ (میں نے عمرو سے ملاقات کی اس حال میں کہ ہم دونوں سوار تھے) اس میں رَاكِبَيْنِ، فاعل اور مفعول سے حال ہے۔ فائدہ:- مضاف الیہ سے بھی حال بنتا ہے جس میں کسی ایک شرط کا موجود ہونا ضروری ہے۔ (۱) مضاف، مضاف الیہ کا بعض ہو جیسے اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا، اس ارشاد میں مَيْتًا حال ہے اَخِ سے جو لَحْم کا مضاف الیہ اور لَحْم (مضاف)، اَخ کا بعض ہے۔ (۲) مضاف کے حذف کے بعد مضاف الیہ اس سے مُسْتَغْنِی کردے جیسے ارشاد باری ہے بَلْ نَتَّبِعُ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا، اس ارشاد میں حَنِيْفًا حال ہے مِلَّةَ کے مضاف الیہ (اِبْرَاهِيْم) سے یہاں مضاف کو حذف کر کے بَلْ نَتَّبِعُ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا کہا جائے تو صحیح ہے۔ (۳) مضاف حال میں عامل ہو جیسے اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۔ اس میں جَمِيْعًا ضمیر مجرور (كُمْ) سے حال ہے اور حال میں عامل مضاف (مَرْجِعُ) ہے۔ اسی طرح مبتدا بھی ذوالحال بنتا ہے کہ وہ فاعل حکمی ہے۔

وَ قَدْ يَكُوْنُ الْفَاعِلُ مَعْنَوِيًّا نَحْوُ زَيْدٌ فِى الدَّارِ قَائِمًا لِاَنَّ مَعْنَاهُ زَيْدٌ اِسْتَقَرَّ فِى الدَّارِ قَائِمًا وَ كَذَا الْمَفْعُوْلُ بِهٖ نَحْوُ هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا فَاِنَّ مَعْنَاهُ الْمُشَارُ اِلَيْهِ قَائِمًا هُوَ زَيْدٌ وَالْعَامِلُ فِى الْحَالِ فِعْلٌ اَوْ مَعْنٰى فِعْلٍ وَالْحَالُ نَكِرَةٌ اَبَدًا وَذُو الْحَالِ مَعْرِفَةٌ غَالِبًا كَمَا رَأَيْتَ فِى الْاَمْثِلَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فَاِنْ كَانَ ذُوالْحَالِ نَكِرَةً يَجِبُ تَقْدِيْمُ الْحَالِ عَلَيْهِ نَحْوُ جَآءَنِىْ رَاكِبًا رَجُلٌ لِئَلَّا تَلْتَبِسَ بِالصِّفَةِ فِىْ حَالَةِ النَّصْبِ فِىْ مِثْلِ قَوْلِكَ رَأَيْتُ رَجُلًا رَاكِبًا

قولہ وقَدْ يَكُوْن :- اور فاعل کبھی معنوی ہوتا ہے یعنی نظمِ کلام میں منطوق وملفوظ نہیں ہوتا اور مفعول بہ بھی معنوی ہوتا ہے جیسے زَيْدٌ فِى الدَّارِ قَائِمًا ۔ اس مثال میں قَائِمًا عامل معنوی (اِسْتَقَرَّ) کے فاعل سے حال ہے اور وہ عامل اِسْتَقَرَّ ، ظرف سے ماخوذ ہے ای زَيْدٌ اِسْتَقَرَّ فِى الدَّارِ قَائِمًا ۔ قولہ هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا :- یہ زید ہے دراں حالیکہ کھڑا ہونے والا، اس مثال میں زید اگرچہ لفظ کے اعتبار سے هٰذَا (مبتدا) کی خبر ہے لیکن معنیٰ اشارہ یا تنبیہ (جو لفظ هٰذَا کے حرف تنبیہ اور اسم اشارہ سے سمجھے جاتے ہیں) کے اعتبار سے زید مفعول بہ معنوی ہے کہ هٰذَا معنیٰ فعل کو متضمن ہے اَیْ اُشِيْرُ اِلَى زَيْدٍ حال كَوْنِهٖ قَائِمًا ، پس یہ زید بواسطہ حرفِ جر مفعول بہ معنوی ہے اور قَائِمًا اس سے حال ہے۔ فائدہ:- کوفیین کے نزدیک ہائے تنبیہ سے مستفاد فعل اُنَبِّهُ ، قَائِمًا میں عامل ہے کیونکہ ہائے تنبیہ پہلے ہے اور بصریین کے نزدیک اسم اشارہ سے مستنبط فعل اُشِيْرُ اس میں عامل ہے اس لئے کہ اسم اشارہ قَائِمًا کے قریب ہے اور یہی مختار ہے۔ سوال:- هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا میں لفظ زَيْدٌ کو مفعول بہ معنوی کہنا درست نہیں صحیح یہ ہے کہ یہ مفعول بہ لفظی ہے اس لئے کہ ہائے تنبیہ اور اسم اشارہ ملفوظ ہیں؟ جواب:- ہائے تنبیہ اور اسم اشارہ سے جو فعل مفہوم ہوتا ہے وہ نہ ملفوظ ہے اور نہ مقدر لہٰذا زَيْدٌ کی مفعولیت معنیٰ کے اعتبار سے ہے نہ لفظ کے اعتبار سے۔ قولہ وَالْعَامِلُ :- اور حال میں عامل فعل ہوتا ہے خواہ ملفوظ ہو یا مقدر یا معنیٰ فعل عامل ہوتا ہے یعنی اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل، مصدر، ظرف، جار مجرور اور ہر وہ چیز جس سے معنیٰ فعل مستنبط ہوتے ہوں جیسے حرف تنبیہ اور اسم اشارہ وغیرہ۔ قولہ وَالْحَالُ :- اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اس لئے کہ حال حکم ہے جس میں اصل تنکیر ہے اور ذوالحال عموماً معرفہ ہوتا ہے۔ سوال:- مَرَرْتُ بِهٖ وَحْدَهٗ میں وَحْدَهٗ حال ہے لیکن نکرہ نہیں بلکہ معرفہ باضافت ہے۔ جواب:- سیبویہ کے نزدیک وَحْدَهٗ چونکہ مُنْفَرِدًا کی جگہ مستعمل ہے اس لئے یہ نکرہ ہے اور ابوعلی کے نزدیک یہ حال نہیں بلکہ مفعول مطلق ہے اَیْ مَرَرْتُ بِهٖ يَنْفَرِدُ وَحْدَهٗ ۔ پھر جملہ يَنْفَرِدُ وَحْدَهٗ حال ہے۔ قولہ فَاِنْ كَانَ :- یعنی اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کی تقدیم ذوالحال پر واجب ہے تاکہ حال حالتِ نصب میں صفت کے ساتھ ملتبس نہ ہو۔ سوال:- جَآءَنِىْ رَجُلٌ مُلْتَانِىٌّ رَاكِبًا میں ذوالحال نکرہ ہے اس پر حال کو مقدم کیوں نہیں کیا گیا؟ جواب:- اس لئے کہ یہ ذوالحال نکرہ مخصصہ ہے اور حال کو مقدم کرنا اُس وقت واجب ہے جب ذوالحال نکرہ محضہ ہو۔

وَقَدْ تَكُوْنُ الْحَالُ جُمْلَةً خَبَرِيَّةً نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَغُلَامُهُ رَاكِبٌ اَوْ يَرْكَبُ غُلَامُهُ وَمِثَالُ مَاكَانَ عَامِلُهَا مَعْنَى الْفِعْلِ نَحْوُ هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا مَعْنَاهُ اُنَبِّهُ وَاُشِيْرُ وَقَدْ يُحْذَفُ الْعَامِلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ كَمَا تَقُوْلُ لِلْمُسَافِرِ سَالِمًا غَانِمًا اَىْ تَرْجِعُ سَالِمًا غَانِمًا **فصل** اَلتَّمْيِيْزُ هُوَ نَكِرَةٌ تُذْكَرُ بَعْدَ مِقْدَارٍ مِنْ عَدَدٍ اَوْ كَيْلٍ اَوْ وَزْنٍ اَوْ مَسَاحَةٍ اَوْغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا فِيْهِ اِبْهَامٌ تَرْفَعُ ذٰلِكَ الْاِبْهَامَ نَحْوُ عِنْدِيْ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا

قولہ وقد تکون :- یعنی حال کبھی جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے اس لئے کہ مفرد کی طرح جملہ بھی ہیئت بیان کرتا ہے جیسے جاءنی زید وغلامہ راکب میں جملہ حال بن رہا ہے۔ فائدہ:- مصنف نے کہا کہ حال جملہ خبریہ ہوتا ہے، خبریہ کی قید اس لئے لگائی کہ جملہ انشائیہ نہ حال بنتا ہے اور نہ صفت، نہ صلہ۔ قولہ ومثال ما :- یعنی اس حال کی مثال جو معنی فعل سے حال ہوتا ہے هذا زید قائما ہے جو معنی انبّه علی زید قائما ہے یا معنی اشیر الی زید قائما ہے۔ قولہ وقد یحذف :- اگر قرینہ موجود ہو تو حال کے عامل کو کبھی حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے تم مسافر سے کہو سالما، غانما ای ترجع سالما غانما، یہاں حذف پر قرینہ حال مخاطب ہے۔ قولہ التمییز :- تمیز کو تبیین تفسیر اور ممیز (بکسر الیاء وفتحہا) بھی کہتے ہیں۔ لغت میں تمیز کے معنی ہیں ممتاز کرنا، جدا کرنا اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ قسم اول، ھو نکرۃ الخ :- یعنی تمیز اس نکرہ کو کہتے ہیں جو مقدار کے بعد ذکر کیا جائے تا کہ اس مقدار میں واقع ابہام کو دور کرے۔ سوال :- کیا تمیز کیلئے نکرہ ہونا ضروری ہے؟ جواب :- نحات بصرہ کے نزدیک تمیز کیلئے نکرہ ہونا ضروری ہے کیونکہ رفع ابہام نکرہ سے ہو جاتا ہے، لہذا معرفہ ہونا زائد از ضرورت ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ الا من سفه نفسه میں نفسه تمیز نہیں بلکہ یہ منصوب بنزع الخافض ہے۔ اور نحات کوفہ کے نزدیک تمیز معرفہ بھی ہو سکتی ہے۔ فائدہ :- مقدار وہ ہے جس سے کسی چیز کا اندازہ کیا جائے اور وہ پانچ چیزیں ہیں۔

پنج اندجان من تو مقادیر اشناس کیل است ووزن وعدد وذراع است وہم قیاس

کیل، پیمانہ۔ وزن، تول۔ عدد، گنتی۔ ذراع، پیمائش۔ قیاس، اندازہ۔ سوال :- حال بھی ابہام کو دور کرتا ہے لہذا تمیز اور حال میں فرق واضح کریں۔ جواب :- حال ابہام وضعی کو دور کرتا ہے اور تمیز ابہام ذاتی کو دور کرتی ہے۔ قولہ عندی عشرون :- (میرے پاس بیس درہم ہیں) یہ مقدار عددی کی مثال ہے۔ اس میں عشرون اسم تام (عدد) ہے۔ جس کے معدود میں یہ ابہام تھا کہ اس سے مراد دینار ہیں یا درہم یا کوئی اور چیز تو درھما (تمیز) نے اس ابہام کو دور کر دیا کہ وہ درہم ہیں۔

وَقَفِيْزَانِ بُرًّا وَمَنَوَانِ سَمْنًا وَجَرِيْبَانِ قُطْنًا وَعَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا وَقَدْ يَكُوْنُ عَنْ غَيْرِ مِقْدَارٍ نَحْوُ هٰذَا خَاتَمٌ حَدِيْدًا وَسِوَارٌ ذَهَبًا وَفِيْهِ الْخَفْضُ اَكْثَرُ وَقَدْ يَقَعُ بَعْدَ الْجُمْلَةِ لِرَفْعِ الْاِبْهَامِ عَنْ نِّسْبَتِهَا نَحْوُ طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا اَوْعِلْمًا اَوْاَبًا

قولہ قفیزان بُرًّا:۔ یہ اسم تام (مقدار کیلی) کی مثال ہے یعنی ابہام تھا کہ قَفِيْزَانِ کس چیز کی ہیں؟ بُرًّا اس ابہام کو دور کرتی ہے۔ قولہ عندی منوان سمنا:۔ (میرے پاس دو سیر گھی ہے) یہ مقدار وزنی کی مثال ہے۔ قولہ عندی جریبان قطنا:۔ یہ مقدار مساحی کی مثال ہے یعنی میرے پاس دو جریب روئی ہے۔ قولہ وَعَلَى التَّمْرَةِ:۔ یہ مقدار مقیاسی کی مثال ہے۔ یعنی چھوہارے پر اُسکی مثل مکھن ہے۔ فائدہ:۔ زُبد، بضم زاء بمعنی مکھن ہے اور بفتحتین بمعنی سمندر کا جھاگ ہے۔ سوال:۔ اسم تام تمییز کو کیوں نصب کرتا ہے؟ جواب:۔ فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے یعنی فعل اپنے فاعل کے ساتھ تام ہو کر مفعول بہ کو نصب کرتا ہے اور اسم تام مُتَمِّمات اربعہ میں سے کسی کے ساتھ تام ہو کر تمییز کو نصب کرتا ہے اور متممات یہ ہیں۔ (۱) تنوین۔ (۲) نونِ تثنیہ و جمع۔ (۳) مشابہ نونِ جمع۔ (۴) اضافت۔ تمییز کی قسم ثانی، وہ تمییز جو مفرد غیر مقدار سے ہو۔ اس قسم کو ماتن نے اپنے قول وَقَدْ يَكُوْنُ کے ساتھ بیان کیا ہے جیسے هٰذَا خَاتَمٌ حَدِيْدًا، یہ لوہے کی انگوٹھی ہے۔ اس میں لفظ خاتمٌ مفرد غیر مقدار ہے جو تنوین سے تام ہو کر تمییز کو نصب دے رہا ہے اور تمییز کی اس قسم میں جر کثیر ہے۔ فائدہ:۔ مفرد غیر مقدار کی تمییز میں جر کے جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں رفعِ ابہام کے علاوہ تخفیف بھی ہے کہ خاتم سے تنوین ساقط ہو گئی ہے۔ اور جر کثیر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مفرد غیر مقدار میں ابہام ناقص ہے لہٰذا اس میں تمییز منصوب کی طلب بھی ناقص ہے۔ قولہ وقد یقع:۔ یہاں سے تمییز کی قسمِ ثالث کو بیان کرتے ہیں جس کا نام تَمْيِيْزٌ عَنِ النِّسْبَة ہے یعنی کبھی تمییز اس ابہام کو دور کرتی ہے جو جملہ میں واقع نسبت کے اندر ہوتا ہے جیسے طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا وغیرہ (زید ذات کے لحاظ سے اچھا ہے) فائدہ:۔ تمییز عن النِّسبت کی چار قسمیں ہیں (۱) مُحَوَّلٌ عَنِ الْفَاعِلِ جیسے وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا، جس کا اصل اِشْتَعَلَ شَيْبُ الرَّأْسِ ہے۔ (۲) مُحَوَّلٌ عَنِ الْمَفْعُوْلِ جیسے فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا، جس کا اصل فَجَّرْنَا عُيُوْنَ الْاَرْضِ ہے۔ (۳) فاعل اور مفعول کے غیر سے مُحَوَّلٌ، جیسے اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا، جس کا اصل مَالِيْ اَكْثَرُ مِنْكَ ہے۔ مضاف (مال) حذف کر کے مضاف الیہ (ضمیر مجرور) کو اُس کی جگہ رکھا تو وہ ضمیر مرفوع (انا) ہو گئی پھر مضاف محذوف کو بطور تمییز لایا گیا تو اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا ہوا۔ (۴) وہ تمییز جو کسی سے مُحَوَّلٌ نہ ہو جیسے لِلّٰهِ دَرُّهٗ فَارِسًا۔

فصل اَلْمُسْتَثْنٰی لَفْظٌ یُذْکَرُ بَعْدَ اِلَّا وَاَخَوَاتِهَا لِیُعْلَمَ اَنَّهٗ لَایُنْسَبُ اِلَیْهِ مَانُسِبَ اِلٰی مَاقَبْلَهَا وَهُوَ عَلٰی قِسْمَیْنِ مُتَّصِلٌ وَهُوَ مَااُخْرِجَ عَنْ مُتَعَدِّدٍ بِاِلَّا وَاَخَوَاتِهَا نَحْوُجَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا وَمُنْقَطِعٌ وَهُوَ الْمَذْکُوْرُ بَعْدَ اِلَّا وَاَخَوَاتِهَا غَیْرَمُخْرَجٍ عَنْ مُتَعَدِّدٍ لِعَدَمِ دُخُوْلِهٖ فِی الْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ نَحْوُ جَآءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا

سوال:- مصنف نے تمیز عن النسبۃ کی تین مثالیں کیوں ذکر کی ہیں؟ جواب:- پہلی اُس تمیز کی مثال ہے جو مُنتصب عنہٗ کے ساتھ خاص ہے۔ دوسری اُس تمیز کی مثال ہے جو مُنتصب عنہٗ کے متعلق کے ساتھ خاص ہے۔ تیسری اُس تمیز کی مثال ہے جسمیں دونوں احتمال ہیں کہ مُنتصب عنہٗ سے ہو یا اُسکے متعلق سے پہلے احتمال پر معنی ہوں گے ''زید اچھا باپ ہے'' اور دوسرے پر معنی ہوں گے ''زید کا باپ اچھا ہے''۔ فائدہ:- مُنتصب عنہٗ، وہ چیز ہے جس کی طرف فعل یا شبہ فعل کی نسبت کرنے میں ابہام ہو، مثلاً طاب زیدٌ نفسا میں زیدٌ، مُنتصب عنہٗ ہے اور نفسا اُس کی تمیز ہے۔ سوال:- اگر تمیز شبہ فعل کی نسبت میں واقع ابہام کو دور کرتی ہے تو مصنف نے اُس کی مثالیں کیوں ترک کردی ہیں؟ جواب:- چونکہ فعل اصل ہے اس لئے صرف فعل کی اَمثلہ پر اکتفاء کیا ہے اور شبہ فعل کی مثالیں چھوڑ دی ہیں۔ قولہ اَلْمُسْتَثْنٰی:- اصطلاحِ نحات میں مستثنٰی وہ ہے جو اِلَّا اور اُسکے اخوات میں سے کسی کے بعد ذکر کیا جائے تا کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ مستثنٰی کی طرف وہ حکم منسوب نہیں جو مستثنٰی منہ کی طرف منسوب ہے جیسے جَآءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا میرے پاس قوم آئی مگر زید، یعنی وہ نہیں آیا۔ قولہ وَهُوَ عَلٰی قِسْمَیْنِ:- یعنی مستثنٰی کی دو قسمیں ہیں مستثنٰی متصل اور مستثنٰی منقطع۔ (۱) مستثنٰی متصل وہ ہے جو اِلَّا یا اُس کے اخوات میں سے کسی ایک کے ذریعہ ماقبل متعدد سے نکالا گیا ہو۔ خواہ اُسکے اخراج کے بعد باقی رہ جانیوالے اقل ہوں یا اکثر یا مساوی جیسے جَآءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا۔ فائدہ:- مستثنٰی کے ناصب میں اختلاف ہے۔ (۱) بصریین کے نزدیک اُسکا ناصب فعل یا معنیٔ فعل ہے بتوسطِ اِلَّا وغیرہ کے۔ (۲) عبدالقاہر کے نزدیک حرفِ استثناء قائم مقامِ فعل ہوکر اُسکا ناصب ہے۔ (۳) کسائی کے نزدیک مستثنٰی کا ناصب لفظِ اِنَّ ہے جو اِلَّا کے بعد مقدر ہے اور اِنَّ کی خبر محذوف ہے۔ کسائی کے نزدیک قَامَ الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا کی تقدیر قَامَ الْقَوْمُ اِلَّا اَنَّ زَیْدًا لَمْ یَقُمْ ہے۔ (۴) فرّاء کے نزدیک کلمہ اِلَّا مرکب ہے کلمہ اِنَّ اور لا عاطفہ سے اِنَّ کا پہلا نون حذف کیا اور دوسرے نون کو لام میں ادغام کیا تو اِلَّا ہوا۔ فرّاء کے نزدیک مستثنٰی کا نصب اِنَّ کی وجہ سے ہوتا ہے اور ماقبل والا اعراب ماقبل پر معطوف ہونے کیوجہ سے ہوتا ہے۔ قولہ وَمُنْقَطِعٌ:- مستثنٰی کی قسمِ ثانی مستثنٰی منقطع ہے جو اِلَّا اور اُس کے اخوات میں سے کسی کے بعد واقع ہو اور ماقبل متعدد سے نہ نکالا گیا ہو جیسے جَآءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا۔ اور اس کو مستثنٰی منفصل بھی کہتے ہیں۔

واعلم اَنَّ اِعْرَابَ الْمُسْتَثْنٰی عَلٰی اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ فَاِنْ کَانَ مُتَّصِلًا وَقَعَ بَعْدَ اِلَّا فِیْ کَلَامٍ مُوْجَبٍ اَوْ مُنْقَطِعًا کَمَا مَرَّ اَوْمُقَدَّمًا عَلَی الْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ نَحْوُ مَاجَآءَ نِیْ اِلَّا زَیْدًا اَحَدٌ اَوْکَانَ بَعْدَ خَلَا وَعَدَا عِنْدَ الْاَکْثَرِ اَوْبَعْدَ مَاخَلَا وَمَاعَدَا وَلَیْسَ وَلَایَکُوْنُ نَحْوُ جَآءَ نِی الْقَوْمُ خَلَازَیْدًا الخ کَانَ مَنْصُوْبًا وَاِنْ کَانَ بَعْدَ اِلَّا فِیْ کَلَامٍ غَیْرِمُوْجَبٍ وَهُوَ کُلُّ کَلَامٍ یَکُوْنُ فِیْهِ نَفْیٌ وَّنَهْیٌ وَاسْتِفْهَامٌ وَالْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ مَذْکُوْرٌ یَجُوْزُ فِیْهِ الْوَجْهَانِ النَّصْبُ وَالْبَدَلُ عَمَّا قَبْلَهَا نَحْوُ مَاجَآءَ نِیْ اَحَدٌ اِلَّا زَیْدًا وَاِلَّا زَیْدٌ وَاِنْ کَانَ مُفَرَّغًا بِاَنْ یَّکُوْنَ بَعْدَ اِلَّا فِیْ کَلَامٍ غَیْرِمُوْجَبٍ وَالْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ غَیْرُ مَذْکُوْرٍ کَانَ اِعْرَابُهٗ بِحَسَبِ الْعَوَامِلِ تَقُوْلُ مَاجَآءَ نِیْ اِلَّا زَیْدٌ وَمَارَاَیْتُ اِلَّا زَیْدًا وَمَامَرَرْتُ اِلَّا بِزَیْدٍ

قولہ واعلم:- یہاں سے مستثنی کے اعراب کے اقسام بیان کرتے ہیں جو چار ہیں۔ (۱) نصب، یہ چار جگہ ہوتا ہے۔ اول، جب مستثنی متصل کلام موجب میں اِلّا کے بعد واقع ہو جیسے جَآءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا۔ دوم، جب مستثنی منقطع ہو جیسے جَآءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا۔ سوم، جب مستثنی مستثنی منہ پر مقدم ہو جیسے مَاجَآءَ نِیْ اِلَّا زَیْدًا اَحَدٌ۔ چہارم، جب مستثنی خلا اور عدا کے بعد واقع ہو تو اکثر کے نزدیک منصوب ہوتا ہے اور مَاخَلَا، مَاعَدَا، لَیْسَ اور لَایَکُوْنُ کے بعد بھی منصوب ہوتا ہے۔ فائدہ:- مذکورہ چار صورتوں میں مستثنی کو نصب واجب ہے، پہلی تین صورتوں میں اس لئے واجب ہے کہ رفع اور جر اس پر نہیں آسکتے رفع تو اس لئے نہیں آسکتا کہ رفع بر بنائے بدلیت ہوگا اور مستثنی کو بدل بنانا باطل ہے کہ خلاف مقصود ہے۔ اور جر اس لئے کہ مستثنی سے پہلے نہ حرف جر ہے اور نہ مضاف۔ چوتھی صورت میں نصب اسلئے واجب ہے کہ خلا وغیرہ فعل کا مفعول ہے۔ سوال:- خلا تو فعلِ لازم ہے اس کے بعد مستثنی کیوں منصوب ہوتا ہے؟ جواب:- باب استثناء میں مجاوزت کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے خلا متعدی ہو جاتا ہے۔ (۲) نصب و بدل، جب مستثنی اِلّا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنی منہ مذکور ہو تو اس میں اعراب کی دو وجہ جائز ہیں۔ (۱) نصب، بنابر استثناء۔ (۲) اِلّا کے ماقبل سے بدل جیسے مَاجَآءَ نِیْ اَحَدٌ اِلَّا زَیْدًا وَاِلَّا زَیْدٌ۔ فائدہ:- کلامِ غیر موجب اس کو کہتے ہیں جس میں نفی، نہی یا استفہام ہو جیسے مَاجَآءَ نِیْ اَحَدٌ اِلَّا زَیْدًا۔ (۳) اعراب بمقتضائے عوامل، جب مستثنی مفرغ ہو یعنی مستثنی منہ مذکور نہ ہو اور مستثنی اِلّا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہے تو مستثنی کا اعراب بحسبِ عوامل ہوگا یعنی سابق عامل کے موافق ہوگا۔ فائدہ:- مستثنی اصل میں مفرغ لہٗ ہوتا ہے اور اس کا عامل مُفَرَّغ ہوتا ہے، لہٗ کو حذف کر کے مستثنی کو مفرغ کہہ دیا گیا۔ جیسے مُشْتَرَکٌ فِیْهِ سے لفظ فِیْهِ حذف کر کے مُشْتَرَکٌ بول دیتے ہیں۔

وَاِنْ كَانَ بَعْدَ غَيْرِ وَسِوٰى وَسَوَآءٍ وَحَاشَا عِنْدَ الْاَكْثَرِ كَانَ مَجْرُوْرًا نَحْوُ جَآءَنِى الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ وَسِوٰى زَيْدٍ وَسَوَاءَ زَيْدٍ وَحَاشَا زَيْدٍ **وَاعْلَمْ** اَنَّ اِعْرَابَ غَيْرَ كَاِعْرَابِ الْمُسْتَثْنٰى بِاِلَّا تَقُوْلُ جَآءَنِى الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ وَغَيْرَ حِمَارٍ وَمَا جَآءَنِى غَيْرَ زَيْدٍ اَلْقَوْمُ وَمَا جَآءَنِى اَحَدٌ غَيْرُ زَيْدٍ وَغَيْرَ زَيْدٍ وَمَا جَآءَنِى غَيْرُ زَيْدٍ وَمَا رَاَيْتُ غَيْرَ زَيْدٍ وَمَا مَرَرْتُ بِغَيْرِ زَيْدٍ **وَاعْلَمْ** اَنَّ لَفْظَةَ غَيْرَ مَوْضُوْعَةٌ لِلصِّفَةِ وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلْاِسْتِثْنَاءِ كَمَا اَنَّ لَفْظَةَ اِلَّا مَوْضُوْعَةٌ لِلْاِسْتِثْنَاءِ وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلصِّفَةِ كَمَا فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اَىْ غَيْرُ اللّٰهِ وَكَذٰلِكَ قَوْلُكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

(۴) جب مستثنٰی لفظِ غیر، سوآء، سوی یا حاشا میں سے کسی کے بعد واقع ہو تو مجرور ہوگا۔ پہلے تین کے بعد مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے اور حاشا کے بعد اس کے حرف جر ہونے کی وجہ سے۔ سوال:- حاشا اگر حرف جر ہے تو کسی فعل یا شبہ فعل کے متعلق کیوں نہیں ہوتا؟ جواب:- متعلق وہ حروف ہوتے ہیں جو فعل یا شبہ فعل کے معنی کو اپنے مدخول تک لے جائیں اور حاشا اپنے مدخول کو ان معانی سے پاک و مبرا ثابت کرتا ہے۔ قولہ اعلم:- چونکہ کلماتِ استثناء میں سے لفظِ غیر، اسم متمکن ہے اس لئے اعلم سے مصنف اسکا اعراب بیان کر رہے ہیں یعنی کلمہ غیر جب استثناء کیلئے ہو تو اسکا اعراب مستثنٰی بالا کی طرح ہوگا۔ سوال:- کلمہ غیر اگر بابِ استثناء میں بمعنی اِلَّا ہے تو غیر کو مبنی ہونا چاہیے کیونکہ جو اسم بمعنی حرف ہو وہ مبنی ہوتا ہے؟ جواب:- کلمہ غیر کو اضافت لازم ہے جو اسم متمکن کی علامت ہے اس لئے غیر معرب ہے۔ فائدہ، کلمہ غیر کے اعراب کے درج ذیل اقسام ہیں۔ (۱) کلمہ غیر، تین جگہ منصوب پڑھا جائے گا۔ اول، غیر کے بعد جب مستثنٰی متصل کلام موجب میں واقع ہو جیسے جآءَ نِي الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ۔ دوم، جب غیر کے بعد مستثنٰی منقطع واقع ہو جیسے جآءَ نِی الْقَوْمُ غَيْرَ حِمَارٍ۔ سوم، جب غیر کے بعد مستثنٰی واقع ہو اور لفظِ غیر، مستثنٰی منہ پر مقدم ہو جیسے مَاجَآءَ نِیْ غَيْرَ زَيْدٍ الْقَوْمُ۔ (۲) جب غیر کے بعد مستثنٰی کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنٰی منہ مذکور ہو تو دو وجہیں جائز ہیں۔ اول، نصب بنا بر استثناء۔ دوم، رفع بنا بر بدل جیسے مَاجَآءَ نِیْ اَحَدٌ غَيْرُ زَيْدٍ وَغَيْرَ زَيْدٍ۔ (۳) جب غیر کے بعد مستثنٰی مفرغ کلام غیر موجب میں ہو تو عامل کے مطابق اس کا اعراب ہوگا جیسے مَاجَآءَ نِیْ غَيْرُ زَيْدٍ وَمَارَاَيْتُ غَيْرَ زَيْدٍ وَمَامَرَرْتُ بِغَيْرِ زَيْدٍ۔ قولہ اِعْلَمْ:- اس جگہ مصنف کلمہ غیر کے حقیقی اور مجازی معنی بیان کرتے ہیں یعنی لفظ غیر صفت کیلئے موضوع ہے بمعنی مُغایرت یعنی اپنے ماقبل اور مابعد میں مغایرت ثابت کرتا ہے لیکن کبھی استثناء کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس کے برعکس کلمہ اِلَّا ہے جو استثناء کیلئے موضوع ہے لیکن کبھی صفت کیلئے بھی آتا ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا میں۔

فصل خَبَرُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا وَحُكْمُهُ كَحُكْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدَأِ اِلَّا اَنَّهُ يَجُوْزُ تَقْدِيْمُهُ عَلٰى اَسْمَائِهَا مَعَ كَوْنِهٖ مَعْرِفَةً بِخِلَافِ خَبَرِ الْمُبْتَدَأِ نَحْوُ كَانَ الْقَائِمَ زَيْدٌ **فصل** اِسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ **فصل** اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِيْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا يَلِيْهَا نَكِرَةً مُضَافَةً نَحْوُ لَا غُلَامَ رَجُلٍ فِي الدَّارِ اَوْ مُشَابِهًا لَهَا نَحْوُ لَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا فِي الْكِيْسِ

فائدہ:- اِلَّا بمعنی غیر میں اختلاف ہے کہ یہ اسم ہے یا حرف۔ (۱) جمہور کے نزدیک یہ حرف ہے کیونکہ کلمہ کی اسمیت وغیرہ حقیقی معنی کے اعتبار سے ہوتی ہے اور اِلَّا حقیقی معنی کے اعتبار سے حرف ہے لہٰذا بمعنی غیر ہو جانے کے بعد بھی حرف رہے گا۔ (۲) بعض کے نزدیک یہ اسم ہے اس لئے کہ کلمہ مجازی معنی کے لحاظ سے بھی اسم، فعل اور حرف ہوتا ہے لہٰذا جب اِلَّا بمعنی غیر ہوگا تو اُس وقت اسم ہوگا۔ قولہ خبرُ کان:- کان اور اُس کے اخوات کی خبر ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد ان کے اسم کی طرف مسند ہوتی ہے مصنف کے قول اخواتِھا کی ضمیر کا مرجع لَفْظَةُ کَانَ ہے۔ اور کَانَ وغیرہ کی خبر کا حکم مبتدا کی خبر جیسا ہے۔ قولہ اِلَّا اَنَّهُ:- اس عبارت میں مصنف نے اِس فرق کو بیان کیا ہے جو کَانَ کی خبر اور مبتدا کی خبر میں ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ مبتدا پر اُس کی خبر کو مقدم کرنا جائز نہیں جبکہ خبر معرفہ ہو اور کان کی خبر کو اُس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے خواہ خبر معرفہ کیوں نہ ہو۔ قولہ اِسْمُ اِنَّ:- یعنی اِنَّ اور اُس کے اخوات کا اسم ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے۔ قولہ اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا:- لائے نفی جنس کا ہر اسم منصوب نہیں ہوتا اس لئے مصنف نے اسْمُ لا نہیں کہا بلکہ اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا کہا۔ سوال:- مستثنیٰ کا بھی ہر فرد منصوب نہیں ہوتا وہاں اَلْمَنْصُوْبُ بِالْاِسْتِثْنَاءِ کیوں نہیں کہا؟ جواب:- اسلئے کہ مستثنیٰ کے اکثر افراد منصوب ہوتے ہیں وَلِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ۔ قولہ اَلَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ:- اس عبارت میں مضاف مقدر ہے ای اَلَّتِیْ لِنَفْیِ صِفَةِ الْجِنْسِ، یعنی منصوب اُس لَا کا جو جنس سے صفت کی نفی کرتا ہے جیسے لا رجل قائمٌ میں لا نے جنس رجل سے صفتِ قیام کی نفی کی ہے۔ قولہ یَلِیْهَا:- فعل یَلِیْ کی ضمیر مستتر، مسند الیہ کی طرف راجع ہے اور ھاء ضمیر بارز کلمہ لَا کی طرف راجع ہے اور یہ جملہ اِلَیْهِ کی ضمیر سے یا دُخُوْلِهَا کی ضمیر سے حال ہے اور نکرۃ، یَلِیْهَا کی ضمیرِ مستتر سے حال ہے اور مُضَافَةً، نَکِرَةً کی صفت ہے یعنی منصوب بَلاءِ نفی جنس ایسا اسم ہے جو لَا کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو درانحالیکہ وہ مسند الیہ لَا کے بعد بلا فصل واقع ہو اس حال میں کہ وہ مسند الیہ نکرہ مضافہ ہو جیسے لا رجل فِی الدّار یا مشابہ مضاف ہو جیسے لَا عِشْرِیْنَ دِرْهَمًا فِی الْکِیْسِ۔

فَاِنْ كَانَ بَعْدَلَا نَكِرَةٌ مُفْرَدَةٌ تُبْنٰى عَلَى الْفَتْحِ نَحْوُ لَارَجُلَ فِى الدَّارِ وَاِنْ كَانَ مَعْرِفَةً اَوْنَكِرَةً مَفْصُوْلاً بَيْنَهُ وَبَيْنَ لَاكَانَ مَرْفُوْعًا وَيَجِبُ تَكْرِيْرُ لَامَعَ اسْمٍ اٰخَرَ تَقُوْلُ لَازَيْدٌ فِى الدَّارِ وَلَاعَمْرٌو وَلَافِيْهَا رَجُلٌ وَلَاامْرَأَةٌ وَيَجُوْزُ فِىْ مِثْلِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ خَمْسَةُ اَوْجُهٍ فَتْحُهُمَا وَرَفْعُهُمَا وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَنَصْبُ الثَّانِىْ وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَرَفْعُ الثَّانِىْ وَرَفْعُ الْاَوَّلِ وَفَتْحُ الثَّانِىْ وَقَدْ يُحْذَفُ اِسْمُ لَالِقَرِيْنَةٍ نَحْوُ لَاعَلَيْكَ اَىْ لَابَأْسَ عَلَيْكَ

قولہ فاِنْ کانَ :- اس عبارت میں کلمہ کان فعلِ ناقص ہے جسکی خبر ظرف ہے اور لفظ نکرۃ، اُس کا اسم مؤخر ہے یا کان تامہ بمعنی وُجد ہے یعنی اگر لا کے بعد نکرہ مفردہ ہو تو وہ مبنی ہوگا فتح پر جیسے لَارَجُلَ فِى الدَّار، وجہ بنا نکرہ کا مِنْ استغراقیہ کو متضمن ہونا ہے۔ قولہ واِنْ کانَ :- یعنی اگر لا کا اسم معرفہ ہو یا ایسا نکرہ کہ اُس نکرہ اور لا کے درمیان فاصلہ ہو تو لا کا اسم بنا بر مبتدا مرفوع ہوگا اور اُس وقت دوسرے معرفہ یا نکرہ کے ساتھ لا کو مکرر لانا ضروری ہے جیسے لَازَیْدٌ فی الدَّارِ ولاعمرٌو اور لافیھا رجُلٌ وّلاامراۃٌ۔ قولہ ویجوز :- یعنی ہر وہ ترکیب جس میں لائے نفی جنس بطریق عطف مکرر ہو اور دونوں جگہ لا، کا اسم نکرہ مفردہ بلا فصل ہو ایسی ترکیب میں پانچ وجہ جائز ہیں۔ (۱) دونوں اسموں کو مبنی بر فتح پڑھنا اس بنا پر کہ دونوں جگہ لائے نفی جنس ہے جیسے لاحولَ ولاقوۃَ اِلّاباللّٰہ۔ (۲) دونوں اسموں کو بر بنائے مبتدا مرفوع پڑھنا اور دونوں لا زائدہ قرار دینا جیسے لاحولٌ وّلاقوۃٌ اِلّاباللّٰہ۔ (۳) اول اسم کو مبنی بر فتح پڑھنا اس بنا پر کہ وہ لائے نفی جنس کا اسم ہے اور دوسرے اسم کو نصب پڑھنا تنوین کیساتھ اس بنا پر کہ دوسرا لا، زائدہ برائے تاکید ہے جیسے لاحولَ ولاقوۃً اِلّاباللّٰہ۔ (۴) اول اسم کو مفتوح پڑھنا اسم لائے نفی جنس کی بنا پر اور دوسرے کو تنوین کے ساتھ مرفوع پڑھنا اس بنا پر کہ لا، زائدہ برائے تاکید ہے اور دوسرا نکرہ پہلے کے محل پر معطوف ہے جیسے لاحولَ ولاقوۃٌ اِلّا باللّٰہ۔ (۵) اول اسم کو مرفوع پڑھنا تنوین کیساتھ اس بنا پر کہ پہلا لا، مُشابہ بلیس ہے اور دوسرے اسم کو لائے نفی جنس کی وجہ سے مبنی بر فتح پڑھنا جیسے لاحولٌ وّلاقوۃَ اِلّاباللّٰہ۔ قولہ وقد یُحذف :- اور کبھی لائے نفی جنس کا اسم بوقت قیام قرینہ حذف کر دیا جاتا ہے جیسے لاعلیک ای لاباْس علیک (تیرے اوپر کوئی خوف نہیں) یہ ڈرنے والے کو بطور تسلی کہا جاتا ہے۔ فائدہ:- لاعلیک، میں حذفِ اسم پر قرینہ یہ ہے کہ لا، حرف ہے اور علٰی بھی حرف ہے اور حرف دوسرے حرف پر داخل نہیں ہوتا جس سے معلوم ہوا کہ یہاں لا، کا اسم محذوف ہے۔

فصل خَبَرُ مَاوَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهِمَا نَحْوُ مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلَا رَجُلٌ حَاضِرًا وَاِنْ وَقَعَ الْخَبَرُ بَعْدَ اِلَّا نَحْوُ مَا زَيْدٌ اِلَّا قَائِمٌ اَوْتَقَدَّمَ الْخَبَرُ عَلَى الْاِسْمِ نَحْوُ مَاقَائِمٌ زَيْدٌ اَوْزِيْدَتْ اِنْ بَعْدَ مَا نَحْوُ مَااِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ بَطَلَ الْعَمَلُ كَمَارَاَيْتَ فِي الْاَمْثِلَةِ وَهٰذَا لُغَةُ اَهْلِ الْحِجَازِ وَاَمَّابَنُوْتَمِيْمٍ فَلَايُعْمِلُوْنَهُمَا اَصْلًا قَالَ الشَّاعِرُ عَنْ لِسَانِ بَنِيْ تَمِيْمٍ۔

وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهٗ اِنْتَسِبْ	**شعر**	فَاَجَابَ مَا قَتْلُ الْمُحِبِّ حَرَامٌ

الْمَقْصَدُ الثَّالِثُ فِي الْمَجْرُوْرَاتِ اَلْاَسْمَاءُ الْمَجْرُوْرَةُ هِيَ الْمُضَافُ اِلَيْهِ فَقَطْ وَهُوَ كُلُّ اسْمٍ نُسِبَ اِلَيْهِ شَيْئٌ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ

قولہ خبر ما ولا:- منصوبات سے مَا ولا مُشابہٗ بلَیْس، کی خبر ہے جو ان میں سے کسی کے داخل ہونے کے بعد ان کے اسم کی طرف مسند ہوتی ہے اور مَا و لا کا یہ عمل تین صورتوں میں باطل ہو جاتا ہے۔ (۱) جب ان کی خبر اِلَّا کے بعد واقع ہو جیسے وما محمدٌ اِلَّا رسولٌ، کیوں کہ اِلَّا کے سبب نفی ٹوٹ جاتی کی وجہ سے لَیْسَ، کے ساتھ نفی میں جو مشابہت تھی وہ ختم ہو گئی لہٰذا ان کا عمل ختم ہو گیا۔ (۲) جب خبر ان کے اسم پر مقدم ہو جیسے مَاقَائِمٌ زَيْدٌ۔ اس صورت میں بطلانِ عمل کی وجہ یہ ہے کہ مَا و لا کے عمل کیلئے اسم کا مقدم ہونا شرط ہے لہٰذا شرط مفقود ہونے کیوجہ سے ان کا عمل باطل ہو جائیگا۔ (۳) جب مَا کے بعد اِنْ واقع ہو جیسے مَااِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ، اس صورت میں بطلانِ عمل کی وجہ یہ ہے کہ مَا عاملِ ضعیف ہے جو فاصلہ کی حالت میں عمل نہیں کر سکتا۔ قولہ وهٰذا لُغَةُ:- اور مَا و لا کو عمل دینا اہلِ حجاز کی لغت ہے بنو تمیم ان کو عمل نہیں دیتے، اُنکی دلیل کتاب میں مذکور شعر ہے جس میں شاعر نے کلمہ مَا کو عمل نہیں دیا کیوں کہ لفظ حرام کو نصب نہیں دیا۔ ترجمہ شعر:- میں نے ایک باریک کمر والے محبوب سے جو نزاکت میں شاخ کی مانند ہے کہا کہ تو اپنا نسب بیان کر اُس نے جواب دیا کہ میرے نزدیک عاشق کو قتل کرنا حرام نہیں۔ فائدہ:- بنو تمیم کی ایک دلیل یہ ہے کہ یہ اسم اور فعل کے دواخل میں سے ہیں اور جو لفظ اسم اور فعل دونوں پر داخل ہو وہ عامل نہیں ہوتا۔ یہ دلیل بھی کمزور ہے کیونکہ اُن کے نزدیک بھی لائے نفی جنس عمل کرتا ہے حالانکہ وہ بھی اسم اور فعل دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ قولہ **الْمَجْرُوْرَاتُ**:- مجرورات کو مرفوعات اور منصوبات کی مشاکلت کیوجہ سے جمع لایا گیا ورنہ مجرور کی صرف نوع واحد ہے یعنی مضاف الیہ۔ قولہ وَهُوَ كُلُّ اسْمٍ:- مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کوئی چیز بواسطہ حرف جر منسوب کی گئی ہو خواہ وہ حرف جر ملفوظ ہو جیسے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ اور اس ترکیب کو اصطلاح میں جار مجرور کہتے ہیں یا حرف جر مقدر ہو جیسے غُلَامُ زَيْدٍ اور اس ترکیب کو مضاف و مضاف الیہ کہتے ہیں۔

لَفْظًا نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَيُعَبَّرُ عَنْ هٰذَا التَّرْكِيبِ فِي الْاِصْطِلَاحِ بِاَنَّهُ جَارٌّ وَمَجْرُوْرٌ اَوْتَقْدِيْرًا نَحْوُغُلَامُ زَيْدٍ تَقْدِيْرُهُ غُلَامٌ لِّزَيْدٍ وَيُعَبَّرُ عَنْهُ فِي الْاِصْطِلَاحِ بِاَنَّهُ مُضَافٌ وَمُضَافٌ اِلَيْهِ وَيَجِبُ تَجْرِيْدُ الْمُضَافِ عَنِ التَّنْوِيْنِ اَوْمَايَقُوْمُ مَقَامَهُ وَهُوَ نُوْنُ التَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ نَحْوُجَآءَ نِيْ غُلَامُ زَيْدٍ وَغُلَامَازَيْدٍ وَمُسْلِمُوْمِصْرِ **واعلم** اَنَّ الْاِضَافَةَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مَعْنَوِيَّةٌ وَلَفْظِيَّةٌ اَمَّاالْمَعْنَوِيَّةُ فَهِيَ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ غَيْرَ صِفَةٍ مُضَافَةٍ اِلٰى مَعْمُوْلِهَا

قولہ لفظا :۔مصنف کا قول لفظااور تقدیرا ،ملفوظااور مقدرا کے معنی میں ہوکر حال ہے یا تمیز یا کان مقدر کی خبر ہے۔ سوال :۔مضاف الیہ کی تعریف مانع نہیں اس لئے کہ مفعول فیہ پر صادق آتی ہے۔مثلا صمت یوم الجمعۃ میں صمت بواسطہ حرف جر تقدیری یوم الجمعۃ کی طرف منسوب ہے اور وہ حرف جر فی ہے؟ جواب :۔مصنف کے قول تقدیرا سے ایسا مقدر مراد ہے جس کا عمل باقی ہو اور مثال مذکور میں فی کا عمل باقی نہیں ہے ورنہ یوم منصوب نہ ہوتا۔ قولہ ویجب :۔اور بوقت اضافت مضاف کو تنوین اور قائم مقام تنوین سے خالی کرنا ضروری ہے کیونکہ اضافت اور تنوین یا قائم مقام تنوین میں منافات ہے اس لئے کہ یہ کلمہ کے تمام ہونے کی دلیل ہیں اور اضافت کلمہ کے نا تمام ہونے کی دلیل ہے اس لئے بوقت اضافت مضاف کو تنوین وغیرہ سے خالی کرلیا جاتا ہے۔ قولہ جآء نی غلام زید :۔یہ اس مضاف کی مثال ہے جسے تنوین سے خالی کرلیا گیا ہے اور غلاما عمرو ،اس مضاف کی مثال ہے جسے نون تثنیہ سے خالی کرلیا گیا ہے اور مسلمو مصر ،اس مضاف کی مثال ہے جسے نون جمع سے خالی کرلیا گیا ہے۔ قولہ اعلم :۔یعنی اضافت بتقدیر حرف جر کی دو قسمیں ہیں۔اضافت معنویہ اور اضافت لفظیہ۔ قولہ فالمعنویۃ :۔اضافت معنویہ وہ ہے جس میں مضاف ایسا صیغہ صفت نہ ہو جو اپنے معمول بطرف مضاف ہو۔چونکہ اضافت معنویہ کے دو فائدے ہیں اور اضافت لفظیہ کا ایک اس لئے اضافت معنویہ کو مقدم کیا گیا ہے۔ فائدہ :۔اضافت معنویہ میں صیغہ صفت سے مراد اسم فاعل ،اسم مفعول ،صفت مشبہ ،اسم منسوب اور اسم تفضیل ہے اور معمول سے مراد فاعل ،نائب فاعل ،اور مفعول بہ ہے۔ فائدہ :۔اضافت معنویہ کی تعریف سے اسکی تین صورتیں سامنے آئیں۔(۱) مضاف صفت کا صیغہ نہ ہو بلکہ اسم جامد ہو اور نہ ہی اپنے معمول بطرف مضاف ہو جیسے غلامُ زید۔(۲) مضاف صفت کا صیغہ تو ہو مگر معمول بطرف مضاف نہ ہو جیسے کریم البلد ،کہ کریم صفت کا صیغہ ہے مگر البلد ،اس کا معمول (فاعل) نہیں بن سکتا کہ کریم ،بلد نہیں بلکہ من فی البلد ،کریم ہے۔(۳) مضاف صیغہ صفت نہ ہو لیکن معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضرب الیوم۔

وَهِيَ اِمَّا بِمَعْنَى اللَّامِ نَحْوُ غُلَامُ زَيْدٍ اَوْ بِمَعْنَى مِنْ نَحْوُ خَاتَمُ فِضَّةٍ اَوْ بِمَعْنَى فِيْ نَحْوُ صَلٰوةُ اللَّيْلِ وَفَائِدَةُ هٰذِهِ الْاِضَافَةِ تَعْرِيْفُ الْمُضَافِ اِنْ اُضِيْفَ اِلٰى مَعْرِفَةٍ كَمَا مَرَّ اَوْ تَخْصِيْصُهٗ اِنْ اُضِيْفَ اِلٰى نَكِرَةٍ كَغُلَامِ رَجُلٍ وَاَمَّا اللَّفْظِيَّةُ فَهِيَ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ صِفَةً مُضَافَةً اِلٰى مَعْمُوْلِهَا وَهِيَ فِيْ تَقْدِيْرِ الْاِنْفِصَالِ نَحْوُ ضَارِبُ زَيْدٍ وَحَسَنُ الْوَجْهِ وَفَائِدَتُهَا تَخْفِيْفٌ فِي اللَّفْظِ فَقَطْ

قولہ وھی :- یعنی اضافت معنویہ کی تین قسمیں ہیں۔ اول، اضافتِ لامیہ یہ اُس وقت ہوتی ہے جب مضاف الیہ نہ مضاف کی جنس سے ہو اور نہ ظرف جیسے غُلَامُ زَیْدٍ جو اصل میں غُلَامٌ لِـزَیْدٍ ہے۔ دوم، اضافتِ مِنِّیہ یہ اُس وقت ہوتی ہے جب مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہو جیسے خَاتَمُ فِضَّةٍ جو اصل میں خَاتَمٌ مِنْ فِضَّةٍ ہے۔ سوم، اضافتِ فِوِیَہ یہ اُس وقت ہوتی ہے جب مضاف الیہ، مضاف کیلئے ظرف ہو جیسے ضَرْبُ الْيَوْمِ جو اصل میں ضَرْبٌ فِي الْيَوْمِ ہے۔ سوال:- اگر اضافتِ معنویہ میں حرفِ جر مقدر ہوتا ہے تو مضاف یا مضاف الیہ کو بتقدیر حرف جرمبنی ہونا چاہئے؟ جواب:- اضافت چونکہ اسم کے اعظم خواص میں سے ایک خاصہ ہے جس کے ہوتے ہوئے اسم کی جانب اسمیت قوی ہو جاتی ہے اور اعراب جو اسم میں اصل ہے وہ برقرار رہتا ہے اگرچہ اسم، حرف کو متضمن ہوتا ہے۔ قولہ وفـائـدتـہٗ :- اضافتِ معنویہ کے دو فائدے ہیں۔ (۱) تعریف (۲) تخصیص، اضافت معنویہ تعریف کا افادہ اُس وقت کرتی ہے جب مضاف الیہ معرفہ ہو جیسے غُلَامُ زَیْدٍ اور تخصیص کا افادہ اُس وقت کرتی ہے جب مضاف الیہ نکرہ ہو جیسے غُلَامُ رَجُـــلٍ۔ سوال:- کیا اضافت معنویہ کے صرف دو فائدے ہیں؟ جواب:- نہیں! اِن کے علاوہ بہت سے فوائد ہیں مثلاً مضاف کا مضاف الیہ سے تذکیر یا تانیث حاصل کرنا وغیرہ۔ فائدہ:- لفظِ مِثْل اور غَیْر، معرفہ کی طرف مضاف ہونے کے باوجود نکرہ رہتے ہیں کیونکہ ان میں موجود ابہام اضافت سے دور نہیں ہو سکتا اور لفظِ شِبْہٌ، نَـظِیْرٌ اور نَـحْوٌ بھی ان کی مثل ہے۔ البتہ جب ان کی اضافت ایسی چیز کی طرف ہو جسکی ضد واحد مشہور و معروف ہو تو یہ بھی معرفہ بن جاتے ہیں جیسے غَیْرُ الْمُنْصَرِفِ، میں غیر معرفہ بن گیا ہے۔ قولہ و امّا اللّفظیّۃ:- اضافت لفظیہ وہ ہے کہ صیغہ صفت اپنے معمول کیطرف مضاف ہو جیسے ضَارِبُ زَیْدٍ اور مجرور باضافت لفظیہ باعتبار معنی کے جس طرح اضافت سے پہلے فاعل یا مفعول تھا اُسی طرح باقی رہیگا۔ قولہ وفائدتُھا :- اضافت لفظیہ کا فائدہ صرف لفظ میں تخفیف ہے یعنی یہ اضافت تعریف یا تخصیص کا فائدہ نہیں دیتی۔ سوال:- اَلْحَسَنُ الـوجہ میں تو اضافت لفظیہ نے تخصیص کا فائدہ دیا ہے اس لئے کہ اَلْحَسَنُ، آنکھ، چہرہ وغیرہ کے حُسن کو شامل تھا لیکن اضافت کے بعد خاص ہو گیا یعنی چہرہ کا حسن اور یہی تخصیص ہے؟ جواب:- یہ تخصیص اضافت سے نہیں ہوئی بلکہ اضافت سے پہلے بھی تھی اس لئے کہ اَلْحَسَنُ الوجہ کی اصل اَلْحَسَنُ وَجْهُهٗ ہے اور اضافت سے صرف تخفیف ہوئی ہے یعنی ضمیر حذف ہوگئی ہے۔

واعلم انک إذا اضفتَ الاسمَ الصَّحِیْحَ اوِ الْجَارِی الْمَجْرَی الصَّحِیْحِ اِلَی یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ کَسَرْتَ اٰخِرَہٗ واَسْکَنْتَ الْیَاءَ اَوْفَتَحْتَهَا کَغُلَامِیْ وَدَلْوِیْ وظَبْیِیْ وَاِنْ کَانَ اٰخِرُ الْاِسْمِ اَلِفًا تُثْبَتُ کَعَصَایَ وَرَحَایَ خِلَافًا لِلْهُذَیْلِ کَعَصَیَّ وَرَحَیَّ وَاِنْ کَانَ اٰخِرُ الْاِسْمِ یَاءً مَّکْسُوْرًا مَاقَبْلَهَا اُدْغِمَتِ الْیَاءُ فِی الْیَاءِ وَفُتِحَتِ الْیَاءُ الثَّانِیَةُ لِئَلَّا یَلْتَقِیَ السَّاکِنَانِ تَقُوْلُ فِیْ قَاضِیْ قَاضِیَّ وَاِنْ کَانَ اٰخِرُہٗ وَاوًا مَّضْمُوْمًا مَّاقَبْلَهَا قَلَبْتَهَا یَاءً وَعَمِلْتَ کَمَا عَمِلْتَ اَلْاٰنَ تَقُوْلُ جَآءَنِیْ مُسْلِمِیَّ

فائدہ:- اضافت لفظیہ سے افادہ تخفیف کی تین صورتیں ہیں۔(۱) صرف مضاف میں تخفیف بصورت حذف تنوین وقائم مقام تنوین جیسے ضاربُ زیدٍ، ضاربا زیدٍ۔(۲) صرف مضاف الیہ میں تخفیف اس طرح کہ مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہو کر صیغہ صفت میں مستتر ہو جاتی ہے جیسے القائمُ الغلامِ، جو اصل میں القائمُ غلامُهٗ تھا۔(۳) مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف جیسے زیدٌ قائمُ الغلامِ، جو اصل میں زیدٌ قائمٌ غلامُهٗ، تھا قائمٌ (مضاف) سے تنوین حذف ہوئی اور غلامُهٗ (مضاف الیہ) سے ضمیر۔ قولہ اعلم:- اس جگہ مصنف مضاف کے چھ احکام بیان کرتے ہیں جو مضاف کے آخر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اول، جب اسم صحیح یا جاری مجرائے صحیح، یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس کا آخر مکسور ہوگا اور یاء، ساکن یا مفتوح ہوگی جیسے غلامیْ (غلامی) اور دلویْ (دلوی)۔ فائدہ:- اس صورت میں اصل فتح ہے کیونکہ یک حرفی حرف متحرک ہوتا ہے اور حرکات میں فتح خفیف ہے۔ دوم، اگر اسم مضاف کے آخر میں الف ہو تو باقی رہیگا، خواہ الف تثنیہ ہو جیسے غلامای (میرے دو غلام) یا غیر تثنیہ جیسے عصای (میری لاٹھی) لیکن بنو ہذیل ایسے الف کو جو تثنیہ کا نہیں ہے، یاء سے بدل کر ادغام کرتے ہیں یعنی عصای، کو عصیّ پڑھتے ہیں۔ فائدہ:- بنو ہذیل الف تثنیہ کو یاء سے نہیں بدلتے تاکہ تثنیہ کی حالت رفع اور حالت نصب میں التباس نہ ہو اور غیر تثنیہ کے الف کو اس لئے بدلتے ہیں کہ یاء ماقبل کی حرکت چاہتی ہے اور الف قابل حرکت نہیں ہے اسلئے الف کو یاء کر کے ادغام کرتے ہیں۔ سوم، اگر اسم مضاف کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو تو یائے متکلم کو اس میں وجوبا ادغام کرتے ہیں اور دوسری یاء کو حرکت فتح دیتے ہیں جیسے قاضیَّ۔ چہارم، اگر یائے متکلم کی طرف مضاف اسم کے آخر میں واؤ ماقبل مفتوح ہو تو واؤ کو یاء کر کے ادغام کیا جائے گا اور ماقبل کا فتح بدستور باقی رہے گا، لہذا مُصطفَوْنَ کو مُصطفَیَّ، پڑھا جائے گا۔

وَفِی الْاَسْمَاءِ السِّتَّةِ مُضَافَةً اِلٰی یَاءِ الْمُتَكَلِّمِ تَقُوْلُ اَخِیْ وَاَبِیْ وَحَمِیْ وَهَنِیْ وَفِیْ عِنْدَ الْاَكْثَرِ وَفَمِیْ عِنْدَ قَوْمٍ وَذُوْ لَا یُضَافُ اِلٰی مُضْمَرٍ اَصْلًا وَقَوْلُ الْقَائِلِ ع اِنَّمَا یَعْرِفُ ذَاالْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْهُ شَاذٌ وَاِذَا قُطِعَتْ هٰذِهِ الْاَسْمَاءَ عَنِ الْاِضَافَةِ قُلْتَ اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَهَنٌ وَفَمٌ وَذُوْ لَا یُقْطَعُ عَنِ الْاِضَافَةِ اَلْبَتَّةَ هٰذَا كُلُّهٗ بِتَقْدِیْرِ حَرْفِ الْجَرِّ اَمَّا مَا یُذْكَرُ فِیْهِ حَرْفُ الْجَرِّ لَفْظًا فَسَیَأْتِیْكَ فِی الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی **اَلْخَاتِمَةُ** فِی التَّوَابِعِ **اِعْلَمْ** اَنَّ الَّتِیْ مَرَّتْ مِنَ الْاَسْمَآءِ الْمُعْرَبَةِ كَانَ اِعْرَابُهَا بِالْاِصَالَةِ بِاَنْ دَخَلَتْهَا الْعَوَامِلُ مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ وَالْمَنْصُوْبَاتِ وَالْمَجْرُوْرَاتِ فَقَدْ یَكُوْنُ اِعْرَابُ الْاِسْمِ بِتَبْعِیَّةِ مَاقَبْلَهٗ وَیُسَمَّی التَّابِعَ لِاَنَّهٗ یَتْبَعُ مَاقَبْلَهٗ فِی الْاِعْرَابِ وَهُوَ كُلُّ ثَانٍ مُعْرَبٍ بِاِعْرَابِ سَابِقِهٖ مِنْ جِهَةٍ وَّاحِدَةٍ وَالتَّوَابِعُ خَمْسَةُ اَقْسَامٍ اَلنَّعْتُ وَالْعَطْفُ بِالْحُرُوْفِ وَالتَّاكِیْدُ وَالْبَدَلُ وَعَطْفُ الْبَیَانِ

پنجم، اسماء ستہ مکبرہ میں سے اخٌ، ابٌ، ھمٌ، ھنٌ کو یائے متکلم کی طرف اضافت کے وقت اخِیْ، ابِیْ، ھمِیْ اور ھنِیْ پڑھا جائے گا اور فمٌ، کو اکثر کے نزدیک فِیَّ یعنی فمٌ، کی واوٌ محذوفہ واپس لا کر اُس کو یاء کر کے یاء میں ادغام کریں گے اور فِیَّ پڑھیں گے اور بعض کے نزدیک واوٌ واپس نہیں آئے گا اور فمِیْ پڑھا جائے گا۔ قولہ وَذُوْ:- اور کلمہ ذُوْ، جب بمعنی صاحب ہو تو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اور شاعر کے قول میں واقع اضافت شاذ ہے۔ قولہ وَاِذَا:- یعنی جب اسماء ستہ میں سے پہلے پانچ مقطوع عَنِ الْاِضَافَةِ، ہوں تو اُن کا لام کلمہ حذف کر کے عین پر اعراب جاری کیا جائے گا، مثلاً اَبٌ کہا جائے گا اور کلمہ ذُوْ، مقطوع عَنِ الْاِضَافَةِ نہیں ہوتا۔ قولہ اَلْخَاتِمَةُ:- خاتمہ، توابع کے بیان میں ہے جو پانچ ہیں۔

گر بپرسند از توابع گو کہ پنج اینک عیاں نعت و توکید و بدل عطفِ نسق عطفِ بیاں

قولہ وَھُوَ کُلُّ ثَانٍ:- تابع، وہ دوسرا لفظ ہے جو اپنے سابق کے اعراب کے ساتھ معرب ہو ایک ہی جہت سے یعنی دونوں کے اعراب کا سبب ایک ہو۔ فائدہ:- تابع کی تعریف میں کُلُّ ثَانٍ سے مجازاً، کُلُّ مُتَاخِرٍ مراد ہے لہٰذا معنی ہوگا کہ تابع وہ بعد میں آنے والا لفظ ہے جو پہلے کے اعراب میں ہو خواہ وہ کسی درجہ میں ہو۔

فصل اَلنَّعْتُ تَابِعٌ يَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَآءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَوْفِيْ مُتَعَلِّقِ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَآءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ وَيُسَمّٰى صِفَةً اَيْضًا وَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ يَتْبَعُ مَتْبُوْعَهٗ فِيْ عَشَرَةِ اَشْيَاءَ فِي الْاِعْرَابِ وَالتَّعْرِيْفِ وَالتَّنْكِيْرِ وَالْاِفْرَادِ وَالتَّثْنِيَّةِ وَالْجَمْعِ وَ التَّذْكِيْرِ وَ التَّانِيْثِ نَحْوُ جَآءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ وَ رَجُلَانِ عَالِمَانِ وَرِجَالٌ عَالِمُوْنَ وَ زَيْدُ نِ الْعَالِمُ وَ امْرَأَةٌ عَالِمَةٌ وَ الْقِسْمُ الثَّانِيْ اِنَّمَا يَتْبَعُ مَتْبُوْعَهٗ فِي الْخَمْسَةِ الْاُوَلِ فَقَطْ اَعْنِي الْاِعْرَابَ وَ التَّعْرِيْفَ وَ التَّنْكِيْرَ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَ فَائِدَةُ النَّعْتِ تَخْصِيْصُ الْمَنْعُوْتِ اِنْ كَانَا نَكِرَتَيْنِ نَحْوُ جَآءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ وَتَوْضِيْحُهٗ اِنْ كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ نَحْوُ جَآءَنِيْ زَيْدُ نِ الْفَاضِلُ وَ قَدْ يَكُوْنُ لِمُجَرَّدِ الثَّنَاءِ وَ الْمَدْحِ نَحْوُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ قَدْ يَكُوْنُ لِلذَّمِّ نَحْوُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَ قَدْ يَكُوْنُ لِلتَّاكِيْدِ نَحْوُ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ

قولہ النعت :-نعت، ایسا تابع ہے جو اس معنی پر دلالت کرے جو متبوع یا متعلق متبوع میں پائے جاتے ہیں جیسے جآء نی رجلٌ عالمٌ اور جآء نی رجلٌ عالمٌ ابوہٗ۔ فائدہ:-نعت چونکہ جہات کثیرہ سے اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے مثلاً اعراب، تعریف وغیرہ۔ نیز کثیر الاستعمال ہے اس لئے مصنف نے نعت کو دیگر توابع پر مقدم کیا ہے۔ قولہ والقسم الاوّل اور نعت کی پہلی قسم دس چیزوں میں اپنے متبوع کے موافق ہوتی ہے جن کے چار طائفہ ہیں۔ (۱) اعراب (۲) تذکیر و تانیث (۳) تعریف وتنکیر (۴) افراد، تثنیہ اور جمع۔ لہٰذا یہ مطابقت ہر طائفہ سے کسی ایک چیز میں ہوگی۔ سوال:-امرأۃٌ جریحٌ میں جریحٌ صفت ہے حالانکہ مؤنث نہیں ہے؟ جواب:-لفظ جریحٌ چونکہ مذکر و مؤنث دونوں کیلئے بولا جاتا ہے اس لئے اس مثال میں جریحۃ مؤنث بولنا ضروری نہیں ہے۔ قولہ والقسم الثانی :-اور صفت کی قسم ثانی پانچ چیزوں میں موصوف کے موافق ہوتی ہے یعنی اعراب ثلثہ سے کسی ایک میں اور تعریف وتنکیر میں سے کسی میں اور باقی پانچ میں فعل کی مثل ہوتی ہے۔ قولہ وفائدۃ النّعت:-نعت، درج ذیل امور کا فائدہ دیتی ہے۔(۱) موصوف کی تخصیص کا اگر موصوف وصفت دونوں نکرہ ہوں جیسے جآء نی رجلٌ عالمٌ۔(۲) موصوف کی توضیح کا اگر دونوں معرفہ ہوں جیسے جآء نی زیدُ الفاضلُ۔ (۳) مدح وثنا کا جیسے بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم۔(۴) مذمت کا جیسے اعوذ باللّٰہ من الشّیطٰن الرّجیم۔(۵) تاکید کا جیسے نفخۃٌ وّاحدۃٌ میں واحدۃٌ، صفت، تاکید کا فائدہ دے رہی ہے کیونکہ وحدت تو نفخۃٌ کی تاء سے مفہوم ہو رہی ہے۔

واعلم اَنَّ النَّكِرَةَ تُوْصَفُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبَرِيَّةِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَبُوْهُ عَالِمٌ اَوْقَامَ اَبُوْهُ وَالْمُضْمَرُ لَايُوْصَفُ وَلَايُوْصَفُ بِهٖ **فَصْلٌ** اَلْعَطْفُ بِالْحُرُوْفِ تَابِعٌ يُنْسَبُ اِلَيْهِ مَانُسِبَ اِلٰى مَتْبُوْعِهٖ وَكِلَاهُمَا مَقْصُوْدَانِ بِتِلْكَ النِّسْبَةِ وَيُسَمّٰى عَطْفَ النَّسَقِ وَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَتْبُوْعِهٖ اَحَدُ حُرُوْفِ الْعَطْفِ وَسَيَأْتِيْ ذِكْرُهَا فِي الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو

فائدہ:- ذکر کردہ فوائد کے علاوہ بھی نعت کے فائدے ہیں مثلاً (۱) کشفِ ماہیت جیسے اَلْجِسْمُ الطَّوِيْلُ الْعَرِيْضُ الْعَمِيْقُ۔ (۲) ترحم، جیسے انازید الفقیر۔ (۳) برائے تعمیم جیسے کَانَ زَيْدٌ فِيْ يَوْمٍ مِنَ الْاَيَّامِ۔ قولہ واعلم ان النکرۃ:- یعنی نکرہ کی صفت کبھی جملہ خبریہ ہوتا ہے کیونکہ متبوع کے معنی پر دلالت جملہ میں بھی پائی جاتی ہے اور جملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے جیسے لفظ وضع لمعنی۔ قولہ والمضمر:- یعنی ضمیر نہ موصوف ہوتی ہے اور نہ صفت موصوف تو اس لئے کہ صفت لا کر اس کی توضیح کی جائے گی جو تحصیل حاصل ہے کیونکہ ضمیر اعرف المعارف اور واضح ہے۔ اور ضمیر صفت اس لئے نہیں ہوتی کہ صفت معنی متبوع پر دلالت کرتی ہے جبکہ ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے۔ سوال:- لاالٰہ الاھو العزیز الحکیم، میں ضمیر غائب موصوف واقع ہو رہی ہے؟ جواب:- اَلْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، ضمیر سے بدل ہے۔ جواب۲:- اس ارشاد میں ھُوَ، ضمیر نہیں بلکہ یہ اسم الٰہی ہے اس صورت میں ھُوْ، بسکونِ واو پڑھا جائے گا۔ قولہ المعطوف:- عطف، کے لغوی معنی ہیں مائل کرنا یہاں عطف بمعنی معطوف ہے۔ چونکہ یہ حروف اپنے مابعد کو ماقبل کے حکم کی طرف مائل کر دیتے ہیں اس لئے ان کو حروف عطف کہتے ہیں۔ عرفِ نحات میں معطوف بحرف ایسا تابع ہے جس کی طرف وہ چیز منسوب کی جائے جو اس کے متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہے اور وہ دونوں یعنی تابع اور متبوع اس نسبت سے مقصود ہوں۔ قولہ ویسمی:- یعنی معطوف بحرف کو عطف نسق بھی کہتے ہیں۔ نسق، کے معنی برابر ہونے کے ہیں چونکہ عطف بحرف میں تابع اور متبوع ایک نسق پر ہوتے ہیں یعنی دونوں مقصود بالنسبت ہوتے ہیں اس لئے اس کو عطفِ نسق کہتے ہیں۔ قولہ شرطہ:- عطف بحرف کی شرط یہ ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان حروفِ عطف سے کوئی ایک حرف ہو اور حروف عطف دس ہیں جن کو شاعر نے اس طرح جمع کیا ہے۔

دہ حروف عاطفہ مشہور اند یعنی واؤ، فا ثم، حتّٰی، اَوْ، اِمَّا، اَمْ، بَلْ، لٰكِنْ ولا

فائدہ:- مصنف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حرف عاطفہ کا توسط شرط اور لازم ہے اور اُس کا حذف ممتنع ہے لیکن بعض کے نزدیک بلا عاطف بھی عطف جائز ہے جیسے اَكَلْتُ سَمَكًا، لَبَنًا، تَمْرًا۔

وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ يَجِبُ تَاكِيْدُهٗ بِالضَّمِيْرِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتُ اَنَا وَزَيْدٌ اِلَّا اِذَا فُصِّلَ نَحْوُ ضَرَبْتُ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ يَجِبُ اِعَادَةُ حَرْفِ الْجَرِّ نَحْوُ مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ **واعلم** اَنَّ الْمَعْطُوْفَ فِىْ حُكْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ اَعْنِىْ اِذَا كَانَ الْاَوَّلُ صِفَةً لِشَيْئٍ اَوْخَبَرًا لِاَمْرٍ اَوْصِلَةً اَوْحَالًا فَالثَّانِىْ كَذٰلِكَ اَيْضًا

قولہ واذا عطف :- یعنی جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف کا ارادہ کیا جائے تو پہلے اسکی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لانا واجب ہے جیسے ارشاد باری تعالی فاذهب انت وربك میں انت سے تاکید کی گئی ہے جیسا کہ ابن مالک نے کہا۔

وان على ضمير رفع مُتصل عطفت فافصل بالضمير المُنفصل

سوال :- ضمیر کو مرفوع متصل کے ساتھ مقید کیوں کیا گیا ہے؟ جواب :- اس لئے کہ ضمیر منصوب مجرور اور ضمیر مرفوع منفصل پر بلا تاکید عطف جائز ہے کہ وہ کسی کا جز نہیں ہوتیں۔ قولہ الا اذا فصل :- یعنی جب ضمیر مذکور اور اس کے معطوف کے درمیان فاصلہ ہو تو ترک تاکید جائز ہے اور یہ فاصلہ تاکید کے قائم مقام ہو جائے گا جیسے ضربت اليوم وزيد۔ فائدہ :- یہ فاصلہ کبھی حرف عطف سے پہلے ہوتا ہے جیسے ضربت اليوم وزيد میں ہے اور کبھی حرف عطف کے بعد جیسے ارشاد باری ما اشركنا ولا اباءنا ، میں لا زائدہ برائے تاکید حرف عطف کے بعد فاصل ہے۔ قولہ واذا عطف :- یعنی جب ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے تو اس کے لئے اعادہ جار واجب ہے اس لئے کہ ضمیر اپنے جار کے ساتھ شدت اتصال کی وجہ سے بمنزلہ اس کے جز کے ہوتی ہے اور کسی کلمہ کے جز پر عطف کرنا جائز نہیں جیسے مررت بک وبزید میں حرف جر کا اعادہ کیا گیا ہے۔ سوال :- اعادہ جار کے وقت معطوف میں عامل پہلا جار ہوگا یا دوسرا؟ جواب :- پہلا جار عامل ہوگا اس لئے کہ دوسرا جار صحت عطف کیلئے زائد کیا گیا ہے گویا کہ وہ کالعدم ہے۔ فائدہ :- اعادہ جار سعۃ کلام میں بصریین کا مختار ہے اور بوقت ضرورت ترک اعادہ جار بھی جائز ہے۔ جیسے صلوا عليه واله میں۔ اور کوفیین کے نزدیک ترک اعادہ جار مطلقا جائز ہے اور جرمی کے نزدیک اگر اسم ظاہر سے ضمیر کی تاکید ہو جائے تو عطف بلا اعادہ جار جائز ہے مثلا مررت بک نفسک وزید کہنا درست ہے۔ قولہ اعلم :- اس جگہ مصنف وہ چند مواضع ذکر کرتے ہیں جن میں معطوف اپنے معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جب معطوف علیہ کسی چیز کی صفت ہو تو معطوف بھی صفت ہوگا جیسے جاء زيد العالم والعاقل۔ اور معطوف علیہ خبر ہو تو معطوف بھی خبر ہوگا جیسے زيد عاقل وشاعر۔ اور معطوف علیہ صلہ ہو تو معطوف بھی صلہ ہوگا جیسے قام الذى صلى وصام۔ اور اگر معطوف علیہ حال ہو تو معطوف بھی حال ہوگا جیسے قعد زيد مشدودا ومضروبا۔

وَالضَّابِطَةُ فِيهِ اَنَّهُ حَيْثُ يَجُوزُ اَنْ يُّقَامَ الْمَعْطُوفُ مَقَامَ الْمَعْطُوفِ عَلَيْهِ جَازَ الْعَطْفُ وَحَيْثُ لَا فَلَا. وَالْعَطْفُ عَلٰى مَعْمُولَىْ عَامِلَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ جَآئِزٌ اِنْ كَانَ الْمَعْطُوفُ عَلَيْهِ مَجْرُورًا مُقَدَّمًا وَالْمَعْطُوفُ كَذٰلِكَ نَحْوُ فِى الدَّارِ زَيْدٌ وَ الْحُجْرَةِ عَمْرٌو وَفِىْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ مَذْهَبَانِ اٰخَرَانِ وَهُمَا اَنْ يَّجُوزَ مُطْلَقًا عِنْدَ الْفَرَّاءِ وَلَا يَجُوزُ مُطْلَقًا عِنْدَ سِيبَوَيْهِ **فَصْلٌ** اَلتَّاكِيْدُ

سوال:- رُبَّ شَاةٍ وَسَخْلَتِهَا، میں معطوف پر رُبَّ، کا دخول ممنوع ہے کیونکہ وہ معرفہ ہے جبکہ معطوف علیہ پر رُبَّ، داخل ہونا جائز ہے کیونکہ شاۃ، نکرہ ہے جس سے قاعدہ مذکورہ ٹوٹ گیا ہے؟ جواب:- اس مثال میں معطوف پر رُبَّ، کا دخول ممنوع نہیں کیونکہ معطوف بھی نکرہ ہے اس لئے کہ نکرہ کی طرف لوٹنے والی ضمیر عند البعض نکرہ ہوتی ہے لہٰذا ھا، ضمیر کی طرف اضافت کی وجہ سے کلمہ سَخْلَةٌ معرفہ نہ ہوا۔ یا اس لئے معطوف نکرہ ہے کہ متکلم کا مقصود اس سے تعیین نہیں بلکہ متکلم کی مراد ہے رُبَّ شَاةٍ وَسَخْلَةٍ لَّهَا ۔ فائدہ:- کچھ امور معطوف علیہ سے مختص ہوتے ہیں اور غیر کی طرف متجاوز نہیں ہوتے ان امور میں معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہوتا۔ مثلاً معطوف علیہ جب لائے نفی جنس کا اسم نکرہ مفردہ مبنی بر فتح ہوگا تو اس پر معطوف مبنی نہیں ہوگا جیسے لا رَجُلَ وَزَيْدًا میں معطوف مبنی نہیں ہے۔ قولہ وَالضَّابِطَةُ :- اور عطف کا ضابطہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جہاں معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ رکھنا جائز ہو وہاں عطف بھی جائز ہوگا اور جہاں ناجائز ہوگا وہاں عطف بھی ناجائز ہوگا۔ قولہ وَالْعَطْفُ :- دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر ایک حرف کے ذریعے عطف کرنے میں تین مذہب ہیں۔ (۱) ایسا عطف مطلقاً ناجائز ہے کیونکہ ایک حرفِ عطف میں اتنی قوت نہیں کہ دو عاملوں کے قائم مقام ہو سکے۔ (۲) یہ عطف مطلقاً جائز ہے یہ فرا کا مذہب ہے وجہ جواز یہ ہے کہ وہ اس کو ایک عامل کے دو مختلف معمولوں پر قیاس کرتے ہیں۔ (۳) جمہور کے نزدیک یہ عطف صرف ایک صورت میں جائز ہے وہ یہ کہ معطوف علیہ مجرور ہو اور مرفوع منصوب پر مقدم ہو اور معطوف بھی اسی طرح ہو جیسے فِى الدَّارِ زَيْدٌ وَّالْحُجْرَةِ عَمْرٌو، وجہ جواز یہ ہے کہ ایسی تراکیب کلام عرب میں بکثرت موجود ہیں۔ فائدہ:- آپ کو عربی عبارت میں درج ذیل نشانیاں بکثرت ملیں گی۔ ء، عـ، ط، عف۔ یہ عطف کا مخفف ہیں جس لفظ پر ان میں سے کوئی نشانی ہو اس کے نیچے والا پہلا لفظ معطوف علیہ ہوگا اور دوسرا لفظ معطوف ہوگا۔ قولہ اَلتَّاكِيْدُ :- مصنف نے عطف بالحروف کے بعد تاکید کا بیان کیا بایں مناسبت کہ بعض حروف عطف تاکید لفظی کیلئے آتے ہیں مثلاً ثُمَّ اور فاء جیسے وَاللّٰهِ ثُمَّ وَاللّٰهِ، وَاللّٰهِ فَوَاللّٰهِ۔

تَابِعٌ يَدُلُّ عَلٰى تَقْرِيرِ الْمَتْبُوْعِ فِيْ مَانُسِبَ اِلَيْهِ اَوْ عَلٰى شُمُوْلِ الْحُكْمِ لِكُلِّ فَرْدٍ مِنْ اَفْرَادِ الْمَتْبُوْعِ وَالتَّاكِيْدُ عَلٰى قِسْمَيْنِ لَفْظِيٌّ وَهُوَ تَكْرِيْرُ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ نَحْوُ جَآءَنِيْ زَيْدٌ زَيْدٌ وَجَاءَ جَاءَ زَيْدٌ وَمَعْنَوِيٌّ وَهُوَ بِاَلْفَاظٍ مَّعْدُوْدَةٍ وَهِيَ النَّفْسُ وَالْعَيْنُ لِلْوَاحِدِ وَالْمُثَنّٰى وَالْمَجْمُوْعِ بِاخْتِلَافِ الصِّيْغَةِ وَالضَّمِيْرِ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ نَفْسُهٗ وَالزَّيْدَانِ اَنْفُسُهُمَا اَوْنَفْسَاهُمَا وَالزَّيْدُوْنَ اَنْفُسُهُمْ وَكَذٰلِكَ عَيْنُهٗ وَاَعْيُنُهُمَا اَوْعَيْنَاهُمَا وَاَعْيُنُهُمْ وَجَاءَتْنِيْ هِنْدٌ نَفْسُهَا وَجَاءَتْنِي الْهِنْدَانِ اَنْفُسُهُمَا اَوْ نَفْسَاهُمَا وَجَاءَتْنِي الْهِنْدَاتُ اَنْفُسُهُنَّ وَكِلَاوَكِلْتَا لِلْمُثَنّٰى خَاصَّةً

قولہ تابع :- یعنی تاکید وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کی تقریر پر دلالت کرے اس چیز میں جو متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہو۔ یعنی متبوع کے منسوب الیہ ہونے کو پختہ کردے تاکہ سامع پر یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ چیز متبوع ہی کی طرف منسوب ہے کسی دوسری شئی کی طرف منسوب نہیں جیسے جآء نی زید زید یعنی میرے پاس زید بذات خود آیا اس کا پیغام یا مکتوب نہیں آیا۔ قولہ اوعلی شمول الحکم :- یہ علی تقریر الحکم پر معطوف ہے۔ یعنی تاکید ایسا تابع ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ حکم مذکور متبوع کے ہر ہر فرد اور ہر ہر جز کو شامل ہے جیسے جآء نی القوم کلھم میں القوم کل اجزا کو شامل ہے اور لفظ کل نے اس شمول کو پختہ کر دیا ہے۔ قولہ والتاکید :- یعنی تاکید کی دو قسمیں ہیں اول تاکید لفظی جو لفظ کے تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔ تاکید کی یہ قسم تمام الفاظ میں جاری ہوتی ہے خواہ اسم ہوں جیسے جآء نی زید زید، یا فعل ہوں جیسے ضرب ضرب زید، یا حرف ہوں جیسے انّ انّ زیدا قائم ۔ قولہ ومعنوی :- تاکید کی دوسری قسم تاکید معنوی ہے جو الفاظ مخصوصہ کے ساتھ آتی ہے اور وہ نو الفاظ ہیں۔ قولہ النفس والعین :- یعنی یہ دونوں لفظ باختلاف صیغہ وضمیر واحد، تثنیہ اور جمع کی تاکید کیلئے آتے ہیں۔ مصنف نے مثالوں میں الزیدان کی تاکید صیغہ جمع (انفسھما) اور صیغہ تثنیہ (نفساھما) سے کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے صیغہ تثنیہ کی تاکید میں دو قول ہیں جمہور کے نزدیک صیغہ جمع کے ساتھ اور بعض کے نزدیک صیغہ تثنیہ کے ساتھ۔ قولہ کلاو کلتا :- یہ دونوں تثنیہ مذکر و تثنیہ مؤنث کی تاکید کیلئے آتے ہیں اور ان کے ساتھ جو ضمیر ہوتی ہے وہ متبوع کے غائب، مخاطب اور متکلم ہونے کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے۔ فائدہ :- مصنف کے قول خاصۃ میں دو احتمال ہیں۔

(۱) یہ کلمہ للمثنی سے حال ہو جو یستعملان، مقدر کا مفعول ہے ای یستعملان لتاکید المثنی خاصۃ۔

(۲) خصوص کے معنی میں ہو کر فعل مقدر کا مفعول مطلق ہو ای خص المثنی بتاکید ھما خصوصا۔

نَحْوُ قَامَ الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا وَقَامَتِ الْمَرْأَتَانِ كِلْتَاهُمَا وَكُلٌّ وَاَجْمَعُ وَاَكْتَعُ وَاَبْتَعُ وَاَبْصَعُ لِغَيْرِ الْمُثَنّٰى بِاخْتِلَافِ الضَّمِيْرِ فِيْ كُلٍّ وَالصِّيْغَةِ فِي الْبَوَاقِيْ تَقُوْلُ جَاءَنِي الْقَوْمُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اَكْتَعُوْنَ اَبْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ وَقَامَتِ النِّسَآءُ كُلُّهُنَّ جُمَعُ كُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ وَاِذَا اَرَدْتَ تَاكِيْدَ الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنِ يَجِبُ تَاكِيْدُهٗ بِالضَّمِيْرِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسُكَ

سوال:- خاصَةً (مؤنث) کو الـمثنی (مذکر) سے حال بنانا درست نہیں کیونکہ ذو الحال اور حال کے درمیان تذکیر و تانیث میں مطابقت ضروری ہے جو یہاں مفقود ہے؟ جواب:- خاصَةً، کی تاء برائے تانیث نہیں بلکہ برائے مبالغہ ہے جیسے علامةٌ کی تاء برائے مبالغہ ہے۔ قولہ کُلٌّ وَاَجمَعُ:- اور لفظِ کُلٌّ وغیرہ یہ پانچوں الفاظ غیرِ تثنیہ یعنی مفرد اور جمع کی تاکید کیلئے آتے ہیں۔ ان میں لفظ کُلٌّ واحد اور جمع کیلئے باختلافِ ضمیر آتا ہے اور باقی چار باختلافِ صیغہ آتے ہیں۔ فائدہ:- اکتعُ، ابتعُ اور ابصعُ، اگر اکیلے ہوں تو انکے لئے کوئی معنیٰ نہیں اور جب اَجمَعُ کے بعد آئیں تو بمعنی اجمع ہوتے ہیں۔ سوال۔ تاکید معنوی مذکورہ نو الفاظ کے علاوہ کلمہ اِنَّ اور لام تاکید سے بھی آتی ہے مصنف نے ان کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ جواب:- یہاں اُس تاکید کا بیان ہو رہا ہے جو از قسم توابع ہے اور وہ تاکید صرف انہیں الفاظ سے آتی ہے۔ مطلق تاکید کا بیان نہیں کہ دیگر الفاظ تاکید بھی ذکر کرتے۔ قولہ وَاِذَا اَرَدْتَ:- اور جب تم ضمیر مرفوع کی تاکید نفس یا عین کے ساتھ کرنا چاہو تو پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ اُس کی تاکید لاؤ اور اِس طرح کہو ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسُکَ۔ فائدہ:- چونکہ لفظ نفس اور عین، زیادہ تر فاعل واقع ہوتے ہیں جیسے زَیْدٌ ضَرَبَ نَفْسُهٗ اور بَشَرٌ جَآءَ عَیْنُهٗ، اس لئے ضروری ہے کہ بوقت تاکید پہلے ان کی ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید لائی جائے تاکہ فاعل اور تاکیدِ فاعل میں فرق ہو سکے یہی وجہ ہے کہ لفظ کُلٌّ اور اجمعُ فاعل واقع نہیں ہوتے تو ان میں سے کوئی جب ضمیر متصل کی تاکید واقع ہو تو پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ ان کی تاکید ضروری نہیں۔ سوال:- مصنف نے مضمر کو مرفوع اور متصل کے ساتھ کیوں مقید کیا ہے؟ جواب:- اس لئے کہ ضمیر منصوب، مجرور اور ضمیر منفصل کی تاکید لفظِ نفسُ اور عینُ کے ساتھ بغیر کسی شرط کے جائز ہے جیسے ضربتُک نفسک، مررتُ بک نفسِک، اَنتَ نفسُک قائمۃٌ۔

وَلایُؤَكَّدُ بِكُلِّ وَاَجْمَعَ اِلَّا مَالَهُ اَجْزَاءٌ وَاَبْعَاضٌ يَصِحُّ اِفْتِرَاقُهَا حِسًّا كَالْقَوْمِ اَوْحُكْمًا كَمَا تَقُوْلُ اِشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ كُلَّهُ وَلَاتَقُوْلُ اَكْرَمْتُ الْعَبْدَ كُلَّهُ **واعلم** اَنَّ اَكْتَعَ وَاَبْتَعَ وَاَبْصَعَ اَتْبَاعٌ لِاَجْمَعَ وَلَيْسَ لَهَا مَعْنًى هٰهُنَا بِدُوْنِهِ فَلَايَجُوْزُ تَقْدِيْمُهَا عَلٰى اَجْمَعَ وَلَاذِكْرُهَا بِدُوْنِهِ **فصل** اَلْبَدَلُ تَابِعٌ يُنْسَبُ اِلَيْهِ مَانُسِبَ اِلٰى مَتْبُوْعِهٖ وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ بِالنِّسْبَةِ دُوْنَ مَتْبُوْعِهٖ وَاَقْسَامُ الْبَدَلِ اَرْبَعَةٌ بَدَلُ الْكُلِّ مِنَ الْكُلِّ وَهُوَمَامَدْلُوْلُهُ مَدْلُوْلُ الْمَتْبُوْعِ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ اَخُوْكَ وَبَدَلُ الْبَعْضِ مِنَ الْكُلِّ وَهُوَ مَامَدْلُوْلُهُ جُزْءُ مَدْلُوْلِ الْمَتْبُوْعِ نَحْوُ ضَرَبْتُ زَيْدًا رَأْسَهُ وَبَدَلُ الْاِشْتِمَالِ وَهُوَمَامَدْلُوْلُهُ مُتَعَلِّقُ الْمَتْبُوْعِ كَسُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهُ

قولہ ولایؤکد ۔ یعنی لفظ کل اور اجمع کے ساتھ صرف اس چیز کی تاکید کی جاتی ہے جس کے ایسے اجزاء یا بعض ہوں جو حساً ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہوں جیسے لفظ قوم یا حکماً جدا ہو سکتے ہوں جیسے لفظ عبد۔ تیرے قول اشتریت العبد کلہ میں ۔ یہ صحیح ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں تاکید کا فائدہ شمول ہے جو صرف ذو اجزاء میں متصور ہے اور جس کے اجزاء نہیں ہیں وہاں شمول متعذر ہے لہذا اکرمت العبد کلہ نہیں کہا جائے گا۔ فائدہ ۔ لفظ حساً اور حکماً کے نصب میں درج ذیل احتمال ہیں۔ (۱) مفعول مطلق ہوں بحذف مضاف ای یصح افتراقھا افتراق حس۔ (۲) تمیز کی بنا پر منصوب ہوں۔ (۳) کان محذوف کی خبر ہوں۔ (۴) بحذف مضاف حال ہوں ای یصح افتراقھا حال کونھا ذات حس۔ فائدہ ۔ اکتع، ابتع اور ابصع، یہ تینوں اجمع کے تابع ہیں اس لئے اس امر میں اختلاف ہے کہ اجمع کے بغیر ان میں سے کسی [illegible] کی تقدیم [illegible] فصیح ہے ۔ لہذا یہ کہنا کہ ابتصع [illegible] یہ اجمع کے بعد ہی ذکر کئے جاتے ہیں۔ قولہ البدل تابع ۔ بدل وہ تابع ہے کہ جس کی طرف وہ چیز منسوب کی جائے جو اس کے متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہے اور مقصود بالنسبت یہی بدل ہو اور متبوع کا ذکر تمہید کے لئے ہو جیسے جاءنی زید اخوک ۔ اس مثال میں آنے کی نسبت اگرچہ زید اور اخوک دونوں کی طرف ہے مگر مقصود بالنسبۃ اخوک ہے۔ قولہ واقسام البدل ۔ بدل کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) بدل الکل ۔ یہ اس کو کہتے ہیں جس کا مدلول وہی ہو جو مبدل منہ کا ہے جیسے جاءنی زید اخوک میں زید اور اخوک ایک ہی ذات پر صادق آتے ہیں۔ (۲) بدل البعض ۔ یہ وہ تابع ہے کہ جس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جز ہو جیسے ضربت زیدا راسہ۔ فائدہ ۔ بدل کی اس قسم کے ساتھ ایک ضمیر ہوتی ہے جو مبدل منہ کے موافق ہوتی ہے۔ (۳) بدل الاشتمال ۔ یہ وہ تابع ہے کہ جس کا مدلول مبدل منہ (متبوع) کے مدلول کا متعلق ہو جیسے سلب زید ثوبہ۔

وَ بَدَلُ الْغَلَطِ وَهُوَ مَا يُذْكَرُ بَعْدَ الْغَلَطِ نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدٌ جَعْفَرٌ وَرَأَيْتُ رَجُلاً حِمَارًا وَالْبَدَلُ اِنْ كَانَ نَكِرَةً مِّنْ مَّعْرِفَةٍ يَجِبُ نَعْتُهٗ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ وَلَا يَجِبُ ذٰلِكَ فِيْ عَكْسِهٖ وَلَا فِي الْمُتَجَانِسَيْنِ **فَصْلٌ** عَطْفُ الْبَيَانِ تَابِعٌ غَيْرُ صِفَةٍ يُوْضِحُ مَتْبُوْعَهٗ وَهُوَ اَشْهَرُ اِسْمَيْ شَيْئٍ نَحْوُ قَامَ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ وَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَلَا يَلْتَبِسُ بِالْبَدَلِ لَفْظًا فِيْ مِثْلِ قَوْلِ الشَّاعِرِ اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبَكْرِيِّ بِشْرٍ ﴿**شعر**﴾ عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقُبُهٗ وُقُوْعًا

(۴) بدل الغلط، یہ وہ تابع ہے جو مبدل منہ کو غلطی سے ذکر کرنے کے بعد اُس کے تدارک کیلئے ذکر کیا جائے جیسے جاء نی زید جعفر۔ قولہ والبدل:- یعنی بدل اگر نکرہ ہو اور مبدل منہ معرفہ تو بدل کی صفت لانا واجب ہے جیسے بالناصیة ناصیة کاذبة۔ فائدہ:- بدل اور مبدل منہ کی چار صورتیں ہیں۔ (۱) دونوں معرفہ ہوں۔ (۲) دونوں نکرہ ہوں۔ (۳) مبدل منہ نکرہ ہو بدل معرفہ ہو۔ (۴) مبدل منہ معرفہ ہو اور بدل نکرہ۔ چونکہ مقصود بالنِّسْبَةِ، بدل ہے اس لئے اس کو مبدل منہ سے ناقص نہیں ہونا چاہیے اور پہلی تین صورتوں میں چونکہ بدل ناقص نہیں اس لئے صفت سے بدل کی تخصیص ضروری نہیں اور چوتھی صورت میں بدل، ناقص ہے یعنی نکرہ ہے اس لئے اُس کی صفت لانا واجب ہے تاکہ بدل نکرہ مخصصہ ہو کر معرفہ کے قریب ہو جائے۔ قولہ عطف البیان:- عطفِ بیان وہ تابع ہے جو صفت نہ ہو لیکن موصوف کی وضاحت کرے۔ قولہ وھو اشھر:- یعنی عطفِ بیان کسی چیز کے دو ناموں میں سے زیادہ مشہور کو کہتے ہیں جیسے اَبُوْ حفص عمرُ میں ابُو حفص (کنیت) جو زیادہ مشہور نہیں ہے مُبَیَّنْ ہے اور عُمَرُ، جو زیادہ مشہور ہے عطفِ بیان ہے اور یہ نام کے عطفِ بیان ہونے کی مثال ہے اور قام عبدُ اللهِ ابنُ عمرَ، کنیت کے عطفِ بیان ہونے کی مثال ہے۔ فائدہ: علم (نام) کی تین قسمیں ہیں۔ اول کنیت، جس کے شروع میں اَب یا اِبْنُ یا اُم یا بِنْتُ ہو۔ دوم لقب، جس سے مقصود مدح یا ذم ہو۔ سوم علم، جو لقب یا کنیت نہ ہو۔ قولہ ولا یلتبس:- کچھ لوگ بدل اور عطفِ بیان میں فرق نہیں کرتے اور توابع کی صرف چار قسمیں بتاتے ہیں مصنف ان کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بدل اور عطفِ بیان میں لفظاً اور معنیً فرق موجود ہے۔ فرق معنوی تو اس طرح کہ بدل مقصود بالنِّسْبَتْ ہوتا ہے اور عطفِ بیان مقصود بالنِّسْبَتْ نہیں ہوتا اور فرقِ لفظی شاعر کے قول سے واضح ہے کہ لفظ بِشْر کو اَلْبَکْرِیّ سے عطفِ بیان بنانا جائز ہے جبکہ بدل بنانا جائز نہیں جس سے معلوم ہوا کہ عطفِ بیان اور بدل، شئی واحد نہیں ہیں۔ ترجمہ شعر۔ میں اُس شخص کا بیٹا ہوں جو بکری بِشر جیسے بہادر کو قتل کر کے چھوڑ دیتا ہے اس حال میں کہ پرندے اُس کے مرنے کا انتظار کر رہے ہیں۔

اَلْبَابُ الثَّانِیْ فِی الْاِسْمِ الْمَبْنِیِّ وَهُوَ اسْمٌ وَّقَعَ غَیْرَ مُرَکَّبٍ مَعَ غَیْرِهٖ مِثْلُ ا ب ت ث وَمِثْلُ وَاحِدْ وَاِثْنَانْ وَثَلٰثَةْ وَ کَلَفْظَةِ زَیْد وَحْدَهٗ فَاِنَّهٗ مَبْنِیٌّ بِالْفِعْلِ عَلَی السُّکُوْنِ وَمُعْرَبٌ بِالْقُوَّةِ اَوْ شَابَهَ مَبْنِیَّ الْاَصْلِ بِاَنْ یَّکُوْنَ فِی الدَّلَالَةِ عَلٰی مَعْنَاهُ مُحْتَاجًا اِلٰی قَرِیْنَةٍ کَالْاِشَارَةِ نَحْوُ هٰؤُلَآءِ وَنَحْوِهَا اَوْیَکُوْنَ عَلٰی اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَةِ اَحْرُفٍ اَوْتَضَمَّنَ مَعْنَی الْحَرْفِ نَحْوُ ذَا وَمَنْ وَاَحَدَعَشَرَ اِلٰی تِسْعَةَ عَشَرَ

فائدہ:- شاعر کے قول میں لفظ بِشْرٍ والبکری سے بدل بنانا اس لئے جائز نہیں کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے لہٰذا تقدیر عبارت ہوگی التَّارِک بِشْرٍ اور یہ ترکیب تخفیف کا فائدہ نہ دینے کی بناء پر الضَّارِبُ زَیْدٍ کی مثل ناجائز ہے۔

قولہ **اَلْبَابُ الثَّانِیْ فِی الْاِسْمِ الْمَبْنِیِّ**:- دوسرا باب اسم مبنی کے بیان میں ہے۔ مبنی، بنا بمعنی عدم تغیّر سے ماخوذ ہے۔ چونکہ اسم کی اس قسم کا آخر عوامل کے تغیر سے متغیر نہیں ہوتا اس لئے اس کو مبنی کہتے ہیں اور مبنی کی دو قسمیں ہیں۔ قولہ وَهُوَ اسْمٌ:- اس عبارت میں مصنف نے مبنی کی قسم اول کی تعریف بیان کی ہے یعنی مبنی وہ اسم ہے جو اپنے غیر (عامل) کیساتھ مرکب نہ ہو جیسے ا، ب، ت، ث اور جیسے اسمائے اعداد وَاحِدْ، اِثْنَانْ، ثَلٰثَةْ اور جیسے لفظ زَیْدْ تنہا یعنی غیر مرکب۔ قولہ فَاِنَّهٗ مَبْنِیٌّ:- یعنی اس قسم کے اسماء مبنیہ، بالفعل (یعنی موجودہ صورت میں) مبنی علی السکون ہیں لیکن بالقوۃ معرب ہیں یعنی جب عامل کے ساتھ واقع ہوتے ہیں تو ان پر اعراب آجاتا ہے جیسا کہ حدیث میں اَلِفٌ حَرْفٌ، لَامٌ حَرْفٌ، مِیْمٌ حَرْفٌ، آیا ہے۔ فائدہ:- مصنف کے قول مثل ا، ب، ت، ث سے مراد ان حروف کے اسماء ہیں یعنی الف، باء وغیرہ بایں قرینہ کہ یہ بحث اسم مبنی کی ہے نہ حرف کی اور ا، ب، ت، تو حروف تہجی ہیں۔ قولہ اَوْشَابَهَ الخ:- یہ قسم دوم کی تعریف ہے یعنی مبنی وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت (مناسبت) رکھتا ہو، اور مبنی الاصل تین چیزیں ہیں فعل ماضی، امر حاضر معروف اور جملہ حروف۔ فائدہ:- اس مشابہت ومناسبت سے مراد ایسی مشابہت ومناسبت ہے جو اعراب کے روکنے میں مؤثر ہو اور اسکی تین قسمیں ہیں، قسم اول:- اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ کا محتاج ہو جیسے اسمائے اشارہ، مضمرات وغیرہ۔ قسم دوم:- اسم کی بنا تین حروف سے کم ہو جیسے ذَا، مَنْ۔ قسم سوم:- اسم میں مبنی اصل کا معنی پایا جائے یا مبنی اصل کو متضمن ہو جیسے اَحَدَعَشَرَ سے تِسْعَةَ عَشَرَ تک۔ فائدہ:- مشابہت، دو چیزوں کا ایک ایسے خاص وصف میں شریک ہونا جو ایک شئی کو لازم اور اس کا وصف مشہور ہو جیسے کہ اسد اور رجل شجاع، وصف شجاعت میں شریک ہیں اور شجاعت، اسد کا وصف مشہور ہے۔ مناسبت دو چیزوں کا ایک ایسے خاص وصف میں شریک ہونا جو دونوں کو لازم ہو جیسے زید اور خالد کا وصف شجاعت میں شریک ہونا۔ مجانست، دو چیزوں کا جنس میں شریک ہونا جیسے انسان اور فرس کی شرکت حیوانیت میں۔ مماثلت، دو چیزوں کا نوع میں شریک ہونا جیسے زید اور بکر کی شرکت، انسانیت میں۔ مشاکلت، دو چیزوں کا شکل وصورت میں ایک جیسا ہونا جیسے دیوار پر شیر کی منقّش صورت اور شیر، ہم شکل ہوتے ہیں۔

وَهٰذَا الْقِسْمُ لَا يَصِيْرُ مُعْرَبًا اَصْلًا وَحُكْمُهٗ اَنْ لَّا يَخْتَلِفَ اٰخِرُهٗ بِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ وَحَرَكَاتُهٗ تُسَمّٰى ضَمًّا وَّفَتْحًا وَّكَسْرًا وَسُكُوْنُهٗ وَقْفًا وَهُوَ عَلٰى ثَمَانِيَةِ اَنْوَاعِ الْمُضْمَرَاتُ وَاَسْمَآءُ الْاِشَارَاتِ وَالْمَوْصُوْلَاتِ وَاَسْمَآءُ الْاَفْعَالِ وَالْاَصْوَاتُ وَالْمُرَكَّبَاتُ وَالْكِنَايَاتُ وَبَعْضُ الظُّرُوْفِ

قولہ وھــذا الـقسـم:- اور مبنی کی یہ قسم کبھی معرب نہیں ہوتی نہ بالفعل اور نہ بالقوۃ، بخلاف قسم اول کے کہ وہ ترکیب کے بعد معرب بن جاتی ہے۔ فائدہ:- مبنی کی قسم ثانی میں جب کسی اسم میں مبنی اصل کی مشابہت کے معارض کوئی اور مشابہت پائی جائے تو پھر وہ اسم معرب ہو جاتا ہے جیسے اِثْنَاعَشَرَ حرف کو متضمن ہونے کی بنا پر مَبْنِيُّ الْاَصْلُ کے مشابہ ہے مگر حذف نون میں مضاف کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اس کا پہلا جزء معرب ہے۔ قولہ حُكْمُهٗ:- اور مبنی کی قسم ثانی کا حکم یعنی اثر جو اس پر مرتب ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کا آخر، عوامل کے بدلنے سے نہیں بدلتا۔ فائدہ:- حُكْمُهٗ کی ضمیر کا مرجع مطلق مبنی نہیں بلکہ مبنی کی قسم ثانی ہے اس لئے کہ قسم اول ترکیب مَعَ الْعامل کے بعد معرب ہو جاتی ہے اور اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدل جاتا ہے جیسے جآءَ نِيْ زَيْدٌ، رَأَيْتُ زَيْدًا، مَرَرْتُ بِزَيْدٍ ۔ قولہ وَحَرَكَاتُهٗ:- اور مبنی کے حرکات کا نام ضم، فتح اور کسر رکھا گیا ہے اور اس کے سکون کا نام وقف۔ فائدہ:- نحات بصرہ، معرب اور مبنی کے حرکات کے ناموں میں فرق کرتے ہیں چنانچہ ان کے نزدیک مبنی کے حرکات کا نام ضم، فتح، کسر اور سکون کا نام وقف ہے اور معرب کے حرکات کا نام رفع، نصب اور جر ہے، جبکہ ضمّہ، فتحہ اور کسرہ حرکات اعرابیہ و بنائیہ میں مشترک ہے، لیکن نحات کوفہ کے نزدیک ان میں کوئی فرق نہیں وہ مبنی پر معرب کے حرکات اور معرب پر مبنی کے حرکات بول دیتے ہیں۔ قولہ وھــو:- یعنی مبنی کی آٹھ قسمیں ہیں مضمرات وغیرہ۔ المضمرات اور اس کے معطوفات کو انواع سے بدل کی بنا پر مجرور پڑھ سکتے ہیں اور مبتدا مقدر احدھا وغیرہ کی خبر کی بنا پر مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔ فائدہ:- اَصوات، اسماء نہیں اس لئے کہ اسم کی وضع معنی کے لئے ہوتی ہے جبکہ اصوات کی وضع معنی کیلئے نہیں ہے اسی لئے مصنف نے اُنکا ذکر نہیں کیا اور اُنکا ذکر اسماء مبنیہ میں اس لئے کیا گیا کہ یہ ملحق بالاسماء ہیں۔ قولہ وبـعـض الـظُّرُوْفِ:- ظروف، تمام مبنی نہیں بلکہ کچھ معرب بھی ہیں اس لئے وبعض الظُّرُوْف کہا اور موصولات اکثر مبنی ہیں اس لئے بَعْضُ الْمَوْصُوْلَاتِ نہیں کہا لِاَنَّ لِلْاَكْثَرِ حُكْمَ الْكُلِّ ۔ الـمُضـمرات۔ اسماء مبنیہ میں ضمائر کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ضمائر کے تمام افراد بالاتفاق مبنی ہیں اور کوئی ضمیر معرب نہیں ہوتی۔ وجہ بنا:- ضمائر کے مبنی ہونیکی وجہ یا تو ان کی اِحْتِيَاجُ اِلَى الْمَرْجِعِ میں حرف کے ساتھ مشابہت ہے یا حرف کے ساتھ ان کی وضعی مشابہت ہے یعنی دو حرفی ہونا اور زائد حروف والی ضمیریں دو حرفی پر محمول ہیں۔

فصل اَلْمُضْمَرُ اِسْمٌ وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى مُتَكَلِّمٍ اَوْمُخَاطَبٍ اَوْغَائِبٍ تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى اَوْحُكْمًا وَهُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُتَّصِلٌ وَّهُوَ مَالَايُسْتَعْمَلُ وَحْدَهٗ اِمَّامَرْفُوْعٌ نَحْوُ ضَرَبْتُ اِلٰى ضَرَبْنَ اَوْمَنْصُوْبٌ نَحْوُ ضَرَبَنِىْ اِلٰى ضَرَبَهُنَّ وَاِنَّنِىْ اِلٰى اِنَّهُنَّ اَوْمَجْرُوْرٌ نَحْوُ غُلَامِىْ وَلِىْ اِلٰى غُلَامِهِنَّ وَلَهُنَّ وَمُنْفَصِلٌ وَّهُوَ مَايُسْتَعْمَلُ وَحْدَهٗ اِمَّامَرْفُوْعٌ نَحْوُ اَنَا اِلٰى هُنَّ اَوْمَنْصُوْبٌ نَحْوُ اِيَّاىَ اِلٰى اِيَّاهُنَّ فَذَالِكَ سِتُّوْنَ ضَمِيْرًا

قولہ اَلْمُضْمَرُ:- یعنی ضمیر ایسا اسم ہے جو متکلم، مخاطب یا ایسے غائب پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو جو لفظاً یا معنیً یا حکماً مذکور ہو۔ قولہ لفظاً:- ضمیر کا مرجع یا لَفْظًا تَحْقِيْقًا مقدم ہوگا جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ غُلَامَهٗ میں زَيْدٌ، تَحْقِيْقًا مقدم ہے، یا تَقْدِيْرًا مقدم ہوگا جیسے ضرب غُلامهٗ زيد" میں زَيْدٌ بنا بر فاعلیت تَقْدِيْرًا مقدم ہے۔ قولہ اَوْمَعْنًى:- مرجع کے مَعْنًى مقدم ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو لفظ مرجع کو متضمن ہے وہ ضمیر سے پہلے ہو۔ جیسے اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى میں ضمیر کے مرجع، عدل کو اعْدِلُوْا متضمن ہے اور وہ ضمیر سے پہلے ہے۔ قولہ اَوْحُكْمًا:- تقدم حکمی ضمیر شان اور ضمیر قصہ میں ہوتا ہے جو مَاحَضَرَ فِي الذِّهْنِ کی طرف لوٹا کرتی ہے جیسے قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ میں ضمیر شان (هُوَ) کا مرجع حُكْمًا مقدم ہے۔ قولہ وَهُوَعَلٰى قِسْمَيْنِ:- اور مضمر کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل:- مضمر متصل یعنی جو تنہا مستعمل نہ ہوتی ہو اور اُسکی تین قسمیں ہیں (۱) مرفوع (۲) منصوب اور (۳) مجرور۔ فائدہ:- ضمیر متصل کا بیان پہلے کیا اس لئے کہ اصل ضمائر میں اتصال ہے۔ دوم:- مضمر منفصل یعنی جو تنہا مستعمل ہوتی ہو اور اُسکی دو قسمیں ہیں (۱) مرفوع (۲) منصوب۔ اور ضمیریں کل بحذف مکرر ساٹھ ہیں۔ فائدہ:- ضمیر مجرور منفصل نہیں آتی اسلئے کہ ضمیر منفصل کی اُس کے عامل پر تقدیم جائز ہے اگر ضمیر مجرور منفصل آئے تو اُس کی تقدیم بھی عامل پر جائز ہوگی، جس سے مجرور کی تقدیم جار پر لازم آئے گی جو جائز نہیں۔ فائدہ:- (۱) ضمیر منصوب متصل اور ضمیر مجرور متصل برائے واحد مذکر غائب جب کسرہ کے بعد واقع ہو تو کسرہ اشباعی کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جیسے بِهٖ، بِغُلَامِهٖ اور اِرْمِهٖ، (۲) اگر یاء ساکن کے بعد واقع ہو تو خالص کسرہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جیسے فِيْهِ، اِضْرِبِيْهِ (۳) حرف صحیح ساکن کے بعد واقع ہو تو خالص ضمہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جیسے مِنْهُ، وَمِنْ نِّعْمَتِهٖ (۴) اگر فتحہ یا ضمہ کے بعد واقع ہو تو ضمہ اشباعی کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ رَحِمَهٗ، يَضْرِبُهٗ، لَهٗ۔ (۵) اگر الف یا واؤ ساکن کے بعد واقع ہو تو ضمہ خالص کیساتھ پڑھی جاتی ہے جیسے اِشْتَرَاهُ، خُذُوْهُ۔ اور (۶) ضمیر جمع مذکر (هُمْ) اور جمع مؤنث (هُنَّ) اور ضمیر تثنیہ (هُمَا) اگر یائے ساکن یا کسرہ کے بعد واقع ہو تو مکسور پڑھی جائے گی جیسے عَلَيْهِمْ، عَلَيْهِنَّ، عَلَيْهِمَا، اِرْمِهِمْ، اِرْمِهِنَّ اور اِرْمِهِمَا، ورنہ مضموم پڑھی جائے گی جیسے لَهُمْ، لَهُنَّ وغیرہ۔ اور وَمَآاَنْسَانِيْهُ میں یائے ساکن کے بعد ضمیر میں ضمہ خالص اور وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا میں کسرہ اشباعی پڑھنا قلیل ہے اور سماع پر موقوف ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمَرْفُوْعَ الْمُتَّصِلَ خَاصَّةً يَكُوْنُ مُسْتَتِرًا فِي الْمَاضِيْ لِلْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ كَضَرَبَ اَيْ هُوَ وَضَرَبَتْ اَيْ هِيَ وَفِي الْمُضَارِعِ الْمُتَكَلِّمِ مُطْلَقًا نَحْوُ اَضْرِبُ اَيْ اَنَا وَنَضْرِبُ اَيْ نَحْنُ وَلِلْمُخَاطَبِ كَتَضْرِبُ اَيْ اَنْتَ وَلِلْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ كَيَضْرِبُ اَيْ هُوَ وَتَضْرِبُ اَيْ هِيَ وَفِي الصِّفَةِ اَعْنِيْ اِسْمَ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ وَغَيْرَهُمَا مُطْلَقًا وَلَا يَجُوْزُ اِسْتِعْمَالُ الْمُنْفَصِلِ اِلَّا عِنْدَ تَعَذُّرِ الْمُتَّصِلِ كَاِيَّاكَ نَعْبُدُ وَمَا ضَرَبَكَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا زَيْدٌ وَمَا اَنْتَ اِلَّا قَائِمًا

قولہ اِعْلَمْ :- مصنف علیہ الرحمۃ اقسام ضمیر بیان کرنے کے بعد کلمۂ اِعْلَمْ کے ساتھ مخاطب کو متوجہ کر کے ضمیر مرفوع کے مواضع اِسْتِتَار ذکر کرتے ہیں۔ اور وہ تین ہیں۔ اوّل :- فعلِ ماضی، جس کے دو صیغوں میں ضمیر، مستتر ہوتی ہے مثلاً ضَرَبَ میں هُوَ اور ضَرَبَتْ میں هِيَ۔ دوم:- فعلِ مضارع، جس کے پانچ صیغوں میں ضمیر، مستتر ہوتی ہے۔ مثلاً يَضْرِبُ میں هُوَ، تَضْرِبُ میں هِيَ، تَضْرِبُ میں اَنْتَ، اَضْرِبُ میں اَنَا اور نَضْرِبُ میں نَحْنُ۔ سوم:- صیغہائے صفت، صفت کے تمام صیغوں میں ضمیر، مستتر ہوتی ہے کیونکہ ان میں اِستتارِ ضمیر پر قرینہ موجود ہے مثلاً صیغہ تثنیہ میں الف اور صیغہ جمع میں واؤ اور صیغہ مفرد، اُن پر محمول ہے۔ سوال:- هُوَ مبنی بر فتح ہے یا مبنی بر ضم؟ جواب:- بصریہ کے نزدیک مبنی بر فتح ہے اور واؤ جزوِ کلمہ ہے اور کوفیہ کے نزدیک مبنی بر ضم ہے اور واؤ برائے اشباع ہے قولِ اول صحیح ہے کہ حرفِ اشباع متحرک نہیں ہوتا اور هِيَ بصریہ کے نزدیک مبنی بر فتحہ اور کوفیہ کے نزدیک مبنی بر کسر ہے۔ قولہ وَلَا يَجُوْزُ :- یعنی ضمیر منفصل لانا صرف اُس وقت جائز ہے جب ضمیرِ متصل لانا متعذر ہو اس لئے کہ ضمیر کی وضع اختصار کیلئے ہے اور ضمیرِ متصل، قلتِ حروف کی وجہ سے منفصل سے مختصر ہے لہٰذا ضمیر منفصل کی طرف عدول اُسوقت ہوگا جب متصل متعذر ہو مَثَلاً مَا اَنْتَ قَائِمًا میں کہ مَا، حرف ہے جس کے ساتھ ضمیر، متصل نہیں ہوسکتی۔ فائدہ:- ضمیرِ متصل کے مواضعِ تَعَذُّرْ یہ ہیں (۱) جب ضمیر اپنے عامل پر مقدم ہو جیسے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وجہ تعذر یہ ہے کہ ضمیر کا اتصال آخر میں ہوتا ہے۔ اور یہ اول میں ہے۔ (۲) جب ضمیر اور اس کے عامل کے درمیان کسی ایسی غرض کیلئے فصل ہو کہ وہ غرض بلا فصلِ فاصل حاصل نہ ہوسکتی ہو مثلاً فصل برائے قصر، جیسے مَا ضَرَبَ اِلَّا اَنَا۔ (۳) جب عامل حرف ہو اور ضمیر مرفوع ہو جیسے مَا اَنْتَ قَائِمًا، اس لئے کہ ضمیر مرفوع حرف سے متصل نہیں ہوسکتی۔ (۴) جب ضمیر کا عامل معنوی ہو جیسے هُوَ زَيْدٌ میں عاملِ ضمیر معنٰی ابتدا ہے اور وجہِ تعذر یہ ہے کہ ضمیر کا اتصال عامل معنوی سے نہیں ہوسکتا۔ (۵) جب ضمیر کا عامل محذوف ہو کیونکہ محذوف سے بھی اتصال نہیں ہوسکتا جیسے اِيَّاكَ وَالشَّرَّ۔

واعلم اَنَّ لَهُمْ ضَمِيْرًا يَقَعُ قَبْلَ جُمْلَةٍ تُفَسِّرُهُ وَيُسَمّٰى ضَمِيْرَ الشَّانِ فِي الْمُذَكَّرِ وَضَمِيْرَ الْقِصَّةِ فِي الْمُؤَنَّثِ نَحْوُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَاِنَّهَا زَيْنَبُ قَائِمَةٌ وَيَدْخُلُ بَيْنَ الْمُبْتَدأ وَالْخَبَرِ صِيْغَةُ مَرْفُوْعٍ مُنْفَصِلٍ مُطَابِقٍ لِلْمُبْتَدأ اِذَا كَانَ الْخَبَرُ مَعْرِفَةً اَوْ اَفْعَلَ مِنْ كَذَا وَيُسَمّٰى فَصْلًا لِاَنَّهُ يُفَصِّلُ بَيْنَ الْخَبَرِ وَالصِّفَةِ نَحْوَ زَيْدٌ هُوَ الْقَائِمُ وَكَانَ زَيْدٌ هُوَ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ

قولہ واعلم:- مصنف علیہ الرحمۃ نے ضمیر کی تعریف میں ضمیر غائب کیلئے مرجع کا مذکور ہونا ضروری قرار دیا تھا اب بطور استثناء ایک ایسی ضمیر کا ذکر کرتے ہیں جو ضمیر غائب ہے لیکن اس کا مرجع مذکور نہیں ہوتا اور کلام عرب میں ایسی ضمیر کا لانا جائز بھی ہے چنانچہ فرمایا نحات کے ہاں ایک ایسی ضمیر ہے جو جملہ سے پہلے واقع ہوتی ہے اور جملہ اسکی تفسیر کرتا ہے، یہ ضمیر مذکر کی ہو تو ضمیر شان کہلاتی ہے اور مؤنث کی ہو تو ضمیر قصہ۔ ضمیر شان کی مثال قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ہے اور ضمیر قصہ کی مثال اَنَّهَا زَيْنَبُ قَائِمَةٌ ہے فائدہ:- نحات بصرہ کے ہاں اس ضمیر کا نام ضمیر شان و ضمیر قصہ ہے اس لئے کہ یہ کسی واقعہ کی شان وعظمت پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو مبہم ذکر کرنے کے بعد اسکی تفصیل کرنے سے سامع کے ذہن میں اسکی قدر ومنزلت بیٹھ جاتی ہے۔ اور نحات کوفہ اس ضمیر کو ضمیر مجہول کہتے ہیں۔ قولہ ویدخل:- یعنی مبتدا اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل داخل ہوتا ہے جو افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث اور تکلم و خطاب اور غیبت میں مبتدا کے مطابق ہوتا ہے (جبکہ خبر معرفہ ہو یا اسم تفضیل مستعمل بمن) اور نحات بصرہ اسکو ضمیر فصل کے نام سے یاد کرتے ہیں کیونکہ یہ ضمیر مبتدا اور صفت کے درمیان فرق کردیتی ہے یعنی یہ بات واضح کردیتی ہے کہ اسکا مابعد اس کے ماقبل کی خبر ہے صفت نہیں جیسے زَيْدٌ هُوَ الْقَائِمُ۔ سوال:- ضمیر فصل لانے کیلئے خبر کا معرفہ ہونا یا اسم تفضیل مستعمل بمن ہونا کیوں ضروری ہے؟ جواب:- اشتباہ اس وقت ہوتا ہے جب خبر معرفہ ہو اس لئے کہ نکرہ معرفہ کی صفت واقع نہیں ہوتا لہذا ضمیر نے آکر یہ واضح کردیا کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل کی صفت نہیں کہ موصوف اور صفت میں فصل نہیں ہوتا اور اسم تفضیل مستعمل بمن معرفہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ فائدہ:- مصنف نے صیغہ مرفوع کہا ضمیر مرفوع نہیں کہا اس لئے کہ یہ کلمہ بعض کے نزدیک اسم نہیں کیونکہ یہ معنی غیر مستقل پر دلالت کرتا ہے یعنی رَفْعُ الْاِلْتِبَاس پر لہذا یہ حرف ہوا اور ضمیر، اسم ہوتی ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ اسم ہے۔ مصنف نے دونوں فریقوں کی رعایت کرتے ہوئے اسکو "صیغہ" کیساتھ تعبیر کیا کیونکہ اس کے صیغہ ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

فَصْلٌ اَسْمَآءُ الْاِشَارَةِ مَا وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى مُشَارٍ اِلَيْهِ وَهِيَ خَمْسَةُ اَلْفَاظٍ لِسِتَّةِ مَعَانٍ وَذٰلِكَ ذَا لِلْمُذَكَّرِ وَذَانِ وَذَيْنِ لِمُثَنَّاهُ وَتَا وَتِيْ وَتِهْ وَذِهْ وَتِهِيْ وَذِهِيْ لِلْمُؤَنَّثِ وَتَانِ وَتَيْنِ لِمُثَنَّاهُ وَاُولَآءِ بِالْمَدِّ وَالْقَصْرِ لِجَمْعِهِمَا

قولہ اَسْمَاءُ الْاِشَارَةِ :- اسماءِ اشارہ، وہ اسماء ہیں جن میں سے ہر ایک مشارٌ اِلَیہِ پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو۔ انکی بنا کا سبب یا تو حرف کے ساتھ مشابہت ہے کہ یہ مشار الیہ کے محتاج ہوتے ہیں یا ان میں سے بعض کی وضع حرف جیسی ہے مثلاً ذا اور ذِی، حرف کی طرح دو حرفی ہیں اور جنکے حرف دو سے زائد ہیں وہ دو حرفی پر محمول ہو کر مبنی ہیں۔ فائدہ :- اسماءِ اشارہ اُن معانی کیلئے وضع کئے گئے ہیں جن کی طرف اشارہ حِسِّیَہ کیا جاتا ہے اور ارشادِ باری تعالیٰ ذالِکُمُ اللہُ رَبُّکُمْ میں مشارٌ الیہ اپنی عظمت کی وجہ سے بمنزلہ محسوس ومشاہَد کے ہے اور ضمیرِ غائب ولامِ عہد سے بھی اشارہ ہوتا ہے مگر یہ اشارہ ذہنیہ ہوتا ہے۔ قولہ وَهِيَ خَمْسَةُ اَلْفَاظٍ :- اور اسماءِ اشارہ پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کے لئے اس لئے کہ جمع مذکر ومؤنث دونوں کے لئے ایک لفظ ہے۔ ان پانچ کی تفصیل اسطرح ہے کہ ذا مفرد مذکر کیلئے ہے، ذان اور ذَیْنِ تثنیہ مذکر کیلئے ہیں۔ فائدہ :- نحاتِ کوفہ کے نزدیک اسمِ اشارہ فقط ذال ہے جس کے بعد الف زائدہ ہے اور اخفش کے نزدیک ذا کا الف یاء سے بدلا ہوا ہے کیونکہ ذا اصل میں ذَیٌّ بتشدیدِ یاء تھا، یاءِ ثانی کو بوجہ تخفیف حذف کیا تو ذی رہ گیا پھر یا کو الف کر دیا تا کہ کَیْ کی شکل وصورت سے نکل جائے جو حرف ہے تو ذا ہوا۔ سوال :- کیا ذان بھی مبنی ہے؟ حالانکہ یہ حالتِ نصب وجر میں ذَیْنِ ہو جاتا ہے یعنی اس کا الف، یاء ہو جاتا ہے۔ جواب :- زجاج کے نزدیک تو مبنی ہے بلکہ ہر تثنیہ اس کے نزدیک حرف کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے کیونکہ زیدان اُس کے نزدیک دراصل زَیْدٌ وَزَیْدٌ ہے اور ھٰذَانِ، ھٰذَا وَھٰذَا ہے۔ زجاج کے علاوہ باقی نحات میں سے بعض کے نزدیک ھٰذان مبنی ہے اور علتِ بناء وہی ہے جو ذا میں ہے اور بعض کے نزدیک معرب ہے اِس لئے کہ اس کا الف، یاء سے بدل جاتا ہے۔ قولہ وتاوتِی ...... الخ :- یعنی تَا، تِیْ اور ذِیْ وغیرہ یہ تمام الفاظ واحد مؤنث کے لئے ہیں بعض کے نزدیک ان میں اصل لفظِ ذِی ہے کہ ذا کے مقابلہ میں مؤنث کے لئے ہے اور ذا کے الف کو یاء کر دینے سے بنا ہے اور بعض کے نزدیک تا اصل ہے اس لئے کہ تثنیہ صرف اُسی کا آتا ہے یعنی تَانِ اور تَیْنِ۔

قولہ وتان :- تان اور تین تثنیہ مؤنث کیلئے ہے اور اُولآءِ مد اور قصر کیساتھ جمع مذکر ومؤنث کیلئے ہے۔

وَقَدْ يَلْحَقُ بِاَوَائِلِهَا هَاءُ التَّنْبِيْهِ نَحْوُ هٰذَا وَهٰذَانِ وَهٰؤُلَاءِ وَيَتَّصِلُ بِاَوَاخِرِهَا حَرْفُ الْخِطَابِ وَهُوَ اَيْضًا خَمْسَةُ اَلْفَاظٍ لِسِتَّةِ مَعَانٍ نَحْوُ كَ، كُمَا، كُمْ، كِ، كُنَّ فَذٰلِكَ خَمْسَةٌ وَّعِشْرُوْنَ الْحَاصِلُ مِنْ ضَرْبِ خَمْسَةٍ فِيْ خَمْسَةٍ وَهِيَ ذَاكَ اِلٰى ذَاكُنَّ وَذَانِكَ اِلٰى ذَانِكُنَّ وَكَذٰلِكَ الْبَوَاقِيْ وَاعْلَمْ اَنَّ ذَا لِلْقَرِيْبِ وَذٰلِكَ لِلْبَعِيْدِ وَذَاكَ لِلْمُتَوَسِّطِ

قولہ وقد یلحق :- اور کبھی اسماء اشارہ کے شروع میں ہائے تنبیہ لاحق کیجاتی ہے تا کہ مخاطب اس مضمون سے غافل نہ رہے جسے متکلم بیان کر رہا ہے جیسے ھــذا اور کبھی اس ہاء کے بدلے لام آتا ہے جیسے ذلک میں، یہی وجہ ہے کہ ہاء اور لام جمع نہیں ہوتے اور ھذالک نہیں کہتے۔ فائدہ:- لحوق کے معنی اگرچہ آخر میں آنے کے ہیں مگر یہاں مجازاً اول میں آنا مراد ہے اور یہاں لحوق سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حرف تنبیہ اسم اشارہ کا جزنہیں ہے۔ قولہ ویتصل الخ :- اور ان اسماء اشارہ کے آخر میں حرف خطاب (کاف) لاحق کیا جاتا ہے تا کہ وہ مخاطب کے مفرد، تثنیہ، جمع اور مذکر ومؤنث ہونے پر دلالت کرے اور حرف خطاب بھی پانچ لفظ ہیں چھ معانی کیلئے جیسے ک، کما وغیرہ۔ فائدہ:- اسمائے اشارہ کے آخر میں آنے والا کاف، حرف ہے اس لئے کہ مستقل بالمفہومیت نہیں ہے اور حرف خطاب آنے سے اسم اشارہ ذلکما اور ذالکم برائے تثنیہ وجمع نہیں ہو جاتے اور نہ ذالکنّ جمع مؤنث کیلئے بلکہ یہ سب واحد کے ہیں جیسے ذالکم اللّٰہ ربکم میں ذالکم واحد کیلئے ہے۔ سوال:- حرف میں تصریف نہیں ہوتی اور کاف میں تصریف ہے جیسے ک، کما، کم، لہٰذا کاف خطاب اسم ہونا چاہئے؟ جواب:- اس میں تصریف محض اسلئے ہے کہ اسکی شکل وصورت کاف ضمیر جیسی ہے جس میں تصریف ہوتی ہے۔ قولہ اعلم انّ ذا :- یعنی اسم اشارہ ذا کیساتھ مشار الیہ قریب کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اس لئے کہ اس کے حروف کم ہیں جو قلت مسافت پر دلالت کرتے ہیں اور ذالک بعید کیلئے ہے کہ اسمیں کثرت حروف ہیں جو کثرت مسافت پر دال ہیں اور ذاک متوسط کیلئے ہے کیونکہ اس کے حروف متوسط قلت مسافت پر دال ہیں۔ چونکہ متوسط کا تعین طرفین کے تعین پر موقوف ہے اس لئے ذاک کا ذکر بعد میں کیا۔ فائدہ:- تین جگہ ذالک کے لام کا ترک واجب ہے (۱) تثنیہ میں جیسے ذانک (۲) جمع میں جب مد کیساتھ ہو جیسے اُولٰئک (۳) جب حرف تنبیہ شروع میں آجائے جیسے ھذاک۔

فصل اَلْمَوْصُوْلُ اِسْمٌ لَّا یَصْلَحُ اَنْ یَّکُوْنَ جُزْأً تَامًّا مِّنْ جُمْلَۃٍ اِلَّا بِصِلَۃٍ بَعْدَہٗ وَالصِّلَۃُ جُمْلَۃٌ خَبَرِیَّۃٌ وَلَابُدَّ مِنْ عَائِدٍ فِیْھَا یَعُوْدُ اِلَی الْمَوْصُوْلِ مِثَالُہُ الَّذِیْ فِیْ قَوْلِنَا جَآءَ الَّذِیْ اَبُوْہُ قَآئِمٌ اَوْقَامَ اَبُوْہُ وَالَّذِیْ لِلْمُذَکَّرِ وَاللَّذَانِ وَاللَّذَیْنِ لِمُثَنَّاہُ وَالَّتِیْ لِلْمُؤَنَّثِ وَاللَّتَانِ وَاللَّتَیْنِ لِمُثَنَّاھَا وَالَّذِیْنَ وَالْاُلٰی لِجَمْعِ الْمُذَکَّرِ وَاللَّاتِیْ وَاللَّوَاتِیْ وَاللَّاءِ وَاللَّائِیْ لِجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ وَمَا وَمَنْ، وَاَیٌّ، وَاَیَّۃٌ، وَذُوْ بِمَعْنَی الَّذِیْ فِیْ لُغَۃِ بَنِیْ طَیٍّ کَقَوْلِ الشَّاعِرِ۔

وَبِیْرِیْ ذُوْ حَفَرْتُ وَذُوْطَوَیْتُ	شعر	فَاِنَّ الْمَآءَ مَآءُ اَبِیْ وَجَدِّیْ

اَیْ الَّذِیْ حَفَرْتُہٗ وَالَّذِیْ طَوَیْتُہٗ

⁂المــوصــول⁂ موصول ایسا اسم ہے جو صلہ کے بغیر جملہ کا جزءِ تام (فاعل وغیرہ) نہ بن سکے (جو صلہ اسکے بعد ہوتا ہے) اور صلہ ایسے جملہ خبریہ کو کہتے ہیں کہ جس کا مضمون مخاطب کو معلوم ہو جیسے جَـآءَ الَّـذِیْ اَبُوْہُ قَآئِمٌ میں الَّذِیْ اسم موصول اور اَبُوْہُ قَآئِمٌ اسکا صلہ ہے جس کے بغیر اَلَّذِیْ فاعل نہیں بن سکتا۔ <u>فائدہ</u>:- صلہ چونکہ موصول کا بیان ہوتا ہے اور بیان جملہ ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے اس لئے موصول کا صلہ جملہ آتا ہے اور جملہ خبریہ موصول کے ساتھ مربوط ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ انشائیہ ربط کو قبول نہیں کرتا۔ <u>قولہ</u> وَلَابُدَّ الخ:- یعنی صلہ میں عائد اِلَی الْمَوْصُوْلِ برائے ربط ضروری ہے اور عائد غالباً ضمیر ہوتی ہے جو موصول کی طرف لوٹتی ہے۔ <u>فائدہ</u>:- اُولٰی بروزن عُلٰی وھُدٰی ہے نہ بروزن طُوْبٰی اور اس میں واؤ صرف ہمزہ کا ضمہ ظاہر کرنے کیلئے لکھا جاتا ہے، یہ اَلَّذِیْ کی جمع مِنْ غیر لفظہ ہے اور جمع مذکر میں اسکا استعمال زیادہ مشہور ہے۔ <u>قولہ</u> وَمَاوَمَنْ:- کلمہ مَا اسمِ موصول برائے غیر ذی عقل ہے غالباً اور مَـنْ اسم موصول برائے ذی عقل ہے۔ یہ دونوں واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث سب کیلئے آتے ہیں۔ <u>قولہ</u> وَاَیٌّ وَاَیَّۃٌ:- اَیٌّ اسم موصول برائے مذکر و مؤنث ہے۔ رضی میں ہے کہ وَاِذَا اُرِیْدَ بِہِ الْمُؤَنَّثُ جَازَ اِلْحَاقُ التَّآءِ بِہٖ، یعنی جب اَیٌّ سے مؤنث مراد ہو تو اسکے آخر میں تاء لاحق کرنا جائز ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ تاء کے بغیر بھی تانیث کیلئے آتا ہے اور اَیَّۃٌ صرف مؤنث کیلئے مستعمل ہوتا ہے اور یہ دونوں واحد، تثنیہ اور جمع تینوں کیلئے آتے ہیں۔ <u>فائدہ</u>:- لفظ اَیٌّ غیر ندا میں زیادہ تر مذکر و مؤنث دونوں کیلئے آتا ہے جیسے بِاَیِّ کِتَابٍ اور بِاَیِّ اَرْضٍ، لیکن ندا میں مذکر کیلئے صیغہ مذکر آتا ہے اور مؤنث کیلئے صیغہ مؤنث جیسے یَآاَیُّھَا الْاِنْسَانُ اور یَآاَیَّتُھَا النَّفْسُ۔ <u>قولہ</u> وَذُوْ:- اور ذُوْ لغتِ بنی طی میں اسمِ موصول ہے جو بمعنی اَلَّذِیْ یا اَلَّتِیْ ہوتا ہے۔ جیسا کہ شعر میں ذُوْ بمعنی اَلَّذِیْ ہے۔ (<u>ترجمہ</u>) جس پانی کے متعلق نزاع ہو رہا ہے وہ میرے باپ دادا کا ہے اور کنواں جس کے بارے میں نزاع ہے اُسکو میں نے کھودا ہے اور پتھروں سے گول کیا ہے۔

وَالْاَلِفُ وَاللَّامُ بِمَعْنَى الَّذِىْ صِلَتُهٗ اِسْمُ الْفَاعِلِ وَ اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ نَحْوُ جَآءَنِى الضَّارِبُ زَيْدًا اَىِ الَّذِىْ يَضْرِبُ زَيْدًا اَوْجَآءَنِى الْمَضْرُوْبُ غُلَامُهٗ وَ يَجُوْزُ حَذْفُ الْعَآئِدِ مِنَ اللَّفْظِ اِنْ كَانَ مَفْعُوْلًا نَحْوُ قَامَ الَّذِىْ ضَرَبْتُ اَىِ الَّذِىْ ضَرَبْتُهٗ وَاعْلَمْ اَنَّ اَيًّا وَّاَيَّةً مُعْرَبَةٌ اِلَّا اِذَا حُذِفَ صَدْرُ صِلَتِهَا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا اَىْ هُوَ اَشَدُّ

فائدہ - کلمہ ذُو کبھی بمعنی صاحب آتا ہے جیسا کہ اسماء ستہ مکبرہ میں گزرا ہے یہ ذُو معرب ہے اور کبھی بمعنی اَلَّذِیْ یہ مبنی ہے اور یہ مذکر، مؤنث، واحد، تثنیہ اور جمع سب کیلئے آتا ہے اور تمام حالتوں میں یکساں رہتا ہے۔ یہ لغت مشہور ہے اور ایک لغت میں مؤنث کیلئے لفظ ذات بضم تاء ہے۔ قولہ والالف :- یعنی الف و لام کا مجموعہ جو اَلَّذِیْ وغیرہ کے معنی میں ہوتا ہے یہ بھی اسم موصول ہے جس کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے۔ سوال - جب الف لام اسم موصول ہے اور صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے، تو اسم فاعل کو صلہ قرار دینے میں کیا حکمت ہے؟ - جواب :- اس کی حکمت اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اسم فاعل اور اسم مفعول اپنے اپنے مسند الیہ سے مل کر شبہ جملہ خبریہ ہوتے ہیں۔ قولہ ویجوز :- وہ ضمیر جو صلہ میں ہوتی ہے اور موصول کو لوٹتی ہے اس کو حذف کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ ضمیر مفعول ہو اس لئے کہ ضمیر کے حذف پر اسم موصول دلالت کرتا ہے جیسے قَامَ الَّذِیْ ضَرَبْتُ اَیِ الَّذِیْ ضَرَبْتُهٗ۔ سوال - سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ میں ضمیر مفعول ہے سو حذف کرنا کیوں جائز نہیں؟ جواب - اسلئے کہ یہ ضمیر موصول کی طرف راجع نہیں اگر حذف کردی جائے تو حذف پر کوئی قرینہ موجود نہیں ہوگا یہ جائز نہیں۔ بخلاف اس ضمیر کے جو راجع ہوئے موصول ہو کیونکہ حذف پر قرینہ (موصول) موجود ہوتا ہے۔ قولہ واعلم ان ایا الخ :- ای اور ایۃ ایک صورت میں مبنی ہوتے ہیں اور تین صورتوں میں معرب اس ایک صورت کے پیش نظر مصنف نے نحو مبنیات میں ذکر کیا اور تین صورتوں کے پیش نظر تقاضا کرتی کہ یہ معرب ہیں۔ صورت بنا :- وہ ایک صورت جس میں مبنی ہوتے ہیں یہ ہے کہ یہ مضاف ہوں اور مضاف الیہ مذکور ہو اور صدر صلہ محذوف ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا اَیْ هُوَ اَشَدُّ۔ وجہ بنا :- اس صورت میں ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صدر صلہ کے حذف ہونے سے حرف کے ساتھ انکی مشابہت (احتیاج الی الغیر) قوی ہوگئی اور یہی مبنی ہونے کا سبب ہے اور قوت مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ اب غیر صلہ یعنی قرینہ کی احتیاج ہوگی کہ حذف بلا قرینہ نہیں ہوتا۔ صور اعراب :- اَیٌّ اور اَيَّةٌ کے معرب ہونے کی صورتیں یہ ہیں (۱) جب انکا صدر صلہ اور مضاف الیہ دونوں مذکور ہوں جیسے اَيُّهُمْ هُوَ قَائِمٌ (۲) جب دونوں محذوف ہوں جیسے اَیٌّ قَائِمٌ (۳) جب صرف مضاف الیہ محذوف ہو جیسے اَیٌّ هُوَ قَائِمٌ۔

فصل اَسْمَآءُ الْاَفْعَالِ هُوَ كُلُّ اسْمٍ بِمَعْنَى الْاَمْرِ وَالْمَاضِيْ نَحْوُ رُوَيْدَ زَيْدًا اَيْ اَمْهِلْهُ وَهَيْهَاتَ زَيْدٌ اَيْ بَعُدَ اَوْكَانَ عَلٰى وَزْنِ فَعَالِ بِمَعْنَى الْاَمْرِ وَهُوَ مِنَ الثُّلَاثِيْ قِيَاسٌ كَنَزَالِ بِمَعْنٰى اِنْزِلْ وَتَرَاكِ بِمَعْنٰى اُتْرُكْ وَيَلْحَقُ بِهٖ فَعَالِ مَصْدَرًا مَعْرِفَةً كَفَجَارِ بِمَعْنَى الْفُجُوْرِ اَوْ صِفَةً لِلْمُؤَنَّثِ نَحْوُ يَا فَسَاقِ بِمَعْنٰى فَاسِقَةٍ وَيَا لَكَاعِ بِمَعْنٰى لَاكِعَةٍ اَوْ عَلَمًا لِلْاَعْيَانِ الْمُؤَنَّثَةِ كَقَطَامِ وَغَلَابِ وَحَضَارِ وَهٰذِهِ الثَّلٰثَةُ لَيْسَتْ مِنْ اَسْمَآءِ الْاَفْعَالِ وَاِنَّمَا ذُكِرَتْ هٰهُنَا لِلْمُنَاسَبَةِ

○ **اسمآء الافعال** ○ اسم فعل ہر وہ اسم ہے جو امر حاضر معروف یا فعل ماضی کے معنی میں ہو جیسے رُوَیْدَ زیدا میں رُوَیْد بمعنی امر (اَمْهِلْ) ہے اور هَیْهَاتَ زَیْدٌ میں هَیْهَاتَ بمعنی ماضی (بَعُدَ) ہے۔ فائدہ:- هُوَ ضمیر جس سے تعریف شروع ہو رہی ہے اس کا مرجع اسم ہے جو اسماء کے ضمن میں مذکور ہے اور جو اسماء افعال بمعنی مضارع آتے ہیں وہ بھی اصل میں بمعنی ماضی تھے مثلاً اُفٍّ بمعنی اَتَزَجَّرُ اصل میں تَزَجَّرْتُ کے معنی میں تھا، مجازی طور پر اسکو مضارع کیساتھ تعبیر کر دیا گیا۔ قوله اَوْکَانَ:- یا اسم فعل وہ ہے جو فَعَالِ بمعنی امر کے وزن پر ہو جیسے نَزَالِ بمعنی اِنْزِلْ اور تَرَاکِ بمعنی اُتْرُکْ اور یہ وزن، فعال ثلاثی مجرد سے قیاسی ہے یعنی ثلاثی مجرد کے ہر باب سے اس کو مشتق کیا جا سکتا ہے۔ قوله وَیَلْحَقُ بِهٖ:- فعال مبنی کی چار قسمیں ہیں اول بمعنی امر اور دیگر تینوں فَعَالِ قسم اول کیساتھ ملحق ہونے کی بنا پر مبنی ہیں انہیں کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فَعَالِ بمعنی امر کیساتھ بنا میں وہ فَعَالِ ملحق ہے جو مصدر معرفہ ہو جیسے فَجَارِ بمعنی اَلْفُجُوْرُ اور فَعَالِ بمعنی امر کیساتھ بنا میں وہ فَعَالِ ملحق ہے جو مؤنث کی صفت ہو جیسے فَسَاقِ بمعنی فَاسِقَةٌ اور وہ فَعَالِ جو اعیانِ مؤنث یعنی ذواتِ مؤنث کیلئے علم ہو جیسے قَطَامِ اور غَلَابِ۔ اور فَعَالِ کی آخری تینوں قسمیں اسماء افعال میں سے نہیں ہیں، لیکن عدل اور وزن میں فَعَالِ بمعنی امر کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اس کے ساتھ انکو ذکر کر دیا گیا ہے۔ فائدہ:- چونکہ یہ اسماء، ذات کے اعتبار سے اسم ہیں کچھ پر تو تنوین تنکیر آتی ہے جیسے صَهٍ اور کچھ ظرف (جار مجرور) یا مصدر سے منقول ہیں جیسے عَلَیْکَ یہ جار مجرور سے منقول ہے اور رُوَیْدَ یہ مصدر سے منقول ہے اور ان کے اوزان فعل کے اوزان کے مغایر ہیں اور ان میں سے بعض پر الف لام بھی داخل ہوتا ہے اسلئے ان کا نام افعال نہیں رکھا بلکہ اسماء افعال رکھا۔

فصل اَلْاَصْوَاتُ کُلُّ لَفْظٍ حُکِیَ بِہٖ صَوْتٌ کَغَاقٍ لِصَوْتِ الْغُرَابِ اَوْصُوِّتَ بِہِ الْبَھَآئِمُ کَنَخٍ لِاِنَاخَۃِ الْبَعِیْرِ **فصل** اَلْمُرَکَّبَاتُ کُلُّ اِسْمٍ رُکِّبَ مِنْ کَلِمَتَیْنِ لَیْسَتْ بَیْنَھُمَا نِسْبَۃٌ فَاِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِیْ حَرْفًا یَجِبُ بِنَآؤُھُمَا عَلَی الْفَتْحِ کَاَحَدَ عَشَرَ اِلٰی تِسْعَۃَ عَشَرَ اِلَّا اثْنٰی عَشَرَ فَاِنَّھَا مُعْرَبَۃٌ کَالْمُثَنّٰی وَاِنْ لَّمْ یَتَضَمَّنْ ذٰلِکَ فَفِیْھَا لُغَاتٌ اَفْصَحُھَا بِنَآءُ الْاَوَّلِ عَلَی الْفَتْحِ وَاِعْرَابُ الثَّانِیْ غَیْرَ مُنْصَرِفٍ کَبَعْلَبَکَّ نَحْوُ جَآءَ نِیْ بَعْلَبَکُّ وَرَأَیْتُ بَعْلَبَکَّ وَمَرَرْتُ بِبَعْلَبَکَّ

○ **الاصوات** ○ یہ صوتٌ کی جمع ہے اور اسکی تعریف یہ ہے (۱) صوت وہ لفظ ہے جو کسی آواز کی حکایت ونقل ہو جیسے غاق، یہ آواز زاغ کی حکایت ہے (۲) صوت، وہ لفظ ہے جس سے کسی حیوان کو آواز دی جائے جیسے اونٹ بٹھانے یا سلانے کیلئے نَخْ، نَخّ، نِخّ (۳) صوت، اس لفظ کو بھی کہتے ہیں جو کسی امر عارض کے وقت انسان کی زبان سے طبعی طور پر صادر ہو جیسے بوقت شدید دکھ کی اخ ،اخ اور بوقت خوشی بخ یابخّ۔ فائدہ:- اصوات کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اسماء غیر مرکبہ کے قائمقام ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اسمائے غیر مرکبہ بوقت ترکیب معرب ہو جاتے ہیں جیسے لفظ زَیْدٌ، ترکیب میں معرب ہو جاتا ہے لیکن اصوات ترکیب کے وقت بھی مبنی رہتے ہیں۔ ○ **المرکبات** ○ یہ مرکب کی جمع ہے اور یہاں مرکب سے مراد مرکب تعدادی ہے یعنی مراد وہ اسم ہے جو ایسے دو کلموں سے ترکیب دیا گیا ہو جن میں کوئی نسبت نہ ہو، نہ نسبت اسنادی، نہ اضافی اور نہ توصیفی جیسے احدعشر، اور ترکیب کی چھ قسمیں ہیں۔

بود ترکیب نزد نحویاں شش   بیادش گیر گر خائف زفوتی
اضافی واں و تعدادی و مزجی   چوں اسنادی و توصیفی وصوتی

قولہ فَاِنْ تَضَمَّنَ :- پس اگر مرکب کا جزو ثانی کسی حرف کو متضمن ہو تو اس کے دونوں جز کا مبنی بر فتح ہونا واجب ہے۔ جزو اول تو اس لئے کہ اس کا آخر، ترکیب کے بعد آخر نہیں رہا بلکہ وسط ہو گیا ہے اور وسط کلمہ محل اعراب نہیں ہوتا بلکہ مبنی ہوتا ہے اور جزو ثانی حرف کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہوتا ہے جیسے احد عشر سے تسعۃ عشر تک۔ قولہ اِلَّا اثنا عشر :- یعنی اثناعشر کے پہلے جز میں اگر چہ علت بنا موجود ہے یعنی وسط کلمہ ہو جانا لیکن وہ معرب ہے اس لئے کہ اس کا پہلا جز و حذف نون کی وجہ سے مضاف کے مشابہ ہو گیا ہے اور اسکو مضاف کا حکم دیدیا گیا ہے دوسرا جز (عشر) حرف کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔ قولہ وَاِنْ لَّمْ یَتَضَمَّنْ :- اور اگر مرکب کا دوسرا جز کسی حرف کو متضمن نہ ہو تو اسمیں چند لغات ہیں زیادہ فصیح لغت میں پہلا جز وسط کلمہ ہو جانے کی وجہ سے فتح پر مبنی ہے اور دوسرا جز معرب ہے لیکن منع صرف کے دو سبب یعنی علمیت اور ترکیب پائے جانے کی وجہ سے یہ معرب غیر منصرف ہے جیسے بعلبک۔

فصل اَلْکِنَایَاتُ هِيَ اَسْمَآءٌ تَدُلُّ عَلٰی عَدَدٍ مُّبْهَمٍ وَهِيَ کَمْ وَکَذَا اَوْحَدِیْثٍ مُّبْهَمٍ وَهُوَ کَیْتَ وَذَیْتَ وَاعلم اَنَّ کَمْ عَلٰی قِسْمَیْنِ اِسْتِفْهَامِیَّةٌ وَّمَا بَعْدَهَا مَنْصُوْبٌ مُّفْرَدٌ عَلَی التَّمْیِیْزِ نَحْوُکَمْ رَجُلاً عِنْدَکَ

فائدہ:- بعلبک ایک شہر کا نام ہے جو ملک شام میں تھا یہ دو اسموں سے مرکب ہے۔ ایک بَعْل، جو بت کا نام ہے اسکو حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم پوجتی تھی اور ایک بک جو اس شہر کے بادشاہ کا نام ہے جو اس بت کا پجاری تھا اُس شہر کا نام عابد و معبود باطل کے ناموں سے مرکب ہو کر بعلبک بنا۔ ﴿الکنایات﴾ کنایات، کِنَایَةٌ کی جمع ہے لغت و اصطلاح دونوں میں اس کے معنی ہیں "کسی معین چیز کو ایسے لفظ سے تعبیر کرنا جو اُس پر صراحۃً دلالت نہ کرتا ہو" مصنف کے قول "الکنایات" سے بعض کنایات مراد ہیں اس لئے کہ لفظ فُلاَنٌ اور فُلاَنَةٌ جو اعلام سے کنایہ ہیں معرب ہیں اور کنایات دو قسم پر ہیں۔ (۱) جو عدد مبہم پر دلالت کریں جیسے کَمْ اور کَذَا۔ (۲) جو مبہم بات پر دلالت کریں جیسے کَیْتَ اور ذَیْتَ۔ قولہ وھی کم و کذا :- یعنی وہ کنایات جو عدد مبہم پر دلالت کرتے ہیں وہ کَمْ اور کَذَا ہیں جیسے کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُ" میں نے اتنا مال خرچ کیا" اور عندی کذا درهما "میرے پاس اتنے درھم ہیں"۔ فائدہ:- کم استفہامیہ کے مبنی ہونے کی دو وجہیں ہیں اول ہمزہ استفہام کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے اور کم خبریہ اس کے ساتھ مشابہتِ لفظی کی وجہ سے۔ دوم یہ کہ دونوں کا سبب بنا ایک چیز ہے اور وہ حرف کے ساتھ انکی موافقت وضعی ہے یعنی دو حرفی ہونا اور چونکہ کَذَا کے دونوں جز یعنی کاف اور ذا مبنی ہیں لہذا اجزائے مبنیہ سے مرکب لفظ کَذَا بھی مبنی ہے۔ قولہ وَهُوَ کَیْتَ :- یعنی وہ کنایات جو مبہم بات پر دلالت کرتے ہیں وہ کیت اور ذیت ہیں، یہ دونوں لفظ مکرر استعمال ہوتے ہیں جیسے کَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ فُلاَنٍ کیت و کیت، میرے اور فلاں کے درمیان ایسی ایسی بات تھی اور کَانَ مِنَ الْاَمْرِ ذَیْتَ وَذَیْتَ میرے اور فلاں کے درمیان ایسا ایسا معاملہ تھا۔ فائدہ:- کیت اور ذیت اصل میں دونوں مشدد تھے پھر ان میں تخفیف کر دی گئی۔ یہ دونوں جملہ سے کنایہ ہوتے ہیں اور جملہ کی جگہ واقع ہوتے ہیں اس لئے مَکْنِیْ عَنْهُ (جملے) کی طرح یہ بھی مبنی ہوتے ہیں۔ قولہ واعلم:- کم دو قسم پر ہے استفہامیہ اور خبریہ، کم استفہامیہ سے عدد مبہم کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے اور اُسکی تمیز مفرد اور منصوب ہوتی ہے۔ جیسے کَمْ رَجُلاً عِنْدَکَ۔ تیرے پاس کتنے مرد ہیں۔ فائدہ:- کم استفہامیہ چونکہ عدد سے کنایہ ہوتا ہے اس لئے عدد اوسط پر حمل کرتے ہوئے اُسکی تمیز منصوب لاتے ہیں اور جب کَمْ سے پہلے حرفِ جر آجائے تو اُسکی تمیز مجرور ہوتی ہے۔ جیسے بِکَمْ رُوْبِیَةٍ اشْتَرَیْتَ هٰذَا الْکِتَابَ (یہ کتاب آپ نے کتنے روپے میں خریدی ہے؟)

وَخَبَرِيَّةٌ وَمَابَعْدَهَا مَجْرُوْرٌ مُفْرَدٌ نَحْوُ كَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُهُ اَوْمَجْمُوْعٌ نَحْوُ كَمْ رِجَالٍ لَقِيْتُهُمْ وَمَعْنَاهُ التَّكْثِيْرُ وَتَدْخُلُ مِنْ فِيْهِمَا تَقُوْلُ كَمْ مِنْ رَجُلٍ لَقِيْتَهُ وَكَمْ مِّنْ مَّالٍ اَنْفَقْتُهُ وَقَدْ يُحْذَفُ التَّمْيِيْزُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ نَحْوُ كَمْ مَالُكَ اَىْ كَمْ دِيْنَارًا مَالُكَ وَكَمْ ضَرَبْتَ اَىْ كَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتَ

سوال:- تمیز مجرور کا عامل کیا ہے؟ جواب:- سیبویہ اور خلیل کے نزدیک مِنْ مقدرہ عامل ہے تقدیر عبارت اسطرح ہے بِكَمْ مِنْ رُوْبِيَةٍ اِشْتَرَيْتَ هٰذَاالْكِتَابَ؟ اور جزولی کے نزدیک اسکا عامل باء جارہ ہے اس لئے کہ کم اور اسکی تمیز بمنزلہ شئی واحد کے ہے جس پر حرف جر داخل ہے۔ فائدہ:- کم استفہامیہ کی تمیز کا جر دو شرطوں سے مشروط ہے (۱) کلمہ کم پر حرف جر داخل ہو (۲) تمیز کلمہ کم سے متصل ہو جیسے بِكَمْ دِرْهَمٍ اِشْتَرَيْتَ وعلى كَمْ شَيْخٍ اشْتَغَلْتَ ۔ کم خبریہ بھی عدد مبہم پر دلالت کرتا ہے اور اس میں کثرت کے معنی پائے جاتے ہیں، اس کی تمیز مفرد مجرور اور جمع مجرور ہوتی ہے جیسے كَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُهُ، میں نے اتنا مال خرچ کیا ہے، یہ تمیز مفرد مجرور کی مثال ہے اور كَمْ رِجَالٍ لَقِيْتُهُمْ، یعنی بہت سے آدمیوں سے ملاقات کی، یہ تمیز جمع کی مثال ہے۔ فائدہ:- کم خبریہ عدد مضاف پر محمول ہے اور عدد مضاف کی دو قسمیں ہیں اول مضاف الی الجماعۃ جیسے ثلٰثۃٌ سے عشرۃٌ تک دوم مضاف الی الواحد جیسے مِائَۃٌ اور اَلْفٌ، اس لئے کم خبریہ کی تمیز کبھی عدد اکثر یعنی مِائَۃٌ اور اَلْفٌ کی تمیز کی مثل، مفرد مجرور ہوتی ہے اور کبھی عدد اقل کی تمیز کی مثل جمع مجرور ہوتی ہے۔ فائدہ:- اکثر نحات کے نزدیک یہ جر کم کی اضافت کی وجہ سے ہوتا ہے اسی لئے جب کم خبریہ اور اسکی تمیز کے درمیان فصل ہو تو تمیز میں نصب مختار ہے کیوں کہ فصل کی وجہ سے تمیز کیطرف کم کی اضافت نہیں ہوسکتی اور بعض کے نزدیک مِنْ مقدرہ کی وجہ سے تمیز مجرور ہوتی ہے۔ قولہ وَتَدْخُلُ:- اور کم استفہامیہ ہو یا خبریہ کبھی اُن کی تمیز سے پہلے مِنْ بیانیہ بھی آجاتا ہے جس کی وجہ سے تمیز مجرور ہوتی ہے جیسے كَمْ مِنْ رَجُلٍ لَقِيْتَ کس قدر آدمیوں سے تو نے ملاقات کی اور كَمْ مِنْ مَالٍ اَنْفَقْتُهُ، بہت سا مال میں نے خرچ کیا۔ فائدہ:- اگر کم اور اسکی تمیز کے درمیان فعل متعدی آجائے تو تمیز پر مِنْ کا لانا واجب ہے تاکہ تمیز کا مفعول کے ساتھ التباس نہ ہو۔ جیسے ارشاد باری تعالی ہے كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ ۔ قولہ وَقَدْ يُحْذَفُ:- اور کم کی تمیز کبھی حذف کردی جاتی ہے جب اُسکے حذف پر کوئی قرینہ موجود ہو جیسے كَمْ مَالُكَ؟ جو اصل میں كَمْ دِرْهَمًا مَالُكَ تھا، یہ کم استفہامیہ کی مثال ہے اور قرینہ یہ ہے کہ کلمہ کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا اور مثال میں کم کا مدخول معرفہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ تمیز محذوف ہے، اور وہ دِيْنَارًا ہے اور كَمْ ضَرَبْتَ یہ کم خبریہ کی مثال ہے جو اصل میں كَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتَ تھا۔ قرینہ یہ ہے کہ اس مثال میں کم فعل پر داخل ہے حالانکہ وہ فعل پر داخل نہیں ہوتا جس سے معلوم ہوا کہ کم کا مدخول (تمیز) محذوف ہے اور وہ ضَرْبَةٍ ہے۔

واعلم اَنَّ كَمْ فِي الْوَجْهَيْنِ يَقَعُ مَنْصُوْبًا اِذَا كَانَ بَعْدَهُ **فِعْلٌ غَيْرُ مُشْتَغِلٍ عَنْهُ** بِضَمِيْرِهِ نَحْوُ كَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ وَكَمْ غُلَامٍ مَلَكْتَ مَفْعُوْلًا بِهٖ وَنَحْوُ كَمْ ضَرْبَةً ضَرَبْتَ وَكَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتُ مَصْدَرًا وَكَمْ يَوْمًا سِرْتَ وَكَمْ يَوْمٍ صُمْتُ مَفْعُوْلًا فِيْهِ وَمَجْرُوْرًا اِذَا كَانَ قَبْلَهُ حَرْفُ جَرٍّ اَوْ مُضَافٌ نَحْوُ بِكَمْ رَجُلًا مَرَرْتَ وَعَلٰى كَمْ رَجُلٍ حَكَمْتُ وَغُلَامَ كَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ وَمَالَ كَمْ رَجُلٍ سَلَبْتَ وَمَرْفُوْعًا اِذَا لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مِّنَ الْاَمْرَيْنِ مُبْتَدَاً اِنْ لَمْ يَكُنْ ظَرْفًا نَحْوُ كَمْ رَجُلًا اَخُوْكَ وَكَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُهٗ وَخَبَرًا اِنْ كَانَ ظَرْفًا نَحْوُ كَمْ يَوْمًا سَفَرُكَ وَكَمْ شَهْرٍ صَوْمِيْ

قولہ واعلم:۔ محل اعراب کے لحاظ سے کَمْ کی تین صورتیں ہیں (۱) منصوب (۲) مجرور (۳) مرفوع۔ مصنف علیہ الرحمۃ، اعلم سے ہر ایک کا موقع و محل بتاتے ہیں۔ (۱) محل نصب جب کم کے بعد فعل ہو اور وہ کَمْ کی ضمیر یا کَمْ کے متعلق کی وجہ سے کَمْ میں عمل کرنے سے اعراض نہ کر رہا ہو تو یہ محل نصب میں ہوگا اور اس کے منصوب ہونے کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) جب کَمْ کی تمیز اسم ظرف ہو تو یہ اپنی تمیز سے مل کر مفعول فیہ ہوگا جیسے کَمْ یَوْمًا سِرْتَ اور کَمْ یَوْمٍ صُمْتُ۔ (۲) جب کَمْ کی تمیز فعل مذکور کا مصدر ہو تو یہ تمیز سے مل کر مفعول مطلق ہوگا جیسے کَمْ ضَرْبَةً ضربت اور کم ضربة ضربتُ (۳) جب مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو یہ مفعول بہ ہوگا جیسے کَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ اور کم غلام ملکتَ۔ فائدہ:۔ مصنف کا قول مفعُولًا بِہٖ انکے قول کَمْ رَجُلًا اور کَمْ غُلَامٍ سے حال ہے، اسی طرح مصدرا حال ہے کم ضربة اور کم ضربةٍ سے اور مفعُولًا فِیْہِ بھی حال ہے کَمْ یَوْمًا اور کَمْ یَوْمٍ سے۔ (۲) محل جر: جب کَمْ سے پہلے کوئی حرف جر یا مضاف ہو تو یہ مجرور ہوگا جیسے بِکَمْ رَجُلًا مَرَرْتَ اور عَلٰی کَمْ رجل حکمتُ۔ (۳) محل رفع محل رفع میں ہونے کی دو صورتیں ہیں (۱) تمیز ظرف نہ ہو تو یہ (کَمْ) مبتدا ہونے کی بنا پر مرفوع ہوگا۔ جیسے کَمْ رجلا اخوک اور کَمْ رجل ضربتہٗ (۲) تمیز ظرف ہو تو یہ خبر مقدم ہوگا جیسے کَمْ یوما سفرک اور کَمْ شھر صومی اور کَمْ کی ظرفیت یا مصدریت تمیز کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ فائدہ:۔ کلمہ کَمْ کو صدارت کلام لازم ہے اور جب اس سے پہلے حرف جر یا مضاف آ جائے تو وہ صدارت حرفِ جر یا مضاف کو منتقل ہو جاتی ہے اس لئے کہ جار و مجرور اور مضاف و مضاف الیہ میں جزئیت اور اتحاد پایا جاتا ہے۔

فصل الظُّرُوْفُ الْمَبْنِيَّةُ عَلٰی اَقْسَامٍ مِنْهَا مَاقُطِعَ عَنِ الْاِضَافَةِ بِاَنْ حُذِفَ الْمُضَافُ اِلَيْهِ كَقَبْلُ وَبَعْدُ وَفَوْقُ وَتَحْتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ اَیْ مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَيْئٍ وَّمِنْ بَعْدِ كُلِّ شَيْئٍ هٰذَا اِذَا كَانَ الْمَحْذُوْفُ مَنْوِيًّا لِّلْمُتَكَلِّمِ وَاِلَّا لَكَانَتْ مُعْرَبَةً وَعَلٰی هٰذَا قُرِئَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ بَعْدٍ وَتُسَمّٰی الْغَايَاتِ وَمِنْهَا حَيْثُ بُنِيَتْ تَشْبِيْهًا لَّهَا بِالْغَايَاتِ لِمُلَازَمَتِهَا الْاِضَافَةَ اِلَی الْجُمْلَةِ فِی الْاَكْثَرِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَايَعْلَمُوْنَ وَقَدْ يُضَافُ اِلَی الْمُفْرَدِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

ع اَمَا تَرٰی حَيْثُ سُهَيْلٍ طَالِعًا اَیْ مَكَانَ سُهَيْلٍ فَحَيْثُ هٰذَا بِمَعْنٰی مَكَانٍ

الظروف ۔ ظروف مبنیہ چند اقسام پر ہیں۔ (۱) ظروف مقطوع عن الاضافۃ یعنی جن ظروف کا مضاف الیہ لفظوں سے حذف کر دیا گیا ہو لیکن نیت میں موجود ہو ایسے ظروف مبنی بر ضمہ ہوتے ہیں جیسے قبل اور بعد [illegible] ارشاد باری تعالیٰ ہے لله الامر من قبل ومن بعد ای من قبل کل شیء ومن بعد کل شیء۔ اگر مضاف الیہ نیت میں موجود نہ ہو تو پھر یہ معرب ہوتے ہیں اور نیت میں موجود نہ ہونے کی تقدیر پر آیت مذکورہ میں قبل اور بعد کو جر دے کر پڑھا گیا ہے۔ فائدہ – قبل، بعد، فوق اور تحت کے علاوہ قدام، خلف، اسفل اور اول بمعنی قبل بھی مضاف الیہ محذوف منوی ہونے کے وقت مبنی ہوتے ہیں اور حرکت ضمہ پر مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حذف مضاف الیہ سے جو کمی آئی ہے اس کو حرکت قویہ (ضمہ) سے پورا کر دیا جائے۔ قولہ وتسمی – غایت و انتہاء کلام تو مضاف الیہ تھا، جب اس کو حذف کر دیا تو یہ ظروف کلام کا منتہی و غایت رہ گئے لہٰذا ان کا نام غایات رکھ دیا گیا چونکہ احتیاج ہونے مضاف الیہ میں انکی طرف کے ساتھ مشابہت ہے اس کی وجہ سے غایت کی بنا دیا گیا۔ (۲) حیث – یہ غایات کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مبنی بر ضمہ ہوتا ہے اور جملہ کی طرف مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے۔ فائدہ – حیث کی غایت سے مشابہت اس طرح ہے کہ یہ جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور حقیقت میں یہ اس مصدر کی طرف مضاف ہوتا ہے جس کو جملہ متضمن ہوتا ہے پس اس مصدر (مضاف الیہ) کے محذوف ہونے میں یہ غایات کے مشابہ ہو گیا۔ قولہ وقد یضاف – اور حیث کبھی مفرد کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے جیسے کتاب میں مذکور مصرع میں حیث، سہیل کی طرف مضاف ہے پس یہ بمعنی مکان ہے ای مکان سہیل۔ فائدہ – جب حیث مفرد کی طرف مضاف ہو تو بعض نحات کے نزدیک معرب ہوتا ہے اس لئے کہ علت بناء اضافت الی الجملۃ ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس وقت بھی حیث ضمہ پر مبنی ہوتا ہے کیونکہ یہ اضافت عدم اضافت کے درجہ میں ہے۔

وَشَرْطُهُ اَنْ يُّضَافَ اِلَى الْجُمْلَةِ نَحْوُ اِجْلِسْ حَيْثُ يَجْلِسُ زَيْدٌ وَمِنْهَا اِذَا، وَهِيَ لِلْمُسْتَقْبَلِ وَاِذَا دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِيْ صَارَ مُسْتَقْبَلاً نَحْوُ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَفِيْهَا مَعْنَى الشَّرْطِ وَيَجُوْزُ اَنْ تَقَعَ بَعْدَهَا الْجُمْلَةُ الْاِسْمِيَّةُ نَحْوُ اٰتِيْكَ اِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ وَالْمُخْتَارُ الْفِعْلِيَّةُ نَحْوُ اٰتِيْكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَقَدْ تَكُوْنُ لِلْمُفَاجَاةِ فَيُخْتَارُ بَعْدَهَا الْمُبْتَدَأُ نَحْوُ خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ وَمِنْهَا اِذْ وَهِيَ لِلْمَاضِيْ وَتَقَعُ بَعْدَهَا الْجُمْلَتَانِ الْاِسْمِيَّةُ وَالْفِعْلِيَّةُ نَحْوُ جِئْتُكَ اِذْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَاِذِ الشَّمْسُ طَالِعَةٌ وَمِنْهَا اَيْنَ وَاَنّٰى لِلْمَكَانِ بِمَعْنَى الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَيْنَ تَمْشِيْ وَاَنّٰى تَقْعُدُ وَبِمَعْنَى الشَّرْطِ نَحْوُ اَيْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ وَاَنّٰى تَقُمْ اَقُمْ وَمِنْهَا مَتٰى لِلزَّمَانِ شَرْطًا اَوْ اِسْتِفْهَامًا نَحْوُ مَتٰى تَصُمْ اَصُمْ وَمَتٰى تُسَافِرُ وَمِنْهَا كَيْفَ لِلْاِسْتِفْهَامِ حَالًا نَحْوُ كَيْفَ اَنْتَ اَیْ فِیْ اَیِّ حَالٍ اَنْتَ وَمِنْهَا اَيَّانَ لِلزَّمَانِ اِسْتِفْهَامًا نَحْوُ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ

قولہ وشرطہ:- اور اکثر استعمال کی بنا پر حَیْثُ، کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ کی طرف مضاف ہو خواہ وہ جملہ فعلیہ ہو جیسے اِجْلِسْ حَیْثُ یَجْلِسُ زَیْدٌ یا جملہ اسمیہ جیسے اِجْلِسْ حَیْثُ زَیْدٌ جَالِسٌ ۔ (۳) اِذَا، یہ سکون پر مبنی ہوتا ہے اور درج ذیل معانی دیتا ہے (۱) زمانہ مستقبل کے معنی دیتا ہے خواہ ماضی پر داخل ہو جیسے اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہ ۔ (۲) اسمیں شرط کے معنی پائے جاتے ہیں اسی لئے اس کے بعد جملہ واقع ہوتا ہے اور جملہ فعلیہ کا لانا مختار ہے اس لئے کہ شرط فعل کو مقتضی ہے اور اس کے بعد جملہ اسمیہ کا واقع ہونا بھی جائز ہے اس لئے کہ اِذَا معنیٔ شرط کے لئے موضوع نہیں ہے۔ (۳) کبھی یہ مفاجات کے معنی دیتا ہے اُس وقت اس کے بعد مبتدا کا آنا اولیٰ ہے جیسے خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ (میں نکلا کہ ناگاہ درندہ کھڑا ہوا ہے)۔ (۴) اِذْ یہ سکون پر مبنی ہے اور زمانہ ماضی کیلئے آتا ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو اور اس کے بعد جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں آتے ہیں۔ (۵) اَیْنَ اور (۶) اَنّٰی، یہ دونوں ظرف مکان کیلئے ہیں۔ اَیْنَ، مبنی بر فتح اور اَنّٰی مبنی بر سکون ہوتا ہے اور یہ دونوں استفہام اور شرط کے معنی میں آتے ہیں۔ (۷) مَتٰی، یہ ظرفِ زمان کے لئے ہے۔ شرط اور استفہام دونوں کیلئے آتا ہے شرط و استفہام کے ساتھ مشابہت معنوی کی بنا پر مبنی ہوتا ہے۔ (۸) کَیْفَ، یہ مبنی بر فتح ہے اور کسی چیز کی حالت وصفت دریافت کرنے کیلئے آتا ہے جیسے کَیْفَ اَنْتَ، تو کس حال میں ہے؟ (۹) اَیَّانَ، یہ ظرف زمان کیلئے آتا ہے اور حرفِ استفہام کے معنی میں ہوتا ہے اور اسی وجہ سے مبنی ہوتا ہے۔

وَمِنْهَا مُذْ وَمُنْذُ بِمَعْنَى اَوَّلِ الْمُدَّةِ اِنْ صَلَحَ جَوَابًا لِمَتٰى نَحْوُ مَارَاَيْتُهُ مُذْ اَوْمُنْذُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِى جَوَابِ مَنْ قَالَ مَتٰى مَارَاَيْتَ زَيْدًا اَىْ اَوَّلُ مُدَّةِ انْقِطَاعِ رُؤْيَتِىْ اِيَّاهُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَ بِمَعْنٰى جَمِيْعِ الْمُدَّةِ اِنْ صَلَحَ جَوَابًا لِكَمْ نَحْوُ مَارَاَيْتُهُ مُذْ اَوْمُنْذُ يَوْمَانِ فِىْ جَوَابِ مَنْ قَالَ كَمْ مُدَّةً مَارَاَيْتَ زَيْدًا اَىْ جَمِيْعُ مُدَّةِ مَارَاَيْتُهُ يَوْمَانِ وَمِنْهَا لَدٰى وَلَدُنْ بِمَعْنٰى عِنْدَ نَحْوُ الْمَالُ لَدَيْكَ وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا اَنَّ عِنْدَ لَايُشْتَرَطُ فِيْهِ الْحُضُوْرُ وَيُشْتَرَطُ ذٰلِكَ فِىْ لَدٰى وَلَدُنْ وَجَآءَ فِيْهِ لُغَاتٌ اُخَرُ لَدْنِ وَلُدْنِ وَلَدْنَ وَلَدْ وَلُدْ وَ لِدْ ‘وَمِنْهَا قَطُّ لِلْمَاضِى الْمَنْفِىِّ نَحْوُ مَارَاَيْتُهُ قَطُّ وَمِنْهَاعَوْضُ لِلْمُسْتَقْبَلِ الْمَنْفِىِّ نَحْوُ لَااَضْرِبُهُ عَوْضُ

(۱۰)مُذ اور (۱۱) مُنذ، اول مبنی بر سکون اور ثانی مبنی بر ضمہ ہے وجہ بنا غایات کے ساتھ مشابہت ہے۔ یہ دونوں اول مدت کے معنی میں آتے ہیں یعنی فعل مقدم کے زمانہ کی اول مدت بتانے کیلئے جبکہ ان کے مابعد میں متی، کا جواب بننے کی صلاحیت ہو جیسے متی مارأیت زیدًا کے جواب میں کہا جائے ما رأیتہ مُذ اومُنذ یوم الجمعة۔ میں نے اسکو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا اور اگر کم کا جواب واقع ہونے کی مابعد میں صلاحیت ہو تو بمعنی جمیع مدت آتے ہیں جیسے کم مُدة مارأیت زیدا کے جواب میں کہا جائے مارأیتہ مُذ اومُنذ یومان، میں نے اسکو دو دن سے نہیں دیکھا یعنی تمام مدت میرے اسے نہ دیکھنے کی دو دن ہے۔ (۱۲) لدی اور (۱۳) لدن، یہ مبنی بر سکون ہوتے ہیں اور عند کے معنی میں ہوتے ہیں یعنی کسی چیز کی موجودگی کا معنی دیتے ہیں وجہ بنا یہ ہے کہ ان کی بعض لغات وضع میں حرف کے ساتھ مشابہ ہیں اور دیگر لغات اسپر محمول ہیں۔ قولہ الفرقُ:- یعنی عند اور لدی کے استعمال میں فرق یہ ہے کہ عند میں چیز کا پاس موجود ہونا شرط نہیں یعنی زید کے پاس مال ہو یا اس کے گھر میں ہو المال عند زید کہہ سکتے ہیں لیکن لدی میں اور لدن میں مال کا پاس موجود ہونا شرط ہے، لہٰذا المال لدی زید یالدن زید اسوقت کہہ سکتے ہیں جب مال زید کے پاس موجود ہو (گھر میں یا خزانے میں نہ ہو)۔ (۱۴) قطُّ، یہ مبنی برضمہ ہے یہ ماضی منفی کے استغراق کیلئے ہے۔ جیسے مارأیتہ قطُّ، میں نے اسکو کبھی نہیں دیکھا، اسکی وضع حرف جیسی ہے اس لئے مبنی ہوتا ہے۔ (۱۵) عوضُ، یہ مضاف الیہ کے حذف ہونے کی وجہ سے ضمہ پر مبنی ہوتا ہے اور زمانہ مستقبل کی نفی کے استغراق کیلئے آتا ہے جیسے لااضربہ عوضُ، میں اسکو کبھی نہیں ماروں گا۔

واعلم اَنَّهُ اِذَا اُضِيْفَ الظُّرُوْفُ اِلَى الْجُمْلَةِ اَوْ اِلٰى اِذْ جَازَ بِنَآؤُهَا عَلَى الْفَتْحِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى هٰذَا يَوْمَ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ وَكَيَوْمَئِذٍ وَحِيْنَئِذٍ وَكَذٰلِكَ مِثْلُ وَغَيْرُ مَعَ مَا وَاَنْ وَاَنَّ تَقُوْلُ ضَرَبْتُهٗ مِثْلَ مَاضَرَبَ زَيْدٌ وَغَيْرَ اَنَّ ضَرَبَ زَيْدٌ وَمِنْهَا اَمْسِ بِالْكَسْرِ عِنْدَ اَهْلِ الْحِجَازِ **وَالْخَاتِمَةُ** فِيْ سَائِرِ اَحْكَامِ الْاِسْمِ وَلَوَاحِقِهٖ غَيْرِ الْاِعْرَابِ وَالْبِنَآءِ وَفِيْهَا فُصُوْلٌ **فَصْلٌ** اِعْلَمْ اَنَّ الْاِسْمَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مَعْرِفَةٌ وَّنَكِرَةٌ فَالْمَعْرِفَةُ اِسْمٌ وُضِعَ لِشَيْءٍ مُّعَيَّنٍ وَهِيَ سِتَّةُ اَقْسَامٍ اَلْمُضْمَرَاتُ وَالْاَعْلَامُ وَالْمُبْهَمَاتُ اَعْنِيْ اَسْمَاءَ الْاِشَارَاتِ وَالْمَوْصُوْلَاتِ وَالْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ وَالْمُضَافُ اِلٰى اَحَدِهَا اِضَافَةً مَعْنَوِيَّةً وَالْمُعَرَّفُ بِالنِّدَآءِ

قولہ واعلم:- یعنی ایسے ظروف جو مبنی نہیں جب اُن کو جملہ یا کلمہ اِذْ کی طرف مضاف کردیا جائے تو اُن کو مبنی بر فتح پڑھنا جائز ہے اس لئے کہ یہ مضاف الیہ سے بنا حاصل کرلیتے ہیں اور انکو معرب پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ مستحقِ اعراب ہیں جیسے یَوْمَئِذٍ میں یَوْمَ، مبنی بر فتح ہے۔ قولہ وَکَذَالِکَ:- یعنی ظروف مضاف (یَوْمَ وغیرہ) کی طرح لفظ مِثْلُ اور غَیْرُ کو معرب اور مبنی پڑھ سکتے ہیں جب یہ مَذْکُوْرَۃُ التَّحت تین کلموں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہوں۔ (۱) ما مصدریہ کی طرف جیسے ضَرَبْتُهٗ مِثْلَ مَاضَرَبَ زَیْدٌ (میں نے اُس کو زید کی مثل مارا) (۲) اَنْ مفتوحہ مخففہ کی طرف جیسے ضَرَبْتُهٗ غَیْرَ اَنْ ضَرَبَ زَیْدٌ۔ (۳) اَنَّ مفتوحہ مشددہ کی طرف جیسے ضَرَبْتُهٗ غَیْرَ اَنَّ ضَرَبَ زَیْدٌ۔ اِن مثالوں میں لفظ مِثْلَ اور غَیْرَ مبنی بر فتح ہیں اور معرب بھی۔ فائدہ:- لفظِ مِثْلُ اور غَیْرُ اگرچہ ظروف سے نہیں ہیں لیکن مضاف الیہ کیطرف احتیاج میں ظروف کے مشابہ ہیں اِس لئے یہاں اُن کا ذکر کردیا ہے اور لفظِ غَیْرَ سے پہلے لا یا لَیْسَ آجائے تو یہ مبنی برضمہ ہوجاتا ہے جیسے اِفْعَلْ هٰذَا لَاغَیْرُ۔ (۴) اَمْسِ، بمعنی گذشتہ کل یہ مبنی برکسر ہے اہلِ حجاز کے نزدیک اور بعض کے نزدیک معرب ہے، وجہِ بنا قَبْلُ وبَعْدُ کے ساتھ مشابہت ہے لیکن جب یہ مضاف ہو یا اس پر الف لام داخل ہوجائے یا نکرہ واقع ہو تو بالاتفاق معرب ہوتا ہے، جیسے مَضٰى اَمْسُنَا، مَضَى الْاَمْسُ، كُلُّ غَدٍ صَائِرٌ اَمْسًا۔ قولہ اَلْمَعْرِفَةُ :- اسم میں اصل اگرچہ تنکیر ہے لیکن مقصودِ اصلی، اہم اور کثیر الاستعمال معرفہ ہے اس لئے معرفہ کو مقدم کیا۔ معرفہ کی تعریف:- معرفہ وہ اسم ہے جو کسی معین چیز پر دلالت کرے جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور معرفہ کی چھ اقسام ہیں۔ (۱) مضمرات (۲) اعلام (۳) مبہمات (۴) مُعَرَّفْ بِاللَّامْ (۵) وہ اسم جو اِن میں سے کسی ایک کی طرف مضاف باضافتِ معنویہ ہو۔ (۶) معرفہ بہ ندا۔ کسی شاعر نے تمام معارف کو ایک شعر میں بیان کیا ہے۔

معارف جملہ شش دانی منادی وعلم ----- مضاف ومضمر وذو اللام مبہم داں تو ہم

والعلم مَاوُضِعَ لِشَيْئٍ مُعَيَّنٍ لَايَتَنَاوَلُ غَيْرَهُ بِوَضْعٍ وَاحِدٍ وَّاَعْرَفُ الْمَعَارِفِ اَلْمُضْمَرُ الْمُتَكَلِّمُ نَحْوُ اَنَا وَنَحْنُ ثُمَّ الْمُخَاطَبُ نَحْوُ اَنْتَ ثُمَّ الْغَائِبُ نَحْوُ هُوَ ثُمَّ الْعَلَمُ ثُمَّ الْمُبْهَمَاتُ ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِالنِّدَآءِ وَالْمُضَافُ فِيْ قُوَّةِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ وَالنَّكِرَةُ مَاوُضِعَ لِشَيْئٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ كَرَجُلٍ وَّفَرَسٍ **فصل** اَسْمَآءُ الْعَدَدِ مَاوُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى كَمِّيَّةِ اٰحَادِ الْاَشْيَآءِ وَاُصُوْلُ الْعَدَدِ اِثْنَتَا عَشَرَةَ كَلِمَةً وَاحِدَةٌ اِلٰى عَشَرَةٍ وَمِأَةٌ وَّ اَلْفٌ

قولہ والعلم :-علم وہ اسم ہے جو معین چیز کیلئے وضع کیا گیا ہو اس حال میں کہ وضع واحد کیساتھ اس معین چیز کے غیر کو شامل نہ ہو۔ قولہ واعرف المعارف :-اور معارف میں اعرف، ضمیر متکلم ہے اس لئے کہ اس میں بالکل التباس نہیں ہوتا جیسے انا اور نحن۔ پھر ضمیر مخاطب، کہ اسمیں التباس کا احتمال ہے۔ پھر ضمیر غائب، پھر علم پھر مبہمات یعنی اسماء اشارہ اور موصولہ، پھر معرف باللام، پھر مُعَرَّف بالنّدا اور مضاف، مرتبہ تعریف میں مضاف الیہ کی قوت میں ہوتا ہے کیونکہ اُسی سے تعریف حاصل کرتا ہے۔ سوال:-ضمیر انا مبنی بر فتح ہے یا مبنی بر سکون؟ جواب:-بصریہ کے نزدیک مبنی بر فتح ہے کیونکہ اس کے آخر میں الف اشباع ہے جو رفع التباس کیلئے لایا گیا ہے یعنی اگر یہ الف نہ ہوتا تو حالت وقف میں جب ضمیر کا آخر ساکن ہوتا تو یہ ضمیر اَنْ مصدریہ کے ساتھ ملتبس ہو جاتی۔ اور کوفیہ کے نزدیک یہ مبنی بر سکون ہے اور الف جز وکلمہ ہے قول اول راجح ہے۔ نکرہ کی تعریف:-نکرہ وہ اسم ہے جو کسی غیر معین چیز کیلئے موضوع ہو جیسے رجل کوئی مرد۔ فائدہ:-نکرہ کی بعض علامتیں یہ ہیں (۱) اس پر لام تعریف داخل ہو سکتا ہے۔ (۲) رُبَّ اور کَمْ خبریہ داخل ہوتا ہے۔ (۳) وہ حال اور تمیز واقع ہوتا ہے۔ (۴) لا، بمعنی لیس کا اسم واقع ہوتا ہے۔ ۞ **اسماء العدد** ۞ عدد کی تعریف:-عدد وہ ہے جو اپنی دونوں طرفوں کے مجموعہ کا نصف ہو جیسے اثنان، یہ طرف اسفل یعنی واحد اور طرف اعلیٰ یعنی ثلثۃ کے مجموعے کا نصف ہے چونکہ واحد کی طرف اسفل نہیں اس لئے وہ عدد نہیں لیکن عدد کی تعریف جو مصنف نے کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واحد بھی عدد ہے کیونکہ جب اسماء عدد سے مراد وہ اسماء ہیں جن کے ساتھ کسی شئی کے افراد (محدودات) کو شمار کیا جائے تو لفظ واحد بھی عدد ہوا کہ اس کے ساتھ بھی شئی کو شمار کیا جاتا ہے مثلاً کہا جائے کم درھما عندک تو جواب میں درھم آتا ہے۔ فائدہ:-جسے شمار کیا جائے اُسے معدود کہتے ہیں جیسے ثلثۃ رجال، میں ثلثۃ اسم عدد ہے اور رجال، معدود اور تمیز ہے اور اسماء اعداد چار حصوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں (۱) مفرد (۲) مرکب (۳) معطوف (۴) عقود۔ مفرد:-مفرد سے مراد اکائیاں ہیں اور یہ عدد مفرد ایک سے لیکر دس تک کے عددوں پر مع مِأَۃٌ اور اَلْفٌ کے بولا جاتا ہے اور انہیں کو اصول اعداد بھی کہتے ہیں، جو کل بارہ کلمات ہیں اور باقی اعداد ان سے مرکب ہو کر بنتے ہیں۔

وَاسْتِعْمَالُهُ مِنْ وَاحِدٍ اِلٰى اِثْنَيْنِ عَلَى الْقِيَاسِ اَعْنِيْ لِلْمُذَكَّرِ بِدُوْنِ التَّاءِ وَلِلْمُؤَنَّثِ بِالتَّاءِ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ وَاحِدٌ وَ فِيْ رَجُلَيْنِ اِثْنَانِ وَفِيْ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٌ وَفِيْ امْرَأَتَيْنِ اِثْنَتَانِ وَثِنْتَانِ وَمِنْ ثَلٰثَةٍ اِلٰى عَشَرَةٍ عَلٰى خِلَافِ الْقِيَاسِ اَعْنِيْ لِلْمُذَكَّرِ بِالتَّاءِ تَقُوْلُ ثَلٰثَةُ رِجَالٍ اِلٰى عَشَرَةِ رِجَالٍ وَّلِلْمُؤَنَّثِ بِدُوْنِهَا تَقُوْلُ ثَلٰثُ نِسْوَةٍ اِلٰى عَشْرِ نِسْوَةٍ وَبَعْدَ الْعَشَرَةِ تَقُوْلُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً وَاِثْنَا عَشَرَ رَجُلاً وَثَلٰثَةَ عَشَرَ رَجُلاً اِلٰى تِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلاً وَاِحْدٰى عَشْرَةَ امْرَأَةً وَ اِثْنَتَا عَشْرَةَ امْرَأَةً وَثَلٰثَ عَشْرَةَ امْرَأَةً اِلٰى تِسْعَ عَشْرَةَ امْرَأَةً وَ بَعْدَ ذٰلِكَ تَقُوْلُ عِشْرُوْنَ رَجُلاً وَعِشْرُوْنَ امْرَأَةً بِلَا فَرْقٍ بَيْنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ اِلٰى تِسْعِيْنَ رَجُلاً وَامْرَأَةً وَاحِدٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَ اِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ امْرَأَةً وَ اِثْنَانِ وَ عِشْرُوْنَ رَجُلاً وَ اِثْنَتَانِ وَ عِشْرُوْنَ امْرَأَةً وَ ثَلٰثَةٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَ ثَلٰثٌ وَّعِشْرُوْنَ امْرَأَةً اِلٰى تِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ رَجُلاً وَتِسْعٍ وَّ تِسْعِيْنَ امْرَأَةً ثُمَّ تَقُوْلُ مِأَةُ رَجُلٍ وَّمِأَةُ امْرَأَةٍ وَاَلْفُ رَجُلٍ وَّ اَلْفُ امْرَأَةٍ وَمِائَتَا رَجُلٍ وَّمِائَتَا امْرَأَةٍ وَاَلْفَا رَجُلٍ وَّ اَلْفَا امْرَأَةٍ بِلَا فَرْقٍ بَيْنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ فَاِذَا زَادَ عَلَى الْمِائَةِ وَالْاَلْفِ يُسْتَعْمَلُ عَلٰى قِيَاسِ مَا عَرَفْتَ وَ يُقَدَّمُ الْاَلْفُ عَلَى الْمِائَةِ وَالْمِائَةُ عَلَى الْاٰحَادِ وَالْاٰحَادُ عَلَى الْعَشَرَاتِ تَقُوْلُ عِنْدِيْ اَلْفٌ وَّ مِائَةٌ وَّاحِدٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَاَلْفَانِ وَمِائَتَانِ وَاِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَاَرْبَعَةُ اٰلَافٍ وَّ تِسْعُ مِائَةٍ وَّ خَمْسٌ وَاَرْبَعُوْنَ امْرَأَةً وَعَلَيْكَ بِالْقِيَاسِ

قولہ وَاسْتِعْمَالُهُ:- اور عدد کا استعمال وَاحِدٌ سے اِثْنَيْنِ تک قیاس کے مطابق ہوتا ہے یعنی مذکر کے لئے بغیر تاءِ تانیث کے اور مؤنث کیلئے تاء کے ساتھ، مِأَةٌ اور اَلْفٌ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے بغیر کسی فرق کے آتا ہے اور تین سے لیکر دس تک خلاف قیاس یعنی تمیز مذکر کے لئے اسم عدد مؤنث اور مؤنث کیلئے اسم عدد مذکر آتا ہے۔ مرکب:- اس سے مراد گیارہ سے لیکر انیس تک کے عدد ہیں جن میں سے بارہ (اِثْنَا عَشَرَ) کا پہلا جز تثنیہ کیساتھ مشابہت کی وجہ سے معرب ہوتا ہے اور حالت رفع میں الف کیساتھ آتا ہے جیسے هٰذَا اِثْنَا عَشَرَ دِرْهَمًا اور حالتِ نصب و جر میں یاء کے ساتھ آتا ہے جیسے وَهَبْتُ اِثْنَيْ عَشَرَ غُلَامًا وَمَرَرْتُ بِاِثْنَيْ عَشَرَ غُلَامًا۔ معطوف:- اِس سے مراد اکیس سے لیکر ناوے تک کے عدد ہیں ان میں اکائی اور دہائی کے درمیان واؤ عاطفہ ہوتی ہے اور اکائی کو معطوف اور دہائی کو معطوف علیہ کہتے ہیں۔ عددِ معطوف و مرکب میں وَاحِدٌ اور اِثْنَانِ قیاس کے مطابق اور باقی خلافِ قیاس استعمال ہوتے ہیں۔ عقود:- ان سے مراد دہائیاں ہیں ان میں اسم عدد مذکر و مؤنث کیلئے ایک جیسا آتا ہے جیسے عِشْرُوْنَ رَجُلاً اور عِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً۔

واعلم اَنَّ الْوَاحِدَ وَالْاِثْنَيْنِ لَا مُمَيِّزَ لَهُمَا لِاَنَّ لَفْظَ الْمُمَيِّزِ يُغْنِيْ عَنْ ذِكْرِ الْعَدَدِ فِيْهِمَا تَقُوْلُ عِنْدِيْ رَجُلٌ وَّ رَجُلَانِ وَاَمَّا سَائِرُ الْاَعْدَادِ فَلَابُدَّ لَهَا مِنْ مُمَيِّزٍ فَتَقُوْلُ مُمَيِّزُ الثَّلٰثَةِ اِلَى الْعَشَرَةِ مَخْفُوْضٌ مَجْمُوْعٌ تَقُوْلُ ثَلٰثَةُ رِجَالٍ وَّ ثَلٰثُ نِسْوَةٍ اِلَّا اِذَا كَانَ الْمُمَيِّزُ لَفْظَ الْمِائَةِ فَحِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ مَخْفُوْضًا مُفْرَدًا تَقُوْلُ ثَلٰثُ مِائَةٍ وَّتِسْعُ مِائَةٍ وَالْقِيَاسُ ثَلٰثُ مِاٰتٍ اَوْمِئِيْنَ وَمُمَيِّزُ اَحَدَ عَشَرَ اِلٰى تِسْعَةٍ وَّ تِسْعِيْنَ مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ تَقُوْلُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا وَ اِحْدٰى عَشَرَةَ اِمْرَاَةً وَ تِسْعَةٌ وَّ تِسْعُوْنَ رَجُلًا وَتِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ اِمْرَاَةً وَمُمَيِّزُ مِائَةٍ وَّاَلْفٍ وَ تَثْنِيَتِهِمَا وَجَمْعُ الْاَلْفِ مَخْفُوْضٌ مُفْرَدٌ تَقُوْلُ مِائَةُ رَجُلٍ وَّ مِائَةُ اِمْرَاَةٍ وَاَلْفُ رَجُلٍ وَّاَلْفُ اِمْرَاَةٍ وَمِائَتَا رَجُلٍ وَّمِائَتَا اِمْرَاَةٍ وَاَلْفَا رَجُلٍ وَاَلْفَا اِمْرَاَةٍ وَ ثَلٰثَةُ اٰلَافِ رَجُلٍ وَّ ثَلٰثُ اٰلَافِ اِمْرَاَةٍ وَ قِسْ عَلٰى هٰذَا

فائدہ - عدد مرکب اور معطوف میں برائے تخفیف واحدٌ کو احدٌ بولتے ہیں اور واحدۃٌ کو احدیٰ۔ سوال :- ارشاد باری تعالیٰ من جآء بالحسنة فله عشر امثالها ، میں اسم عدد مذکر کیوں آیا ہے؟ جبکہ تمیز بھی مذکر ہے۔ جواب :- اس لئے کہ امثال سے مراد حسنات ہیں اور وہ مؤنث ہے اور تمیز مؤنث کیلئے عدد مذکر آتا ہے، نیز جمع مذکر ہو یا مؤنث حکما مؤنث ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی طرف مؤنث کی ضمیر راجع کی جاسکتی ہے۔ قولہ ان الواحد :- اس عبارت میں مصنف نے اسم عدد کی تمیز کے احوال بیان کئے ہیں اور وہ تین ہیں یعنی اسم عدد کی تمیز تین طرح کی ہے جنہے شاعر نے ایک رباعی میں اسطرح بیان کیا ہے۔

ممیز از عدد بر سہ جہت داں ۔۔۔ ز سہ تا دہ ہمہ مجموع و مکسور
ز دہ تا صد ہمہ منصوب و مفرد ۔۔۔ ز صد برتر ہمہ فرد است و مجرور

(۱) واحد اور اثنان کے ساتھ تمیز ذکر نہیں کی جاتی مراد یہ ہے کہ واحد اور اثنان تمیز کے ساتھ ذکر نہیں کئے جاتے اس لئے کہ تمیز کے آنے سے اسم عدد یعنی واحد اور اثنان کے ذکر سے استغناء ہوجاتا ہے کیونکہ لفظ تمیز مثلاً رجلٌ اور رجلان باعتبار صیغہ کے وحدت اور تثنیہ پر دلالت کرتے ہیں اور عرب کے قول رجلٌ واحدٌ میں واحد برائے تاکید ہے۔ (۲) تین سے لیکر دس تک کی تمیز جمع اور مجرور ہوتی ہے سوائے لفظ ماۃ کے جیسے ثلث ماۃ یعنی لفظ ماۃ مفرد آتا ہے۔ (۳) گیارہ سے نناوے تک کی تمیز مفرد اور منصوب ہوتی ہے۔ (۴) ماۃ اور الف اور ان کے تثنیہ وجمع کی تمیز مفرد اور مجرور آتی ہے۔ سوال :- ارشاد باری تعالیٰ "وقطعناهم اثنتی عشرة اسباطا امما" میں تمیز مفرد کیوں نہیں آئی؟ جواب :- اس ارشاد باری تعالیٰ میں اسباطا تمیز نہیں ورنہ اسم عدد قیاس کے مطابق (اثناعشر) آتا، بلکہ یہ ماقبل سے بدل کل ہے اور تمیز محذوف ہے اور وہ فرقة ہے۔

فصل اَلْاِسْمُ اِمَّا مُذَكَّرٌ وَاِمَّا مُؤَنَّثٌ فَالْمُؤَنَّثُ مَا فِيْهِ عَلَامَةُ التَّانِيْثِ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا وَالْمُذَكَّرُ مَا بِخِلَافِهٖ وَعَلَامَةُ التَّانِيْثِ ثَلٰثَةٌ اَلتَّاءُ كَطَلْحَةَ وَالْاَلِفُ الْمَقْصُوْرَةُ كَحُبْلٰى وَ الْاَلِفُ الْمَمْدُوْدَةُ كَحَمْرَاءَ وَالْمُقَدَّرَةُ اِنَّمَا هُوَ التَّاءُ فَقَطْ كَاَرْضٍ وَدَارٍ بِدَلِيْلِ اُرَيْضَةٍ وَدُوَيْرَةٍ ثُمَّ الْمُؤَنَّثُ عَلٰى قِسْمَيْنِ حَقِيْقِيٌّ وَّهُوَ مَا بِاِزَائِهٖ ذَكَرٌ مِّنَ الْحَيَوَانِ كَامْرَاَةٍ وَنَاقَةٍ وَلَفْظِيٌّ وَهُوَ مَا بِخِلَافِهٖ كَظُلْمَةٍ وَّعَيْنٍ وَ قَدْ عَرَفْتَ اَحْكَامَ الْفِعْلِ اِذَا اُسْنِدَ اِلَى الْمُؤَنَّثِ فَلَا نُعِيْدُهَا

قولہ الاسم اِمَّا مُذَكَّرٌ وَاِمَّا مُؤَنَّثٌ:- جنس کے اعتبار سے اسم کی دو قسمیں ہیں مذکر اور مؤنث، مذکر وہ ہے جس میں علامت تانیث نہ ہو۔ مؤنث وہ ہے جس میں تانیث کی علامت لَفْظًا یا تَقْدِیْرًا ہو۔ اور تانیث کی علامتیں تین ہیں۔ (۱) تائے مدوّرۃ (ۃ)، یہ علامت، اسمِ جامد اور اسمِ صفت میں پائی جاتی ہے جیسے غُرْفَةٌ (کمرہ) یہ اسمِ جامد ہے اور ضَارِبَةٌ (مارنے والی) یہ اسم صفت ہے (۲) الف مقصورہ، یہ علامت صفت مشبہ اور اسم تفضیل میں پائی جاتی ہے جیسے عَطْشٰى (پیاسی عورت) اور حُسْنٰى (سب سے زیادہ خوبصورت عورت)۔ (۳) الف ممدودہ، یہ علامت صفتِ مؤنث اور اسم کے آخر میں آتی ہے جیسے حَمْرَاءُ اور صَحْرَاءُ۔ حَمْرَاءُ مؤنث کی صفت ہے اور صَحْرَاءُ اسم ہے۔ قولہ والمُقَدَّرَةُ:- یعنی تانیث کی علامتوں میں سے مقدر، صرف تاء ہوتی ہے جیسے اَرْضٌ اور دَارٌ اور ان میں تقدیرِ تاء پر دلیل یہ ہے کہ ان کی تصغیر اُرَیْضَةٌ اور دُوَیْرَةٌ ہے اور تصغیر میں اسم کے تمام حروف اصل پر آجاتے ہیں۔ سوال:- مؤنث کی تعریف مذکور جامع نہیں ہے اس لئے کہ هِيَ، هٰذِهٖ اور اَلَّتِيْ وغیرہ پر صادق نہیں آتی کیونکہ ان میں کوئی علامتِ تانیث نہیں ہے نہ ملفوظ اور نہ مقدر؟ جواب:- مذکورہ تعریف مؤنث، اسم متمکن کی ہے اور هِيَ وغیرہ اسم متمکن نہیں بلکہ اسمِ غیر متمکن ہیں جس پر مذکورہ تعریف کا صادق نہ آنا ضروری ہے۔ فائدہ:- کسی اسم کی تانیث، چند وجوہ معلوم کی جا سکتی ہے (۱) اسم کی طرف راجع ضمیر سے جیسے وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا (۲) اسم اشارہ سے جیسے تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ۔ (۳) فعل کے مؤنث ہونے سے جیسے اَلْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ۔ (۴) تصغیر کے ساتھ جیسے اُرَیْضَةٌ۔ (۵) عدد مجرد عن التَّاءِ کے ساتھ جیسے ثَلٰثُ اَذْرُعٍ (عقد) قولہ ثُمَّ الْمُؤَنَّثُ:- پھر مؤنث کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) حقیقی، یہ وہ مؤنث ہے جس کے مدلول کے مقابلہ میں نر جاندار ہو جیسے اِمْرَاَةٌ اور نَاقَةٌ کہ اول کے مدلول کے مقابلہ میں رَجُلٌ ہے جو نر حیوان ہے اور ثانی کے مدلول کے مقابلہ میں جَمَلٌ ہے جو نر حیوان ہے (۲) لفظی، مؤنث لفظی وہ ہے جس کے مدلول کے مقابلہ میں نر جاندار نہ ہو، اس میں کبھی علامت تانیث لفظوں میں ظاہر ہوتی ہے جیسے ظُلْمَةٌ اور کبھی ظاہر نہیں ہوتی جیسے عَیْنٌ۔ فائدہ:- لفظ عَیْنٌ، الفاظِ مشترکہ سے ایک لفظ ہے اور اپنے ہر معنی کے اعتبار سے مؤنث ہے اس کی جمع عُیُوْنٌ اور اَعْیَانٌ ہے۔

فصل اَلْمُثَنّٰی اِسْمٌ اُلْحِقَ بِاٰخِرِهٖ اَلِفٌ اَوْ يَاءٌ مَّفْتُوْحٌ مَّاقَبْلَهَا وَنُوْنٌ مَّكْسُوْرَةٌ لِيَدُلَّ عَلٰى اَنَّ مَعَهٗ اٰخَرَ مِثْلَهٗ نَحْوُ رَجُلَانِ وَرَجُلَيْنِ هٰذَا فِى الصَّحِيْحِ اَمَّا الْمَقْصُوْرُ فَاِنْ كَانَتْ اَلِفُهٗ مُنْقَلِبَةً عَنْ وَاوٍ وَّكَانَ ثُلَاثِيًّا رُدَّ اِلٰى اَصْلِهٖ كَعَصَوَانِ فِىْ عَصًا وَاِنْ كَانَتْ عَنْ يَاءٍ اَوْ وَاوٍ وَهُوَ اَكْثَرُ مِنَ الثُّلَاثِىِّ اَوْ لَيْسَتْ مُنْقَلِبَةً عَنْ شَيْئٍ تُقْلَبُ يَاءً كَرَحَيَانِ فِىْ رَحٰى وَمَلْهَيَانِ فِىْ مَلْهٰى وَحُبَارَيَانِ فِىْ حُبَارٰى وَحُبْلَيَانِ فِىْ حُبْلٰى وَاَمَّا الْمَمْدُوْدُ فَاِنْ كَانَتْ هَمْزَتُهٗ اَصْلِيَّةً تُثْبَتُ كَقُرَّاآنِ فِىْ قُرَّاءٍ وَاِنْ كَانَتْ لِلتَّانِيْثِ تُقْلَبُ وَاوًا كَحَمْرَاوَانِ فِىْ حَمْرَاءَ وَاِنْ كَانَتْ بَدَلًا مِّنْ اَصْلٍ وَاوًا اَوْ يَاءً جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ كَكِسَاوَانِ وَكِسَاآنِ وَيَجِبُ حَذْفُ نُوْنِهٖ عِنْدَ الْاِضَافَةِ تَقُوْلُ جَآءَنِىْ غُلَامَا زَيْدٍ وَّمُسْلِمَا مِصْرَ

اَلْمُثَنّٰی مصنف علیہ الرحمۃ نے مثنّٰی کو بوجوہِ ذیل جمع پر مقدم کیا۔ (۱) یہ اپنے اصل یعنی مفرد کے زیادہ قریب ہے۔ (۲) اس میں مفرد کے اندر تبدیلی نہیں آتی۔ (۳) بوجہ اسکی کثرت کے، کیونکہ یہ کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں اور غیر مشروط کثیر ہوتا ہے۔ تعریف:- تثنیہ وہ اسم ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف نون حالتِ رفع میں اور یاء ونون حالت نصب وجر میں بڑھایا جائے تاکہ یہ اضافہ اس امر پر دلالت کرے کہ مفرد کے ساتھ اُس کی مثل ایک اور بھی ہے جیسے رَجُلٌ سے رَجُلَانِ اور رَجُلَیْنِ۔ اور مفرد میں مذکورہ بالا تبدیلی صرف صحیح اور جاری مجرائے صحیح میں ہوگی۔ سوال:- ھُمَا اور اَنْتُمَا، مثنّٰی ہیں حالانکہ ان کے مفرد ھُوَ اور اَنْتَ کے آخر میں الف نون یا یاء ونون نہیں بڑھایا گیا؟ جواب:- یہ دونوں اسم غیر متمکن ہیں اور تعریف مذکور اُس مثنّٰی کی ہے جو اسم متمکن ہے۔ قولہ وَاَمَّا الْمَقْصُوْرُ:- اسم مقصور سے تثنیہ بنانا ہو تو دیکھیں۔ (۱) اگر واحد ثلاثی ہے اور اس کا الف واؤ سے بدلا ہوا ہے تو تثنیہ بناتے وقت الف کو اُس کے اصل (واؤ) کی طرف لوٹا دیں مثلاً عصی سے عصوان۔ (۲) اگر وہ ثلاثی ہے اور اس کا الف یاء سے بدلا ہوا ہے تو تثنیہ میں الف کو یاء کر دیں مثلاً رَحی سے رحیان۔ (۳) اگر اسم ثلاثی نہیں ہے اور الف واؤ سے بدلا ہوا ہے تو الف یاء سے بدل جائے گا مثلاً مُلْهٰی سے مُلْهیان، یہ اسم مفعول ہے اَلْهاءٌ بمعنی مشغول کرنا سے۔ (۴) اگر الف کسی سے بدلا ہوا نہیں ہے تو یاء ہو جائے گا جیسے حُبْلی سے حُبْلیان یہ ثلاثی مجرد ہے اور حُباری سے حُبارَیان، یہ ثلاثی مزید فیہ ہے۔ قولہ وَالْمَمْدُوْدُ:- جس اسم کے آخر میں الف ممدودہ ہو اُس سے تثنیہ بنانے کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) اگر ہمزہ اصلیہ اور کسی حرف سے بدلا ہوا نہیں ہے تو تثنیہ میں ہمزہ ہی رہے گا جیسے قُرّآءٌ سے قُرّآآن۔ (۲) اگر ہمزہ تانیث کا ہے تو واؤ ہو جائے گا جیسے حَمْرَآءُ سے حمراوان۔ (۳) اگر ہمزہ واؤ یا یاء اصلیہ سے مُبدَل ہے تو ہمزہ باقی رہیگا۔ قُرّآءُ کے ہمزہ کی مشابہت کیوجہ سے جیسے کِسآءٌ سے کِسآآن یا واؤ سے بدل جائے گا بوجہ مشابہت ہمزہ حمراءُ کے۔ جیسے کِساءٌ سے کِساوان۔

وَكَذٰلِكَ تُحْذَفُ تَاءُ التَّانِيْثِ فِيْ تَثْنِيَّةِ الْخُصْيَةِ وَالْاِلْيَةِ خَاصَّةً تَقُوْلُ خُصْيَانِ وَاِلْيَانِ لِاَنَّهُمَا مُتَلَازِمَانِ فَكَاَنَّهُمَا شَيْئٌ وَاحِدٌ **وَاعْلَمْ** اَنَّهٗ اِذَا اُرِيْدَ اِضَافَةُ مُثَنًّى اِلَى الْمُثَنّٰى يُعَبَّرُ عَنِ الْاَوَّلِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَفَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا وَذٰلِكَ لِكَرَاهَةِ اجْتِمَاعِ تَثْنِيَّتَيْنِ فِيْمَا تَاَكَّدَ الْاِتِّصَالُ بَيْنَهُمَا لَفْظًا وَّمَعْنًى **فَصْلٌ** اَلْمَجْمُوْعُ اِسْمٌ دَلَّ عَلٰى اٰحَادٍ مَّقْصُوْدَةٍ بِحُرُوْفِ مُفْرَدِهٖ بِتَغَيُّرٍ مَّا اِمَّا لَفْظِيٌّ كَرِجَالٍ فِيْ رَجُلٍ اَوْ تَقْدِيْرِيٌّ كَفُلْكٍ عَلٰى وَزْنِ اُسُدٍ فَاِنَّ مُفْرَدَهٗ اَيْضًا فُلْكٌ لٰكِنَّهٗ عَلٰى وَزْنِ قُفْلٍ فَقَوْمٌ وَرَهْطٌ وَنَحْوُهٗ وَاِنْ دَلَّ عَلٰى اٰحَادٍ لٰكِنَّهٗ لَيْسَ بِجَمْعٍ اِذْلَا مُفْرَدَ لَهٗ

قولہ و کذلک تحذف :- خصیۃ و الیۃ کے تثنیہ سے تائے تانیث کا حذف واجب ہے جو ان کی خصوصیت ہے۔ مصنف نے حذف تاء کو حذف نون کے ساتھ حذف میں تشبیہ دی ہے مراد یہ نہیں کہ بوقت اضافت نون کی طرح تاء بھی ساقط ہو جاتی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ الیۃ، کا تثنیہ بناتے وقت تاء ساقط ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ خُصْیَیْنِ اوراِلْیَیْنِ شدت اتصال کی وجہ سے بمنزلہ شے واحد کے ہیں اور مفرد کے حکم میں ہیں اور مفرد کے وسط میں تائے تانیث نہیں آتی۔ قولہ واعلم :- یعنی جب کسی مثنّٰی کی ضمیر مثنّٰی کی طرف اضافت کی جائے تو مثنّٰی مضاف کو جمع لایا جائے گا جیسے فَقَدْ صَغَتْ قلوبکما میں قلوب جمع ہے اور فاقطعوا ایدیھما میں ایدی جمع ہے۔ قولہ وَذٰلِکَ :- اور تثنیہ مضاف کو بصورتِ جمع اس لئے لایا جاتا ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان لفظاً و معنًی اتصال مؤکد ہے اور ایسی جگہ دو مثنّٰی کا اجتماع مکروہ ہے۔

قولہ المجموع :- اگر چہ مشہور نام جمع ہے لیکن مصنف نے اَلْمَجْمُوْعُ یا تو اَلْمُثَنّٰی کی موافقت میں کہا یا اس کے ایک مخفی نام کو ظاہر کرنے کیلئے۔ جمع وہ اسم ہے جو افراد مقصودہ پر مفرد کے حروف کے ساتھ بمع کچھ تغیر کے دلالت کرے اور صیغہ جمع کی مفرد کے ساتھ مغایرت کبھی لفظی ہوتی ہے جیسے رجالٌ میں جو رجلٌ کی جمع ہے اور کبھی مغایرت تقدیری ہوتی ہے جیسے فلکٌ جو بمعنی کشتیاں ہے، یہ جمع ہے اور بروزن اُسُدٌ ہے اور فُلْکٌ بمعنی کشتی مفرد ہے یہ بروزن قُفْلٌ ہے یعنی فُلْکٌ مفرد اور جمع میں لفظوں میں کوئی فرق نہیں ہے صرف فرق تقدیری ہے اور وہ جمع کا بروزن اُسُدٌ اور مفرد کا بروزن قُفْلٌ ہونا۔ قولہ فقوم :- یہ مصنف کے قول بحروف مفردہ پر متفرع ہے یعنی قومٌ اور رَھْطٌ وغیرہ اگر چہ احاد پر دلالت کرتے ہیں لیکن جمع نہیں اس لئے کہ ان کا مفرد نہیں ہے بلکہ یہ اسم جمع ہیں۔

ثُمَّ الْجَمْعُ عَلٰی قِسْمَیْنِ مُصَحَّحٌ وَھُوَ مَالَمْ یَتَغَیَّرْ بِنَاءُ وَاحِدِہٖ وَمُکَسَّرٌ وَھُوَ مَایَتَغَیَّرُ فِیْہِ بِنَاءُ وَاحِدِہٖ وَالْمُصَحَّحُ عَلٰی قِسْمَیْنِ مُذَکَّرٌ وَھُوَ مَااُلْحِقَ بِاٰخِرِہٖ وَاوٌ مَّضْمُوْمٌ مَاقَبْلَھَا وَنُوْنٌ مَّفْتُوْحَۃٌ کَمُسْلِمُوْنَ اَوْ یَاءٌ مَّکْسُوْرٌ مَّاقَبْلَھَا وَنُوْنٌ کَذٰلِکَ لِیَدُلَّ عَلٰی اَنَّ مَعَہٗ اَکْثَرَ مِنْہُ نَحْوُ مُسْلِمِیْنَ وَھٰذَا فِی الصَّحِیْحِ اَمَّا الْمَنْقُوْصُ فَتُحْذَفُ یَاؤُہٗ مِثْلُ قَاضُوْنَ وَدَاعُوْنَ وَالْمَقْصُوْرُ یُحْذَفُ اَلِفُہٗ وَیُبْقٰی مَاقَبْلَھَا مَفْتُوْحًا لِیَدُلَّ عَلَی الِفٍ مَّحْذُوْفَۃٍ مِثْلُ مُصْطَفَوْنَ وَ یُخْتَصُّ بِاُولِی الْعِلْمِ وَاَمَّا قَوْلُھُمْ سِنُوْنَ وَ اَرَضُوْنَ وَ ثُبُوْنَ وَ قِلُوْنَ فَشَاذٌّ

قولہ ثُمَّ الجمعُ - پھر جمع کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مُصحّح (سالم) یہ وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن تبدیل نہ ہو صرف آخر میں کچھ حروف بڑھا دیئے جائیں۔ (۲) جمع مُکسَّر یہ وہ ہے جس میں واحد کا وزن باقی نہ رہے جیسے رجال جو رجل کی جمع ہے اور جمع مُصحّح کی دو قسمیں ہیں اول جمع مذکر دوم جمع مؤنث۔ قسم اول:- جمع مذکر سالم وہ جمع ہے جس کے مفرد کے آخر میں حالت رفع میں واو ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ لاحق کیا جائے جیسے مُسلِمُوْن یا یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوحہ بڑھایا جائے جیسے مُسلِمِین تاکہ یہ اضافہ اس امر پر دلالت کرے کہ مفرد کے ساتھ اس کی جنس سے اور ہیں اور یہ الحاق بغیر کسی دوسری تبدیلی کے صرف مفرد صحیح میں ہوتا ہے۔ قولہ اَمَّا الْمَنْقُوْصُ:- یعنی اسم منقوص مفرد کی یاء، جمع سالم بناتے وقت حذف ہو جاتی ہے جیسے قاضُوْن جو اصل میں قاضِیُوْن تھا اور اسم مقصور کا الف بھی حذف ہو جاتا ہے اور اس کے ماقبل کا فتحہ باقی رہتا ہے تاکہ الف محذوفہ پر دلالت کرے جیسے مُصْطَفَوْن جو اصل میں مُصطَفَیُوْن تھا۔ یا، الف ہو کر التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف ہو گئی، اور یہ جمع (واو نون اور یا، نون کیساتھ) اُولی العلم یعنی ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے۔ فائدہ:- عالمین، عالَم کی جمع از باب تغلیب ہے یعنی غیر عقلاء پر عقلاء کو غلبہ دے کر یہ جمع یاء و نون کے ساتھ بنائی گئی ہے اور ارشاد باری تعالیٰ رَاَیْتُھُمْ لِیْ سَاجِدِیْن میں چونکہ ستاروں سے ذوی العقول والا فعل (سجدہ) صادر ہوا اس لئے ان کو ذوی العقول کا درجہ دیکر ان کی جمع یاء و نون کے ساتھ لائی گئی۔

قولہ وَاَمَّا قَوْلُھُمْ:- یہ ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے تقریر اعتراض یہ ہے کہ لفظ اَرْضٌ (زمین) سَنَۃٌ (سال) ثُبَۃٌ (گروہ) قُلَۃٌ (گلی ڈنڈا) یہ تمام الفاظ ذی عقل نہیں حالانکہ ان کی جمع واو نون اور یاء نون کے ساتھ آئی ہے لہٰذا اس جمع کے لئے ذی عقل کی شرط صحیح نہیں۔ جواب یہ ہے کہ اَرَضُوْن، سِنُوْن، ثُبُوْن اور قُلُوْن، جموع شاذہ اور خلاف قیاس ہیں۔

وَيَجِبُ اَنْ لَّايَكُوْنَ اَفْعَلَ مُؤَنَّثُهٗ فَعْلَآءُ كَاَحْمَرَ وَحَمْرَآءَ وَلَافَعْلَانَ مُؤَنَّثُهٗ فَعْلٰى كَسَكْرَانَ وَسَكْرٰى وَلَافَعِيْلًا بِمَعْنٰى مَفْعُوْلٍ كَجَرِيْحٍ بِمَعْنٰى مَجْرُوْحٍ وَلَا فَعُوْلًا بِمَعْنٰى فَاعِلٍ كَصَبُوْرٍ بِمَعْنٰى صَابِرٍ وَيَجِبُ حَذْفُ نُوْنِهٖ بِالْاِضَافَةِ نَحْوُ مُسْلِمُوْمِصْرَ وَمؤنَّثٌ وَهُوَ مَااُلْحِقَ بِاٰخِرِهٖ اَلِفٌ وَتَاءٌ نَحْوُ مُسْلِمَاتٍ وَشَرْطُهٗ اِنْ كَانَ صِفَةً وَلَهٗ مُذَكَّرٌ اَنْ يَّكُوْنَ مُذَكَّرُهٗ قَدْ جُمِعَ بِالْوَاوِ وَالنُّوْنِ نَحْوُ مُسْلِمُوْنَ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ مُذَكَّرٌ فَشَرْطُهٗ اَنْ لَّايَكُوْنَ مُؤَنَّثًا مُجَرَّدًا عَنِ التَّاءِ كَالْحَائِضِ وَالْحَامِلِ

قولہ ویجب:۔ یعنی جس مفرد کی یہ جمع بنائی ہوا گر وہ اسم محض ہوتو اُس میں تین شرطیں ہیں۔(۱) مذکر ہو۔(۲) علم ہو۔(۳) عاقل ہو۔ اور اگر اسم صفت ہوتو اُس میں چھ شرطیں ہیں۔(۱) وہ اسم صفت اُس اَفْعَلُ کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فعلاء کے وزن پر آتی ہے جیسے اَحْمَرُ، کہ اس کی مؤنث حَمْرَآءُ کے وزن پر آتی ہے۔ یہ شرط اس لئے ہے کہ افعل تفضیل جس کی جمع واؤاور نون کے ساتھ آتی ہے اُس سے التباس نہ ہو۔(۲) وہ اسم صفت اُس فَعْلَانٌ کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فعلٰی کے وزن پر آتی ہے جیسے سَکْرَانٌ، اس کی مؤنث سَکْرٰی آتی ہے، وجہ یہ ہے کہ فَعْلَانٌ، فَعْلَانَۃٌ کی جمع واؤ نون کے ساتھ آتی ہے اور فَعْلَانٌ، فَعْلٰی کی جمع بھی اگر واؤ نون کے ساتھ آئے تو ان میں فرق نہیں ہو سکے گا جیسے ندمانٌ کی جمع ندمانُون آتی ہے۔ (۳) وہ اسم صفت فَعِیْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ نہ ہو جیسے جَرِیْحٌ بمعنی مَجْرُوْحٌ۔ (۴) وہ اسم صفت فَعُوْلٌ بمعنی فاعل نہ ہو جیسے صَبُوْرٌ بمعنی صابِرٌ۔ وجہ یہ ہے کہ اِس فَعِیْلٌ اور فَعُوْلٌ میں تذکیر و تانیث مساوی ہے لہٰذا ان کی جمع نہ تو واؤ اور نون کے ساتھ آئے گی اور نہ الف اور تاء کیساتھ بلکہ ایسے لفظ کیساتھ آئی گی جس میں تذکیر و تانیث برابر ہو۔(۵) اسم میں تاء نہ ہو جیسے عَلَّامَۃٌ۔(۶) یہ شرط وجودی ہے کہ وہ اسم صفت مذکر عاقل ہو۔ قولہ و مُؤَنَّثٌ:۔ یعنی جمع سالم کی دوسری قسم جمع مؤنث سالم ہے یہ وہ جمع ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف اور تاء لاحق کیا گیا ہو جیسے مُسْلِمَاتٌ جو مُسْلِمَۃٌ کی جمع ہے۔ قولہ شرطہٗ:۔ یعنی جس اسم کی جمع الف اور تاء کے ساتھ لانا چاہتے ہوا گر وہ صیغہ صفت ہو اور اس کا مذکر بھی ہو تو اُس کی شرط یہ ہے کہ اُس کے مذکر کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ آئی ہو اس لئے کہ اگر مؤنث کی جمع سالم آئے اور مذکر کی نہ آئے تو فرع کی اصل پر زیادتی لازم آئے گی اور اگر اُس مؤنث کا مذکر نہ ہو تو اُس کی شرط یہ ہے کہ وہ مؤنث مجرد عن التّاء نہ ہو جیسے حائضٌ اور حامِلٌ۔ یہ دونوں اسم صفت مجرد عن التّاء ہیں اور ان کا مذکر نہیں ہے لہٰذا ان کی جمع الف اور تاء کے ساتھ (حآئضاتٌ اور حاملاتٌ) نہیں آئے گی بلکہ حوآئِضُ اور حوامِلُ آئے گی تا کہ حائضۃٌ اور حاملۃٌ (بالتاء) کی جمع کے ساتھ التباس نہ ہو کہ اُن کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے۔

وَاِنْ كَانَ اِسْمًا غَيْرَ صِفَةٍ جُمِعَ بِالْاَلِفِ وَالتَّاءِ بِلَا شَرْطٍ كَهِنْدَاتٍ وَ الْمُكَسَّرُ صِيغَتُهُ فِي الثُّلَاثِيِّ كَثِيرَةٌ تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ كَرِجَالٍ وَ اَفْرَاسٍ وَ فُلُوسٍ وَ فِي غَيْرِ الثُّلَاثِيِّ عَلٰى وَزْنِ فَعَالِلَ وَ فَعَالِيلَ قِيَاسًا كَمَا عَرَفْتَ فِي التَّصْرِيفِ ثُمَّ الْجَمْعُ اَيْضًا عَلٰى قِسْمَيْنِ جَمْعُ قِلَّةٍ وَ هُوَ مَا يُطْلَقُ عَلَى الْعَشَرَةِ فَمَادُونَهَا وَاَبْنِيَتُهُ اَفْعُلٌ وَاَفْعَالٌ وَاَفْعِلَةٌ وَفِعْلَةٌ وَجَمْعَا الصَّحِيحِ بِدُونِ اللَّامِ كَزَيْدُونَ وَمُسْلِمَاتٍ وَ جَمْعُ كَثْرَةٍ وَ هُوَ مَايُطْلَقُ عَلٰى مَافَوْقَ الْعَشَرَةِ وَ اَبْنِيَتُهُ مَاعَدَا هٰذِهِ الْاَبْنِيَةِ

فائدہ :- یہ تفریق لفظاً اس لئے ضروری ہے کہ ان دونوں میں معنیٰ تفریق ہے کیونکہ حائض کے معنی ہیں بالغ عورت اور حائضہ، وہ بے جو فی الحال حیض میں مبتلا ہے۔ قولہ وَاِنْ كَانَ :- اور اگر وہ مفرد اسمِ محض ہو تو اُس کی جمع بغیر کسی شرط کے الف اور تاء کے ساتھ آئے گی۔ جیسے ھِنْدٌ کی جمع ھِنْدَاتٌ ہے۔ قولہ وَالْمُكَسَّرُ :- یعنی جمع مکسر کے صیغے ثلاثی میں کثیر ہیں جو سماع سے معلوم ہوتے ہیں جیسے رِجَالٌ، وغیرہ اور غیر ثلاثی میں فَعَالِلُ اور فَعَالِيلُ کے وزن پر آتے ہیں۔ جیسے دَرَاهِمُ اور دَنَانِيرُ۔ قولہ ثُمَّ الْجَمْعُ :- جمع کی معنی کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں۔ (۱) جمعِ قلت، جس کا اطلاق تین سے لیکر دس افراد تک ہو اور اُس کے وزن یہ ہیں اَفْعُلٌ، جیسے اَكْلُبٌ (جمع كَلْبٌ)۔ اَفْعَالٌ، جیسے اَفْرَاسٌ (جمع فَرَسٌ)۔ اَفْعِلَةٌ، جیسے اَرْغِفَةٌ (جمع رَغِيفٌ) فِعْلَةٌ جیسے غِلْمَةٌ (جمع غُلَامٌ) اور دو جمع صحیح جبکہ وہ الف لام کے بغیر ہوں جیسے زَيْدُونَ اور مُسْلِمَاتٌ۔

جمعُ السَّلامةِ منكُورًا يُرادُ به	قطعه	من الثَّلاثة الى عشرٍ فلا تزد
و افعُلٌ ثُمَّ افعالٌ و افعلةٌ		و فِعْلَةٌ مِثْلُهُ فِي ذٰلِكَ الْعَدَدِ
كافلُسٍ وَّ كاثواب و ارغفة		و غِلْمَةٌ فاحفظها حفظ مُجتهدٍ

فائدہ :- مصنف کا قول جَمْعَا الصَّحِيحِ، مرکب اضافی ہے اس کا مضاف اصل میں جمعان (صیغہ تثنیہ) تھا۔ نون بوجہ اضافت گر گیا ہے اور یہ مصنف کے قول فِعْلَةٌ پر معطوف ہے یعنی جمع قلت کی ابنیہ سے دو جمع سالم ہیں جیسے مُسْلِمُونَ اور مُسْلِمَاتٌ۔ قولہ بِدُونِ اللَّامِ :- حال ہونے اُن اوزان ستہ کے لام کے بغیر۔ کیونکہ اوزانِ ستہ جب معرف بلام ہوں گے تو مفید استغراق ہوں گے۔ (۲) جمع کثرت دس سے اوپر غیر محدود افراد پر اطلاق کی جاتی ہے اور اُس کے اوزان جمع قلت کے اوزانِ ستہ کے علاوہ ہیں۔ فائدہ جمعِ قلت اور جمع کثرت کے درمیان فرق عند المصنف مبدا اور منتہی کے لحاظ سے ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ لیکن علامہ تفتازانی وغیرہ کے نزدیک ان میں فرق باعتبار منتہی کے ہے یعنی جمع قلت کا اطلاق تین سے دس تک ہوتا ہے اور جمع کثرت کا اطلاق تین سے شروع ہوتا ہے اور اُس کے زائد کی کوئی حد نہیں۔

فصل اَلْمَصْدَرُ اِسْمٌ يَدُلُّ عَلَى الْحَدَثِ فَقَطْ وَ يُشْتَقُّ مِنْهُ الْاَفْعَالُ كَالضَّرْبِ وَالنَّصْرِ مَثَلًا وَ اَبْنِيَتُهُ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ غَيْرُ مَضْبُوْطَةٍ تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ وَمِنْ غَيْرِهٖ قِيَاسِيَّةٌ كَالْاِفْعَالِ وَالْاِنْفِعَالِ وَالْاِسْتِفْعَالِ وَالْفَعْلَلَةِ وَالتَّفَعْلُلِ مَثَلًا فَالْمَصْدَرُ اِنْ لَّمْ يَكُنْ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا يَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهٖ اَعْنِيْ يَرْفَعُ الْفَاعِلَ اِنْ كَانَ لَازِمًا نَحْوُ اَعْجَبَنِيْ قِيَامُ زَيْدٍ وَ يَنْصَبُ مَفْعُوْلًا اَيْضًا اِنْ كَانَ مُتَعَدِّيًا نَحْوُ اَعْجَبَنِيْ ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًا وَلَا يَجُوْزُ تَقْدِيْمُ مَعْمُوْلِ الْمَصْدَرِ عَلَيْهِ فَلَا يُقَالُ اَعْجَبَنِيْ زَيْدٌ ضَرْبٌ عَمْرًا وَ لَا عَمْرًا ضَرْبٌ زَيْدٌ

﴿**المصدر**﴾ مصدر وہ اسم ہے جو صرف معنی حدث پر دلالت کرے اور اُس سے افعال مشتق کئے جاتے ہوں۔ جیسے اَلضَّرْبُ اور اَلنَّصْرُ وغیرہ۔ سوال:- اسمائے عاملہ کو افعال پر مقدم کیوں کیا گیا ہے حالانکہ اسماء کا عمل افعال سے مستعار ہے؟ جواب:- اس لئے کہ اسماء باعتبار مفہوم اقوی ہیں کیونکہ اسم کے معنی فہم میں کسی چیز کے محتاج نہیں اور اقوی محتاج الیہ کی تقدیم اولیٰ ہے۔ فائدہ:- حدث سے مراد وہ معنی ہیں جو قائم بالغیر ہوں جیسے طول اور قصر چونکہ نحاتِ بصرہ کے نزدیک مصدر اشتقاق میں سب کی اصل ہے اس لئے تمام متعلقاتِ فعل میں اُس کو مقدم کیا گیا ہے۔ قولہ اَبْنِیَتُہٗ:- یعنی مصدر کے اوزان کا ثلاثی مجرد سے کوئی قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ سماع کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں چنانچہ صاحبِ علم الصیغہ نے مصادرِ مشہورہ ۴۴ ذکر کئے ہیں۔ قولہ ومن غیرہ:- اور غیر ثلاثی مجرد سے قیاسی ہیں یعنی اُن کے وزن مقرر ہیں مثلاً ماضی اَفْعَلَ کا مصدر اِفعالٌ اور ماضی فعلل کا فعللةٌ وغیرہ۔ مصدر کا عمل اور شرط:- مصدر اپنے فعل کی مانند عمل کرتا ہے یعنی فعل لازم کا مصدر ہو تو صرف فاعل کو رفع کرتا ہے اور فعل متعدی کا ہو تو فاعل کو رفع اور مفعول بہٖ کو نصب کرتا ہے بشرطیکہ وہ مصدر مفعولِ مطلق نہ ہو۔ سوال:- مصدر مفعول مطلق ہونے کی صورت میں عمل کیوں نہیں کرتا؟ جواب:- اِس صورت میں چونکہ فعل موجود ہوتا ہے جو عمل میں اصل ہے اس لئے اصل کی موجودگی میں فرع کو عامل قرار دینا مناسب نہیں۔ قولہ ولا یجوز:- اور مصدر پر اُس کے معمول کو مقدم کرنا جائز نہیں یا تو اس لئے کہ مصدر عاملِ ضعیف ہے اور یا اِس لئے کہ مصدر اَنْ مع الفعل کی تقدیر میں ہوتا ہے اور اَنْ، موصول حرفی ہے جس پر اُس کا صلہ یا معمولِ صلہ مقدم نہیں ہوسکتا۔ سوال:- صلہ موصول پر مقدم کیوں نہیں ہوتا؟ جواب:- اس لئے کہ موصول اور صلہ شے واحد کے حکم میں ہوتے ہیں یعنی دونوں مل کر کلام کا ایک جز بنتے ہیں اور شئی واحد کا بعض اُس کے بعض پر مقدم نہیں ہوتا۔

وَيَجُوزُ اِضَافَتُهٗ اِلَى الْفَاعِلِ نَحْوُ كَرِهْتُ ضَرْبَ زَيْدٍ عَمْرًا وَ اِلَى الْمَفْعُوْلِ بِهٖ نَحْوُ كَرِهْتُ ضَرْبَ عَمْرٍو زَيْدٌ وَ اَمَّا اِنْ كَانَ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا فَالْعَمَلُ لِلْفِعْلِ الَّذِيْ قَبْلَهٗ نَحْوُ ضَرَبْتُ ضَرْبًا عَمْرًا فَعَمْرٌو مَنْصُوْبٌ بِضَرَبْتُ **فصل** اِسْمُ الْفَاعِلِ اِسْمٌ مُّشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الْحُدُوْثِ وَصِيْغَتُهٗ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ عَلٰى وَزْنِ فَاعِلٍ كَضَارِبٍ وَنَاصِرٍ وَ مِنْ غَيْرِهٖ عَلٰى صِيْغَةِ الْمُضَارِعِ مِنْ ذٰلِكَ الْفِعْلِ بِمِيْمٍ مَّضْمُوْمٍ مَكَانَ حَرْفِ الْمُضَارَعَةِ وَكَسْرِ مَاقَبْلَ الْاٰخِرِ كَمُدْخِلٍ وَ مُسْتَخْرِجٍ

قولہ ويجوز:- اور مصدر کی اضافت فاعل طرف جائز ہے اس وقت فاعل لفظاً مجرور ہوگا۔ جیسے كرهت ضرب زيد عمرا (میں نے زید کے عمرو کو مارنے کو ناپسند کیا) اور مفعول کی طرف اضافت بھی جائز ہے اس وقت مفعول لفظاً مجرور ہوگا جیسے كرهت ضرب عمرو زيد۔ لیکن مصدر کا مضاف نہ ہونا اور منوّن ہو کر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ سوال:- کیا مصدر کے عمل کے لئے اعتماد شرط ہے؟ جواب:- نہیں۔ سوال:- مصدر کب عمل کرتا ہے؟ جواب:- (۱) جب مفعول مطلق تاکیدی یا عددی نہ ہو۔ (۲) جب اس کے آخر میں تاء تانیث نہ ہو۔ (۳) جب تثنیہ، جمع نہ ہو۔ (۴) جب محذوف نہ ہو۔ (۵) جب معمول سے مؤخر نہ ہو۔ قولہ ٭**اسم الفاعل**٭:- اسم فاعل وہ اسم ہے، جو فعل سے مشتق ہو تاکہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل بطریق حدوث قائم ہے۔ فائدہ:- اسم فاعل اور دیگر صفات کے مشتق منہ میں دو قول ہیں۔ (۱) تمام صفات فعل سے مشتق ہیں۔ اس قول کے پیش نظر مصنف کے قول من فعل سے مراد فعل اصطلاحی ہوگا۔ (۲) تمام صفات مصدر سے مشتق ہیں۔ اس قول کی بنا پر من فعل سے فعل لغوی مراد ہوگا۔ سوال:- اسم فاعل کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ تعریف میں لفظ مَن، مذکور ہے جو ذی عقل کیلئے آتا ہے، لہٰذا اس تعریف سے وہ اسم فاعل خارج ہو گیا جس کا مدلول غیر ذی عقل ہوتا ہے جیسے مفترس اور ناهق۔ جواب:- اسم فاعل کی تعریف میں کلمہ مَن سے تغلیباً ذی عقل اور غیر ذی عقل دونوں مراد ہیں لہٰذا التعریف جامع ہے۔ قولہ و صيغته:- اور اسم فاعل کا صیغہ ثلاثی مجرد سے اکثر فاعل کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے علامت مضارع کی جگہ میم مضموم لگانے اور ماقبل آخر کو کسرہ دینے سے بنتا ہے۔ جیسے مُدخِل، مُستخرِج۔

وَهُوَ يَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الْمَعْرُوْفِ اِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْحَالِ اَوِالْاِ سْتِقْبَالِ وَمُعْتَمِدًا عَلَى الْمُبْتَدَأ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ اَوْ ذِي الْحَالِ نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدٌ ضَارِبًا اَبُوْهُ عَمْرًا اَوْ مَوْصُوْلٍ نَحْوُ مَرَرْتُ بِالضَّارِبِ اَبُوْهُ عَمْرًا اَوْ مَوْصُوْفٍ نَحْوُ عِنْدِيْ رَجُلٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًا اَوْ هَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَقَائِمٌ زَيْدٌ اَوْحَرْفِ النَّفِيْ نَحْوُ مَاقَائِمٌ زَيْدٌ فَاِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْمَاضِيْ وَجَبَتِ الْاِضَافَةُ مَعْنًى نَحْوُ زَيْدٌ ضَارِبُ عَمْرٍو اَمْسِ هٰذَا اِذَا كَانَ مُنَكَّرًا اَمَّا اِذَا كَانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ يَسْتَوِيْ فِيْهِ جَمِيْعُ الْاَزْمِنَةِ نَحْوُ زَيْدُ نِ الضَّارِبُ اَبُوْهُ عَمَرَ انِ الْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْاَمْسِ

قولہ وهُوَيَعْمَلُ:- اور اسمِ فاعل اپنے فعلِ معروف والا عمل کرتا ہے یعنی لازم ہوتو فاعل کو رفع دیتا ہے اور اگر متعدی ہوتو مفعول بہ کو نصب بھی دیتا ہے لیکن اس کے عمل کے لئے دو شرطیں ہیں۔ (۱) حال یا استقبال کے معنٰی میں آئے تا کہ زمانہ میں موافقت کی وجہ سے مضارع کیساتھ اُس کی موافقت برقرار رہے۔ (۲) مبتدا، ذوالحال، موصول، موصوف، ہمزۂ استفہام اور حرفِ نفی میں سے کسی ایک پر اعتماد کرتا ہو۔ سوال:- آیت کریمہ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ میں باسطٌ بمعنی ماضی ہے حالانکہ مفعول بہ کو نصب دے رہا ہے؟ جواب:- بَاسِطٌ (اسمِ فاعل) بطورِ حکایت بمعنی حال ہے۔ فائدہ :- علامہ عبدالرسول نے اس تاویل کو تکلف قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

لیک در معنی ماضی ہم کند گاہے عمل ہست تاویلش تکلف فہم کن نکتہ را

سوال :- اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ میں اسمِ فاعل عمل کر رہا ہے حالانکہ اُس کا اعتماد اشیاءِ ستہ میں سے کسی پر نہیں ہے؟

جواب:- اشیاءِ ستہ میں سے ایک مبتدا ہے جس سے مراد مسند الیہ ہے اور وہ مثالِ مذکور میں موجود ہے یعنی زَيْدًا، کیونکہ حرفِ مُشبّہ بفعل کا اسم مسند الیہ ہوتا ہے۔ قولہ فَاِنْ كَانَ :- پس اگر اسمِ فاعل بمعنی ماضی ہوتو اُس کی اضافت مابعد کی طرف باضافت معنویہ واجب ہے۔ جیسے زَيْدٌ ضَارِبُ عَمْرٍو اَمْسِ، زید نے عمرو کو گذشتہ کل مارا۔ فائدہ:- اسمِ فاعل بمعنی ماضی کی اضافت اُس وقت واجب ہے جب اُس کا مابعد از روئے معنٰی مفعول بہ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو، ورنہ اضافت واجب نہیں لہٰذا هٰذا ضاربُ امْسِ، میں ضارِبُ پر تنوین بھی جائز ہے کہ لفظ اَمْسِ باعتبارِ معنٰی مفعول بہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ قولہ وَهٰذَا:- اور اسمِ فاعل کے عمل کے لئے مذکورہ شرط اُس وقت ہے جب نکرہ ہو اور اگر معرفہ بلامِ موصولہ ہو تو بغیر شرط کے مفعول بہ کو نصب دے گا اس لئے کہ اسمِ فاعل مقرون بلامِ موصولہ فعل کے مقام اور اُس کی قوت میں ہوتا ہے لہٰذا بلاشرط عمل کرتا ہے۔ جیسے اَلضَّارِبُ اَبُوْهُ عَمْرًوا اَلْاٰنَ اَوْغَدًا اَوْاَمْسِ هُوَزَيْدٌ۔

فصل اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ مُتَعَدٍّ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ الْفِعْلُ وَ صِيْغَتُهُ مِنْ مُجَرَّدِ الثُّلَاثِيِّ عَلٰى وَزْنِ مَفْعُوْلٍ لَفْظًا كَمَضْرُوْبٍ اَوْ تَقْدِيْرًا كَمَقُوْلٍ وَمَرْمِيٍّ وَمِنْ غَيْرِهٖ كَاِسْمِ الْفَاعِلِ بِفَتْحِ مَاقَبْلَ الْاٰخِرِ كَمُدْخَلٍ وَمُسْتَخْرَجٍ وَ يَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الْمَجْهُوْلِ بِالشَّرَائِطِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي اسْمِ الْفَاعِلِ نَحْوُ زَيْدٌ مَضْرُوْبٌ غُلَامُهُ الْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْاَمْسِ **فصل** اَلصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لَازِمٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الثُّبُوْتِ وَصِيْغَتُهَا عَلٰى خِلَافِ صِيْغَةِ اِسْمِ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ اَنَّمَا تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ كَحَسَنٍ وَصَعْبٍ وَظَرِيْفٍ وَهِيَ تَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهَا مُطْلَقًا بِشَرْطِ الْاِعْتِمَادِ الْمَذْكُوْرِ

قولہ ❀ **اسم المفعول** ❀:- اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعلِ متعدی سے مشتق ہوتا کہ اُس ذات پر دلالت کرے جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ہے۔ اور اُس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے اکثر مَفْعُوْلٌ کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے اسمِ فاعل کے وزن پر صرف اتنے فرق کے ساتھ کہ ماقبل آخر اُس میں مفتوح ہوتا ہے اور یہ فعلِ مجہول والا عمل کرتا ہے اُنہیں شرائط کے ساتھ جو اسم فاعل میں گذری ہیں۔ قولہ ❀ **الصفة المشبهة** ❀:- صفت مُشبّہ وہ اسم ہے جو فعلِ لازم سے مشتق ہو، تا کہ اُس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل (معنی مصدری) بطورِ ثبوت قائم ہو اور ثبوت سے مراد دوام واستمرار نہیں جس کے معنی ہیں تمام ازمنہ میں پایا جانا بلکہ مراد مقابلِ حدوث ہے یعنی کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقید نہ ہو۔ فائدہ:- صفتِ مُشبّہ کو اسمِ فاعل کے ساتھ دو امور میں مشابہت ہے۔ اوّل گردان میں کہ دونوں کی تصریف ہوتی ہے اور دوم ذاتِ مبہم پر دلالت کرنے میں۔ قولہ وَ صِيْغَتُهَا:- چونکہ صفتِ مُشبّہ بعض اُمور میں اسمِ فاعل کے ساتھ مخالفت رکھتی ہے اس لئے مصنف اُن کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صفتِ مُشبّہ کا صیغہ اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول کے صیغہ کے مخالف ہوتا ہے۔ فائدہ:- قولہ **اَنَّمَا تُعْرَفُ** ہمزہ کے فتح کے ساتھ صِيْغَتُهَا کی خبر ثانی ہے اور پہلی خبر کی دلیل کو متضمن ہے یعنی یہ مخالفت اس طرح ہے کہ صفتِ مُشبّہ کے صیغے سماعی ہیں اور اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول کے صیغے قیاسی ہیں۔ قولہ **وَهِيَ تَعْمَلُ**:- اور صفتِ مُشبّہ مطلقاً اپنے فعل لازم والا عمل کرتی ہے یعنی زمانہ حال یا استقبال کی شرط کے بغیر عمل کرتی ہے، لیکن اعتمادِ مذکور اُس کے عمل کیلئے بھی شرط ہے۔ فائدہ:- صفتِ مُشبّہ کے عمل کرنے کیلئے اشیاء ستہ میں موصول کے علاوہ کسی ایک پر اعتماد ضروری ہے اور موصول پر اعتماد اُس کا معتبر نہیں کہ اُس پر داخل لام بالاتفاق لام موصول نہیں ہوتا اس لئے کہ لامِ موصول کا صلہ صرف اسمِ فاعل ہوتا ہے یا اسمِ مفعول۔

وَ مَسَائِلُهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ لِاَنَّ الصِّفَةَ اِمَّا بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدَةٌ عَنْهَا وَمَعْمُوْلُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اِمَّا مُضَافٌ اَوْ بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدٌ عَنْهُمَا فَهٰذِهِ سِتَّةٌ وَمَعْمُوْلُ كُلٍّ مِنْهَا اِمَّا مَرْفُوْعٌ اَوْ مَنْصُوْبٌ اَوْ مَجْرُوْرٌ فَذٰلِكَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ وَ تَفْصِيْلُهَا نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدُنِ الْحَسَنُ وَجْهُهٗ ثَلٰثَةٌ اَوْ جُهٍ وَكَذٰلِكَ الْحَسَنُ الْوَجْهُ وَالْحَسَنُ وَجْهٌ وَ حَسَنٌ وَجْهُهٗ وَحَسَنُ الْوَجْهُ وَحَسَنٌ وَجْهٌ وَهِيَ عَلٰى خَمْسَةِ اَقْسَامٍ مِنْهَا مُمْتَنِعٌ اَلْحَسَنُ وَجْهٍ وَالْحَسَنُ وَجْهِهٖ وَمُخْتَلَفٌ فِيْهِ حَسَنُ وَجْهِهٖ وَالْبَوَاقِيْ اَحْسَنُ اِنْ كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرٌ وَاحِدٌ وَحَسَنٌ اِنْ كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرَانِ وَقَبِيْحٌ اِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ ضَمِيْرٌ

قولہ ومسائلھا: ۔ اور صفت مشبہ کے مسائل کی اٹھارہ اقسام ہیں جو ممتنع، مختلف فیہ، قبیح، حسن اور احسن ہیں یعنی اس کے مسائل ان پانچ صورتوں کیطرف منقسم ہوتے ہیں۔ شاعر نے ان اٹھارہ اقسام کو اجمالاً ایک شعر میں جمع کر دیا ہے۔

حسن دو باشد واحسن نہ وقبیح چہار ۔۔۔ دو ممتنع بود و مختلف یکے بشمار

تفصیل (۱) جب صیغہ صفت معرفہ بلام ہو اور اس کا مضاف الیہ لام اور اضافت سے مجرد ہو جیسے اَلْحَسَنُ وجہ، یہ صورت ممتنع ہے۔ وجہ امتناع یہ ہے کہ یہ معرفہ کی اضافت ہے نکرہ کی طرف جو ممتنع ہے۔ (۲) جب صیغہ صفت معرفہ بلام ہو اور اس کا معمول ضمیر کیطرف مضاف ہو۔ جیسے الحسنُ وجھِہٖ یہ بھی ممتنع ہے۔ وجہ امتناع عدمِ افادۂ تخفیف ہے۔

قولہ مختلف فیہ :۔ جس صورت میں اختلاف ہے یعنی بعض کے نزدیک جائز ہے اور بعض کے نزدیک ناجائز۔ وہ یہ ہے کہ صیغہ صفت مجرد عن اللام ہو اور اس کا معمول مجرور ہو اور موصوف کی طرف راجع ضمیر کی طرف مضاف ہو جیسے حَسَنُ وجھہ ۔ وجہ عدمِ جواز یہ ہے کہ یہ اضافت مستلزم ہے اِضافةُ الشَّیْئِ اِلٰی نَفْسِہٖ کو جو ممتنع ہے کیونکہ وَجْھِہٖ اور حَسَن دونوں کا مصداق ایک ہے اور وجہ جواز یہ ہے کہ حَسَنُ عام اور وَجھِہٖ خاص ہے اور اضافت عام کی خاص کی طرف جائز ہے۔ قولہ والبواقی :۔ یعنی مذکورہ صورتوں کے علاوہ باقی پندرہ کی تین اقسام ہیں۔ (۱) اَحْسَنُ۔ (۲) حَسَنُ۔ (۳) قبیح۔ احسن، وہ صورتیں ہیں جن میں صرف ایک ضمیر ہے کیونکہ موصوف کیساتھ ربط بذریعہ ایک ضمیر کافی ہے لِاَنَّ خَیْرَ الْکَلَامِ مَاقَلَّ وَدَلَّ۔ حسن، وہ صورتیں ہیں جن میں دو ضمیریں ہیں کیونکہ ایک ضمیر زائد علی الحاجت ہے اس لئے حسن ہیں۔ قبیح، وہ صورتیں ہیں جن میں کوئی ضمیر نہیں کہ موصوف کے ساتھ ربط نہ ہونا قبیح ہے۔

وَالضَّابِطَةُ اَنَّکَ مَتٰی رَفَعْتَ بِهَا مَعْمُوْلَهَا فَلَا ضَمِیْرَ فِی الصِّفَةِ وَمَتٰی نَصَبْتَ اَوْ جَرَرْتَ فَفِیْهَا ضَمِیْرُ الْمَوْصُوْفِ نَحْوُ زَیْدٌ حَسَنُ وَجْهِه **فصل** اِسْمُ التَّفْضِیْلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِیَدُلَّ عَلَی الْمَوْصُوْفِ بِزِیَادَةٍ عَلٰی غَیْرِه وَصِیْغَتُهٗ اَفْعَلُ فَلَا یُبْنٰی اِلَّا مِنَ الثُّلَاثِیِّ الْمُجَرَّدِ الَّذِیْ لَیْسَ بِلَوْنٍ وَلَا عَیْبٍ نَحْوُ زَیْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ فَاِنْ کَانَ زَائِدًا عَلَی الثُّلَاثِیِّ اَوْ کَانَ لَوْنًا اَوْ عَیْبًا یَجِبُ اَنْ یُّبْنٰی اَفْعَلُ مِنْ ثُلَاثِیٍّ مُجَرَّدٍ لِیَدُلَّ عَلٰی مُبَالَغَةٍ وَشِدَّةٍ وَکَثْرَةٍ ثُمَّ یُذْکَرُ بَعْدَهٗ مَصْدَرُ ذٰلِکَ الْفِعْلِ مَنْصُوْبًا عَلَی التَّمْیِیْزِ کَمَا تَقُوْلُ هُوَ اَشَدُّ اِسْتِخْرَاجًا وَاَقْوٰی حُمْرَةً وَاَقْبَحُ عَرَجًا

قولہ وَالضَّابِطَةُ:- مصنف علیہ الرحمۃ صیغہ صفت میں ضمیر ہونے یا نہ ہونے کا ایک ضابطہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم صیغہء صفت کے ساتھ اُس کے معمول کو رفع دو تو اُس وقت صیغہ صفت میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی کیونکہ ایک عامل کے دو فاعل نہیں ہوتے اور اگر صیغہ صفت کے ساتھ نصب یا جر دو تو صیغہء صفت میں ضمیر فاعل ہوگی جو موصوف کو لوٹے گی۔

٭ **اسم التفضیل** ٭ قولہ:- اسم تفضیل، وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ اُس ذات پر دلالت کرے جو معنی مصدری کے ساتھ زیادہ متصف ہو بہ نسبت اپنے غیر کے اور اُس کا صیغہ مذکر کیلئے بروزن اَفْعَلُ آتا ہے اور مؤنث کیلئے بروزن فُعْلٰی۔ جیسے اَضْرَبُ اور ضُرْبٰی اور خَیْرٌ وَشَرٌّ جو اصل میں اَخْیَرُ اور اَشْیَرُ تھے یہ دونوں فی الحال اگرچہ اَفْعَلُ (اسم تفضیل) کے وزن پر نہیں ہیں لیکن باعتبار اصل کے اَفْعَلُ کے وزن پر ہیں۔ فائدہ:- کلام عرب میں لفظ خَیْرٌ، کا استعمال تین طرح آیا ہے۔ (۱) بحیثیت اسم تفضیل جو اصل میں اَخْیَرُ تھا۔ (۲) مصدر از باب خَارَ یَخِیْرُ۔ (۳) صیغہ صفت مُشبّہ (خَیِّرٌ) کا مخفف۔ قولہ فَلَا یُبْنٰی:- اور اسم تفضیل اس وزن پر صرف ثلاثی مجرد سے آتا ہے کیونکہ غیر ثلاثی مجرد سے یہ وزن بنانے کیلئے کچھ حرف کم کرنے پڑینگے جس سے لفظ اور معنٰی میں خلل واقع ہوگا اور ثلاثی مجرد لون وعیب سے بھی اسم تفضیل اس وزن پر نہیں آتا اس لئے کہ اس وزن پر ثلاثی مجرد لون وعیب سے صفت مُشبّہ آتی ہے۔ سوال:- جَهْلٌ، عیب ہے اور ثلاثی مجرد ہے پھر اس سے اسم تفضیل اَجْهَلُ کیوں آیا ہے؟ جواب:- جس عیب سے اسم تفضیل، اَفْعَلُ کے وزن پر نہیں آتا وہ عیب ظاہری ہے اور جَہل، عیب باطنی ہے۔ قولہ فَاِنْ کَانَ:- یعنی اگر ابواب غیر ثلاثی مجرد یا ثلاثی مجرد بمعنٰی لون یا عیب سے اسم تفضیل کے معنٰی ادا کرنے ہوں تو ضروری ہے کہ پہلے لفظ شدت یا کثرت سے صیغہ اَفْعَلُ بنائیں تاکہ شدت وکثرت پر دلالت کرے پھر اُس فعل کا مصدر منصوب ذکر کریں جس سے اسم تفضیل بروزن اَفْعَلُ ممتنع ہے اور اُس مصدر کو بنا بر تمیز منصوب کر دیں جیسے هُوَ اَشَدُّ اِسْتِخْرَاجًا، یہ ثلاثی مزید فیہ سے اسم تفضیل بنانے کی مثال ہے اور اَقْوٰی حُمْرَةً، ثلاثی مجرد لون کی اور اَقْبَحُ عَرَجًا، ثلاثی مجرد عیب کی۔

وَقِيَاسُهُ اَنْ يَّكُوْنَ لِلْفَاعِلِ كَمَامَرَّ وَ قَدْ جَآءَ لِلْمَفْعُوْلِ قَلِيْلًا نَحْوُ اَعْذَرُ وَاَشْغَلُ وَاَشْهَرُ وَ اِسْتِعْمَالُهُ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَوْجُهٍ اِمَّا مُضَافٌ كَزَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ اَوْ مُعَرَّفٌ بِاللَّامِ نَحْوُ زَيْدُنِ الْاَفْضَلُ اَوْ بِمِنْ نَحْوُ زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَ يَجُوْزُ فِى الْاَوَّلِ الْاِفْرَادُ وَ مُطَابَقَةُ اِسْمِ التَّفْضِيْلِ لِلْمَوْصُوْفِ نَحْوُ زَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَالزَّيْدَانِ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَ اَفْضَلَا الْقَوْمِ وَالزَّيْدُوْنَ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَ اَفْضَلُوا الْقَوْمِ وَ فِى الثَّانِىْ يَجِبُ الْمُطَابَقَةُ نَحْوُ زَيْدُنِ الْاَفْضَلُ وَالزَّيْدَانِ الْاَفْضَلَانِ وَالزَّيْدُوْنَ الْاَفْضَلُوْنَ وَ فِى الثَّالِثِ يَجِبُ كَوْنُهُ مُفْرَدًا مُذَكَّرًا اَبَدًا نَحْوُ زَيْدٌ وَهِنْدٌ وَالزَّيْدَانِ وَالْهِنْدَانِ وَالزَّيْدُوْنَ وَالْهِنْدَاتُ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَعَلَى الْاَوْجُهِ الثَّلٰثَةِ يُضْمَرُ فِيْهِ الْفَاعِلُ وَ هُوَ يَعْمَلُ فِىْ ذٰلِكَ الْمُضْمَرِ

قولہ وَقِيَاسُهُ:- اور اسمِ تفضیل کا قیاسی استعمال یہ ہے کہ وہ تفضیلِ فاعل کیلئے ہو اس لئے کہ زیادتِ فعل میں فاعل ہی کا اثر ہوتا ہے اور کبھی تفضیلِ مفعول کیلئے بھی آتا ہے جیسے اَشْهَرُ بمعنی مشہورتر۔ قولہ وَاسْتِعْمَالُهُ:- یعنی کلامِ عرب میں اسمِ تفضیل کا استعمال تین طرح آیا ہے۔ (۱) مضاف ہوکر جیسے زَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ، اس قسم میں اسمِ تفضیل کو صیغہ مفرد لانا جائز ہے خواہ اُس کا موصوف تثنیہ ہو یا جمع اور موصوف کے مطابق لانا بھی جائز ہے جیسا کہ متن کی مثالوں سے واضح ہے۔

(۲) معرفہ بلام عہد جیسے زَيْدُنِ الْاَفْضَلُ، اس قسم میں اسمِ تفضیل کی موصوف کے ساتھ مطابقت ضروری ہے۔ (۳) مِنْ کے ساتھ جیسے زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو، اس قسم میں اسمِ تفضیل کا ہمیشہ مفرد مذکر ہونا واجب ہے خواہ اُسکا موصوف تثنیہ ہو یا جمع مؤنث۔ فائدہ:- اسمِ تفضیل کے استعمال کے طرقِ ثلثہ میں سے اُس کا مِنْ کے ساتھ استعمال اصل ہے اور چونکہ اِس صورت میں اتصالِ مِنْ کی وجہ سے اسمِ تفضیل کا آخر وسط ہوجاتا ہے اِس لئے صیغہ مفرد ہی رہے گا کہ وسطِ کلمہ صیغہ تثنیہ یا جمع کی علامت لاحق کرنے کی جگہ نہیں ہے اور اسمِ تفضیل مضاف کو مفرد لانا جائز ہے کہ اُس کو مُفَضَّل علیہ کے مذکور ہونے میں اسمِ تفضیل مستعمل بمن کے ساتھ مشابہت ہے اور یہ اسمِ تفضیل مستعمل بمن کے مخالف بھی ہے کہ مضاف ہے لہٰذا موصوف کے ساتھ مطابقت بھی جائز ہے اور اسمِ تفضیل مستعمل بلام میں موصوف کے ساتھ مطابقت ضروری ہے اس لئے کہ اِس قسم میں مستعمل بمن کے ساتھ مشابہت موجود نہیں ہے۔ قولہ وَعَلَى الْاَوْجُهِ:- اور اسمِ تفضیل کے استعمال کے تینوں طریقوں پر اسمِ تفضیل میں ضمیرِ فاعل مستتر ہوتی ہے جس میں وہ عمل کرتا ہے اور اسمِ مظہر میں عمل نہیں کرتا بجز مَا رَاَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِىْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِىْ عَيْنِ زَيْدٍ کے، کہ اس میں اسمِ تفضیل (اَحْسَنَ) اسمِ ظاہر (اَلْكُحْلُ) میں عمل کررہا ہے۔

وَ لَا یَعْمَلُ فِی الْمُظْهَرِ اَصْلًا اِلَّا فِیْ مِثْلِ قَوْلِهِمْ مَا رَأَیْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِیْ عَیْنِهِ الْکُحْلُ مِنْهُ فِیْ عَیْنِ زَیْدٍ فَاِنَّ الْکُحْلَ فَاعِلٌ لِاَحْسَنَ وَ هٰهُنَا بَحْثُ الْقِسْمُ الثَّانِیْ فِی الْفِعْلِ وَ قَدْ سَبَقَ تَعْرِیْفُهٗ وَ اَقْسَامُهٗ ثَلٰثَةٌ

قولہ اصلاً:- لفظ اصلاً، مضارع منفی کے بعد بمعنی ابداً آتا ہے جیسے لایعمل فی المظہر اصلا میں اور ماضی منفی کے بعد بمعنی قطُّ آتا ہے جیسے ماضربتہ اصلاای قطُّ اور بہر تقدیر مفعول فیہ بنتا ہے۔ سوال:- زیدٌ اکثرُ منک مالا میں اسم تفضیل (اکثرُ) نے مالاً کو نصب دیا ہے لہذا یہ قول باطل ٹھہرا کہ اسم تفضیل مظہر میں عمل نہیں کرتا؟ جواب:- یہاں پر عمل سے صرف عملِ رفع مراد ہے یعنی اسم تفضیل اسم مظہر کو رفع نہیں کرتا۔ سوال:- مذکورہ مثال مارأیتُ الخ میں اسم تفضیل نے اسمِ ظاہر کو رفع کیوں دیا ہے؟ جواب:- اس لئے کہ اس مثال میں اسم تفضیل کے اسم مظہر کو رفع دینے کی تینوں شرطیں پائی جاتی ہیں جو درج ذیل ہیں۔ شرط اول، یہ شرط دو باتوں کا مجموعہ ہے۔ (۱) اسم تفضیل باعتبار لفظ کے ایک چیز کا وصف ہو (خواہ صفت ہو یا حال یا خبر) اور معنی کے اعتبار سے دوسری چیز کا وصف ہو جیسے گذشتہ مثال میں لفظ اَحسنَ، اسم تفضیل ہے جو لفظ کے اعتبار سے رَجلاً کا وصف (صفت) ہے اور معنی کے اعتبار سے الکُحلُ، کا وصف ہے کیونکہ الکُحلُ، فاعل ہے جس کی طرف اسم تفضیل مسند ہے۔ (۲) وہ دوسری چیز پہلی چیز کا متعلق (بکسر لام) ہو جیسے رجلاً، الکُحلُ کا متعلق ہے، اسی وجہ سے رَجلاً کو موصوف اور اَحسنَ کو صفت بحالِ مُتعلّقِه کہا جاتا ہے۔ شرط دوم، دوسری شرط یہ ہے کہ وہ دوسری چیز پہلی چیز میں بھی پائی جاتی ہو اور اس کے غیر میں بھی اور پہلی چیز میں پائے جانے کے لحاظ سے مُفضّل ہو اور اس کے غیر میں پائے جانے کے لحاظ سے مُفضّل علیہ ہو جیسا کہ مثال مذکور میں کُحل (سرمہ) رَجل کی آنکھ میں پایا جاتا ہے جو مفضل ہے اور زید کی آنکھ میں بھی پایا جاتا ہے اور یہ سرمہ مُفضّل علیہ ہے۔ شرط ثالث، تیسری شرط یہ ہے کہ اسم تفضیل منفی ہو اور مثال مذکور میں تفضیل کی نفی ہی مقصود ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ "میں نے نہیں دیکھا کوئی ایسا مرد جسکی آنکھ میں سرمہ زیادہ خوبصورت ہو زید کی آنکھ کے سرمہ سے" یعنی زید کی آنکھ کا سرمہ ہر ایک کی آنکھ کے سرمہ سے زیادہ خوبصورت ہے۔ سوال:- اسم ظاہر کو رفع کرنے کیلئے اسم تفضیل کا منفی ہونا کیوں شرط ہے؟ جواب:- اس لئے کہ منفی ہونے کی صورت میں اسم تفضیل سے زیادت کے معنی زائل ہو جاتے ہیں اور وہ بمعنی فعل ہو جاتا ہے جیسا کہ مثالِ مذکور میں اَحسنَ بمعنی حسَن ہو گیا ہے پس وہ فعل کی مثل عمل کرنے لگتا ہے۔ ❁**القسم الثانی فی الفعل**❁ معنی اور زمانہ کے اعتبار سے فعل کی تین قسمیں ہیں ماضی، مضارع اور امر۔ اس لئے کہ فعل کا آخر عامل لفظی کے بغیر مفتوح ہوگا یا مرفوع یا موقوف پہلا فعل ماضی ہے دوسرا مضارع اور تیسرا امر۔

مَاضٍ وَمُضَارِعٌ وَاَمْرٌ اَلْاَوَّلُ الْمَاضِیُ وَھُوَ فِعْلٌ دَلَّ عَلٰی زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِکَ وَھُوَ مَبْنِیٌّ عَلَی الْفَتْحِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ مَعَهٗ ضَمِیْرٌ مَرْفُوْعٌ مُتَحَرِّکٌ وَلَا وَاوٌ کَضَرَبَ وَمَعَ الضَّمِیْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَحَرِّکِ عَلَی السُّکُوْنِ کَضَرَبْتُ وَعَلَی الضَّمِّ مَعَ الْوَاوِ کَضَرَبُوْا

قولہ اَلْاَوَّلُ الْمَاضِیُ :- ماضی کو باعتبار اصل ہونے کے مقدم کیا کیونکہ مضارع ماضی سے بلا واسطہ اور امر بالواسطہ بنتا ہے نیز ماضی میں پایا جانے والا زمانہ مضارع و امر میں پائے جانے والے زمانے سے پہلے ہے اس لئے ماضی کو مقدم کیا۔ فعلِ ماضی وہ فعل ہے جو اُس زمانہ پر دلالت کرے جو تیرے زمانہ سے پہلے ہے۔ سوال:- فعلِ ماضی کی تعریف جامع نہیں ہے اس لئے کہ یہ اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ پر صادق نہیں ہے کیونکہ فعلِ ماضی ہونے کے باوجود اس میں زمانہ استقبال ہے اور یہ تعریف مانع بھی نہیں ہے اس لئے کہ لَمْ تَضْرِبْ پر صادق ہے کیونکہ اوّل مثال میں ضَرَبْتَ سے زمانہ ماضی مفہوم نہیں ہوتا ہے اور ثانی مثال میں لَمْ تَضْرِبْ ماضی نہیں ہے مگر اسکی دلالت گذشتہ زمانہ پر ہے؟ جواب:- فعلِ ماضی کی تعریف میں دلالت سے وہ دلالت مراد ہے جو اصلِ وضع کے اعتبار سے ہو۔ لہٰذا فعلِ ماضی کی تعریف جامع بھی ہے اور مانع بھی کیونکہ اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ کی زمانہ استقبال پر دلالت، وضعی نہیں بلکہ حرفِ شرط کی وجہ سے عارضی ہے اور لَمْ تَضْرِبْ کی زمانہ گذشتہ پر دلالت بحسبِ وضع نہیں بلکہ حرفِ لَمْ کی وجہ سے ہے کیونکہ لَمْ مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ قولہ وَھُوَ مَبْنِیٌّ :- اور ماضی فتح پر مبنی ہوتی ہے اگر اُس کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک نہ ہو اور واؤ بھی نہ ہو جیسے ضرب۔ سوال:- دَعَا اور رَمٰی دونوں فعلِ ماضی ہیں اور ضمیر مذکور اور واؤ سے بھی مجرد ہیں لیکن فتح پر مبنی نہیں ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب:- فتح پر مبنی ہونا عام ہے کہ لفظاً ہو جیسے ضَرَبَ یا تقدیراً ہو یعنی اصل کے اعتبار سے جیسے دَعَا اور رَمٰی کہ یہ دونوں تقدیراً مبنی بر فتح ہیں اس لئے کہ دَعَا اصل میں دَعَوَ اور رَمٰی اصل میں رَمَیَ تھا۔ قولہ وَمَعَ الضَّمِیْرِ :- اور ماضی ضمیر مرفوع متحرک کیساتھ مبنی عَلَی السُّکُوْنِ ہوتی ہے جیسے ضَرَبْتَ تا کہ بمنزلہ کلمہ واحدہ میں متواتر اور پے در پے چار حرکتیں لازم نہ آئیں جو بوجہ ثقل جائز نہیں اور سکون بنا میں اصل ہے۔ قولہ وَعَلَی الضَّمِّ :- اور ماضی مبنی عَلَی الضَّمِّ ہوتی ہے اگر اُس کے آخر میں واؤ ہو جیسے ضَرَبُوْا۔ فائدہ:- جب تین شرطیں پائی جائیں تو واؤ کے بعد خطِ قیاسی میں الف لکھا جاتا ہے۔(۱) واؤ ضمیر جمع ہو۔(۲) وہ کلمہ فعل ہو۔(۳) واؤ طرف میں واقع ہو جیسے ضَرَبُوْا کہ اس میں تینوں شرطیں موجود ہیں لیکن مصحفِ عثمانی میں طرف میں واقع ہونے والے ہر واؤ کے بعد الف لکھا جاتا ہے جو بعض کوفیین کا مختار ہے۔ سوال:- ماضی کا آخر مبنی بر فتح کیوں ہوتا ہے؟ جواب:- ماضی کا آخر مبنی تو اس لئے ہوتا ہے کہ فعل میں اصل بنا ہے اور فتح پر مبنی اس لئے کہ فتح خفیف حرکت ہے لیکن اتصالِ ضمیر کے وقت توالی اربع حرکات سے بچنے کیلئے ماضی کا آخر مبنی عَلَی السُّکُوْنِ ہوتا ہے اور واؤ ضمیر کے ساتھ واؤ کی رعایت میں کہ واؤ ما قبل کا ضمہ چاہتا ہے اس لئے ماضی کا آخر مبنی بر ضم ہوتا ہے۔

وَ الثَّانِيُ الْمُضَارِعُ وَ هُوَ فِعْلٌ يَشْبَهُ الْإِسْمَ بِاِحْدٰى حُرُوْفِ اَتَيْنَ فِي اَوَّلِهٖ لَفْظًا فِيْ اِتِّفَاقِ الْحَرَكَاتِ وَ السَّكَنَاتِ نَحْوُ يَضْرِبُ وَ يَسْتَخْرِجُ كَضَارِبٍ وَ مُسْتَخْرِجٍ وَ فِيْ دُخُوْلِ لَامِ التَّاكِيْدِ فِيْ اَوَّلِهِمَا تَقُوْلُ اِنَّ زَيْدًا لَيَقُوْمُ كَمَا تَقُوْلُ اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ وَ فِيْ تَسَاوِيْهِمَا فِيْ عَدَدِ الْحُرُوْفِ وَ مَعْنًى فِيْ اَنَّهٗ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الْحَالِ وَ الْاِسْتِقْبَالِ كَاِسْمِ الْفَاعِلِ وَ لِذٰلِكَ سَمَّوْهُ مُضَارِعًا وَ السِّيْنُ وَ سَوْفَ تُخَصِّصُهٗ بِالْاِسْتِقْبَالِ نَحْوُ سَيَضْرِبُ وَ سَوْفَ يَضْرِبُ وَ اللَّامُ الْمَفْتُوْحَةُ بِالْحَالِ نَحْوُ لَيَضْرِبُ

قولہ وَ الثَّانِيْ:- فعل کی قسم ثانی فعل مضارع ہے مصنف نے ماخذِ امر ہونے کی وجہ سے مضارع کو امر پر مقدم کیا ہے۔ فائدہ:- مضارع لغت میں بمعنی مشابہ ہے اور اصطلاح میں مضارع وہ فعل ہے جو حروف اَتین میں سے کسی ایک حرف کے ماضی کے اول میں آنے کی وجہ سے اسم کے مشابہ ہو جائے چونکہ اس تعریف سے وجہ تسمیہ بھی معلوم ہوتی ہے اس لئے مشہور تعریف سے عدول کیا ہے اور یہ تعریف اختیار کی ہے۔ قولہ لَفْظًا:- یہ بنا بر تمیز منصوب ہے اور اسی طرح مَعْنًى بھی اس پر معطوف ہو کر منصوب ہے ای مِنْ حَيْثُ اللَّفْظِ وَ الْمَعْنٰى یعنی مضارع کو اسم کے ساتھ باعتبار لفظ کے مشابہت ہے ایک تو حرکات وسکنات میں یعنی اسم فاعل میں جتنے حرف متحرک اور ساکن ہوتے ہیں مضارع میں بھی اتنے متحرک اور ساکن ہوتے ہیں جیسے ضَارِبٌ اور يَضْرِبُ ۔ دوم، دخولِ لام تاکید میں یعنی دونوں کے اول میں لام تاکید آتا ہے جیسے اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ اور اِنَّ زَيْدًا لَيَقُوْمُ۔ سوم، تعداد حروف میں کہ دونوں کے حروف کی تعداد برابر ہوتی ہے جیسے ضَارِبٌ میں چار حرف ہیں تو يَضْرِبُ میں بھی چار حرف ہیں اور مشابہتِ معنویہ یہ ہے کہ مضارع، اسم فاعل کی مثل زمانہ حال اور استقبال میں مشترک ہے اور اسی مشابہت مذکورہ کی وجہ سے فعل کی اس قسم کو مضارع کہتے ہیں۔ فائدہ:- نکرہ کی صفت واقع ہونے میں بھی مضارع اسم فاعل کے مشابہ ہے جس کو برائے اختصار ذکر نہیں کیا۔ قولہ وَ السِّيْنُ:- یعنی سین اور سوف مضارع پر داخل ہو کر اس کو استقبال کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں جیسے سَيَضْرِبُ، وہ عنقریب مارے گا۔ اور لام مفتوحہ زمانہ حال کے ساتھ جیسے لَيَضْرِبُ، وہ مارتا ہے۔ سوال:- لام اگر حال کیلئے ہے تو اسکو سوف کے ساتھ نہیں آنا چاہئے حالانکہ قرآن کریم میں یہ دونوں ایک ساتھ آئے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔؟ جواب:- لام دو معنی کا افادہ کرتا ہے۔ اول تاکید کا، دوم زمانہ حال کے ساتھ تخصیص کا اور ارشادِ مذکور میں لام صرف تاکید کیلئے ہے زمانہ حال کے ساتھ تخصیص کا افادہ نہیں کرتا لہٰذا سین اور لام کا اجتماع درست ہے۔

وَحُرُوْفُ الْمُضَارِعَةِ مَضْمُوْمَةٌ فِی الرُّبَاعِیِّ نَحْوُ یُدَحْرِجُ وَیُخْرِجُ لِاَنَّ اَصْلَهٗ یُاَخْرِجُ وَ مَفْتُوْحَةٌ فِیْ مَاعَدَاهُ کَیَضْرِبُ وَیَسْتَخْرِجُ وَ اِنَّمَا اَعْرَبُوْهُ مَعَ اَنَّ اَصْلَ الْفِعْلِ الْبِنَاءُ لِمُضَارَعَتِهٖ اَیْ لِمُشَابَهَتِهِ الْاِسْمَ فِیْ مَاعَرَفْتَ وَاَصْلُ الْاِسْمِ الْاِعْرَابُ وَذٰلِکَ اِذَا لَمْ یَتَّصِلْ بِهٖ نُوْنُ تَاکِیْدٍ وَ لَا نُوْنُ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ وَاِعْرَابُهٗ ثَلٰثَةُ اَنْوَاعٍ رَفْعٌ وَ نَصْبٌ وَ جَزْمٌ نَحْوُ هُوَ یَضْرِبُ وَلَنْ یَّضْرِبَ وَ لَمْ یَضْرِبْ **فَصْلٌ** فِیْ اَصْنَافِ اِعْرَابِ الْفِعْلِ وَ هِیَ اَرْبَعَةٌ اَلْاَوَّلُ اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ وَ الْجَزْمُ بِالسُّکُوْنِ وَ یُخْتَصُّ بِالْمُفْرَدِ الصَّحِیْحِ غَیْرِ الْمُخَاطَبَةِ تَقُوْلُ هُوَ یَضْرِبُ وَ لَنْ یَّضْرِبَ وَ لَمْ یَضْرِبْ

قولہ وحُرُوْف:- اور حروف مضارع جن کو علامتِ مضارع اور حروفِ اَتَیْنَ بھی کہتے ہیں چار ہیں۔ یہ حروف ماضی چار حرفی کے مضارع معلوم میں مضموم ہوتے ہیں جیسے یُدَحْرِجُ جسکی ماضی دَحْرَجَ ہے اور یُخْرِجُ جو اصل میں یُأَخْرِجُ تھا اور ماضی چار حرفی کے غیر میں مفتوح ہوتے ہیں جیسے یَضْرِبُ، یَسْتَخْرِجُ، اوّل کی ماضی ضَرَبَ سہ حرفی ہے اور ثانی کی ماضی اِسْتَخْرَجَ چھ حرفی ہے۔ قولہ وَاِنَّمَا اَعْرَبُوْا:- یعنی مضارع فعل ہے اور فعل میں اصل اگر چہ بنا ہے لیکن نحات نے مضارع کو اسم کے ساتھ مشابہتِ مذکورہ کی وجہ سے معرب کر دیا ہے اور اسم میں اصل اعراب ہے۔ واضح رہے کہ مضارع معرب اُسوقت ہوگا جبکہ اُس کے ساتھ نونِ تاکید اور نونِ جمع مؤنث غائب و حاضر لاحق نہ ہو اور نونہائے مذکورہ کے ساتھ مضارع مبنی ہوگا اس لئے کہ اتصالِ نون سے مضارع کا آخر وسط ہو جاتا ہے جو محلِ اعراب نہیں اور نون کلمہ کا آخر نہیں ہے اس لئے اُس پر بھی اعراب نہیں آسکتا۔ فائدہ:- فعل میں اصل بنا ہے اس لئے کہ معانی ثلٰثہ یعنی معنی فاعلیت، مفعولیت اور اضافت فعل میں نہیں پائے جاتے وہی معانی مقتضی اعراب ہیں لہٰذا فعل مبنی ہوتا ہے۔ قولہ وَاِعْرَابُهٗ:- فعلِ مضارع کے اعراب تین ہیں۔ (۱) رفع (۲) نصب۔ (۳) جزم۔ جیسے هُوَ یَضْرِبُ یہ حالتِ رفع کی مثال ہے اور لَنْ یَّضْرِبَ یہ حالت نصب کی مثال ہے اور لَمْ یَضْرِبْ یہ حالتِ جزم کی مثال ہے۔ قولہ فِیْ اَصْنَافِ:- اَصْنَافٌ، صِنْفٌ کی جمع ہے بمعنی قسم یعنی یہ فصل فعلِ مضارع کے اعراب کے اقسام کے بیان میں ہے اور وہ چار ہیں۔ (۱) رفع ضمہ کے ساتھ، نصب فتحہ کے ساتھ اور جزم سکون کے ساتھ۔ یہ اعراب اُس مضارع کا ہے جو مفرد ہو اور ضمیر بارز سے خالی ہو اور صیغہ واحد مؤنث مخاطب بھی نہ ہو جیسے هُوَ یَنْصُرُ، هِیَ تَسْمَعُ، اَنْتَ تَفْتَحُ، اَنَا اَضْرِبُ اور نَحْنُ نَعْلَمُ۔

وَالثَّانِی اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِثُبُوْتِ النُّوْنِ وَ النَّصْبُ وَالْجَزْمُ بِحَذْفِهَا وَ یُخْتَصُّ بِالتَّثْنِیَّةِ وَ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَالْمُفْرَدَةِ الْمُخَاطَبَةِ صَحِیْحًا كَانَ اَوْ غَیْرَهٗ تَقُوْلُ هُمَا یَفْعَلَانِ وَ هُمْ یَفْعَلُوْنَ وَاَنْتِ تَفْعَلِیْنَ وَ لَنْ یَّفْعَلَا وَ لَنْ یَّفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلِیْ وَ لَمْ تَفْعَلَا وَ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ لَمْ تَفْعَلِیْ وَ الثَّالِثُ اَنْ یَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِیْرِ الضَّمَّةِ وَ النَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظًا وَالْجَزْمُ بِحَذْفِ اللَّامِ وَ یُخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ الْیَائِیِّ وَالْوَاوِیِّ غَیْرَ تَثْنِیَّةٍ وَجَمْعٍ وَمُخَاطَبَةٍ تَقُوْلُ هُوَ یَرْمِیْ وَ یَغْزُوْ وَ لَنْ یَّرْمِیَ وَ یَغْزُوَ وَ لَمْ یَرْمِ وَ یَغْزُ وَالرَّابِعُ اَنْ یَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِیْرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِتَقْدِیْرِ الْفَتْحَةِ وَالْجَزْمُ بِحَذْفِ اللَّامِ وَیُخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ الْاَلِفِیِّ غَیْرَ تَثْنِیَّةٍ وَ جَمْعٍ وَ مُخَاطَبَةٍ نَحْوُ هُوَ یَسْعٰی وَلَنْ یَّسْعٰی وَلَمْ یَسْعَ **فَصْلٌ** اَلْمَرْفُوْعُ عَامِلُهٗ مَعْنَوِیٌّ وَ هُوَ تَجَرُّدُهٗ عَنِ النَّاصِبِ وَالْجَازِمِ نَحْوُ هُوَ یَضْرِبُ وَ یَغْزُوْ وَیَرْمِیْ وَ یَسْعٰی

(۲) رفع نونِ اعرابی کے ساتھ اور نصب و جزم حذف نون کے ساتھ ۔ اعراب کی یہ قسم صیغہ تثنیہ، جمع اور واحد مؤنث مخاطب کے ساتھ مختص ہے خواہ صحیح ہوں یا غیر صحیح ۔ جیسے هُمَا یفعلان وغیرہ ۔ (۳) رفع ضمہ تقدیری، نصب فتحہ لفظی اور جزم حذف لام کے ساتھ، یہ ناقص واوی اور یائی کے ساتھ مختص ہے جو تثنیہ، جمع اور صیغہ مخاطبہ نہ ہو ۔ (۴) رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ، نصب تقدیری فتحہ کے ساتھ اور جزم حذف لام کے ساتھ اور یہ قسم ناقص الفی کے ساتھ مختص ہے درانحالیکہ وہ صیغہ تثنیہ، جمع اور واحد مؤنث مخاطب نہ ہو جیسے هُو یسعٰی الخ ۔ قولہ الْمَرْفُوْعُ :- مضارع مرفوع کا عامل معنوی ہے اور وہ عامل معنوی مضارع کا ناصب اور جازم سے خالی ہونا ہے جیسے هُو یَضْرِبُ ۔ وَالْعَامِلُ الْمَعْنَوِیُّ مَا یُعْرَفُ بِالْقَلْبِ وَلَیْسَ لِلِّسَانِ فِیْهِ حَظٌّ ۔ یعنی عامل معنوی وہ ہے جو دل سے جانا جائے اور زبان اُس کا تلفظ نہ کرے ۔ فائدہ:- مضارع کا عامل معنوی کی وجہ سے مرفوع ہونا یہ نحات کوفہ کا مذہب ہے اور نحات بصرہ کے نزدیک مضارع کا اسم کی جگہ واقع ہونا مضارع رافع ہے جیسے زَیْدٌ یَضْرِبُ کا مضارع زَیْدٌ ضَارِبٌ کے اسم کی جگہ واقع ہے اور کسائی کے نزدیک علامات مضارع (اَتَیْنَ) رافع ہیں کیونکہ مضارع کے اصل یعنی ماضی میں رفع نہیں ہے ۔ بلکہ علامت مضارع کے اضافہ کے بعد رفع آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ خود علامت مضارع اُس کی رافع ہے ۔ سوال:- مصنف نے نحات کوفہ کا مذہب کیوں اختیار کیا؟ جواب:- اس لئے کہ نحات بصرہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جہاں اسم نہیں آ سکتا اگر وہاں مضارع آ جائے تو اُس کا رافع کیا ہوگا مثلاً اَلَّذِیْ یَضْرِبُ میں فعل مضارع صلہ واقع ہو رہا ہے اس جگہ اسم فاعل نہیں آ سکتا کہ اسم فاعل صلہ نہیں ہوتا بلکہ صلہ جملہ ہوتا ہے ۔

فَصْلٌ اَلْمَنْصُوْبُ عَامِلُهٗ خَمْسَةُ اَحْرُفٍ اَنْ وَلَنْ وَكَیْ

فائدہ:- عاملِ لفظی اُس کو کہتے ہیں کہ جس کا زبان سے تلفظ ہو سکے یا اُس پر دلالت کرنے والے کا تلفظ ہو سکے (جیسے اَنْ ناصبہ، کا بعض صورتوں میں تلفظ ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں تلفظ نہیں ہو سکتا) مثلاً جب حَتّٰی کے بعد مقدر ہو اس صورت میں حَتّٰی جو اُس (اَنْ مقدرہ) پر دلالت کرتا ہے اُس کا تلفظ ہوتا ہے لہٰذا یہ اَنْ مقدرہ بھی عاملِ لفظی ہوا اور جو اس طرح نہ ہو یعنی نہ خود متلفظ ہو نہ اُس پر دلالت کرنے والا وہ عاملِ معنوی ہوتا ہے جیسے فعلِ مضارع کا ناصب اور جازم سے خالی ہونا۔ چونکہ اس کا تلفظ نہیں ہو سکتا اس لئے یہ عاملِ معنوی ہے۔ قولہ اَلْمَنْصُوْبُ:- مضارع منصوب کے عامل پانچ حرف ہیں۔ (۱) اَنْ، یہ مضارع کے نواصب میں اصل ہے اور باقی حروفِ ناصبہ اس پر محمول ہو کر نصب کرتے ہیں۔

فائدہ:- کلمہ اَنْ دو قسم پر ہے۔ (۱) اسم۔ (۲) حرف۔ اَنْ، اسمیہ ضمیر متکلم ہوتا ہے جیسے اَنْ فَعَلْتُ اور تلفظ میں اَنْ، کے نون کو فتح دینا اور کتابت میں الف کا اضافہ کرنا کثیر الاستعمال ہے یعنی اَنَا، کہنا تاکہ اَنْ حرفیہ سے التباس نہ ہو۔ اور اَنْ ضمیر مخاطب بھی ہوتا ہے چنانچہ جمہور کے نزدیک اَنْتَ، اَنْتُمَا الخ میں ضمیر اَنْ ہے اور تاء حرفِ خطاب ہے۔ اور اَنْ حرفیہ کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) زائدہ جیسے لَمَّا اَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا، میں اَنْ زائدہ ہے۔ (۲) اَنْ، مُخَفَّفَةٌ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ جیسے عَلِمَ اَنْ سَیَكُوْنُ۔ (۳) حرفِ تفسیر، جب ایسے فعل کے بعد واقع ہو جو معنیٰ قول کو متضمن ہے جیسے وَنَادَیْنَاهُ اَنْ یّٰاِبْرَاهِیْمُ۔ (۴) اَنْ مصدریہ۔

فائدہ:- اَنْ ناصبہ، اَنْ مُخَفَّفَةٌ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ کی مشابہت لفظی و معنوی کی وجہ سے عمل کرتا ہے۔ مشابہتِ لفظی تو واضح ہے اور مشابہت معنوی اس طرح ہے کہ یہ دونوں اپنے مدخول کے ساتھ مصدر کی تاویل میں ہو جاتے ہیں۔ (۲) لَنْ، یہ مضارع کو نصب کرنے کے ساتھ ساتھ اُس کو نفی مؤکد مستقبل کے معنیٰ میں کر دیتا ہے اور سیبویہ کے نزدیک یہ مستقل حرف ہے اور فراء کے نزدیک اس کا نون الف سے بدلا ہوا ہے یعنی اصل میں لَا، تھا۔ فائدہ:- فراء کا مذکورہ بالا قول بدو وجہ ضعیف ہے۔ اول، اس لئے کہ لَا (مطلق) نفی کے لئے ہے اور لَنْ نفی تاکید کیلئے تو لَنْ میں زیادتی فی المعنیٰ کہاں سے آگئی۔ جب کہ کوئی حرف بڑھانے سے تو معنیٰ میں زیادتی ہوتی ہے لیکن ایک حرف کو دوسرے حرف کے ساتھ تبدیل کرنے سے معنیٰ میں زیادتی نہیں آتی۔ دوم، اس لئے کہ الف کو نون کر دینا متعارف نہیں بلکہ نون کو الف کرنا متعارف ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے لَنَسْفَعًا جو اصل میں لَنَسْفَعَنْ تھا۔ (۳) کَیْ، یہ سببیت کیلئے ہے یعنی اس کا ماقبل مابعد کیلئے سبب ہوتا ہے جیسے اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ، میں اسلام لایا تاکہ جنت میں داخل ہوں۔ فائدہ:- کلمہ کَیْ میں تین مذہب ہیں۔ (۱) اخفش کے نزدیک یہ ہمیشہ حرف جر ہوتا ہے اور اس کا مابعد بتقدیر اَنْ منصوب ہوتا ہے اور کبھی اَنْ، مذکور بھی ہوتا ہے جیسے جِئْتُ کَیْ اَنْ تُكْرِمَنِیْ۔ (۲) نحاتِ کوفہ کے نزدیک کَیْ بمعنی اَنْ ناصبہ خود فعل کا ناصب ہے۔ (۳) نحاتِ بصرہ کے نزدیک کَیْ حرفِ جر اور حرفِ ناصب ہونے میں مشترک ہے پس جِئْتُ کَیْ اَنْ تُكْرِمَنِیْ میں حرفِ جر ہے اور قولِ باری تعالیٰ لِكَیْلَا تَاْسَوْا میں حرفِ ناصب ہے اور اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ میں حرفِ جر بھی ہو سکتا ہے اور حرفِ ناصب بمعنیٰ لامِ تعلیلہ بھی۔

وَ اِذَنْ وَاَنِ الْمُقَدَّرَةُ نَحْوُ اُرِيْدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَيَّ وَاَنَا لَنْ اَضْرِبَكَ وَاَسْلَمْتُ كَيْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَ اِذَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكَ وَ تُقَدَّرُ اَنْ فِيْ سَبْعَةِ مَوَاضِعَ بَعْدَ حَتّٰى نَحْوُ اَسْلَمْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَلَامِ كَيْ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ لِيَذْهَبَ وَ لَامِ الْجَحْدِ نَحْوُ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ الْفَاءِ الْوَاقِعَةِ فِيْ جَوَابِ الْاَمْرِ وَ النَّهْيِ وَ الْاِسْتِفْهَامِ وَ النَّفْيِ وَ التَّمَنِّيْ وَ الْعَرْضِ نَحْوُ اَسْلِمْ فَتَسْلِمَ وَ لَا تَعْصِ فَتُعَذَّبَ وَهَلْ تَعَلَّمُ فَتَنْجُوَ وَ مَاتَزُوْرُنَا فَنُكْرِمَكَ وَ لَيْتَ لِيْ مَالًا فَاُنْفِقَهُ وَ اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا وَ بَعْدَ الْوَاوِ الْوَاقِعَةِ فِيْ جَوَابِ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ كَذٰلِكَ نَحْوُ اَسْلِمْ وَ تَسْلَمَ اِلٰى اٰخِرِهٖ

(۴) اذن، جمہور کے نزدیک یہ حرف بسیط ہے اور خلیل کے نزدیک اِذْ اور اَنْ سے مرکب ہے، ہمزہ کی حرکت ماقبل کو دینے کے بعد ہمزہ کے ساقط ہو جانے سے اذن بنا۔ فائدہ:- اذن، کا رسم الخط نون کے ساتھ مبرد کے نزدیک ہے اور جمہور کے نزدیک الف کے ساتھ (اذا) لکھا جائے گا یعنی وقف کی وجہ سے نون، الف ہو جائے گا۔ (۵) اَن مقدرہ، اور یہ اَن سات جگہ مقدر ہوتا جن کی تفصیل متن میں موجود ہے۔ سوال:- کلمہ حتّٰی، لام کَیْ اور لام جحد کے بعد اَن کیوں مقدر مانا جاتا ہے؟ جواب:- اس لئے کہ یہ تینوں حروف جارہ ہیں جو اسم پر داخل ہوتے ہیں لہذا ان کے بعد اَن مقدر مانا گیا تا کہ اَن بمع فعل مصدر کی تاویل میں ہو جائے اور حروف جارہ کا مدخول بن سکے۔ فائدہ:- کلمہ اَن مضارع کو مصدر کی تاویل میں کر دیتا ہے یا اَن بمع مضارع بتاویل مصدر ہوتا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اَن اور مضارع کا مجموعہ بمعنی مصدر ہو جاتا ہے جیسا کہ نحو میر میں ہے "اَن با فعل بمعنی مصدر باشد" کیونکہ اگر صرف مضارع بمعنی مصدر ہو جائے تو اَن کا دخول مصدر پر ہو جائے گا حالانکہ وہ فعل پر داخل ہوتا ہے اور یہ بھی لازم آئے گا کہ اس اَن پر حرف جر کا دخول درست نہ ہو کہ حرف جر اسم پر داخل ہوتا ہے اور یہ اسم نہیں ہے۔ لیکن اگر اَن اور فعل کا مجموعہ بمعنی مصدر ہو جائے تو کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی (البشیر)۔ قولہ والفآء:- یعنی امر وغیرہ کے جواب میں واقع فاء کے بعد اَن مقدر ہوتا ہے اور اس واؤ کے بعد بھی جو مذکورہ چھ چیزوں میں سے کسی کے جواب میں واقع ہو، وجہ تقدیر اَن یہ ہے کہ فاء اور واؤ دونوں حرف ہیں جنکا ماقبل جملہ انشائیہ ہے اور مابعد جملہ خبریہ اور جملہ خبریہ کا عطف انشائیہ پر جائز نہیں لہذا کلمہ اَن مقدر مانا تا کہ مضارع بمع اَن بتاویل مصدر ہو جائے اور اس مصدر کا عطف اُس مصدر پر ہو جائے جو جملہ انشائیہ سے مفہوم ہوتا ہے اور یہ عطف از قبیلِ عطفُ الْمُفْرَدِ عَلَى الْمُفْرَدِ بن جائے۔

وَبَعْدَ اَوْ بِمَعْنٰی اِلٰی اَنْ اَوْ اِلَّا اَنْ نَحْوُ لَاَحْبِسَنَّکَ اَوْ تُعْطِیَنِیْ حَقِّیْ وَوَاوِ الْعَطْفِ اِذَا کَانَ الْمَعْطُوْفُ عَلَیْهِ اِسْمًا صَرِیْحًا نَحْوُ اَعْجَبَنِیْ قِیَامُکَ وَتَخْرُجَ وَیَجُوْزُ اِظْهَارُ اَنْ مَعَ لَامِ کَیْ نَحْوُ اَسْلَمْتُ لِاَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَمَعَ وَاوِ الْعَطْفِ نَحْوُ اَعْجَبَنِیْ قِیَامُکَ وَاَنْ تَخْرُجَ وَیَجِبُ اِظْهَارُ اَنْ فِیْ لَامِ کَیْ اِذَا اتَّصَلَتْ بِلَا النَّافِیَةِ نَحْوُ لِئَلَّا یَعْلَمَ وَاعْلَمْ اَنَّ اَنِ الْوَاقِعَةَ بَعْدَ الْعِلْمِ لَیْسَتْ هِیَ النَّاصِبَةُ لِلْفِعْلِ الْمُضَارِعِ وَاِنَّمَا هِیَ الْمُخَفَّفَةُ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَنْ سَیَقُوْمُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَرْضٰی وَاَنِ الْوَاقِعَةَ بَعْدَ الظَّنِّ جَازَ فِیْهِ الْوَجْهَانِ

قولہ وَبَعْدَ اَوْ :- اور اَنْ مقدر ہوتا ہے لفظِ اَوْ کے بعد جو بمعنٰی اِلٰی یا اِلَّا ہو۔ وجہ تقدیر یہ ہے کہ اِلٰی کا مابعد مجرور اور اِلَّا کا مابعد مستثنٰی ہوتا ہے اور مجرور یا مستثنٰی اسم ہوتا ہے۔ فائدہ:- مصنف کے قول اَوْ بمعنٰی اِلٰی اَنْ سے مراد یہ نہیں کہ کلمہ اَوْ، اِلٰی اَنْ یا اِلَّا اَنْ کے مجموعہ کے معنٰی میں ہوتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اَوْ بمعنٰی اِلٰی ہوتا ہے جس کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے یا بمعنٰی اِلَّا ہوتا ہے جس کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے۔ قولہ وَوَاوِ الْعَطْفِ :- واوِ عطف کے بعد جب کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو لفظ اَنْ مقدر ہوتا ہے وجہ تقدیر صحتِ عطف ہے یعنی فعل کا عطف اسم پر اور جملہ کا عطف مفرد پر صحیح نہیں لیکن لفظ اَنْ مقدر ماننے سے عطف صحیح ہو جائے گا کیونکہ یہ جملہ اَنْ کے ساتھ بتاویلِ مفرد ہو جائے گا۔ فائدہ:- مصنف علیہ الرحمۃ اگر بعد حرف العطف فرماتے تو یہ بہتر تھا اس لئے کہ واؤ کے علاوہ دیگر حروفِ عطف کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے جس کی وجہ سے فعل مضارع منصوب ہو جاتا ہے۔ قولہ وَیَجُوْزُ :- اور لامِ کَیْ کے ساتھ اَنْ کا اظہار بھی جائز ہے اس لئے کہ یہ لام اسم صریح پر داخل ہوتا ہے جیسے جئتک لِاِکْرامِ لہٰذا لامِ کَیْ، اَنْ مَعَ الفعل پر بھی داخل ہوگا کیونکہ فعل بمع اَنْ اسم کی تقدیر میں ہوتا ہے۔ فائدہ:- لامِ کَیْ کے ملحق مثلاً لام زائدہ اور حروفِ عطف جو مضارع کا اسمِ صریح پر عطف کرتے ہیں ان کے ساتھ بھی اَنْ کا اظہار جائز ہے کیونکہ یہ بھی اسم صریح پر داخل ہوتے ہیں۔ قولہ وَیَجِبُ :- لامِ کَیْ جب لا نافیہ سے متصل ہو تو اس میں اظہار اَنْ واجب ہے جیسے لِئَلَّا یَعْلَمَ کیونکہ بصورتِ عدمِ اظہار دو لاموں کا اجتماع لازم آئیگا جو زبان پر ثقیل ہوگا۔ قولہ اِعْلَمْ :- مصنف علیہ الرحمۃ اَنْ ناصبہ کے بیان کے بعد ایک ایسے اَنْ کا بیان کرتے ہیں جو فعلِ مضارع کو نصب نہیں کرتا کیونکہ وہ اَنْ ناصبہ نہیں ہوتا بلکہ اَنَّ کا مخفف ہوتا ہے جیسے عَلِمْتُ اَنْ سَیَقُوْمُ (بضم میم) یہ وہ اَنْ ہے جو علمِ مفید یقین کے بعد ہو واقع ہو اور جو اَنْ، ظنّ کے بعد واقع ہو اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔

اَلنَّصْبُ بِهَا وَاَنْ تَجْعَلَهَا كَالْوَاقِعَةِ بَعْدَ الْعِلْمِ نَحْوُ ظَنَنْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ فَصْلٌ اَلْمَجْزُوْمُ عَامِلُهُ لَمْ وَلَمَّا وَلَامُ الْاَمْرِ وَلَا فِي النَّهْيِ وَكَلِمُ الْمُجَازَاتِ وَهِيَ اِنْ وَمَهْمَا وَاِذْمَا وَحَيْثُمَا وَاَيْنَ وَمَتٰى وَمَا وَمَنْ وَاَيٌّ وَاَنّٰى وَاِنِ الْمُقَدَّرَةُ نَحْوُ لَمْ يَضْرِبْ وَلَمَّا يَضْرِبْ وَلِيَضْرِبْ وَلَاتَضْرِبْ وَاِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ اِلٰخ وَاعْلَمْ اَنَّ لَمْ تَقْلِبُ الْمُضَارِعَ مَاضِيًا مَنْفِيًّا وَلَمَّا كَذٰلِكَ اِلَّا اَنَّ فِيْهَا تَوَقُّعًا بَعْدَهٗ وَدَوَامًا قَبْلَهٗ نَحْوُ قَامَ الْاَمِيْرُ لَمَّا يَرْكَبْ وَاَيْضًا يَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ بَعْدَ لَمَّا خَاصَّةً تَقُوْلُ نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمَّا اَيْ وَلَمَّا يَنْفَعْهُ النَّدَمُ وَلَاتَقُوْلُ نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمْ

اوّل، یہ کہ اُس سے فعل کو نصب دیں اس بنا پر کہ اَن ناصبہ ہے۔ دوم، یہ کہ اُس کو علم کے بعد واقع ہونے والے اَنْ کی طرح اَنْ مُخففہ من الثقیلۃ قرار دیا جائے جیسے ظَنَنْتُ اَنْ سَیَقُوْمُ (میم کے فتح اور ضمہ کے ساتھ) فائدہ:۔ علم کے بعد جب اَنْ مخففہ آئے تو اَن اور فعل کے درمیان فاصلہ ضروری ہے تاکہ اول امر سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اَنْ مخففہ ہے ناصبہ نہیں اس لئے کہ اَنْ ناصبہ اور فعل مضارع میں فصل نہیں کیا جاتا کہ وہ عاملِ ضعیف ہے اور جن کلمات کے ساتھ فصل کیا جاتا ہے وہ یہ ہیں (۱) سین جیسے علم اَن سیکُوْنُ۔ (۲) سوف جیسے علِمْتُ اَنْ سوف یقُوْمُ۔ (۳) قدْ جیسے لِیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا۔ (۴) حرفِ نفی جیسے علمْتُ اَنْ لَایقُوْمُ۔ قولہ، اَلْمجزُوْمُ:۔ فعلِ مضارع کے جازم دو قسم پر ہیں۔ اول حرفِ جازمہ جو پانچ ہیں۔ لَمْ وغیرہ۔ دوم، کَلِمُ الْمُجازات یعنی کلمات شرط و جزا اور یہ اِنْ وغیرہ ہیں۔ قسم اول، ایک فعل کو جزم کرتی ہے اور قسم دوم کے اکثر، دو فعلوں کو۔ قولہ لَمْ تقْلِبُ:۔ حرف لَمْ اور لَمّا یہ دونوں مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتے ہیں اور ان میں چند وجوہ سے فرق ہے۔ (۱) لَمْ میں استغراق نہیں ہوتا لیکن لَمّا میں استغراق ہوتا ہے یعنی نفی کے معنی، وقت انتفاء سے لیکر وقت تکلم تک تمام ازمنہ ماضیہ کو شامل ہوتے ہیں چنانچہ لَمّایضْرِبْ کے معنی ہیں اب تک نہیں مارا۔ (۲) لَمّا کا استعمال اکثر اس فعل میں ہوتا ہے جس کے واقع ہونے کی توقع ہو۔ بخلاف لَمْ کے۔ (۳) لَمّا کے بعد واقع فعل کو بوقتِ قیامِ قرینہ حذف کرنا جائز ہے بخلاف لَمْ کے جیسے ندم زیْدٌ ولَمّا ای ولَمّا ینْفعْهُ النّدَمُ۔ زید پشیمان ہوا لیکن ابھی تک اُس کو شرمندگی نے فائدہ نہیں دیا۔ (۴) لَمّا پر ادوات شرط داخل نہیں ہو سکتے پس اِنْ لَمّایضْرِبْ، نہیں کہہ سکتے لیکن لَمْ پر داخل ہو سکتے ہیں جیسے اِنْ لَمْ تفْعلُوْا۔ (۵) لَمّا کبھی اسم بھی ہوتا ہے یعنی ظرف بمعنی اِذْ ہوتا ہے جس کو جواب لازم ہے اور اُس وقت اُس کا مدخول فعلِ ماضی ہوتا ہے اور جواب بھی فعلِ ماضی ہوتا ہے جیسے فلمّا انجاکُمْ اِلَی الْبرِّ اعْرضْتُمْ یا جواب جملہ اسمیہ ہوتا ہے جو اِذا مفاجاتیہ سے مقرون ہوتا ہے جیسے فلمّا کُتِب علیْهِمُ الْقتالُ اِذا فرِیْقٌ مِّنْهُمْ۔

وَاَمَّا كَلِمُ الْمُجَازَاتِ حَرْفًا كَانَتْ اَوْ اِسْمًا فَهِيَ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ لِتَدُلَّ عَلٰى اَنَّ الْاُوْلٰى سَبَبٌ لِلثَّانِيَةِ وَتُسَمَّى الْاُوْلٰى شَرْطًا وَالثَّانِيَةُ جَزَاءً ثُمَّ اِنْ كَانَ الشَّرْطُ وَالْجَزَاءُ مُضَارِعَيْنِ يَجِبُ الْجَزْمُ فِيْهِمَا لَفْظًا نَحْوُ اِنْ تُكْرِمْنِيْ اُكْرِمْكَ وَاِنْ كَانَا مَاضِيَيْنِ لَمْ تَعْمَلْ فِيْهِمَا لَفْظًا نَحْوُ اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ وَاِنْ كَانَ الْجَزَاءُ وَحْدَهٗ مَاضِيًا يَجِبُ الْجَزْمُ فِي الشَّرْطِ نَحْوُ اِنْ تَضْرِبْنِيْ ضَرَبْتُكَ وَاِنْ كَانَ الشَّرْطُ وَحْدَهٗ مَاضِيًا جَازَ فِي الْجَزَاءِ الْوَجْهَانِ نَحْوُ اِنْ جِئْتَنِيْ اُكْرِمْكَ وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا كَانَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا بِغَيْرِ قَدْ لَمْ يَجُزِ الْفَاءُ فِيْهِ نَحْوُ اِنْ اَكْرَمْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا

قولہ واَمَّا كَلِمُ الْمُجَازَاة :- بہر حال شرط اور جزا کے کلمات خواہ اسم ہوں یا حرف وہ دو فعلیہ جملوں پر داخل ہوتے ہیں تاکہ اس بات پر دلالت کریں کہ پہلا جملہ دوسرے کیلئے سبب ہے اور پہلے جملہ کو شرط اور دوسرے کو جزا کہتے ہیں کیونکہ پہلا جملہ دوسرے کے تحقق کیلئے شرط ہے اور دوسرا پہلے پر مرتب ہے۔ قولہ ثُمَّ اِنْ كَانَ :- مصنف علیہ الرحمۃ شرط اور جزا کے مجزوم ہونے کی صورتیں بیان کرتے ہیں۔ (۱) اگر شرط اور جزا دونوں مضارع ہوں تو دونوں میں لفظاً جزم واجب ہے اس لئے کہ مضارع میں جزم قبول کرنے کی صلاحیت ہے کہ وہ معرب ہے اور حرفِ جازم بھی موجود ہے جیسے اِنْ تُكْرِمْنِيْ اُكْرِمْكَ ۔ (۲) اگر شرط اور جزا دونوں فعلِ ماضی ہوں تو کلماتِ شرط و جزا ان میں لفظاً عمل نہیں کریں گے بلکہ دونوں میں جزم محلی ہوگا اس لئے کہ ماضی مبنی ہے جیسے اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ ۔ (۳) اگر صرف جزا ماضی ہو اور شرط مضارع ہو تو شرط میں جزم واجب ہوگا جیسے اِنْ تَضْرِبْنِيْ ضَرَبْتُكَ ۔ (۴) اگر صرف شرط ماضی ہو اور جزا مضارع تو جزا میں دو وجہیں جائز ہیں ایک جزم اور دوسرے رفع۔ جزم تو اس لئے کہ مضارع قابل جزم ہے اور رفع اس لئے کہ جب شرط میں ماضی ہونے کی وجہ سے جزم لفظی باطل ٹھہرا تو اس کی موافقت میں مضارع میں بھی جزم نہیں آئے گا جیسے اِنْ جِئْتَنِيْ اُكْرِمْكَ ۔ قولہ واعْلَمْ :- شرط و جزاء میں انجزام و عدمِ انجزام کو بیان کرنے کے بعد اب جزاء پر فاء کے دخول و عدمِ دخول کے مواضع بیان کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔ (۱) جب جزا لفظاً یا معنًی ماضی ہو بغیر حرفِ قد کے تو جزاء پر فاء لانا جائز نہیں اس لئے کہ حرفِ شرط نے ماضی میں اثر کیا کہ اس کو مستقبل کے معنی میں کر دیا لہٰذا دوسرے رابطہ یعنی فاء کی ضرورت نہیں جیسے اِنْ اَكْرَمْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ ۔

وَاِنْ كَانَ مُضَارِعًا مُثْبَتًا اَوْ مَنْفِيًّا بِلَا جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ نَحْوُ اِنْ تَضْرِبْنِيْ اَضْرِبْكَ اَوْ فَاَضْرِبُكَ وَاِنْ تَشْتِمْنِيْ لَا اَضْرِبْكَ اَوْ فَلَا اَضْرِبُكَ وَاِنْ لَمْ يَكُنِ الْجَزَاءُ اَحَدَ الْقِسْمَيْنِ الْمَذْكُوْرَيْنِ فَيَجِبُ الْفَاءُ فِيْهِ وَذٰلِكَ فِيْ اَرْبَعِ صُوَرٍ اَلْاُوْلٰى اَنْ يَّكُوْنَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا مَعَ قَدْ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ وَالثَّانِيَةُ اَنْ يَّكُوْنَ مُضَارِعًا مَنْفِيًّا بِغَيْرِ لَا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَالثَّالِثَةُ اَنْ يَّكُوْنَ جُمْلَةً اِسْمِيَّةً كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَالرَّابِعَةُ اَنْ يَّكُوْنَ جُمْلَةً اِنْشَائِيَّةً اِمَّا اَمْرًا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاِمَّا نَهْيًا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ وَقَدْ يَقَعُ اِذَا مَعَ الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ مَوْضِعَ الْفَاءِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ

(۲) اگر جزاء مضارع مثبت ہو یا منفی بلا، تو جزاء میں دو وجہ جائز ہیں اتیانِ فاء اور ترک فاء۔ فاء کا لانا تو اس لئے جائز ہے کہ حرفِ شرط نے جزاء میں پورا اثر نہیں کیا کیونکہ مضارع میں زمانہ مستقبل پہلے سے موجود تھا لہذا رابطہ فاء کا لانا جائز ہے اور حرف شرط نے اثر کیا بھی ہے اگرچہ وہ ضعیف ہے یعنی مضارع کو استقبال کے ساتھ خاص کردیا ہے لہذا دوسرے رابطہ کی ضرورت نہیں پس ترک فاء بھی جائز ہے۔ (۳) اگر جزاء مذکورہ دو قسموں میں سے کوئی نہ تو اس میں فاء کا لانا واجب ہے۔ قولہ وذلک:- یعنی جزاء کا مذکورہ دو قسموں میں سے کوئی قسم نہ ہونا اس کی چار صورتیں ہیں (۱) جزاء ماضی ہو قد کے ساتھ جیسے ارشاد باری اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ۔ (۲) جزاء مضارع منفی ہو بغیر لا کے جیسے وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ۔ (۳) جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ (۴) جزاء جملہ انشائیہ ہو خواہ امر ہو یا نہی جیسے اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ۔ فائدہ:- جزاء میں فاء کے لانے یا نہ لانے کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر حرفِ جازم شرط و جزاء میں مؤثر ہے یعنی جزم دے رہا ہے یا نفی مستقبل کے معنی میں کررہا ہے تو دخول فاء جائز نہیں اور اگر مؤثر نہیں ہے تو دخول فاء واجب ہے اور اگر حرف کی تاثیر و عدم تاثیر دونوں محتمل ہیں تو فاء کا لانا اور ترک دونوں جائز ہیں۔

قولہ وقد یقع اذا:- اور کبھی جزاء پر فاء کی جگہ اذا مفاجاتیہ آتا ہے جبکہ جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ اِذَا هُمْ یَقْنَطُوْنَ۔ اس لئے کہ اذا میں فاء کی مثل تعقیب کے معنی پائے جاتے ہیں۔

وَاِنَّمَا تُقَدَّرُ اِنْ بَعْدَ الْاَفْعَالِ الْخَمْسَةِ الَّتِیْ هِیَ الْاَمْرُ نَحْوُ تَعَلَّمْ تَنْجُ وَالنَّهْیُ نَحْوُ لَاتَكْذِبْ يَكُنْ خَيْرًا لَّكَ وَالْاِسْتِفْهَامُ نَحْوُ هَلْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمْكَ وَالتَّمَنِّیْ نَحْوُ لَيْتَكَ عِنْدِیْ اُخْدِمْكَ وَالْعَرْضُ نَحْوُ اَلَاتَنْزِلُ بِنَاتُصِبْ خَيْرًاوَبَعْدَ النَّفْیِ فِیْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ نَحْوُلَا تَفْعَلْ شَرًّا يَكُنْ خَيْرًا لَّكَ وَذٰلِكَ اِذَا قُصِدَ اَنَّ الْاَوَّلَ سَبَبٌ لِلثَّانِیْ كَمَا رَأَيْتَ فِی الْاَمْثِلَةِ فَاِنَّ مَعْنٰى قَوْلِنَا تَعَلَّمْ تَنْجُ هُوَاِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ وَكَذٰلِكَ الْبَوَاقِیْ فَلِذٰلِكَ امْتَنَعَ قَوْلُكَ لَاتَكْفُرْتَدْخُلِ النَّارَ لِاِمْتِنَاعِ السَّبَبِيَّةِ اِذْلَا يَصِحُّ اَنْ يُّقَالَ اِنْ لَّاتَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ **وَالثَّالِثُ الْاَمْرُ** وَهُوَ صِيْغَةٌ يُطْلَبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنَ الْفَاعِلِ الْمُخَاطَبِ بِاَنْ تَحْذِفَ مِنَ الْمُضَارِعِ حَرْفَ الْمُضَارِعَةِ ثُمَّ تَنْظُرَ فَاِنْ كَانَ مَابَعْدَ حَرْفِ الْمُضَارِعَةِ سَاكِنًا زِدْتَ هَمْزَةَ الْوَصْلِ مَضْمُوْمَةً اِنِ انْضَمَّ ثَالِثُهٗ نَحْوُ اُنْصُرْ وَمَكْسُوْرَةً اِنِ انْفَتَحَ اَوِ انْكَسَرَ كَاِعْلَمْ وَاِضْرِبْ وَاِسْتَخْرِجْ

قولہ وانما تقدر:- یعنی ان شرطیہ بمع شرط پانچ چیزوں کے بعد مقدر ہوتا ہے جبکہ یہ ارادہ کیا جائے کہ مضمونِ اول سبب ہے مضمون ثانی کیلئے۔ اول، امر جیسے تَعَلَّمْ تَنْجُ ای تَعَلَّمْ اِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ۔ دوم، نہی جیسے لَاتَكْذِبْ يَكُنْ خيرالك ای لاتكذب ان لاتكذب يَكُنْ خَيْرًا لَّكَ۔ سوم، استفہام جیسے هَلْ تَزُوْرُنَانُكْرِمْكَ ای هل تزورناان تزرنا نكرمك۔ چہارم، تمنی لیتک عِنْدِیْ اُخْدِمْكَ ای لَيْتَكَ عِنْدِیْ اِنْ تَكُنْ عِنْدِیْ اخدمك۔ پنجم، عرض جیسے الا تنزل بناتصب خيرًاای الا تنزل بنااِنْ تَنْزِلْ بِنَاتُصِبْ خَيْرًا۔ قولہ وَبَعْدَ النَّفْیِ:- یہ عبارت کاتب کی غلطی ہے۔ قولہ اَلْاَمْرُ:- فعل کی قسمِ ثالث امر ہے اصطلاحِ نحات میں امر ایسا صیغہ ہے جس کے ذریعے فاعل مخاطب سے فعل طلب کیا جائے اور وہ مضارع سے بنتا ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے۔(الف) علامت مضارع حذف کرنے کے بعد دیکھو اگر بعد والا حرف ساکن ہے تو علامتِ مضارع کی جگہ ہمزہ لاؤ تا کہ ابتدا ساکن سے نہ ہو اور ہمزہ اس لئے لایا جاتا ہے کہ یہ حروفِ زوائد سے ثقیل حرف ہے اور ہمزہ کی حرکت عین کلمہ کی حرکت کے موافق ضمہ ہوگا یا کسرہ جیسے تَضْرِبُ سے اِضْرِبْ، تَفْتَحُ سے اِفْتَحْ اور تَنْصُرُ سے اُنْصُرْ۔ سوال:- اگر عین مضارع مفتوح ہو تو امر میں ہمزۂ وصل مفتوح کیوں نہیں آتا؟ جواب:- اس لئے کہ اگر عین کلمہ کی موافقت میں ہمزہ مفتوح آئے تو صیغہ امر کا صیغہ واحد متکلم مضارع سے التباس ہوگا۔

وَاِنْ كَانَ مُتَحَرِّكًا فَلَاحَاجَةَ اِلَى الْهَمْزَةِ نَحْوُ عِدْوَحَاسِبْ وَالْاَمْرُ مِنْ بَابِ الْاِفْعَالِ مِنَ الْقِسْمِ الثَّانِي وَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلٰى عَلَامَةِ الْجَزْمِ كَاضْرِبْ وَاُغْزُ وَارْمِ وَاِسْعَ وَاضْرِبَا وَاضْرِبُوْا وَاضْرِبِيْ **فَصْلٌ** فِعْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ هُوَ فِعْلٌ حُذِفَ فَاعِلُهُ وَاُقِيْمَ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَهُ وَيُخْتَصُّ بِالْمُتَعَدِّيْ وَعَلَامَتُهُ فِي الْمَاضِيْ اَنْ يَّكُوْنَ اَوَّلُهُ مَضْمُوْمًا فَقَطْ وَمَاقَبْلَ اٰخِرِهٖ مَكْسُوْرًا فِى الْاَبْوَابِ الَّتِيْ لَيْسَتْ فِيْ اَوَائِلِهَا هَمْزَةُ وَصْلٍ وَلَاتَاءٌ زَائِدَةٌ نَحْوُ ضُرِبَ وَدُحْرِجَ وَاُكْرِمَ وَاَنْ يَّكُوْنَ اَوَّلُهُ وَثَانِيْهِ مَضْمُوْمًا وَمَاقَبْلَ اٰخِرِهٖ كَذٰلِكَ فِيْمَا فِيْ اَوَّلِهٖ تَاءٌ زَائِدَةٌ نَحْوُ تُفُضِّلَ وَتُضُوْرِبَ

(ب) اگر علامتِ مضارع کا بعد متحرک رہ جائے تو آخر میں وقف کردو جیسے تَعِدُ سے عِدْ۔ قولہ وَالْاَمْرُ:- اور بابِ افعال کا امر قسم ثانی سے ہے اس لئے کہ اَکْرِمْ، تُکْرِمُ سے بنا ہے جو اصل میں تُؤَکْرِمُ تھا یہ ہمزہ وصلی نہیں ہے۔ (ج) اگر مضارع کے آخر میں حرف علت ہے تو وہ امر میں گر جائے گا اور ذواتُ النُّوْنُ صیغوں سے نون بھی گر جائے گا جیسے اِرْمِ، اِرْمِیا۔ قولہ وَهُوَ مَبْنِیٌّ:- اور امر علامتِ جزم پر مبنی ہوتا ہے یہ نحات بصرہ کا مذہب ہے وجہ بنا یہ ہے کہ فعل میں اصل بنا ہے لیکن فعلِ مضارع علامت مضارع کی زیادت کے بعد اسم کے مشابہ ہو گیا ہے لہٰذا مضارع معرب بن گیا اور جب یہ مشابہت حرفِ مضارع کے حذف سے ختم ہو گئی تو امر مبنی ہو گیا۔ اور اخفش کے نزدیک امر مبنی نہیں بلکہ مجزوم بلامِ طلب ہے اور اس کے نزدیک قُمْ کا اصل لِتَقُمْ اور اُقْعُدْ کا لِتَقْعُدْ ہے لام برائے تخفیف اور علامتِ مضارع لام کے اتباع میں حذف ہوگئی تو لتقم سے قُمْ رہ گیا۔ ﴿**فعل ما لم يسم فاعله**﴾ فعل مالم یُسَمَّ فَاعِلُہٗ (فعل مجہول) وہ فعل ہے جس کا فاعل کلام سے حذف کر کے اس کی جگہ مفعول رکھدیا گیا ہو اور یہ حذف واتیان، فعل متعدی کے ساتھ مختص ہے یعنی فعل مجہول، فعلِ متعدی سے بنایا جاتا ہے کیونکہ مفعول بہ اسی کا آتا ہے۔ قولہ وَعَلَامَتُهٗ:- اور ماضی میں فعلِ مجہول کی علامت یہ ہے کہ اس کا پہلا حرف اصل میں مضموم اور آخر سے پہلا مکسور ہوتا ہے یہ علامت اُن ابواب میں ہے جو ہمزۂ وصل اور تاءِ زائدہ سے خالی ہوتے ہیں جیسے ضُرِبَ، دُحْرِجَ وغیرہ۔ اور جن ابواب کے اوّل میں تاء ہے اُن میں پہلا اور دوسرا حرف مضموم اور آخر سے پہلا مکسور ہوتا ہے جیسے تُفُضِّلَ وغیرہ۔

وَ اَنْ یَکُوْنَ اَوَّلُہٗ وَ ثَالِثُہٗ مَضْمُوْمًا وَ مَاقَبْلَ اٰخِرِہٖ کَذٰلِکَ فِیْ مَا فِیْ اَوَّلِہٖ ہَمْزَۃُ وَصْلٍ نَحْوُ اُسْتُخْرِجَ وَاُقْتُدِرَ وَ الْھَمْزَۃُ تَتْبَعُ الْمَضْمُوْمَ اِنْ لَّمْ تُدْرَجْ وَ فِی الْمُضَارِعِ اَنْ یَکُوْنَ حَرْفُ الْمُضَارِعَۃِ مَضْمُوْمًا وَ مَاقَبْلَ اٰخِرِہٖ مَفْتُوْحًا نَحْوُ یُضْرَبُ وَ یُسْتَخْرَجُ اِلَّا فِیْ بَابِ الْمُفَاعَلَۃِ وَ الْاِفْعَالِ وَ التَّفْعِیْلِ وَ الْفَعْلَلَۃِ وَ مُلْحَقَاتِھَا الثَّمَانِیَۃِ فَاِنَّ الْعَلَامَۃَ فِیْھَا فَتْحُ مَاقَبْلَ الْاٰخِرِ نَحْوُ یُحَاسَبُ وَ یُدَحْرَجُ وَ فِی الْاَجْوَفِ مَاضِیْہِ قِیْلَ وَ بِیْعَ وَ بِالْاِشْمَامِ قِیْلَ وَ بِیْعَ وَ بِالْوَاوِ قُوْلَ وَ بُوْعَ وَ کَذٰلِکَ بَابُ اُخْتِیْرَ وَاُنْقِیْدَ دُوْنَ اُسْتُخِیْرَ وَاُقِیْمَ لِفَقْدِ فُعِلَ فِیْھِمَا وَ فِیْ مُضَارِعِہٖ تُقْلَبُ الْعَیْنُ اَلِفًا نَحْوُ یُقَالُ وَ یُبَاعُ کَمَا عَرَفْتَ فِی التَّصْرِیْفِ مُسْتَقْصًی

اور جن ابواب میں ہمزہ وصل ہے اُن میں پہلا اور تیسرا حرف مضموم اور آخر سے پہلا مکسور ہوتا ہے جیسے اُقْتُدِرَ وغیرہ اور ہمزہ وصل ماضی میں اپنے بعد والے حرف کی حرکت ضمہ کے تابع ہو کر مضموم ہوتا ہے جب کہ ہمزہ ساقط نہ ہو جائے جیسے اُقْتُدِر میں تاء کے تابع ہو کر مضموم ہو گیا ہے چونکہ قاف ساکن کالمیّت ہے لہٰذا اُقْتُدِرَ میں ہمزہ کا مابعد تاء ہے۔ قولہ وَفِی الْمُضَارِعِ :- اور فعل مجہول کی علامت مضارع میں یہ ہے کہ حرفِ مضارع مضموم اور آخر کا پہلا حرف مفتوح ہوتا ہے اور اُس کا ضمہ ماضی کی موافقت میں ہوتا ہے کیونکہ ماضی مضارع کیلئے اصل ہے اور ماقبل آخر کا فتحہ خفیف ہونے کی وجہ سے جیسے یُضْرَبُ وغیرہ اور یہ علامت تمام ابواب میں پائی جاتی ہے ماسوی بابِ مُفَاعَلَہ، اِفْعَالٌ، تَفْعِیْل، فَعْلَلَ اور فَعْلَلَ کے ساتوں ملحقات کے، کہ ان میں مضارعِ مجہول کی علامت صرف ماقبل آخر کا فتحہ ہے اِس لئے کہ اِن ابواب کے مضارع معلوم میں بھی علامت مضارع مضموم ہوتی ہے۔ قولہ فِی الْاَجْوَفِ :- یعنی اجوف کی ماضی مجہول میں تین وجہ پڑھنا جائز ہے۔ (۱) واؤ کو یاء سے بدل کر جیسے قِیْلَ اور بِیْعَ۔ (۲) اشمام کے ساتھ جیسے قِیْلَ اور بِیْعَ۔ (۳) واؤ کے ساتھ قُوْلَ اور بُوْعَ اور اسی طرح باب اُنْقِیْدَ اور اُخْتِیْرَ تین طرح پڑھا گیا ہے۔ فائدہ:- اشمام سے مراد یہ ہے کہ فاء کلمہ کے کسرہ کو تھوڑا سا ضمہ کی طرف مائل کرکے اور اس کے بعد واقع یاء کو تھوڑا سا واؤ کی طرف مائل کر کے پڑھنا۔ قولہ دُوْنَ اُسْتُخِیْرَ :- یعنی بابِ استفعال اور باب افعال معتل العین کی ماضی مجہول میں صرف پہلی وجہ پڑھی جائے گی یعنی ضمہ اور اشمام کے ساتھ اُن کو نہیں پڑھا جائے گا اس لئے کہ ضمہ اور اشمام کا سبب یاء کے ماقبل کا ضمہ ہے یعنی وزنِ فُعِلَ اور اِن میں حرفِ علت کا ماقبل اصل کے اعتبار سے ساکن ہے لہٰذا ان میں وزنِ فُعِلَ حقیقی اور صوری نہ ہونے کی وجہ سے صرف ایک وجہ پڑھی جائے گی۔ قولہ وَفِیْ مُضَارِعِہٖ :- اور بابِ معتل العین کے مضارع مجہول میں عین کلمہ الف سے بدل جاتا ہے جیسے یُقَالُ وغیرہ۔

فصل اَلْفِعْلُ اِمَّا مُتَعَدٍّ وَ هُوَ مَا يَتَوَقَّفُ فَهْمُ مَعْنَاهُ عَلٰى مُتَعَلَّقٍ غَيْرِ الْفَاعِلِ كَضَرَبَ وَاِمَّا لَازِمٌ وَهُوَ مَابِخِلَافِهٖ كَقَعَدَ وَقَامَ وَالْمُتَعَدِّيْ قَدْ يَكُوْنُ اِلٰى مَفْعُوْلٍ وَاحِدٍ كَضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا وَ اِلٰى مَفْعُوْلَيْنِ كَاَعْطٰى زَيْدٌ عَمْرًا دِرْهَمًا وَ يَجُوْزُ فِيْهِ الْاِقْتِصَارُ عَلٰى اَحَدِ مَفْعُوْلَيْهِ كَاَعْطَيْتُ زَيْدًا اَوْاَعْطَيْتُ دِرْهَمًا بِخِلَافِ بَابِ عَلِمْتُ وَاِلٰى ثَلٰثَةِ مَفَاعِيْلَ نَحْوُاَعْلَمَ اللّٰهُ زَيْدًا عَمْرًا فَاضِلًا وَمِنْهُ اَرٰى وَاَنْبَأَ وَنَبَّأَ وَاَخْبَرَ وَ خَبَّرَ وَحَدَّثَ وَ هٰذِهِ السَّبْعَةُ مَفْعُوْلُهَا الْاَوَّلُ مَعَ الْاَخِيْرَيْنِ كَمَفْعُوْلَيْ اَعْطَيْتُ فِيْ جَوَازِ الْاِقْتِصَارِ عَلٰى اَحَدِهِمَا تَقُوْلُ اَعْلَمَ اللّٰهُ زَيْدًا وَالثَّانِيْ مَعَ الثَّالِثِ كَمَفْعُوْلَيْ عَلِمْتُ فِيْ عَدَمِ جَوَازِ الْاِقْتِصَارِ عَلٰى اَحَدِهِمَا فَلَا تَقُوْلُ اَعْلَمْتُ زَيْدًا خَيْرَ النَّاسِ بَلْ تَقُوْلُ اَعْلَمْتُ زَيْدًا عَمْرًا خَيْرَ النَّاسِ

° **الفعل اما متعد** ° فعل کی دو قسمیں ہیں۔(۱) متعدی۔(۲) لازم۔(۱) متعدی، وہ فعل ہے کہ جس کے معنی کا سمجھنا فاعل کے علاوہ کسی متعلق پر موقوف ہو جیسے ضرب کہ اس کا سمجھنا جس طرح کہ فاعل پر موقوف ہے، فاعل کے غیر یعنی مفعول پر بھی موقوف ہے۔(۲) لازم، وہ فعل ہے جس کا سمجھنا فاعل کے علاوہ کسی متعلق پر موقوف نہ ہو جیسے قعد وغیرہ

قولہ والمتعدی :۔یعنی متعدی کی تین قسمیں ہیں۔اول، ایک مفعول کی طرف متعدی جیسے ضرب۔ دوم، دو مفعولوں کی طرف متعدی جیسے اعطی۔ سوم، تین مفعولوں کی طرف متعدی جیسے اعلم وغیرہ۔ فائدہ:۔متعدی بدو مفعول کی دو قسمیں ہیں۔اول، وہ جو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو اور اس کا دوسرا مفعول مصداق میں مفعولِ اول کا غیر ہو جیسے اعطی زید عمرا درھما۔ اس قسم میں کسی ایک مفعول کو حذف کر کے دوسرے پر اقتصار جائز ہے۔ دوم، وہ جو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو اور اس کے ایک مفعول پر اقتصار جائز نہ ہو، یہ وہ ہے کہ جس کا دوسرا مفعول مصداق میں پہلے کا غیر نہیں ہے جیسے علمت زیدا فاضلا۔ اس قسم میں کسی ایک مفعول کو حذف کرنا جائز نہیں البتہ دونوں مفعولوں کو حذف کرنا جائز ہے۔ قولہ ومنہ :۔اور متعدی بسہ مفعول سے اری وغیرہ ہیں اور ان ساتوں فعلوں کا پہلا مفعول بعد کے دونوں مفعولوں کے ساتھ باب اعطیت کے دو مفعولوں کی مثل ہے یعنی ان کے پہلے مفعول کو بعد کے دو کے بغیر ذکر کر سکتے ہیں جیسے اَعْلَمَ اللّٰهُ زَيْدًا اور ان کا دوسرا مفعول تیسرے کے ساتھ علمت کے دو مفعولوں کی طرح ہے یعنی کسی ایک کو حذف کر کے دوسرے پر اقتصار جائز نہیں ہے لہٰذا اَعْلَمْتُ زَيْدًا خَيْرَ النَّاسِ نہیں کہا جائے گا بلکہ اَعْلَمْتُ زَيْدًا عَمْرًا خَيْرَ النَّاسِ کہا جائے گا۔

فصل اَفْعَالُ الْقُلُوْبِ عَلِمْتُ وَظَنَنْتُ وَحَسِبْتُ وَخِلْتُ وَرَأَيْتُ وَ وَجَدْ تُ وَزَعَمْتُ وَهِيَ اَفْعَالٌ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ فَتَنْصِبُهُمَا عَلَى الْمَفْعُوْلِيَّةِ نَحْوُ عَلِمْتُ زَيْدًا عَالِمًا **و اعلم** اَنَّ لِهٰذِهِ الْاَفْعَالِ خَوَاصَّ مِنْهَا اَنْ لَّا تُقْتَصَرَ عَلٰى اَحَدِ مَفْعُوْلَيْهَا بِخِلَافِ بَابِ اَعْطَيْتُ فَلَاتَقُوْلُ عَلِمْتُ زَيْدًا وَمِنْهَا جَوَازُ الْاِلْغَاءِ اِذَا تَوَسَّطَتْ نَحْوُ زَيْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ اَوْ تَأَخَّرَتْ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ وَمِنْهَا اَنَّهَا تُعَلَّقُ اِذَا وَقَعَتْ قَبْلَ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَقَبْلَ النَّفْيِ نَحْوُ عَلِمْتُ مَازَيْدٌ فِي الدَّارِ وَقَبْلَ لَامِ الْاِبْتِدَاءِ نَحْوُ عَلِمْتُ لَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ وَمِنْهَا اَنَّهَا يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ فَاعِلُهَا وَمَفْعُوْلُهَا ضَمِيْرَيْنِ لِشَيْئٍ وَّاحِدٍ نَحْوُ عَلِمْتُنِيْ مُنْطَلِقًا وَظَنَنْتُكَ فَاضِلًا

قولہ افعالُ القُلوب:- افعالِ قلوب سات ہیں جن میں عَلِمْتُ، رَأَيْتُ اور وَجَدْتُ یقین کے لئے آتے ہیں اور ظَننتُ، خِلتُ اور حَسِبتُ، ظن کیلئے آتے ہیں اور زَعَمْتُ، ظن و یقین میں مشترک ہے اور سات میں یہ انحصار استقرائی ہے عقلی نہیں۔ فائدہ:- مذکورہ بالا سات افعال میں شک اور یقین کے معنی پائے جاتے ہیں جن کا تعلق قلب سے ہے اس لئے ان کو افعال قلوب کہتے ہیں۔ قولہ وھی افعالٌ:- یعنی افعالِ قلوب وہ افعال ہیں جو مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر ان کو بنا بر مفعولیت نصب دیتے ہیں جیسے عَلِمْتُ زَيْدًا عَالِمًا یہ (زَيْدًا وَّعَالِمًا) دونوں مفعول اصل میں مبتدا اور خبر تھے ای زیدٌ عالمٌ۔ قولہ خواصُّ:- خواصُّ، خاصّۃٌ کی جمع ہے اور کسی چیز کا خاصہ وہ ہے جو اُس کے ساتھ خاص ہو اور اُس کے غیر میں نہ پایا جائے اور افعالِ قلوب کے خواص یہ ہیں۔ (۱) ان کے دو مفعولوں میں سے کسی ایک پر اقتصار نہیں کیا جاتا یعنی جب ایک ذکر کیا جائیگا تو دوسرا بھی ذکر کیا جائے گا اس لئے کہ اصل میں یہ مبتدا اور خبر ہوتے ہیں اور مبتدا و خبر میں سے ہر ایک کیلئے دوسرے کا ہونا ضروری ہے لہٰذا عَلِمْتُ زَيْدًا نہیں کہے گا۔ (۲) جب یہ افعال مبتدا اور خبر کے درمیان واقع ہوں تو ان کے عمل کو لفظاً اور معنیً باطل کرنا لازم ہے جیسے زَيْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ یا جب یہ افعال مبتدا اور خبر سے مؤخر ہو جائیں جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ۔ (۳) جب یہ حرف استفہام سے پہلے واقع ہوں یا نفی سے پہلے واقع ہوں یا لام ابتداء سے قبل تو ان کا عمل لفظاً باطل ہوتا ہے اس لئے کہ مذکورہ تینوں کلمات صدارتِ کلام کو چاہتے ہیں پس اگر افعالِ قلوب کو عمل دیا جائے تو ان کلمات کی صدارت باطل ہو جائیگی ہے۔ (۴) ان افعال میں یہ جائز ہے کہ ان کا فاعل اور مفعول اوّل دونوں ضمیریں ہوں جن سے مراد شئی واحد ہو اور مفعولِ ثانی اسمِ ظاہر ہو جیسے عَلِمْتُنِيْ مُنْطَلِقًا (میں نے خود کو جانے والا یقین کیا)

وَاعْلَمْ اَنَّهُ قَدْ يَكُوْنُ ظَنَنْتُ بِمَعْنٰى اِتَّهَمْتُ وَعَلِمْتُ بِمَعْنٰى عَرَفْتُ وَرَأَيْتُ بِمَعْنٰى اَبْصَرْتُ وَوَجَدْتُ بِمَعْنٰى اَصَبْتُ الضَّالَّةَ فَتَنْصِبُ مَفْعُوْلًا وَّاحِدًا فَقَطْ فَلَا تَكُوْنُ حِيْنَئِذٍ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ **فصل** اَلْاَفْعَالُ النَّاقِصَةُ هِيَ اَفْعَالٌ وُضِعَتْ لِتَقْرِيْرِ الْفَاعِلِ عَلٰى صِفَةٍ غَيْرِ صِفَةِ مَصْدَرِهَا وَهِيَ كَانَ وَصَارَ وَظَلَّ وَبَاتَ اِلٰى اٰخِرِهَا تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ لِاِفَادَةِ نِسْبَتِهَا حُكْمَ مَعْنَاهَا فَتَرْفَعُ الْاَوَّلَ وَتَنْصِبُ الثَّانِيَ فَتَقُوْلُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا

فائدہ:- افعال قلوب کے علاوہ دیگر افعال میں یہ جائز نہیں کہ اُن کے فاعل کی اور مفعول کی ضمیر شئی واحد کی طرف لوٹیں، کیونکہ اس صورت میں شخص واحد فاعل اور مفعول بن جائے گا جو جائز نہیں۔ اور افعالِ قلوب میں یہ اس لئے جائز ہے کہ ان کا پہلا مفعول درحقیقت مفعول ثانی کے لئے محض تمہید ہوتا ہے اور اصل میں مفعول دوسرا ہی مفعول ہے۔ سوال:- فقدتُنی (میں نے خود کو گم پایا) میں ضمیر فاعل اور ضمیر مفعول سے شخص واحد یعنی متکلم مراد ہے جب کہ یہ افعالِ قلوب سے نہیں تو یہ کیسے جائز ہو گیا؟ جواب:- یہ افعالِ قلوب پر محمول ہے وجہِ حمل یہ ہے کہ یہ وَجَدْتُنِی کی نقیض ہے لہٰذا اس پر محمول کیا گیا از قبیلِ حَمْلُ النَّقِيْضِ عَلَى النَّقِيْضِ۔ قولہ قَدْيَكُوْنُ:- یعنی افعالِ قلوب میں سے بعض افعال کے دوسرے معنی بھی ہیں جن کی وجہ سے وہ صرف مفعولِ واحد کی طرف متعدی ہوتے ہیں اور اُس وقت وہ افعالِ قلوب سے نہیں ہوتے جیسے ظَنَنْتُ بمعنی اِتَّهَمْتُ وغیرہ۔☆ **اَلْاَفْعَالُ النَّاقِصَةُ** ☆افعالِ ناقصہ وہ افعال ہیں جو فاعل کو کسی ایسی صفت پر ثابت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہوں جو اُن کی صفتِ مصدر کے علاوہ ہو (اور وہ صفت اُن کی خبر کی صفت ہوتی ہے) جیسے كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا (زید کھڑا ہونے والا تھا) اس مثال میں فعلِ ناقص (كَانَ) نے اپنے فاعل (زَيْدٌ) کیلئے صفتِ قیام کو ثابت کیا ہے جو كَانَ کی خبر کی صفت ہے اور یہ صفتِ قیام كَانَ کے مصدر کی صفت یعنی كَيْنُوْنَة کے علاوہ ہے۔ وجہ تسمیہ:- افعالِ ناقصہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ تنہا فاعل کیساتھ کلام تام نہیں ہوتے بلکہ کلام بننے میں خبر کے محتاج ہوتے ہیں اس لئے ان کو ناقصہ کہتے ہیں یا اس لئے کہ اِن میں باقی افعال کی نسبت نقصان پایا جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ یہ افعال صرف زمانہ پر دلالت کرتے ہیں جبکہ باقی افعال زمانہ کے علاوہ حدث پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ قولہ تَدْخُلُ:- یعنی افعالِ ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں تا کہ اِن افعال کی خبر کی طرف نسبت، خبر کو ان کا معنی اور اثر دے مثلاً صَارَ کا معنی انتقال ہے اور اُس پر جو اثر مرتب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شئی منتقل الیہ ہو پس جب وہ زَيْدٌ غَنِيٌّ پر داخل ہوا تو خبر (غَنِيٌّ) کو منتقل الیہ ہونا دیا یا معنی ہوئے اِنْتَقَلَ زَيْدٌ مِنَ الْفَقْرِ اِلَى الْغِنَاءِ ۱۲۔

وَكَانَ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ نَاقِصَةٌ وَهِيَ تَدُلُّ عَلٰى ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا فِي الْمَاضِيْ اِمَّا دَائِمًا نَحْوُ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اَوْ مُنْقَطِعًا نَحْوُ كَانَ زَيْدٌ شَابًّا وَتَامَّةٌ بِمَعْنٰى ثَبَتَ وَحَصَلَ نَحْوُ كَانَ الْقِتَالُ اَيْ حَصَلَ الْقِتَالُ وَزَائِدَةٌ لَايَتَغَيَّرُ بِاِسْقَاطِهَا مَعْنَى الْجُمْلَةِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

جِيَادُ ابْنِيْ اَبِيْ بَكْرٍ تَسَامٰى	**شعر**	عَلٰى كَانَ الْمُسَوَّمَةِ الْعِرَابِ

اَيْ عَلَى الْمُسَوَّمَةِ وَصَارَ لِلْاِنْتِقَالِ نَحْوُ صَارَ زَيْدٌ غَنِيًّا وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰى وَاَضْحٰى تَدُلُّ عَلَى اقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِتِلْكَ الْاَوْقَاتِ نَحْوُ اَصْبَحَ زَيْدٌ ذَاكِرًا اَيْ كَانَ ذَاكِرًا فِيْ وَقْتِ الصُّبْحِ وَبِمَعْنٰى صَارَ نَحْوُ اَصْبَحَ زَيْدٌ غَنِيًّا وَتَامَّةٌ بِمَعْنٰى دَخَلَ فِي الصَّبَاحِ وَالضُّحٰى وَالْمَسَا

قولہ علی ثلثة :- یعنی کان تین قسم پر ہے (۱) ناقصہ، یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خبر اس کے فاعل (اسم) کیلئے زمانہ ماضی میں یا بطریق دوام ثابت ہے جیسے کان اللّٰہ علیمًا حکیمًا (اللہ حکیم وعلیم ہے) اور یا بطریقِ انقطاع ثابت ہے جیسے کان زیدٌ شابًا، زید جوان تھا۔ (۲) تامہ، جو بمعنی ثبت اور حصل ہوتا ہے جیسے کَانَ الْقِتَالُ یعنی قتال ہوا۔ (۳) زائدہ، یہ وہ ہے جس کے حذف کرنے سے جملہ کے معنی متغیر نہ ہوں۔ فائدہ:- زائدہ، صرف کَانَ ہوتا ہے جبکہ ناقصہ اور تامہ کَانَ بھی ہوتا ہے اور اس کے باقی مشتقات بھی۔ قولہ کقولِ :- مصنف علیہ الرحمۃ نے کَانَ زائدہ کی مثال میں شعر ذکر کیا جس کے معنی ہیں میرے بیٹے ابوبکر کے گھوڑے ان عربی گھوڑوں پر فوقیت رکھتے ہیں جن پر عمدہ ہونے کے نشانات لگائے گئے ہیں۔ مصنف نے اپنے قول ای علی الْمسوّمة میں لفظِ کَانَ کے زائدہ ہونے کو بیان کیا ہے۔ فائدہ:- جِیَادُ جمع جَیِّدٌ ہے بمعنی تیز رفتار گھوڑے۔ تسامی اصل میں تتسامی تھا بمعنی بلند ہیں مُسَوَّمَةِ بفتح واؤ، وہ گھوڑے جن پر علامت ونشانی لگائی گئی ہو عِراب بکسر اول جمع عربیٌّ بمعنی عربی۔ سوال:- مصنف نے افعالِ ناقصہ میں کَانَ تامہ اور زائدہ کا ذکر کیا ہے حالانکہ یہ دونوں فعلِ ناقص نہیں ہیں ایسا کیوں کیا؟ جواب:- چونکہ ان کو کَانَ ناقصہ کے ساتھ لفظی مشابہت ہے اس لئے اِن کو افعالِ ناقصہ میں ذکر کیا ہے ورنہ یہ دونوں ناقصہ نہیں۔ قولہ وصار :- اور صارَ شئی کے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال کیلئے ہوتا ہے جیسے صار زیدٌ غنیًا، زید غنی ہوگیا یا ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف انتقال کے لئے جیسے صَارَ الطِّیْنُ حجرا، مٹی پتھر بن گئی۔ قولہ واضح :- یعنی یہ تینوں افعال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بعد کے جملہ کا مضمون اِن کے اوقات یعنی صبح، شام اور چاشت کے ساتھ مقارِن ہے اور کبھی یہ تینوں بمعنی صَارَ ہوتے ہیں اور کبھی تامہ۔

وَ ظَلَّ وَبَاتَ يَدُلَّانِ عَلٰى اقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِوَقْتَيْهِمَا نَحْوُ ظَلَّ زَيْدٌ كَاتِبًا وَبِمَعْنٰى صَارَ وَمَازَالَ وَمَافَتِئَ وَمَا بَرِحَ وَمَاانْفَكَّ تَدُلُّ عَلٰى اسْتِمْرَارِ ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا مُذْقَبِلَهٗ نَحْوُ مَازَالَ زَيْدٌ اَمِيْرًا وَ يَلْزَمُهَا حَرْفُ النَّفْيِ وَمَادَامَ يَدُلُّ عَلٰى تَوْقِيْتِ اَمْرٍ بِمُدَّةِ ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا نَحْوُ اَقُوْمُ مَادَامَ الْاَمِيْرُ جَالِسًا وَلَيْسَ يَدُلُّ عَلٰى نَفْيِ مَعْنَى الْجُمْلَةِ حَالًا وَ قِيْلَ مُطْلَقًا وَ قَدْ عَرَفْتَ بَقِيَّةَ اَحْكَامِهَا فِى الْقِسْمِ الْاَوَّلِ فَلَانُعِيْدُهَا **فصل** اَفْعَالُ الْمُقَارَبَةِ هِىَ اَفْعَالٌ وُضِعَتْ لِلدَّلَالَةِ عَلٰى دُنُوِّ الْخَبَرِ لِفَاعِلِهَا وَهِىَ ثَلٰثَةُ اَقْسَامٍ

قولہ ظلّ وبات:- یعنی ظلّ اور بات بھی مضمون جملہ کو اپنے اپنے اوقات یعنی روز و شب کے ساتھ مقترن ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور بمعنی صار بھی۔ قولہ مازال:- یعنی یہ چاروں افعال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کی خبر ان کے فاعل کیلئے بطور استمرار ثابت ہے جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے اور ان کو حرف نفی لازم ہے۔ فائدہ:- مازال وغیرہ چاروں افعال کو نفی لازم ہے یعنی ماضی ہوں تو ما یا لا (نافیہ) لازم ہے اور مضارع ہوں تو ان یا لم یا لن اس لئے کہ ان کے معنی میں نفی پائی جاتی ہے اور جب نفی پر نفی آجائے تو وہ اثبات اور مفید استمرار ہو جاتی ہے۔ قولہ ولیس:- لیس زمانہ حال میں مضمون جملہ کی نفی کرتا ہے اور بعض کے نزدیک مطلق مضمون جملہ کی نفی کرتا ہے یہ اصل میں لَیِسَ بروزن سمع تھا بنظر تخفیف عین کلمہ کو ساکن کر دیا تو لیس ہوا۔ سوال:- لیس کی یاء کو بقاعدہ باع الف کیوں نہیں کیا؟ جواب:- یاء کو الف نہ کرنا اس کے فعل غیر متصرف ہونے پر دلالت کرنے کیلئے ہے۔ فائدہ:- لیس کے فعل ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اس کے آخر میں تاء تانیث ساکنہ آتی ہے جیسے لیست اور ضمائر بارزہ متصلہ بھی آتی ہیں جیسے لست اور کوفیوں کے نزدیک لیس حرف ہے اس لئے کہ اس میں تصریف نہیں ہے۔ ○ **افعال المقاربة** ○ افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو خبر کے حصول کو اپنے فاعل سے قریب کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں اور اسی لئے ان کو افعال مقاربہ کہتے ہیں۔ فائدہ:- بعض حضرات کے نزدیک مرفوع پر تمام نہ ہونے کی وجہ سے یہ افعال بھی از قسم افعال ناقصہ ہیں اور صرف احکام مخصوصہ کی وجہ سے ان کو الگ ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں کیونکہ محض مرفوع پر تمام نہ ہونے کی وجہ سے اگر یہ افعال ناقصہ ہیں تو پھر افعال متعدی بھی ناقصہ کہلائیں گے جو صحیح نہیں۔ قولہ وھی الخ:- یعنی افعال مقاربہ کی تین قسمیں ہیں۔

الْاَوَّلُ لِلرَّجَآءِ وَهُوَ عَسٰى وَهُوَ فِعْلٌ جَامِدٌ لَايُسْتَعْمَلُ مِنْهُ غَيْرُ الْمَاضِيْ وَهُوَ فِي الْعَمَلِ مِثْلُ كَادَ اِلَّااَنَّ خَبَرَهٗ فِعْلٌ مُضَارِعٌ مَعَ اَنْ نَحْوُ عَسٰى زَيْدٌ اَنْ يَّقُوْمَ وَيَجُوْزُ تَقْدِيْمُ الْخَبَرِ عَلٰى اسْمِهٖ نَحْوُ عَسٰى اَنْ يَّقُوْمَ زَيْدٌ وَقَدْ يُحْذَفُ اَنْ نَحْوُ عَسٰى زَيْدٌ يَقُوْمُ وَالثَّانِيْ لِلْحُصُوْلِ وَهُوَ كَادَ وَخَبَرُهٗ مُضَارِعٌ دُوْنَ اَنْ نَحْوُ كَادَ زَيْدٌ يَقُوْمُ وَقَدْ تَدْخُلُ اَنْ نَحْوُ كَادَ زَيْدٌ اَنْ يَّقُوْمَ

قسم اول، رجاء کیلئے ہے یعنی اس بات پر دلالت کرنے کیلئے کہ متکلم کو اُمید ہے کہ فاعل کیلئے حصولِ خبر قریب ہے اور اس معنی کیلئے فعلِ عسٰی موضوع ہے مگر کلامِ الٰہی میں یہ وجوب کیلئے آتا ہے کیونکہ رجاء اور طمع، اللہ تعالٰی کے حق میں محال ہے۔ قولہ وھو فعل:- اور عسٰی فعل ہے کیونکہ فعل کی علامات قبول کرتا ہے اور غیر متصرف ہے کیونکہ ماضی معلوم کے علاوہ اس سے کوئی صیغہ نہیں آتا اور ماضی معلوم کے بھی تمام صیغے نہیں آتے اور یہ عمل میں کَادَ کی طرح ہے یعنی فعلِ عسٰی، کَادَ کی طرح اسم کو رفع دیتا ہے اور کَادَ کی طرح اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے جیسے عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّقُوْمَ، میں زَیْد، عسٰی کا اسم ہے اور اَنْ یَّقُوْمَ، محلًا منصوب اسکی خبر ہے لیکن کوفیین کے نزدیک اَنْ یَّقُوْمَ، زَیْدٌ سے بدل الاشتمال ہے، قولہ الاان:- یعنی صرف اتنا فرق ہے کہ عسٰی کی خبر فعلِ مضارع مع اَنْ ہوتی ہے جیسے عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّقُوْمَ اور کاد کی خبر فعلِ مضارع بغیر اَن کے جیسے کادَ زَیْدٌ یَخْرُجُ۔ سوال:- عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّقُوْمَ میں عسٰی کی خبر مؤول بالمصدر ہے جس کا ذات پر حمل درست نہیں ہے؟ لہٰذا عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّقُوْمَ بولنا صحیح نہیں؟ جواب:- اس مثال میں مضاف مقدر ہے یا جانب اسم میں ای عَسٰی شَانُ زَیْدٍ الْقِیَامُ یا جانبِ خبر میں اَیْ عَسٰی زَیْدٌ صَاحِبَ الْخُرُوْجِ۔ قولہ ویجوز:- اور عسٰی کی خبر کی تقدیم اُس کے اسم پر جائز ہے کیونکہ یہ فعل ہونے کی وجہ سے قوت رکھتا ہے۔ جیسے عسٰی اَنْ یَّقُوْمَ زَیْدٌ یعنی زید کا قیام قریب ہے۔ فائدہ:- مشہور یہ ہے کہ تقدیمِ خبر کی صورت میں عسٰی فعل تام ہوتا ہے یعنی خبر کا محتاج نہیں ہوتا لیکن ابن مالک نے کہا کہ عسٰی ہمیشہ فعلِ ناقص ہوتا ہے اور عَسٰی اَنْ یَّقُوْمَ زَیْدٌ میں کلمہ ان مع الصلہ قائم مقام اسم وخبر ہے جیسے ارشادِ باری تعالٰی اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا، میں اَنْ اپنے صلہ کے ساتھ مل کر قائم مقام دو مفعول کے ہے لہٰذا عسٰی فعلِ ناقص ہے تام نہیں۔ قسم دوم، حصول کیلئے یعنی خبر کا فاعل کیلئے حصول باعتبار جزمِ متکلم کے قریب ہے اور اس کے لئے کَادَ ہے اور اُس کی خبر فعلِ مضارع ہوتی ہے بغیر اَنْ کے اور کبھی اَن کے ساتھ عسٰی کی مشابہت کی وجہ سے۔ جیسے کَادَ زَیْدٌ یَقُوْمُ، زید یقینًا کھڑے ہونے کے قریب ہے۔

وَلَا یُبْنَیَانِ اِلَّا مِمَّا یُبْنٰی مِنْهُ اَفْعَلُ التَّفْضِیْلِ وَیُتَوَصَّلُ فِی الْمُمْتَنِعِ بِمِثْلِ مَا اَشَدَّ اسْتِخْرَاجًا فِی الْاَوَّلِ وَاَشْدِدْ بِاسْتِخْرَاجِهٖ فِی الثَّانِیْ کَمَا عَرَفْتَ فِیْ اِسْمِ التَّفْضِیْلِ وَلَا یَجُوْزُ التَّصَرُّفُ فِیْهِمَا بِتَقْدِیْمٍ وَلَا تَاخِیْرٍ وَلَا فَصْلٍ وَالْمَازِنِیُّ اَجَازَ الْفَصْلَ بِالظَّرْفِ نَحْوُ مَا اَحْسَنَ الْیَوْمَ زَیْدًا

قولہ ولا یبنیان :- اور تعجب کے صیغے صرف اس فعل سے بنائے جاتے ہیں جس فعل سے اسم تفضیل بنایا جاتا ہے یعنی یہ صیغے صرف اس ثلاثی مجرد سے بنائے جاتے ہیں جو لون وعیب کے معنی سے خالی ہو اس لئے کہ فعلِ تعجب تاکید اور مبالغہ میں اسم تفضیل کے مشابہ ہے اور اسم تفضیل صرف ثلاثی مجرد سے آتا ہے جو لون وعیب کے معنی سے خالی ہو۔ قولہ وَیُتَوَصَّلُ :- یعنی ثلاثی مجرد بمعنی لون وعیب یا غیر ثلاثی مجرد سے تعجب کے معنی ادا کرنے کیلئے مَا اَشَدَّ اِسْتِخْرَاجًا یا اَشْدِدْ بِاسْتِخْرَاجِهٖ وغیرہ کے ذریعہ معنی ادا کئے جائیں گے، یعنی پہلے صیغہ میں مَا اَشَدَّ یا مَا اَقْوٰی وغیرہ کے بعد اُس فعل کا مصدر منصوب ذکر کیا جائے گا جس سے تعجب کے معنی لینا مطلوب ہوں جیسے مَا اَشَدَّ اِسْتِخْرَاجًا (کیا شدید ہے نکلنا) اور دوسرے صیغہ میں اشدد وغیرہ کے بعد اس فعل کا مصدر بمع باء جارہ لایا جائے گا جیسے اَشْدِدْ بِاسْتِخْرَاجِهٖ، اُس کا نکلنا کیسا شدید ہے۔ فائدہ :- جس طرح اسم تفضیل معنی فاعلیت میں زیادتی بیان کرنے کیلئے کثیر ہے اور مفعولیت کی زیادتی بیان کرنے کیلئے قلیل ہے اسی طرح فعل تعجب فاعل کیلئے کثیر اور مفعول کیلئے قلیل ہے لہٰذا مَا اَشْهٰی طعاماً (طعام کس قدر مرغوب ہے) قلیل وشاذ ہے۔ قولہ ولا یجوز :- اور تعجب کے صیغوں میں مفعول یا جار مجرور کی تقدیم اور فعل کی تاخیر کا تصرف جائز نہیں لہٰذا ما زیدا احسن یا بزید احسن کہنا جائز نہیں۔ اسی طرح صیغہ تعجب اور اُس کے معمول کے درمیان فصل بھی جائز نہیں، مثلاً ما احسن فی الدار زیدا یا احسن الیوم بزید کہنا جائز نہیں لیکن مازنی کے نزدیک فصل بالظروف جائز ہے کیونکہ ظروف میں بڑی وسعت ہے لہٰذا ان کے نزدیک مَا اَحْسَنَ الْیَوْمَ زَیْدًا کہنا جائز ہے۔ فائدہ :- صیغہ تعجب اور اُس کے معمول کے درمیان فصل بالظرف مازنی کے نزدیک بھی اس وقت جائز ہے جب ظرف صیغہ تعجب سے متعلق ہو لہٰذا لَقِیْتُهٗ ما احسن امس زیدا میں مازنی کے نزدیک بھی فصل بالظرف جائز نہیں کیونکہ اس مثال میں ظرف (اَمْسِ) اَحْسَنَ سے متعلق نہیں بلکہ لقیتُ سے متعلق ہے۔ سوال :- تعجب کے صیغے فعل ہیں یا اسم؟ جواب :- اکثر نحات کے نزدیک یہ فعل ہیں اس لئے کہ یہ مبنی برفتح ہیں اور ان کے ساتھ نون وقایہ متصل ہوتا ہے جو کہ فعل کی علامت ہے جیسے مَا اَکْرَمَنِیْ، نیز صیغہ تعجب کی اس کے منصوب کی طرف اضافت جائز نہیں ہے اور بعض نحات ان کی اسمیت کے قائل ہیں اس لئے کہ ان میں تصریف نہیں اور ان کے ساتھ ضمائر وغیرہ کا اتصال بھی نہیں ہوتا اور ما اصلح کی تصغیر مَا اُصَیْلِحَ آئی ہے۔

فصل افـعـالُ الْمَدْحِ والذَّمِّ ماوُضِع لِاِنْشاءِ مَدْحٍ اَوْ ذَمٍّ اَمَّاالْمَدْحُ فَلَهٗ فِعْلانِ نِعْمَ وفَاعِلُهٗ اِسْمٌ مُعَرَّفٌ بِاللَّامِ نَحْوُ نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ اَوْ مُضَافٌ اِلَى الْمُعَرَّفِ بِاللَّامِ نَحْوُ نِعْمَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَيْدٌ وَقَدْ يَكُوْنُ فَاعِلُهٗ مُضْمَرًا وَيَجِبُ تَمْيِيْزُهٗ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ نَحْوُ نِعْمَ رَجُلًا زَيْدٌ اَوْ بِمَا نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَنِعِمَّا هِيَ اَىْ نِعْمَ شَيْئًا هِيَ وَزَيْدٌ يُسَمَّى الْمَخْصُوْصَ بِالْمَدْحِ وَحَبَّذَا نَحْوُ حَبَّذَا زَيْدٌ حَبَّ فِعْلُ الْمَدْحِ وفَاعِلُهٗ ذَا وَالْمَخْصُوْصُ بِالْمَدْحِ زَيْدٌ وَيَجُوْزُ اَنْ يَقَعَ قَبْلَ مَخْصُوْصٍ اَوْ بَعْدَهٗ تَمْيِيْزٌ نَحْوُ حَبَّذَا رَجُلًا زَيْدٌ وَحَبَّذَا زَيْدٌ رَجُلًا اَوْ حَالٌ نَحْوُ حَبَّذَا رَاكِبًا زَيْدٌ وَحَبَّذَا زَيْدٌ رَاكِبًا وَاَمَّا الذَّمُّ فَلَهٗ فِعْلَانِ اَيْضًا بِئْسَ نَحْوُ بِئْسَ الرَّجُلُ عَمْرٌو وَبِئْسَ غُلَامُ الرَّجُلِ عَمْرٌو وَ بِئْسَ رَجُلًا عَمْرٌو و

○ **افعال المدح والذم** ○ افعال مدح وذم وہ ہیں جو انشاء مدح وذم کیلئے وضع کئے گئے ہوں اور مدح کیلئے دو فعل ہیں۔ اول، نعم اور اس کے فاعل کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) فاعل معرف باللام ہوگا جیسے نعم الرّجل زید، زید اچھا مرد ہے۔ (۲) فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہوگا جیسے نعم غلام الرّجل زید، مرد کا اچھا غلام ہے زید۔ اس میں غلام، نعم کا فاعل ہے جو رجل کی طرف مضاف ہے۔ (۳) فاعل ضمیر مستتر ہوگی جیسے نعم رجلا زید، زید اچھا ہے از روئے مرد ہونے کے۔ فائدہ:۔ نعم، اصل میں نعم بفتح فاء و کسر عین تھا فاء کو عین کی موافقت میں کسرہ دیا پھر عین کو برائے تخفیف ساکن کر دیا گیا ہے جمہور کے نزدیک یہ فعل ہے بدلیل اتصال تائے تانیث جیسے نعمت، اور باقی حضرات کے نزدیک یہ اسم ہے اس لئے کہ اس پر حرف ندا داخل ہوتا ہے جیسے یا نعم المولٰی۔ قولہ ویجب:۔ یعنی جب نعم کا فاعل مستتر ہو تو اس کی تمیز لانا واجب ہے۔ نکرہ منصوبہ کے ساتھ جیسے نعم رجلا زید، یا لفظ ما کے ساتھ جیسے ارشاد باری تعالٰی ہے فنعما ھی، یہ ما نکرہ بمعنی شیٔ بنا بر تمیز محلا منصوب ہے اور اسی بات کی طرف مصنف نے ای نعم شیأ ھی سے اشارہ کیا ہے اور گذشتہ تمام مثالوں میں لفظ زید مخصوص بالمدح ہے۔ دوم، حبذا جیسے حبذا زید. حب فعل مدح اور ذا اس کا فاعل ہے اور زید مخصوص بالمدح ہے۔ اور اس کے مخصوص بالمدح سے پہلے یا اس کے بعد تمیز لانا جائز ہے، جیسے حبذا رجلا زید. یہ مخصوص بالمدح سے پہلے تمیز آنے کی مثال ہے اور حبذا زید رجلا، یہ مخصوص کے بعد تمیز لانے کی مثال ہے اور حال لانا بھی جائز ہے جیسے حبذا راکبا زید و حبذا زید راکبا۔ قولہ اما الذم:۔ فعل ذم بھی دو ہیں۔ اول، بئس جیسے بئس الرّجل زید، زید برا مرد ہے۔ یہ فاعل معرف باللام کی مثال ہے اور بئس غلام الرّجل، اس فاعل کی مثال ہے جو معرف باللام کی طرف مضاف ہے۔

وَ سَاءَ نَحْوُ سَاءَ الرَّجُلُ زَيْدٌ وَ سَاءَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَيْدٌ وَ سَاءَ رَجُلًا زَيْدٌ وَ سَاءَ مِثْلُ بِئْسَ فِي سَائِرِ الْأَقْسَامِ **اَلْقِسْمُ الثَّالِثُ فِي الْحُرُوْفِ** وَ قَدْ مَضٰى تَعْرِيْفُهُ وَ اَقْسَامُهُ سَبْعَةَ عَشَرَ حُرُوْفُ الْجَرِّ وَالْحُرُوْفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ وَحُرُوْفُ الْعَطْفِ وَ حُرُوْفُ التَّنْبِيْهِ وَحُرُوْفُ النِّدَاءِ وَ حُرُوْفُ الْإِيْجَابِ وَحُرُوْفُ الزِّيَادَةِ وَحَرْفَا التَّفْسِيْرِ وَ حُرُوْفُ الْمَصْدَرِ وَحُرُوْفُ التَّحْضِيْضِ وَحُرُوْفُ التَّوَقُّعِ وَحَرْفَا الْإِسْتِفْهَامِ وَحُرُوْفُ الشَّرْطِ وَحَرْفُ الرَّدْعِ وَتَاءُ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةُ وَالتَّنْوِيْنُ وَنُوْنُ التَّاكِيْدِ **فَصْلٌ** حُرُوْفُ الْجَرِّ حُرُوْفٌ

دوم، ساء جیسے سَاءَ الرَّجُلُ زَيْدٌ، زید برا مرد ہے اور یہ دونوں فعل استعمال میں نِعْمَ کی طرح ہیں۔

﴿**اَلْقِسْمُ الثَّالِثُ فِي الْحُرُوْفِ**﴾ حروف کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل، حروفِ مبانی یہ کسی خاص معنی پر دلالت نہیں کرتے بلکہ ان سے کلمات مرکب کئے جاتے ہیں اور ان کو حروف تہجی بھی کہتے ہیں جیسے ا، ب، ت، ث، ج وغیرہ کہ ان حروف سے زَيْدٌ، ضرب، مِنْ بنتے ہیں۔ دوم: حروف معانی ان کی پھر دو قسمیں ہیں۔ (۱) عاملہ (۲) غیر عاملہ۔ اوّل کی چند قسمیں ہیں حروف جر وغیرہ۔ قولہ حُرُوْفُ الْجَرِّ :- حروف جارہ کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کثیر ہیں اور عمل میں کسی کی فرع نہیں ہیں۔ وجہ تسمیہ:- جر کے معنی ہیں کھینچنا، چونکہ یہ حروف معانی افعال کو اپنے مدخول کی طرف کھینچتے ہیں اس لئے ان کو حروف جر کہتے ہیں یا اس لئے کہ یہ اسم کو جر دیتے ہیں اور ان کو حروفِ اضافت بھی کہتے ہیں اس لئے کہ کبھی بوقتِ اضافت معنویہ مقدر ہوتے ہیں۔ فائدہ:- حروف جارہ کی چھ قسمیں ہیں۔ اوّل، جو اسمِ ظاہر و اسمِ ضمیر دونوں کو جر دیتے ہیں۔ یہ سات حروف ہیں مِنْ، اِلٰى، عَنْ، عَلٰى، بَاءٌ، لَامٌ، فِيْ۔ دوم، جو صرف اسمِ ظاہر کو جر دیتے ہیں اور کسی مخصوص اسم ظاہر کے ساتھ مختص نہیں یہ تین حرف ہیں کاف، حتّٰى، واو۔ سوم:- جو مخصوص اسمِ ظاہر کو جر کرتے ہیں یہ تآء ہے جو اسم جلالت اَللّٰه (جلّ جلالہٗ) کو جر دیتی ہے جیسے تَاللّٰهِ اور اخفش کے نزدیک لفظِ ربّ کو (بھی) جبکہ وہ لفظ کعبہ یا یاء کی طرف مضاف ہو جیسے تربّ الكعبة اور تربّي لافعلنّ۔ چہارم:- جو اسمِ ظاہر کی نوعِ خاص اور فردِ خاص کو جر کرتا ہے یہ کلمہ کَيْ ہے جو دو چیزوں کو جر کرتا ہے (۱) مَا استفہامیہ کو جو فرد خاص ہے مثلاً آپ کو کوئی کہے جِئْتُكَ اَمْسِ، میں تمہارے پاس کل آیا۔ تو آپ اس سے آنے کی علت پوچھتے ہوئے کہیں كَيْمَهْ، جو اصل میں كَيْ مَا تھا، مَا استفہامیہ کا الف وجوباً حذف کرنے کے بعد سکتہ بڑھائی تو كَيْمَهْ ہوا۔

وُضِعَتْ لِإِفْضَاءِ الْفِعْلِ وَ شِبْهِهٖ اَوْ مَعْنَى الْفِعْلِ اِلٰى مَاتَلِيْهِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَاَنَامَارٌّ بِزَيْدٍ وَ هٰذَا فِى الدَّارِ اَبُوْكَ اَىْ اُشِيْرُ اِلَيْهِ فِيْهَا وَ هِىَ تِسْعَةَعَشَرَ حَرْفًا مِنْ.وَهِىَ لِابْتِدَاءِ الْغَايَةِ وَ عَلَامَتُهٗ اَنْ يَّصِحَّ فِىْ مُقَابَلَتِهِ الْاِنْتِهَاءُ كَمَا تَقُوْلُ سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ

فائدہ:- حروف جارہ غیر مشہورہ چار ہیں کَیْ، لات، لعلّ، بنی عُقیل کی لغت میں اور لولا، جب اس کے ساتھ ضمیر مجرور متصل ہو جیسے لولاک، ما ۃ عامل عبدالرسول میں ہے۔

چار حرف جر بود دیگر کہ نبود مشتہر — کَیْ بوددر کیمہ از بہر غرض زاں چار ہا

(۲) اَنْ پوشیدہ کو بمع اس کے صلہ کے اور یہ نوع خاص ہے جیسے جئتک کی تکرمنی میں اَنْ مقدرہ مع الفعل (صلہ) کَیْ تعلیلیہ کا (مدخول) مجرور ہے۔ پنجم:- جو اسم ظاہر کی نوع خاص کو جر دیتے ہیں یہ دو حروف ہیں مُذْ اور مُنْذُ، جن کا مجرور اسم زمان معین ہوتا ہے پھر وہ زمان یا ماضی ہوتا ہے یا حال جیسے مارأیتہ مُذیومِ الجُمعة یامُذ یومنا۔ ششم:- جو اسم ظاہر اور اسم ضمیر کی نوع خاص کو جر دیتے ہیں وہ کلمہ رُبّ ہے جو اسم ظاہر نکرہ موصوفہ کو جر دیتا ہے اور ضمیر مفرد مذکر کو جس کی تمیز نکرہ منصوبہ کے ساتھ واجب ہوتی ہے۔ قولہ لافضآء:- یعنی حروف جر، وہ ہیں جو فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو اپنے مدخول تک پہنچانے کیلئے وضع کئے گئے ہوں۔ مصنف کی عبارت میں لفظ افضآء ہے جس کے معنی وصول ہیں اور یہ لازمی معنی ہیں بہتر یہ تھا کہ للافضآء بفعل کہتے تاکہ باء کیساتھ متعدی ہوکر بمعنی ایصال ہوتا جیسا کہ کافیہ میں ہے۔ قولہ مررت بزید:- یہ افضاء فعل کی مثال ہے اور انامارٌ بزید، افضاء شبہ فعل کی مثال ہے اور ھذافی الدار ابوک، معنی فعل کی مثال ہے اس لئے کہ ھذا میں ذا اسم اشارہ بمعنی اُشیر ہے ای اُشیرُ الی ابیک فی الدار۔ فائدہ:- شبہ فعل وہ ہے جو فعل کے مادہ سے ہو اور فعل جیسا عمل کرے جیسے مصدر، اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ اور معنی فعل وہ لفظ ہے جس سے معنی فعل مستنبط ہوتے ہوں اور وہ فعل کے مادہ سے نہ ہو جیسے اسم اشارہ، حرف تنبیہ اور جار مجرور وغیرہ۔ فائدہ:- مجرور اسم صریح ہوتا ہے یا اسم تاویل یا وہ حرف اور فعل جس سے مراد اس کی ذات ولفظ ہو یا جملہ جو بتاویل ھذاالقول ہو۔ قولہ مِنْ:- کلمہ من کلام عرب میں حرف کے علاوہ فعل اور اسم بھی آیا ہے یہ مان یمین سے صیغہ امر ہے اور بطور اسم بھی آیا ہے چنانچہ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ ارشاد باری تعالی فاخرج به من الثمرات رزقالکم، میں کلمہ مِن اگر مفعول مانا جائے تو یہ اسم ہوگا۔ چونکہ مِن ابتداء کے لئے آتا ہے اسلئے مصنف نے اس کو مقدم کیا اور فرمایا کہ مِن کی چار اقسام ہیں۔ (۱) ابتداء غایت، یعنی کلمہ مِن اس چیز کی ابتداء بیان کرتا ہے جس کی نہایت ہو اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں الی کا لانا صحیح ہو جو انتہاء غایت کیلئے آتا ہے جیسے سرتُ من البصرة الی الکُوفه۔

وَلِلتَّبْيِيْنِ وَ عَلَامَتُهُ اَنْ يَّصِحَّ وَضْعُ لَفْظِ الَّذِىْ مَكَانَهُ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَلِلتَّبْعِيْضِ وَ عَلَامَتُهُ اَنْ يَّصِحَّ وَضْعُ لَفْظِ بَعْضٍ مَكَانَهُ نَحْوُ اَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَزَائِدَةٌ وَعَلَامَتُهُ اَنْ لَّا يَخْتَلَّ الْمَعْنٰى بِاِسْقَاطِهَا نَحْوُ مَا جَاءَنِىْ مِنْ اَحَدٍ وَلَا تُزَادُ مِنْ فِى الْكَلَامِ الْمُوْجَبِ خِلَافًا لِلْكُوْفِيِّيْنَ

فائدہ:- جو لفظ الٰی کے معنٰی کا افادہ کرے اگر مِنْ کے مقابلہ میں اُس کا لانا صحیح ہو تو وہ مِنْ بھی ابتداءِ غایت کیلئے ہوگا جیسے تعوّذ (اعوذ باللہ) میں با بمعنی الٰی ہے لہٰذا تعوّذ کا مِنْ ابتدائیہ ہے اور اَعُوْذُ بِاللّٰهِ بمعنی اَلْتَجِیُٔ الَی اللّٰہِ ہے۔ اس صورت میں مقابلہ عام ہوگا خواہ وہ اوّل میں ہو یا آخر میں۔ سوال:- ابتداء کی اضافت غایت کی طرف صحیح نہیں ہے اس لئے کہ غایت کے معنٰی انتہاء ہیں اور ابتداء و انتہاء ایک دوسرے کی نقیض ہیں اور ایک نقیض کی دوسری کی طرف اضافت صحیح نہیں ہے؟ جواب:- یہاں پر غایت سے مجازاً امسافت مراد ہے یعنی جز بول کر کل مراد ہے۔

(۲) برائے تبیین یعنی گذشتہ امرِ مبہم کی مراد کو ظاہر و واضح کرنے کیلئے آتا ہے اُس کی علامت یہ ہے کہ اُس کی جگہ اَلَّذِیْ (اسم موصول) کا رکھنا صحیح ہو جیسے فاجتنبوا الرجس من الاوثان میں کلمہ مِنْ کی جگہ اَلَّذِیْ رکھنا صحیح ہے۔ فائدہ:- اگر امرِ مبہم معرفہ ہو جیسے الرجس معرفہ ہے تو مِنْ ظرف مستقر ہو کر حال واقع ہوگا اور امرِ مبہم نکرہ ہو تو مِنْ اُسکی صفت واقع ہوگا جیسے ارشاد باری تعالٰی یلبسون ثیابا خضرا مّن سندس، میں مِنْ سُنْدُسٍ، صفت بن رہا ہے۔ سوال:- گذشتہ مثال میں کلمہ مِنْ کی جگہ الذی اسم موصول رکھنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اَلْاَوْثَان، موصول کا صلہ نہیں بن سکتا کہ مفرد ہے اور صلہ جملہ ہوتا ہے؟ جواب:- مِنْ بیانیہ کی جگہ اَلَّذِیْ موصول رکھنے سے مراد یہ ہے کہ موصول بمع صلہ مِنْ کی جگہ رکھنا صحیح ہو اس لئے علامہ جامی نے من الرجس کی تفسیر اَلَّذِیْ هُوَ الْاَوْثَانُ کے ساتھ کی ہے جو موصول بمع صلہ ہے۔ (۳) برائے تبعیض یعنی کلمہ مِنْ اس بات پر دلالت کرنے کیلئے آتا ہے کہ کوئی چیز مِنْ کے مدخول کا بعض ہے اور وہ چیز کبھی مذکور ہوتی ہے جیسے اخذتُ شیئًا مّن الدراھم اور کبھی غیر مذکور جیسے اخذتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ اَیْ بَعْضَ الدَّرَاهِمِ اور مِنْ تبعیضیہ کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ لفظ بعض کا رکھنا صحیح ہو جیسے گذشتہ مثال اور مِنْ تبعیضیہ کا مدخول عموماً صیغہ جمع مکسر ہوا کرتا ہے۔

فائدہ:- کلمہ مِنْ مبنی علی السکون ہے لیکن اس کے بعد اگر الف لام آجائے تو الف کی حرکت سے مفتوح ہو جاتا ہے جیسے مِنَ البیت اور اگر الف لام کے علاوہ دوسرا ساکن آجائے تو مکسور ہو جاتا ہے جیسے مِنِ ابْنِکَ۔ کیونکہ قاعدہ ہے الساکن اذا حرّک حُرّک بالکسر۔ (۴) مِنْ زائدہ اس کی علامت یہ ہے کہ اِس کے حذف کرنے سے معنٰی میں فرق نہ آئے جیسے ماجاءنی من احد، میں مِنْ زائدہ ہے۔ فائدہ:- جمہور کے نزدیک زیادتِ مِنْ کی تین شرطیں ہیں۔

(۱) کلام غیر موجب ہو۔ (۲) مِنْ کا مدخول نکرہ ہو۔ (۳) مِنْ کا مدخول فاعل ہو یا مفعول یا مبتدا۔

وَاَمَّا قَوْلُهُمْ قَدْ كَانَ مِنْ مَّطَرٍ وَشِبْهُهٗ فَمُتَاَوَّلٌ وَاِلٰى وَ هِىَ لِانْتِهَاءِ الْغَايَةِ كَمَا مَرَّ وَ بِمَعْنٰى مَعَ قَلِيْلًا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاغْسِلُوْ وُجُوْ هَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَحَتّٰى وَ هِىَ مِثْلُ اِلٰى نَحْوُ نِمْتُ الْبَارِحَةَ حَتَّى الصَّبَاحِ وَ بِمَعْنٰى مَعَ كَثِيْرًا نَحْوُ قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّى الْمُشَاةَ وَلَا تَدْخُلُ اِلَّا عَلَى الظَّاهِرِ فَلَا يُقَالُ حَتَّاهُ

قولہ واما قولھم:- یہ مصنف کے قول ولا تزاد الخ پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ مصنف نے کہا کہ نحات بصرہ کے نزدیک کلام موجب میں من زائدہ نہیں ہوتا حالانکہ قد کان من مطر کلام موجب ہے اور اس میں من زائدہ ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ کلام متأول ہے بایں طور کہ یہ من یا تو تبعیضیہ ہے اور یا من بیانیہ ہے ای قد کان بعض مطر او قد کان شیئی من مطر۔ فائدہ:- کتاب میں مذکور معانی کے علاوہ دیگر چند معانی کیلئے بھی من مستعمل ہے۔ (۱) برائے تعلیل جیسے ارشاد ہے مما خطیئتھم اغرقوا۔ (۲) بمعنی بدل جیسے ارشاد ہے ارضیتم بالحیاۃ الدنیا من الاخرۃ۔ (۳) بمعنی فی جیسے ارشاد ہے اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ۔ (۴) بمعنی ب جیسے ارشاد ہے ینظرون من طرف ای بطرف۔ (۵) بمعنی علی جیسے ارشاد ہے ونصرناہ من القوم ای علی القوم۔ (۶) بمعنی قسم جیسے النار فی الشتاء خیر من اللہ ورسولہ۔ قولہ والی:- اور کلمہ الی انتہاء غایت کیلئے آتا ہے۔ جیسے سرت من البصرۃ الی الکوفۃ اور الی بمعنی مع بھی آتا ہے لیکن کم جیسے الی المرافق میں الی بمعنی مع ہے ای مع المرافق۔ قولہ وحتی:- کلمہ حتی تین قسم پر ہے۔ (۱) حتی ابتدائیہ جس کا مابعد کلام مستانف ہوتا ہے۔ (۲) حتی عاطفہ جو انتہائے غایت کیلئے آتا ہے۔ (۳) حتی جارہ، یہ چار معنی کیلئے آتا ہے اول بمعنی الا۔ دوم، بمعنی کی۔ ان دونوں صورتوں میں کلمہ حتی فعل پر داخل ہوتا ہے اور لفظوں میں اس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا اس لئے مصنف نے ان دونوں کا ذکر نہیں کیا۔ سوم، بمعنی انتہائے غایت جیسے نمت البارحۃ حتی الصباح (میں گذشتہ رات صبح تک سویا) چہارم، بمعنی مع جو کلام عرب میں کثیر ہے جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ (حاجی بمع پیادہ پا حاجی آ گئے) قولہ ولا تدخل:- کلمہ حتی اور الی دونوں انتہاء غایت کیلئے ہیں لیکن دو اعتبار سے ان میں فرق ہے۔ (۱) حتی بمعنی مع کثیر ہے اور الی بمعنی مع قلیل ہے۔ (۲) جس کو مصنف نے اپنے قول ولا تدخل الخ سے بیان کیا ہے یعنی حتی جارہ صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے ضمیر پر داخل نہیں ہوتا لیکن الی اسم ظاہر و اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے پس حتاہ نہیں کہا جاتا اور الیہ کہا جاتا ہے۔ فائدہ:- حتی عاطفہ ضمیر پر داخل ہوتا ہے جیسے ضربت القوم حتی ایاک۔

خِلَافًا لِلْمُبَرِّدِ وَقَوْلُ الشَّاعِرِ

فَلَاوَاللّٰهِ لَايَبْقٰى اُنَاسٌ	**شعر**	فَتًى حَتَّاكَ يَاابْنَ اَبِيْ زِيَادٖ

شَاذٌّ وَفِيْ وَهِيَ لِلظَّرْفِيَّةِ نَحْوُ زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَالْمَاءُ فِي الْكُوْزِ وَبِمَعْنٰى عَلٰى قَلِيْلًا نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَالْبَاءُ وَهِيَ لِلْاِلْصَاقِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ اَيْ اِلْتَصَقَ مُرُوْرِيْ بِمَوْضِعٍ يَقْرُبُ مِنْهُ زَيْدٌ وَلِلْاِسْتِعَانَةِ نَحْوُ كَتَبْتُ بِالْقَلَمِ وَقَدْ يَكُوْنُ لِلتَّعْلِيْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ

قولہ خلافاللمبرد :-مبرد حتّٰی جارہ کا ضمیر پر داخل ہونا جائز کہتے ہیں جنہوں نے اِس شعر سے استدلال کیا ہے فلاواللّٰہ الخ ،مصنف کہتے ہیں کہ شعر میں کلمہ حتّٰی کا ضمیر پر داخل ہونا شاذ ہے۔(ترجمہ شعر) اللہ کی قسم زمین پر کوئی انسان اور حیوان باقی نہیں رہے گا حتّٰی کہ تو اے عبداللہ بن زیاد۔ قولہ وَفِیْ :-کلمہ فِیْ ظرفیت کیلئے ہے یعنی اپنے مابعد کو ماقبل کیلئے ظرف بنانے کیلئے اور بمعنی علٰی بھی آتا ہے مگر قلیل۔ فائدہ:-اس کے علاوہ کلمہ فِیْ درج ذیل معانی کیلئے بھی آتا ہے۔(۱) مصاحبت کیلئے جیسے اُدْخُلُوْا فِیْ اُمَمٍ اَیْ مَعَ اُمَمٍ۔ (۲) تعلیل کیلئے جیسے اِنَّ اِمْرَأَةً دَخَلَتْ فِی النَّارِ فِیْ هِرَّةٍ اَیْ لِاَجْلِ هِرَّةٍ۔ (۳) اِلٰی کے معنٰی میں جیسے فَرَدُّوْا اَیْدِیَهُمْ فِیْ اَفْوَاهِهِمْ اَیْ اِلٰی اَفْوَاهِهِمْ۔ فائدہ:-یک حرفی حروف جارہ کو مخلّٰی بلام لکھا جاتا ہے جیسے اَلْبَاءُ اور دو یا زائد حروف پر مشتمل کو بغیر لام کے جیسے مِنْ، اِلٰی ۔ قولہ اَلْبَآءُ:-کلمہ باء الصاق کیلئے ہے یعنی معنی فعل کو اپنے مدخول کے ساتھ ملانے کیلئے ہے جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ (میں زید کے پاس سے گزرا) یہ الصاق مجازی کی مثال ہے کیونکہ گزرنا حقیقۃً اُس جگہ کے ساتھ مُلصق و متصل ہے جو زید کے قریب ہے لہٰذا بواسطہ اُس مکان کے متکلم کے گزرنے کا زید کیساتھ اتصال ہوا اور مصنف نے اَیِ الْتَصَقَ مُرُوْرِیْ سے اِسی الصاقِ مجازی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فائدہ:-مَرَرْتُ بِزَیْدٍ، الصاقِ حقیقی کی مثال بھی ہو سکتی ہے بایں طور کہ بوقت گزرنے کے متکلم کا بدن زید سے مس کر گیا ہو اور متکلم اسی کی خبر دے رہا ہو۔ قولہ لِلْاِسْتِعَانَةِ:-باء استعانت کیلئے ہے یعنی یہ بتلانے کیلئے کہ باء کا مدخول فعل کا آلہ ہے، اس کو بائے آلہ اور بائے وصلۃ الفعل بھی کہتے ہیں جیسے کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ ۔ قولہ وَقَدْ یَکُوْنُ:-یعنی باء کبھی تعلیل کیلئے بھی ہوتی ہے تعلیل کے معنٰی ہیں کسی چیز کی علت بیان کرنا، اور یہ متکلم کا فعل ہے یعنی متکلم علت بیان کرتا ہے لہٰذا بائے تعلیل کے معنٰی یہ ہوئے کہ متکلم کا یہ بیان کرنا کہ مدخولِ باء کسی چیز کی علت ہے اور اِس کو بائے سببیہ بھی کہتے ہیں۔

وَلِلْمُصَاحَبَةِ كَخَرَجَ زَيْدٌ بِعَشِيْرَتِهٖ وَلِلْمُقَابَلَةِ كَبِعْتُ هٰذَا بِذَاكَ وَلِلتَّعْدِيَةِ كَذَهَبْتُ بِزَيْدٍ وَلِلظَّرْفِيَّةِ كَجَلَسْتُ بِالْمَسْجِدِ وَزَائِدَةٌ قِيَاسًا فِي خَبَرِ النَّفْيِ نَحْوُ مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ وَفِي الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ هَلْ زَيْدٌ بِقَائِمٍ

قولہ وللمصاحبة:- اور باء مصاحبت کیلئے ہے یعنی اس بات کا افادہ کرتی ہے کہ اس کا مدخول تعلقِ فعل میں کسی اور کے ساتھ شریک ہے جیسے خرج زید بعشیرتہ (زید اپنے کنبے کے ہمراہ نکلا) فائدہ:- بائے مصاحبت کی دو علامتیں ہیں۔ (۱) اگر باء کی جگہ لفظ مع لایا جائے تو معنی کا حسن باقی رہے مثلاً اشتریت الفرس مع سرجه (۲) اگر باء کے مدخول سے صیغہ صفت اخذ کر کے اس کو حال بنا ئیں تو باء اور اس کے مدخول سے استغناء ہو جائے مثلاً اشتریت الفرس بسرجه میں باء کے مدخول (سرج) سے مُسرَّج اخذ کر کے اشتریت الفرس مُسرَّجاً کہیں۔

سوال:- کیا بائے الصاق اور بائے مصاحبت میں کوئی فرق ہے یا دونوں ایک شئی ہیں؟ جواب:- ان میں دو اعتبار سے فرق ہے۔ اول، یہ کہ باء مصاحبت ظرف مستقر ہو کر حال واقع ہوتی ہے اور بائے الصاق مبتدا کی خبر واقع ہوتی ہے۔ دوم، یہ کہ بائے مصاحبت کا مجرور فعلِ مذکور کے معمول کے توابع یعنی صفات واحوال سے ہوتا ہے اور بائے الصاق میں یہ بات نہیں ہوتی۔ قولہ وللمقابلة:- اور باء مقابلہ کیلئے ہے یعنی اس امر کا افادہ کرتی ہے کہ باء کا مجرور کسی دوسری شئی کے مقابلہ میں ہے اسی وجہ سے یہ باء کسی چیز کے عوض اور ثمن پر داخل ہوتی ہے جیسے بعت هذا بذاك (میں نے اسکو اس کے بدلے بیچا) قولہ وللتعدية:- اور باء تعدیہ کیلئے ہے یعنی لازم کو متعدی بنانے کیلئے اور متعدی بیک مفعول کو متعدی بدو مفعول بنانے کیلئے۔ باء کیساتھ تعدیہ کا طریقہ یہ ہے کہ فاعل پر باء داخل کریں تو فاعل، مفعول بہ غیر صریح بن جائے جیسے ذهب زيد سے ذهبت بزيد۔ قولہ للظرفية:- اور باء ظرفیت کیلئے ہے اور علامت ظرفیت یہ ہے کہ باء کی جگہ کلمہ فی کا لانا درست ہو جیسے جلست بالمسجد ای فی المسجد۔ قولہ زائدة:- یہ مصنف کے قول للالصاق پر معطوف ہے اور مبتدا (هی) کی خبر ہے یعنی باء زائدہ ہوتی ہے جس کے حذف کرنے سے معنی میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ قولہ قیاسا:- مصنف کے قول قیاسا اور سماعا کے نصب میں تین احتمال ہیں۔ (۱) مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں ای قسناها قیاسا وسمعناها سماعا۔ (۲) فعلِ ناقص محذوف کی خبر کی بناء پر ای وتلك الزيادة تكون قياسا وسماعا کہ اس صورت میں دونوں تکون کی خبر ہیں معنی قیاسیة وسماعیة (۳) منصوب بنزع الخافض یعنی حرف جار حذف کرنے کی وجہ سے منصوب ای عرفنا زيادة الباء بالقياس وبالسماع۔

وَسَمَاعًا فِي الْمَرْفُوعِ نَحْوُ بِحَسْبِكَ زَيْدًا أَيْ حَسْبُكَ زَيْدٌ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيْدًا أَيْ كَفَى اللَّهُ وَفِي الْمَنْصُوبِ نَحْوُ اَلْقَى بِيَدِهِ أَيْ اَلْقَى يَدَهُ وَ اللَّامُ وَهِيَ لِلْإِخْتِصَاصِ نَحْوُ اَلْجُلُّ لِلْفَرَسِ وَ الْمَالُ لِزَيْدٍ وَلِلتَّعْلِيْلِ كَضَرَبْتُهُ لِلتَّادِيْبِ وَزَائِدَةٌ كَقَوْلِهِ تَعَالٰى رَدِفَ لَكُمْ أَيْ رَدِفَكُمْ وَبِمَعْنٰى عَنْ إِذَا اُسْتُعْمِلَ مَعَ الْقَوْلِ كَقَوْلِهِ تَعَالٰى قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَا اِلَيْهِ وَفِيْهِ نَظَرٌ

فائدہ:- زیادت باء کے مواضع قیاسی یہ ہیں نفی بِـمَا اور نفی بِـلَيْسَ کی خبر میں اور کلمہ هَلْ کے بعد واقع مبتدا کی خبر میں جیسے مَا زَيْدٌ بِقَآئِمٍ، لَيْسَ زَيْدٌ بِقَآئِمٍ اور هَلْ زَيْدٌ بِقَآئِمٍ اور مواضع سماعی یہ ہیں۔ (۱) كَفٰی بمعنی اكتفٰی کے فاعل پر جیسے كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِيْدًا أَيْ كَفَى اللّٰهُ۔ (۲) مبتدا پر جیسے بِحَسْبِكَ زَيْدًا أَيْ حَسْبُكَ زَيْدٌ۔ (۳) خبر پر جیسے حَسْبُكَ بِزَيْدٍ أَيْ حَسْبُكَ زَيْدٌ۔ (۴) مفعول بہ پر جیسے اَلْقٰی بِيَدِهٖ أَيْ اَلْقٰی يَدَهٗ (اس نے اپنا ہاتھ ڈالا)۔ قولہ وَاللَّامُ:- اور لام اختصاص کیلئے ہے یعنی اپنے مدخول کیساتھ کسی چیز کے تعلق وارتباط کیلئے خواہ وہ تعلق بصورتِ ملک ہو جیسے اَلْمَالُ لِزَيْدٍ یا بطریقِ استحقاق جیسے اَلْجُلُّ لِلْفَرَسِ۔ فائدہ:- لام جارہ جب اسم ظاہر پر داخل ہو تو معمول کی موافقت میں مجرور ہوتا ہے تاکہ لامِ ابتداء سے التباس نہ ہو سوائے لام مستغاث کے کہ وہ مجرور نہیں ہوتا تاکہ مستغاث کا مستغاث لہٗ سے التباس نہ ہو اور خبر پر داخل ہونے والا لام جارہ مفتوح ہوتا ہے کیونکہ لامِ ابتداء سے التباس کا خوف نہیں کہ وہ خبر پر داخل نہیں ہوتا اور یک حرفی کلمہ میں اصل فتح ہے۔ قولہ وَلِلتَّعْلِيْلِ:- اور لام تعلیل کیلئے ہے یعنی یہ بیان کرنے کیلئے کہ اس کا مدخول کسی چیز (فعل) کی علت ہے۔ جیسے ضَرَبْتُهٗ لِلتَّادِيْبِ (میں نے ادب سکھانے کیلئے اسکی پٹائی کی ہے)۔ قولہ وَزَائِدَةٌ:- أَيْ وَهِيَ زَائِدَةٌ، یعنی لام زائدہ ہے جیسے رَدِفَ لَكُمْ أَيْ رَدِفَكُمْ (وہ تمہارے پیچھے ہوا) اس میں لام زائدہ ہے اس لئے کہ رَدِفَ متعدی بنفسہٖ ہے۔ مصنف کا قول زَائِدَةٌ مبتدا محذوف کی خبر ہے جو هِيَ ہے۔

وَ بِمَعْنَى الْوَاوِ فِي الْقَسَمِ لِلتَّعَجُّبِ كَقَوْلِ الْهُذَلِيِّ

لِلّٰهِ يَبْقٰى عَلَى الْاَيَّامِ ذُوْحَيَدٍ	شعر	بِمُشْمَخِرٍّبِهِ الظَّيَّانُ وَالْاٰسُ

وَ رُبَّ وَ هِيَ لِلتَّقْلِيْلِ كَمَا اَنَّ كَمِ الْخَبَرِيَّةَ لِلتَّكْثِيْرِ وَ تَسْتَحِقُّ صَدْرَ الْكَلَامِ وَ لَا تَدْخُلُ الَّا عَلٰى نَكِرَةٍ مَوْصُوْفَةٍ نَحْوُرُبَّ رَجُلٍ كَرِيْمٍ لَقِيْتُهُ اَوْ مُضْمَرٍ مُبْهَمٍ مُفْرَدٍ مُذَكَّرٍ اَبَدًا مُمَيَّزٍ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ نَحْوُ رُبَّهُ رَجُلًا وَ رُبَّهُ رَجُلَيْنِ وَ رُبَّهُ رِجَالًا وَ رُبَّهُ اِمْرَاَةً كَذٰلِكَ وَ عِنْدَ الْكُوْفِيِّيْنَ يَجِبُ الْمُطَابَقَةُ نَحْوُ رُبَّهُمَا رَجُلَيْنِ وَ رُبَّهُمْ رِجَالًا وَ رُبَّهَا اِمْرَاَةً

قولہ بمعنی عن:- اور لام بمعنی عن ہوتا ہے جبکہ قول یا اُس کے مشتقات کیساتھ استعمال کیا جائے اور بمعنی واؤ قسم (مُقسمٌ بہ جسکی قسم کھائی جائے) ہوتا ہے اور اُس کا جوابِ قسم، امورِ عظام سے ہوتا ہے جن سے تعجب کیا جاتا ہے جیسے ھذلی کا قول ہے للّٰہ ...... الخ ۔ فائدہ:- شاعر کا قول لِلّٰهِ، اُقسِمُ فعلِ مقدر کے متعلق ہے اور يَبْقٰى سے پہلے لا مقدر ہے ای لايَبْقٰى اور حيد بمعنی گرہ جو پہاڑی بکرے کے سینگ پر ہوتی ہے اور ذُوحَيَدٍ بمعنی گرہ والا یہ لایَبْقٰى کا فاعل ہے اور بِمُشْمَخِرٍّ لايَبْقٰى کے متعلق ہے اور باء بمعنی فِيْ ہے ۔ ظَيَّانُ، بمعنی خوشبودار گھاس اور اٰسُ بمعنی ریحان ہے یہ بہ کے ساتھ جملہ اسمیہ ہو کر مُشْمَخِرٍّ بمعنی بلند پہاڑ کی صفت ہے ۔ شعر کے معنی اس طرح ہیں ''اللہ تعالیٰ کی قسم نہیں باقی رہے گا زمانہ کے گزرنے کیوجہ سے کوئی گرہ والا بلند پہاڑ میں جسمیں خوشبودار گھاس ہے اور ریحان ہے'' قولہ ورُبَّ:- اور رُبَّ تقلیل کیلئے ہے یعنی اپنے مدخول کی قلت بیان کرنے کیلئے آتا ہے مصنف کی عبارت میں مضاف مقدر ہے ای لِانْشَآءِ التَّقْلِيْلِ یعنی رُبَّ انشاءِ تقلیل کیلئے ہے جیسا کہ کم خبریہ انشاءِ تکثیر کیلئے ہوتا ہے ۔ فائدہ:- رُبَّ تقلیل کیلئے موضوع ہے لیکن زیادہ تر اُس کا استعمال تکثیر کیلئے ہوتا ہے جیسے لفظِ قَدْ مضارع میں برائے تقلیل ہے لیکن مقامِ مدح میں برائے تکثیر و تحقیق آتا ہے جیسے قَدْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ ۔ قولہ وَتَسْتَحِقُّ:- یعنی کلمہ رُبَّ صدرِ کلام میں آتا ہے کیونکہ یہ انشاءِ تقلیل کیلئے ہے جسکو صدرِ کلام لازم ہے اور اس کا مدخول دو طرح آتا ہے ۔ (۱) نکرہ موصوفہ اس لئے کہ تقلیل نکرہ سے حاصل ہوتی ہے اور شئی موصوف بصفت، غیر موصوف سے اَقل ہوتی ہے ۔ (۲) ضمیرِ مبہم، یعنی وہ ضمیر جس سے کوئی معین مراد نہ ہو اور یہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے اور اس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہوتی ہے ۔ فائدہ:- رُبَّ کے بعد ضمیرِ مفرد مذکر اس لئے آتی ہے کہ ابہام زیادہ اسی میں ہوتا ہے اور یہ نُحاتِ بصرہ کا مذہب ہے لیکن نحاتِ کوفہ کے نزدیک ضمیر اور تمیز میں مطابقت واجب ہے ۔ فریقین کا موقف متن کی مثالوں سے واضح ہے ۔

وَ قَدْ تَلْحَقُهَا مَا الْكَافَّةُ فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ نَحْوُ رُبَّمَا قَامَ زَيْدٌ وَ رُبَّمَا زَيْدٌ قَائِمٌ وَ لَا بُدَّ لَهَا مِنْ فِعْلٍ مَاضٍ لِاَنَّ رُبَّ لِلتَّقْلِيْلِ الْمُحَقَّقِ وَ هُوَ لَا يَتَحَقَّقُ اِلَّا بِهٖ وَ يُحْذَفُ ذٰلِكَ الْفِعْلُ غَالِبًا كَقَوْلِكَ رُبَّ رَجُلٍ اَكْرَمَنِيْ فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ هَلْ لَقِيْتَ مَنْ اَكْرَمَكَ اَيْ رُبَّ رَجُلٍ اَكْرَمَنِيْ لَقِيْتُهٗ فَاَكْرَمَنِيْ صِفَةُ الرَّجُلِ وَ لَقِيْتُهٗ فِعْلُهَا وَ هُوَ مَحْذُوْفٌ وَ وَاوُ رُبَّ وَ هِيَ الْوَاوُ الَّتِيْ تُبْتَدَأُ بِهَا فِيْ اَوَّلِ الْكَلَامِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

وَ بَلْدَةٍ لَيْسَ بِهَا اَنِيْسٌ	شعر	اِلَّا الْيَعَافِيْرُ وَ اِلَّا الْعِيْسُ

وَوَاوُ الْقَسَمِ وَهِيَ تُخْتَصُّ بِالظَّاهِرِ نَحْوُ وَاللّٰهِ وَ الرَّحْمٰنِ لَاَضْرِبَنَّ فَلَا يُقَالُ وَ كَ

قولہ و قد تلحقھا :- یعنی کبھی رُبَّ کے ساتھ مَا کَافَّہْ لاحق ہوتا ہے جو رُبَّ کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے اور یہ ما کلمہ رُبَّ کے ساتھ ملا کر لکھا جاتا ہے جیسے رُبَّمَا اور مَا کے لاحق ہونے کے بعد جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ قولہ و لابد لھا :- یعنی رُبَّ کے متعلّق کا فعلِ ماضی ہونا ضروری ہے اس لئے کہ رُبَّ تقلیلِ محقق کیلئے موضوع ہے اور وہ تقلیلِ محقق صرف ماضی میں متصور ہے اور یہ فعل، قرینہ پائے جانے کی وجہ سے اکثر استعمالات میں محذوف ہوتا ہے جیسے آپ ھَلْ لَقِیْتَ مَنْ اَکْرَمَکَ کے جواب میں کہیں رُبَّ رَجُلٍ اَکْرَمَنِیْ ،اَیْ رُبَّ رَجُلٍ اکرمنی لقیتُہٗ ۔ پس اس جواب میں رجلٍ موصوف ہے اور اَکْرَمَنِیْ اُس کی صفت ہے اور رُبَّ کا فعل محذوف ہے جو لَقِیْتُہٗ ہے اور حذف پر قرینہ سوال ہے۔ فائدہ :- رُبَّ کا تعلّق فعل کے ساتھ لفظی تعلق نہیں ہوتا جیسا کہ بَاء، مِنْ وغیرہ کا فعل سے لفظی تعلق ہوتا ہے بلکہ اس تعلق سے مراد معنوی تعلق ہے اور جس فعل سے رُبَّ کا معنوی تعلق ہوتا ہے وہ جوابِ رُبَّ کہلاتا ہے۔ قولہ و واو رُبّ :- اور واوَ بمعنی رُبَّ یہ واوَ بھی رُبَّ کی مثل شروع کلام میں آتا ہے اور اسمِ ظاہر نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے اور اس کا متعلّق بھی فعلِ ماضی ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول وَبَلْدَةٍ اَیْ رُبَّ بَلْدَةٍ ۔ فائدہ :- شعر میں واوَ بمعنی رُبَّ ہے اَنِیْسٌ بمعنی دوست یعنی جس کا اُنس حاصل کیا جائے۔ یَعَافِیْرُ جمع یَعْفُوْرٌ بمعنی مٹیالے رنگ کا ہرن۔ عِیْسٌ بکسر عین جمع اعیس، بمعنی شتر جس کے بال سفید و سرخ ہوں۔ ترجمہ، میں بہت سے شہر پھرا ہوں اُن میں سوائے ہرن اور شترِ سفید و سرخ مُو کے کوئی مونس و مددگار نہیں۔ سوال :- واوَ رُبَّ کا جارہ ہونا کس کا مذہب ہے؟

جواب :- یہ نحات کوفہ کا مذہب ہے اور سیبویہ کے نزدیک اس واوَ کے بعد رُبَّ مقدر ہوتا ہے جو جر دیتا ہے۔ قولہ و واو القسم :- یہ واوَ اسمِ ظاہر کے ساتھ مختص ہے اسمِ ضمیر پر داخل نہیں ہوتی اس لئے وَاللّٰہِ لَاَفْعَلَنَّ کہہ سکتے ہیں لیکن اس کو ضمیر پر داخل کر کے وَکَ لَاَفْعَلَنَّ نہیں کہہ سکتے وجہ یہ ہے کہ حروفِ قسم میں باء اصل ہے جو اسمِ ظاہر اور ضمیر دونوں پر داخل ہوتی ہے تو واوَ جو باء کی فرع ہے اُسکو اسمِ ظاہر کے ساتھ مختص کیا تا کہ اُس کا درجہ اصل سے کم رہے۔

وَ تَاءُ الْقَسَمِ وَ هِيَ تَخْتَصُّ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ فَلَا يُقَالُ تَالرَّحْمٰنِ وَ قَوْلُهُمْ تَرَبِّ الْكَعْبَةِ شَاذٌّ وَ بَاءُ الْقَسَمِ وَ هِيَ تَدْخُلُ عَلَى الظَّاهِرِ وَ الْمُضْمَرِ نَحْوُ بِاللّٰهِ وَ بِالرَّحْمٰنِ وَبِكَ وَلَابُدَّ لِلْقَسَمِ مِنَ الْجَوَابِ وَ هِيَ جُمْلَةٌ تُسَمَّى الْمُقْسَمَ عَلَيْهَا فَاِنْ كَانَتْ مُوْجِبَةً يَجِبُ دُخُوْلُ اللَّامِ فِي الْاِسْمِيَّةِ وَالْفِعْلِيَّةِ نَحْوُ وَاللّٰهِ لَزَيْدٌ قَائِمٌ وَ وَاللّٰهِ لَا فْعَلَنَّ كَذَا و اِنَّ فِي الْاِسْمِيَّةِ نَحْوُ وَاللّٰهِ اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ وَاِنْ كَانَتْ مَنْفِيَّةً وَجَبَ دُخُوْلُ مَاوَلَانَحْوُ وَاللّٰهِ مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ وَ وَاللّٰهِ لَايَقُوْمُ زَيْدٌ **واعلم** اَنَّهٗ قَدْ يُحْذَفُ حَرْفُ النَّفْيِ لِزَوَالِ اللَّبْسِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى تَاللّٰهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ اَیْ لَا تَفْتَؤُ وَيُحْذَفُ جَوَابُ الْقَسَمِ اِنْ تَقَدَّمَ مَايَدُلُّ عَلَيْهِ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَاللّٰهِ اَوْ تَوَسَّطَ الْقَسَمُ نَحْوُ زَيْدٌ وَاللّٰهِ قَائِمٌ

قولہ وتَآءُ الْقسم :-اور حروف جارہ میں سے تاءِ قسم ہے جو اسمِ جلالت (اللہ) کے ساتھ مختص ہے یعنی اسمِ جلالت کے علاوہ کسی اسمِ ظاہر یا ضمیر کیساتھ مستعمل نہیں ہوتی اور عرب کا قول تَـرَبِّ الْـكَعْبَةِ شاذ ہے۔ قولہ وَبَـآءُ الْـقَسَم :-حروف جارہ میں باءِ قسم ہے جو بابِ قسم میں اصل ہونے کیوجہ سے اسمِ ظاہر اور اسمِ ضمیر دونوں پر داخل ہوتی ہے کیونکہ اصل کا عام ہونا ضروری ہے اور اسمِ ظاہر بھی عام ہے کہ خواہ اسمِ جلالت ہو جیسے بِـاللّٰهِ یا کوئی اور اسم جیسے بِـالـرَّحْـمٰنِ۔ قولہ ولابُـدّ :-یعنی قسم کیلئے جوابِ قسم ضروری ہے خواہ قسم ملفوظ ہو یا مقدر اور جوابِ قسم سے مراد وہ جملہ ہے جس کی تقویت و تاکید کیلئے قسم کو لایا گیا ہے اور اس جملہ کو مُقْسَمْ عليهَا کہتے ہیں یعنی جس پر قسم کھائی گئی۔ قولہ فَـاِنْ كَـانَتْ :-یہاں سے جوابِ قسم کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ اگر وہ جملہ مثبتہ ہے خواہ اسمیہ ہے یا فعلیہ تو اُس جملہ پر لامِ تاکید کا داخل ہونا ضروری ہے اور جملہ اسمیہ میں اِنَّ مکسورہ کا لانا بھی ضروری ہے۔ قولہ وَاِنْ كَـانَتْ :-یعنی اگر جوابِ قسم جملہ مَنْفِيَّه ہے خواہ اسمیہ یا فعلیہ تو حرفِ نفی (ما اور لا) کا جواب پر لانا ضروری ہے۔ فائدہ:-قسم اور جوابِ قسم دونوں مستقل جملے ہیں اور ایک دوسرے سے مستغنی ہیں لہٰذا اُن میں ربط اور تعلق پیدا کرنے کیلئے حروفِ اربعہ مذکورہ میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے۔ قولہ وَاعْـلَمْ :-یعنی منفی کا مثبت سے التباس نہ ہوتا ہو تو جوابِ قسم سے حرفِ نفی کو حذف کر دیا جاتا ہے اور کبھی جوابِ قسم بھی حذف کر دیا جاتا ہے اگر قسم سے پہلے وہ چیز ہو جو جواب پر دلالت کرتی ہے یا قسم اُس جملہ کے درمیان واقع ہو جو جواب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ دال علی الجواب موجود ہے اور وجہِ حذف اختصار ہے۔

وَعَنْ لِلْمُجَاوَزَةِ نَحْوُ رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ اِلَى الصَّيْدِ وَعَلٰى لِلْاِسْتِعْلَاءِ نَحْوُ زَيْدٌ عَلَى السَّطْحِ وَقَدْ يَكُوْنُ عَنْ وَعَلٰى اِسْمَيْنِ اِذَا دَخَلَ عَلَيْهِمَا مِنْ، كَمَا تَقُوْلُ جَلَسْتُ مِنْ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَنَزَلْتُ مِنْ عَلَى الْفَرَسِ وَالْكَافُ لِلتَّشْبِيْهِ نَحْوُ زَيْدٌ كَعَمْرٍو وَزَائِدَةٌ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْئٌ وَقَدْ تَكُوْنُ اِسْمًا كَقَوْلِ الشَّاعِرِ ؏ يَضْحَكْنَ عَنْ كَالْبَرَدِ الْمُنْهَمِ

قولہ وعن:- کلام عرب میں کلمہ عَنْ (جارہ) متعدد معانی کیلئے آتا ہے جن میں سے ایک معنٰی مشہور ہے اور وہ مجاوزت ہے یعنی اپنے مجرور سے کسی چیز کو دور کر دینا جیسے رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ میں نے تیر کمان سے بجانبِ شکار پھینک دیا۔ قولہ وعلٰی:- کلمہ علٰی بھی متعدد معانی میں مستعمل ہے جن میں سے ایک معنٰی مصنف نے بیان کیا ہے باقی بوجہ قلت ترک کر دیئے ہیں اور وہ معنٰی استعلاء ہے یعنی بلندی طلب کرنا جیسے زَيْدٌ عَلَى السَّطْحِ زید چھت پر ہے۔ قولہ قد یکون:- اور کبھی عَنْ اور علٰی اسم ہوتے ہیں اور عَنْ اسمیہ بمعنٰی جانب ہوتا ہے جب اُس پر مِنْ جارہ آ جائے جیسے جلست من عن یمینک (میں تیری دائیں جانب سے آیا) یا اُس پر علٰی آ جائے جیسے عَلٰى عَنْ يَمِيْنِيْ (میری دائیں جانب پر) اور جب علٰی پر مِنْ آ جائے تو وہ اسم ہوتا ہے جیسے نَزَلْتُ مِنْ عَلَى الْفَرَسِ (میں گھوڑے کے اوپر سے اترا) قولہ والکاف:- اور کاف جارہ تشبیہ کیلئے ہے جیسے زَيْدٌ كَعَمْرٍو (زید عمرو کی طرح ہے) اِس میں زید مشبّہ اور عمرو مشبّہ بہ ہے اور کاف حرف تشبیہ ہے اور وجہ شبہ بہادری وغیرہ ہے۔ قولہ وَزَائِدَةٌ:- اور کاف کبھی زائدہ ہوتا ہے جیسے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْئٌ میں کاف زائدہ ہے ورنہ اللہ تعالٰی کے مثل کی نفی نہیں ہوگی بلکہ مثل کے مثل کی نفی ہوگی اور مثل کا اثبات ہوگا جو منافی توحید ہے۔ سوال:- آیت میں زیادت کا حکم کاف پر لگایا ہے مثل پر کیوں نہیں لگایا گیا حالانکہ لفظ مثل بھی زائد ہوتا ہے جیسے ارشاد باری تعالٰی فَاِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهٖ میں لفظِ مثل زائد ہے۔ جواب:- جب دو آلہ تشبیہ جمع ہو جائیں اور اُن میں سے ایک حرف ہو تو زیادت کا حکم حرف پر لگاتے ہیں نظر برآں حرف (کاف) پر یہ حکم لگایا گیا۔ قولہ وقد تکون:- یعنی کاف کبھی اسم ہوتا ہے اور بمعنٰی مثل ہو کر مابعد کی طرف مضاف ہوتا ہے اور کاف اسمی کی علامت یہ ہے کہ اُس پر حرفِ جر داخل ہو جاتا ہے جیسے شاعر کا قول ہے يَضْحَكْنَ عَنْ كَالْبَرَدِ الْمُنْهَمِ یعنی وہ عورتیں اُن دانتوں سے ہنستی ہیں جو لطافت میں پگھلے ہوئے اُولے کی مثل ہیں۔

مُذْ وَ مُنْذُ لِلزَّمَانِ اِمَّا لِلْاِبْتِدَاءِ فِی الْمَاضِیْ کَمَا تَقُوْلُ فِیْ شَعْبَانَ مَارَأَیْتُهٗ مُذْ رَجَبَ اَوْ لِلظَّرْفِیَّةِ فِی الْحَاضِرِ نَحْوُ مَارَأَیْتُهٗ مُذْ شَهْرِنَا وَمُنْذُ یَوْمِنَا اَیْ فِیْ شَهْرِنَا وَفِیْ یَوْمِنَا وَخَلَا وَعَدَا وَحَاشَا لِلْاِسْتِثْنَاءِ نَحْوُ جَاءَ نِی الْقَوْمُ خَلَا زَیْدٍ وَحَاشَا عَمْرٍو وَعَدَا بَکْرٍ **فصل** اَلْحُرُوْفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ سِتَّةٌ اِنَّ وَاَنَّ وَکَاَنَّ وَلٰکِنَّ وَلَیْتَ وَلَعَلَّ هٰذِهِ الْحُرُوْفُ تَدْخُلُ عَلَی الْجُمْلَةِ الْاِسْمِیَّةِ تَنْصِبُ الْاِسْمَ وَتَرْفَعُ الْخَبَرَ کَمَا عَرَفْتَ نَحْوُ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ

قولہ مُذ و مُنذ :- یہ دونوں حرف، زمان کیلئے آتے ہیں اور اس بات کا افادہ کرتے ہیں کہ فعلِ مثبت یا منفی کی ابتداء اس زمانہ ماضی سے ہے جس پر یہ داخل ہیں جیسے آپ ماہ شعبان میں کہیں مَارَأَیْتُهٗ مُذ رجب (میں نے اس کو ماہ رجب سے نہیں دیکھا) یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی ابتداء ماہ رجب ہے۔ فائدہ:-کلمہ مُذ اور مُنذ میں اصل کون ہے اس کے بارے اختلاف ہے بعض کے نزدیک مُذ اصل ہے جس میں نون بڑھا کر مُنذ بنا دیا گیا اور ذال کو میم کے اتباع میں ضمہ دیا گیا ہے اور بعض کے نزدیک مُنذ اصل ہے نون کو حذف کر کے ذال کو ساکن کر دیا گیا ہے۔ ان دونوں کے تین حال ہیں۔ (۱) ان کا مابعد یا ان کی وجہ سے مجرور ہوگا کیونکہ یہ حرف جر ہیں یا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہوگا اس وقت یہ دونوں اسم مضاف ہوں گے۔ (۲) یہ دونوں اسم بمعنی مدت مبتدا اور مابعد بنا بر خبر مرفوع ہوگا یا اپنے بعد والے مبتدا کی خبر ہوں گے۔ (۳) یہ جملہ کی طرف مضاف ہوں گے اور مبتدا ہوں گے اور جملہ بتقدیر زمان خبر ہوگا۔ قولہ اَو لِلظَّرفِیَّة :-یعنی یا یہ دونوں زمانہ حال میں ظرفیت کیلئے ہوں گے اور بمعنی فِی ہوں گے جیسے مَارَأَیتُهٗ مُذ شَهرِنَا اَی فِی شَهرِنَا، میں نے اس کو اس مہینہ میں نہیں دیکھا۔ قولہ خلا و عدا :-یعنی ان کلمات میں سے ہر ایک استثناء کیلئے ہے یعنی اپنے مابعد کو ماقبل کے حکم سے خارج کرنے کے لئے ہے۔ فائدہ:-خلا اور عدا جب جر دیں تو بمعنی اِلَّا ہوتے ہیں اور کسی سے متعلق نہیں ہوتے اس لئے کہ باقی حروف جارہ اپنے متعلق کے معنی کو مجرور تک پہنچاتے ہیں اور یہ اپنے متعلق کے معنی کو مجرور سے زائل کر دیتے ہیں جیسے جَاءَ نِی القَومُ خَلَا زَیدٍ، میرے پاس قوم زید کے سوا آئی۔ ۞ **الحروف المشبهة بالفعل** ۞ فعل کے ساتھ لفظی اور معنوی مشابہت رکھنے والے حروف چھ ہیں انکی فعل کے ساتھ مشابہت لفظی اس بات میں ہے کہ یہ فعل کی مثل ثلاثی و رباعی ہوتے ہیں اور انکا آخر فعلِ ماضی کیطرح مبنی بر فتح ہوتا ہے اور مشابہت معنوی بایں طور ہے کہ اِنَّ اور اَنَّ معنی تحقیق پر دلالت کرنے میں فعل حَقَّقتُ کے مشابہ ہیں۔ اور یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اسم کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو رفع جیسے اِنَّ زَیدًا قَائِمٌ۔

وَ قَدْ يَلْحَقُهَا مَا الْكَافَّةُ فَتَكُفُّهَا عَنِ الْعَمَلِ وَ حِيْنَئِذٍ تَدْخُلُ عَلَى الْاَفْعَالِ تَقُوْلُ اِنَّمَا قَامَ زَيْدٌ وَاعْلَمْ اَنَّ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةَ الْهَمْزَةِ لَاتُغَيِّرُ مَعْنَى الْجُمْلَةِ بَلْ تُؤَكِّدُهَا وَ اَنَّ الْمَفْتُوْحَةَ الْهَمْزَةِ مَعَ مَا بَعْدَهَا مِنَ الْاِسْمِ وَ الْخَبَرِ فِي حُكْمِ الْمُفْرَدِ وَ لِذٰلِكَ يَجِبُ الْكَسْرُ اِذَا كَانَ فِي ابْتِدَاءِ الْكَلَامِ نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَ بَعْدَ الْقَوْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ

فائدہ:- حروف مشبہ بفعل کا منصوب بچند وجوہ مرفوع پر مقدم ہوتا ہے۔ (۱) تاکہ اول امر سے فعلِ متعدی میں (جو ان کی اصل ہے) اور ان میں فرق ہو جائے۔ (۲) چونکہ ان کا عمل فرعی ہے اس لئے منصوب کو مقدم کیا کہ مرفوع کی تقدیم عملِ اصلی ہے۔ قولہ وقد:- یعنی کبھی ان حروف کے ساتھ مَا کَافَّۃُ لاحق ہو کر ان کو عمل سے روک دیتا ہے پس یہ حروف، افعال پر بھی داخل ہوتے ہیں جیسے اِنَّمَا قَامَ زَیْدٌ۔ فائدہ:- چونکہ مَا کَافَّۃُ داخل ہونے سے ان حروف کی فعل کے ساتھ مشابہت جاتی رہی کہ ان کا آخر ابنی بر فتح نہیں رہا نیز ان حروف اور ان کے معمولات کے درمیان مَا کَافَّۃُ حائل ہونے کے بعد فاصلہ بھی ہو گیا اس لئے یہ مَا ان کو عمل سے روک دیتا ہے۔ قولہ وَاعْلَمْ:- یہاں مصنف اِنَّ (مَکْسُوْرَۃُ الْھَمْزَہ) اور اَنَّ (مَفْتُوْحَۃُ الْھَمْزَہ) کے مابین فرق بیان کرتے ہیں وہ یہ کہ اِنَّ مکسورہ اپنے مدخول جملہ کے معنی نہیں بدلتا بلکہ جملہ کے معنی کو مؤکد کر دیتا ہے اور اَنَّ مفتوحہ اپنے مابعد جملہ کے ساتھ مفرد کی تاویل میں ہو جاتا ہے۔ محقق عبدالرسول کہتے ہیں۔

اِنَّ، اَنَّ از بہرِ تحقیق اند فرقست ایں قدر　　　میکند مفتوحہ در تاویلِ مفرد جملہ را

اور اسی فرق کے پیش نظر ہر ایک کیلئے مخصوص مقامات ہیں جہاں دوسرا نہیں آسکتا شاعر نے ہر ایک کے مقامِ استعمال کو ان اشعار میں جمع کر دیا گیا ہے۔

اِنَّ را مکسور خواں در ابتدا و بعد قول　　　بعد موصول وقسم مفتوح خواں دو ہفت جا

بعد حرف جر ولولا بعد لو بعد از مضاف　　　نیز چوں واقع شود مفعول وفاعل مبتدا

قولہ یَجِبُ الْکَسْرُ:- ان مواضع میں کسرہ واجب ہے۔ (۱) ابتدائے کلام میں، اس سے مراد یہ ہے کہ اِنَّ کے بعد کلام مستانف ہو یعنی مِنْ حَیْثُ الْاِعْرَابِ، اس کا ماقبل سے تعلق نہ ہو خواہ متکلم کے کلام کے شروع میں ہو جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ یا وسط میں جیسے یَابُنَیَّ اِنَّ اللہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ۔ (۲) جب قَوْلٌ یا اس کے مشتقات میں سے کسی کے بعد واقع ہو یعنی مقولہ بن رہا ہو کہ مقولہ جملہ ہوتا ہے جیسے یَقُوْلُ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ۔

وَبَعْدَ الْمَوْصُوْلِ نَحْوُ مَا رَأَيْتُ الَّذِيْ اِنَّهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاِذَا كَانَ فِيْ خَبَرِهَا اللَّامُ نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ وَيَجِبُ الْفَتْحُ حَيْثُ يَقَعُ فَاعِلًا نَحْوُ بَلَغَنِيْ اَنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَحَيْثُ يَقَعُ مَفْعُوْلًا نَحْوُ كَرِهْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ وَحَيْثُ يَقَعُ مُبْتَدَأً نَحْوُ عِنْدِيْ اَنَّكَ قَائِمٌ وَحَيْثُ يَقَعُ مُضَافًا اِلَيْهِ نَحْوُ عَجِبْتُ مِنْ طُوْلِ اَنَّ بَكْرًا قَائِمٌ وَحَيْثُ يَقَعُ مَجْرُوْرًا نَحْوُ عَجِبْتُ مِنْ اَنَّ بَكْرًا قَائِمٌ وَبَعْدَ لَوْ نَحْوُ لَوْ اَنَّكَ عِنْدَنَا لَاَكْرَمْتُكَ وَبَعْدَ لَوْلَا نَحْوُ لَوْلَا اَنَّهُ حَاضِرٌ لَغَابَ زَيْدٌ وَيَجُوْزُ الْعَطْفُ عَلَى اسْمِ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةِ بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ بِاعْتِبَارِ الْمَحَلِّ وَاللَّفْظِ مِثْلُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَعَمْرٌو وَعَمْرًا

فائدہ:- جو قول بمعنی حکایت ہو اس کے بعد اِنَّ بکسرِ ہمزہ آتا ہے اس لئے کہ قول بمعنی حکایت کا معمول جملہ محکیہ ہوتا ہے لیکن جو قول بمعنی ظن یا علم یا اعتقاد وغیرہ ہو اس کے بعد اَنَّ مفتوح آتا ہے مثلاً آپ کہیں یَقُوْلُ الشِّيْعَةُ اَنَّ عَلِيًّا خَلِيْفَةٌ بِلَافَصْلٍ اي تعتقد، چونکہ یہاں قول بمعنی اعتقاد ہے اس لئے یہاں اَنَّ بالفتح پڑھا جائیگا۔ (۳) موصول کے بعد اس لئے کہ صلہ جملہ ہوتا ہے۔ (۴) جب اس کی خبر پر لام ہو اس لئے کہ لام جملہ کے معنی کی تاکید کرتا ہے۔ قولہ ویجب:- اور اَنَّ کے ہمزہ پر درج ذیل مقامات میں فتح واجب ہے۔ (۱) جب اَنَّ اپنے اسم اور خبر سے ملکر فاعل واقع ہو۔ (۲) جب مفعول واقع ہو۔ (۳) خبر واقع ہو۔ (۴) جب مضاف الیہ واقع ہو۔ (۵) جب مجرور واقع ہو۔ (۶) جب لَوْ کے بعد واقع ہو۔ (۷) جب لَوْلَا کے بعد واقع ہو۔

سوال:- زَيْدٌ اِنَّ اَبَاهُ قَائِمٌ میں اَنَّ مفتوحہ ہونا چاہئے کہ اصل خبر میں افراد ہے؟۔ جواب:- اَنَّ مفتوحہ ہردو معمول کے ساتھ مصدر کی تاویل میں ہوتا ہے اور مصدر کا حمل ذات پر درست نہیں چونکہ مثال مذکور میں اَنَّ مفتوحہ پڑھیں تو معنی ہوں گے زَيْدٌ قِيَامُ اَبِيْهِ اور یہ صحیح نہیں اس لئے کہ یہاں اِنَّ مکسورہ پڑھا جائے گا تا کہ مصدر کا حمل ذات پر نہ ہو۔ قولہ وَيَجُوْزُ الْعَطْفُ:- یہ عبارت مصنف کے قول يَجِبُ الْكَسْرُ پر معطوف ہے اي وَلِذٰلِكَ يَجُوْزُ الْعَطْفُ یعنی اسی وجہ سے کہ اِنَّ مَكْسُوْرَةُ الْهَمْزَةِ جملہ کے معنی تبدیل نہیں کرتا اس کے اسم پر رفع کے ساتھ عطف جائز ہے محل کی رعایت کرتے ہوئے کہ وہ اصل میں مرفوع ہے اور نصب کے ساتھ عطف کرنا بھی لفظ کی رعایت کرتے ہوئے جائز ہے اس لئے کہ اسمِ اِنَّ لفظاً منصوب ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةَ يَجُوْزُ دُخُوْلُ اللَّامِ عَلٰى خَبَرِهَا وَقَدْ تُخَفَّفُ فَيَلْزَمُهَا اللَّامُ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ وَحِيْنَئِذٍ يَجُوْزُ اِلْغَاؤُهَا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ وَيَجُوْزُ دُخُوْلُهَا عَلَى الْاَفْعَالِ عَلَى الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَكَذٰلِكَ اَنَّ الْمَفْتُوْحَةُ قَدْ تُخَفَّفُ فَحِيْنَئِذٍ يَجِبُ اِعْمَالُهَا فِيْ ضَمِيْرِ شَانٍ مُقَدَّرٍ فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ بَلَغَنِيْ اَنْ زَيْدٌ قَائِمٌ اَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ بَلَغَنِيْ اَنْ قَدْ قَامَ زَيْدٌ وَيَجِبُ دُخُوْلُ السِّيْنِ اَوْ سَوْفَ اَوْ قَدْ اَوْ حَرْفُ النَّفْيِ عَلَى الْفِعْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَالضَّمِيْرُ الْمُسْتَتِرُ اِسْمُ اَنْ وَالْجُمْلَةُ خَبَرُهَا

قولہ واعلم:- یعنی اِنَّ مَکْسُوْرَۃُ الْھَمْزَۃِ کی خبر پر لامِ ابتداء کا دخول جائز ہے اِس لئے کہ یہ لام بھی تاکید کا افادہ کرتا ہے لیکن یہ اِنَّ مخففہ کر دیا جائے تو خبر پر دخولِ لام لازم کر دیا جاتا ہے تاکہ اِنْ مخففہ اور اِنْ نافیہ میں لام کی وجہ سے فرق ہو جائے اور بوقت تخفیف اُس کے عمل کو باطل کرنا بھی جائز ہے کہ فعل کے ساتھ مشابہت جاتی رہی ہے اور اُس وقت اِنْ مخففہ کا اُن افعال پر داخل ہونا بھی جائز ہے، جو مبتدا اور خبر دونوں پر داخل ہوتے ہیں جیسے افعالِ ناقصہ وغیرہ۔

قولہ وکذالک انّ:- یعنی اِنَّ مَکْسُوْرَۃُ الْھَمْزَۃِ کی طرح اَنَّ مَفْتُوْحَۃُ الْھَمْزَۃِ بھی کبھی مخفف کر دیا جاتا ہے اور اُس وقت اُس کا ضمیر شان مقدر میں عمل کرنا ضروری ہے جو اَنَّ کا اسم بنے گی اور ضمیر شان کی تفسیر کرنے والا جملہ اُس کی خبر بنے گا پھر یہ جملہ اسمیہ وفعلیہ دونوں پر داخل ہوگا۔ فائدہ:- اَنَّ مفتوحہ کو بہ نسبت اِنَّ مکسورہ فعل کے ساتھ مناسبت زیادہ ہے اور مکسورہ کا بعد از تخفیف اسم ظاہر میں عمل کرنا جائز ہے لہٰذا اَنَّ مفتوحہ کے لئے ضمیر شان میں عمل کرنا ضروری قرار دیا گیا تاکہ اُس پر اِنَّ مکسورہ کی ترجیح لازم نہ آئے۔ قولہ ویجب:- اور جب اَنَّ مَفْتُوْحَۃُ الْھَمْزَۃِ تخفیف کے بعد فعل متصرف پر آئے تو سین وغیرہ کا فعل پر داخل ہونا ضروری ہے تاکہ اَنْ مخففہ اور اَنْ مصدریہ میں فرق ہو جائے کیونکہ یہ حروف اَنْ مصدریہ کے ساتھ نہیں آتے اور اس لئے بھی ان حروف میں سے کسی کا آنا ضروری ہے کہ اُس حرف کے لانے سے حذفِ نون کی کمی پوری ہو جائے گی کیونکہ یہ حروف فعل کے ساتھ مختص ہیں۔

وَكَأَنَّ لِلتَّشْبِيْهِ نَحْوُ كَأَنَّ زَيْدًا الْاَسَدُ وَهُوَ مُرَكَّبٌ مِنْ كَافِ التَّشْبِيْهِ وَ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةِ وَ اِنَّمَا فُتِحَتْ لِتَقَدُّمِ الْكَافِ عَلَيْهَا تَقْدِيْرُهُ اِنَّ زَيْدًا كَالْاَسَدِ وَقَدْ تُخَفَّفُ فَتُلْغٰى نَحْوُ كَاَنْ زَيْدٌ اَسَدٌ وَلٰكِنَّ لِلْاِسْتِدْرَاكِ وَيَتَوَسَّطُ بَيْنَ كَلَامَيْنِ مُتَغَايِرَيْنِ فِى الْمَعْنٰى نَحْوُ مَاجَاءَ نِى الْقَوْمُ لٰكِنَّ عَمْرًا جَاءَ وَ غَابَ زَيْدٌ لٰكِنَّ بَكْرًا حَاضِرٌ وَ يَجُوْزُ مَعَهَا الْوَاوُ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَلٰكِنَّ عَمْرًا قَاعِدٌ وَقَدْ تُخَفَّفُ فَتُلْغٰى نَحْوُ مَشٰى زَيْدٌ لٰكِنْ بَكْرٌ عِنْدَ نَا

قولہ وكَانَّ:-اور كانَّ ،انشاء تشبیہ کیلئے ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی وصف میں شریک کرنے کیلئے جیسے كَانَّ زيدا الاسدُ (گویا زید شیر ہے) اور کبھی ظن وشک کیلئے بھی آتا ہے جیسے كَانّى امشىُ اور كَانّكَ قاعدٌ۔ قولہ وهو مركّبٌ:-لفظ كانَّ کے متعلق نحات کا اختلاف ہے جمہور کے نزدیک یہ حرفِ بسیط ہے مرکب نہیں ہے اور خلیل کے نزدیک اِنَّ مکسورہ اور کافِ تشبیہ سے مرکب ہے گزشتہ مثال اصل میں اِنَّ زيدًا كَالاسدِ تھی۔ کاف کو شروع میں لاکر اس کی رعایت میں اِنَّ مکسورہ کے ہمزہ کو فتح دیا تو كانَّ زيدا الاسدُ ہوگیا۔ قولہ وقد تُخفَّفُ:-اور کبھی كانَّ میں تخفیف کرلی جاتی ہے پس اصح مذہب کی بنا پر عمل نہیں کرتا کیونکہ آخر کا فتح زائل ہونے کے سبب اس کی فعل کے ساتھ مشابہت ختم ہوگئی اور اس وقت وہ جملہ فعلیہ پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے كَانْ لَمْ تغن بالامسِ۔ قولہ ولكِنَّ:-نحاتِ کوفہ کے نزدیک یہ لائے نفی ،کاف زائدہ اور اِنَّ مکسورہ سے مرکب ہے اصل میں لا كـــاِنَّ تھا ہمزہ کی حرکت کاف کو دے کر ہمزہ کو حذف کردیا۔ اور نحاتِ بصرہ کے نزدیک یہ حرفِ بسیط ہے یہ حرفِ استدراک ہے۔ لغت میں استدراک کے معنی ہیں کسی چیز کیساتھ مافات کی تلافی کرنا۔ اصطلاح میں کلام سابق سے پیدا شدہ وہم کو دفع کرنا استدراک ہے۔ قولہ و يتوسّطُ:-یعنی لكِنَّ ایسے دو کلاموں کے درمیان آتا ہے جو نفی اور اثبات میں معنی متغایر ہوں جیسے غاب زيدٌ لكنَّ بكرا حاضرٌ اور لكنَّ کے ساتھ خواہ مشددہ ہو یا مخففہ واؤ کا ہونا بھی جائز ہے۔ فائدہ:-اصل میں بصورت تخفیف لكنْ، مع واؤ لایا جاتا ہے یعنی ولكنْ تاکہ لكنْ عاطفہ سے ملتبس نہ ہو پھر اس کی موافقت میں لكنَّ مشددہ کے ساتھ بھی واؤ لایا جاتا ہے جیسے ولكنَّ اللهَ سلّم۔ قولہ وقد تُخفّفُ:-اور لكِنَّ میں کبھی تخفیف کرلی جاتی ہے پس وہ عمل سے لغو کردیا جاتا ہے یعنی اس وقت وہ عمل نہیں کرتا اس لئے کہ تخفیف کے بعد فعل کی مشابہت جاتی رہی اور یہ لكِنْ عاطفہ کے مشابہ ہوگیا جو عمل نہیں کرتا جیسے مشى زيدٌ لكِنْ بكرٌ عندنا، زید چلا گیا لیکن بکر ہمارے پاس ہے یعنی وہ نہیں گیا۔

وَلَيْتَ لِلتَّمَنِّيْ نَحْوُ لَيْتَ هِنْدًا عِنْدَ نَا وَاَجَازَ الْفَرَّاءُ لَيْتَ زَيْدًا قَائِمًا بِمَعْنٰے اَتَمَنّٰى وَلَعَلَّ لِلتَّرَجِّيْ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا	شعر	اُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ

وَشَذَّ الْجَرُّ بِهَا نَحْوُ لَعَلَّ زَيْدٍ قَائِمٌ وَفِيْ لَعَلَّ لُغَاتٌ عَلَّ، وَعَنَّ، وَاَنَّ، وَلَاَنَّ، وَلَعَنَّ وَعِنْدَ الْمُبَرِّدِ اَصْلُهٗ عَلَّ زِيْدَ فِيْهِ اللَّامُ وَالْبَوَاقِيْ فُرُوْعٌ

قولہ ولیت:- اور لیت انشاء تمنّی یعنی کسی چیز کو بر سبیلِ محبت طلب کرنے کیلئے ہے۔ جیسے لَيْتَ هِنْدًا عندنا کاش ہند ہمارے پاس ہوتی۔ اور فراء نے لیت کے بعد واقع دونوں جزؤوں کا نصب جائز رکھا ہے جیسے لیت زیدا قائما۔ اس لئے کہ لیتَ معنی اتمنّٰی ہے۔ لہٰذا دونوں جزؤوں کا بنا بر مفعول نصب جائز ہے۔

فائدہ:- مصنف نے فراء کا استدلال عقلی ذکر کیا ہے کہ لَيْتَ بمعنی اَتَمَنّٰى ہے لہٰذا افعالِ قلوب کی طرح ہر دو جز کو نصب دیگا لیکن یہ استدلال ضعیف ہے اس لئے کہ لیت حرف ہے اور افعالِ قلوب صریح افعال ہیں جن پر لَيْتَ کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ قولہ ولعلّ:- اور لعلّ، انشاء ترجی کیلئے ہے ترجی ایسے امرِ محبوب یا مکروہ کی امید کرنا جس کے حصول پر وثوق نہ ہو جیسے شاعر کا قول اُحِبُّ ...... الخ، میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں حالانکہ خود اِن میں سے نہیں ہوں شاید کہ اللہ تعالیٰ نیک بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ قولہ وَ شَذَّ الْجَرُّ:- یعنی لَعَلَّ کو حروفِ جارہ میں شمار کر کے اس کے ساتھ جر دینا شاذ ہے۔ یعنی لعلَّ زَيْدٍ قائمٌ، زید کے جر کے ساتھ پڑھنا خلافِ قیاس ہے اور شاعر کے قول لعلَ ابی المغوآء سے استدلال درست نہیں اس لئے کہ ہوسکتا ہے شاعر کے قول میں اَبِی الْمَغْوَاءِ، لعلَ کی وجہ سے مجرور نہ ہو بلکہ اسپر اعرابِ حکائی ہو کہ وہ ابی الْمَغْوَاءِ کے نام سے مشہور ہو۔ قولہ عِنْدَ الْمُبَرِّدِ:- یعنی لعلَ میں چند لغات ہیں بعض کتبِ نحو میں کل تیرہ لغتیں ذکر کی گئیں ہیں جن میں افصح اور اشہر لغت، جمہور کے نزدیک لعلَ ہے اور مبرد کے نزدیک علّ اصل ہے اس کے اوّل میں لام بڑھایا تو لَعَلَّ ہوا اور باقی لغات اِس کی فرع ہیں۔ فائدہ:- تمنی اور ترجی میں یہ فرق ہے کہ تمنّی تو ہر شے کی ہو سکتی ہے خواہ وہ ممکن ہو یا محال اور ترجی اُس چیز کی ہوتی جس چیز کا ہونا ممکن ہو پس لیت الشَّبَاب يَعُوْدُ کہہ سکتے ہیں اور لَعَلَّ الشَّبَابَ نہیں کہہ سکتے اِس لئے کہ جوانی کا لوٹنا ممکن نہیں اور حضرتِ زلیخا کی جوانی کا لوٹنا از قبیلِ خوارق تھا جو امتناعِ عادی کے منافی نہیں۔

فصل حُرُوْفُ الْعَطْفِ عَشَرَةٌ اَلْوَاوُ وَ الْفَاءُ وَ ثُمَّ وَ حَتّٰی وَ اَوْ وَ اِمَّا وَ اَمْ وَ لَا وَ بَلْ وَ لٰکِنْ فَالْاَرْبَعَةُ الْاُوَلُ لِلْجَمْعِ فَالْوَاوُ لِلْجَمْعِ مُطْلَقًا نَحْوُ جَاءَ نِیْ زَیْدٌ وَ عَمْرٌو سَوَاءٌ کَانَ زَیْدٌ مُقَدَّمًا فِی الْمَجِیْئِ اَوْ عَمْرٌو وَ الْفَاءُ لِلتَّرْتِیْبِ بِلَا مُهْلَةٍ نَحْوُ قَامَ زَیْدٌ فَعَمْرٌو اِذَا کَانَ زَیْدٌ مُتَقَدِّمًا وَ عَمْرٌو مُتَاَخِّرًا بِلَا مُهْلَةٍ وَ ثُمَّ لِلتَّرْتِیْبِ بِمُهْلَةٍ نَحْوُ دَخَلَ زَیْدٌ ثُمَّ عَمْرٌو اِذَا کَانَ زَیْدٌ مُتَقَدِّمًا وَ بَیْنَهُمَا مُهْلَةٌ وَ حَتّٰی کَثُمَّ فِی التَّرْتِیْبِ وَ الْمُهْلَةِ اِلَّا اَنَّ مُهْلَتَهَا اَقَلُّ مِنْ مُهْلَةِ ثُمَّ وَ یُشْتَرَطُ اَنْ یَّکُوْنَ مَعْطُوْفُهَا دَاخِلًا فِی الْمَعْطُوْفِ عَلَیْهِ

قولہ حُرُوْفُ الْعَطْفِ:- حروف عطف دس ہیں جنکو شاعر نے اس قطعہ میں یکجا کر دیا ہے۔

گر حروف عطف خواہی بے خلل ۔۔۔ یاد گیر ایں بیت و میخواں در محل

واوْ، فاء، ثُمَّ، حتّٰی، نیز اَوْ ۔۔۔ باامْ و اِمَّا، و لٰکِنْ، لا و بَلْ

دوسرے شاعر نے ان حروف کو اس طرح بیان کیا ہے۔

دہ حروف عاطفہ مشہور اند یعنی واوْ فاء ۔۔۔ ثُمَّ، حتّٰی، اَوْ، اِمَّا، اَمْ، و بَلْ، لٰکنْ و لا

اور یہ حروف ثبوت حکم کے اعتبار سے تین قسم پر ہیں۔ (۱) جن سے تابع اور متبوع دونوں کیلئے حکم ثابت ہوتا ہے اور وہ چار ہیں واوْ، فاء، ثُمَّ، حتّٰی۔ (۲) جن سے تابع اور متبوع میں سے ایک غیر معین میں حکم ثابت ہوتا ہے اور وہ تین حروف ہیں اَوْ، اِمَّا، اَمْ۔ (۳) جن سے ایک معین کیلئے حکم ثابت ہوتا ہے وہ بھی تین ہیں۔ لا، بَلْ، لٰکنْ۔ قولہ الْوَاوُ:- قسم اول سے واوْ مطلق جمع کیلئے ہے یعنی اس میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان ترتیب اور معیت ملحوظ نہیں ہوتی جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ وَعَمْرٌو میرے پاس زید اور عمرو آئے۔ اس مثال میں مطلقاً زید اور عمرو کے آنے کا بیان ہے خواہ ایک ساتھ ہوں یا آگے پیچھے۔ قولہ الْفَاءُ:- اور فاء ترتیب بغیر مہلت کے لئے ہے جیسے قَامَ زَیْدٌ فَعَمْرٌو زید کھڑا ہوا پھر عمرو، یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب زید پہلے کھڑا ہوا اور پھر بلا تاخیر عمرو کھڑا ہوا۔ قولہ ثُمَّ:- ثُمَّ ترتیب مع مہلت کیلئے ہے جیسے دَخَلَ زَیْدٌ ثُمَّ عَمْرٌو، یعنی زید پہلے داخل ہوا پھر کچھ دیر بعد عمرو داخل ہوا۔ قولہ حتّٰی:- حتّٰی، ثُمَّ کی مثل ترتیب مع مہلت کیلئے ہے لیکن حتّٰی میں ثُمَّ کی نسبت مہلت کم ہوتی ہے نیز حتّٰی میں یہ شرط ہے کہ اس کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہو یعنی معطوف علیہ کا جزو قوی یا جزو ضعیف ہوتا کہ یہ جزو، قوت و ضعف کی وجہ سے کل سے ممتاز ہو جائے گویا کہ یہ کل جزو کا غیر ہے تا کہ یہ جزو غایت بن سکے۔

وَ هِيَ تُفِيْدُ قُوَّةً فِي الْمَعْطُوْفِ نَحْوُ مَاتَ النَّاسُ حَتَّى الْاَنْبِيَاءُ اَوْ ضُعْفًا نَحْوُ قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّى الْمُشَاةُ وَ اَوْ وَ اِمَّا وَ اَمْ ثَلٰثَتُهَا لِثُبُوْتِ الْحُكْمِ لِاَحَدِ الْاَمْرَيْنِ مُبْهَمًا لَا بِعَيْنِهٖ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَوْ اِمْرَأَةٍ وَ اِمَّا اِنَّمَا تَكُوْنُ حَرْفَ الْعَطْفِ اِذَا تَقَدَّمَتْهَا اِمَّا اُخْرٰى نَحْوُ اَلْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ وَ اِمَّا فَرْدٌ وَ يَجُوْزُ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اِمَّا عَلٰى اَوْ نَحْوُ زَيْدٌ اِمَّا كَاتِبٌ اَوْ اُمِّيٌّ

قولہ وهي تفيد:- اور یہ کلمہ حتی اپنے معطوف میں قوت کا افادہ کرتا ہے یا ضعف کا یعنی قوت وضعف پر دلالت کرتا ہے۔ اول کی مثال مات الناس حتی الانبیاء، کیونکہ انبیاءِ کرام اجزاءِ ناس میں سے جزِ قوی ہیں اور دوسرے کی مثال قدم الحاج حتی المشاۃ یعنی حاجی سوار آ گئے یہاں تک کہ پیادہ پا حاجی آ گئے۔ اِس مثال میں پیادہ پا حاجی اجزاءِ حجاج میں سے جزِ ضعیف ہیں۔ فائدہ:- کلمہ ثُمَّ اور حتی ترتیب مع المہلت میں شریک ہیں تاہم اِن کے مابین تین وجوہ سے فرق ہے۔ (۱) حتی کا معطوف اپنے معطوف علیہ کا جزِ قوی یا ضعیف ہوتا ہے اور ثُمَّ میں یہ شرط نہیں۔ (۲) حتی میں مہلت باعتبار ذہن کے ہوتی ہے اور ثُمَّ میں باعتبار خارج کے مثلاً مَاتَ النَّاسُ حَتَّى الْاَنْبِيَاءُ میں باعتبار ذہن کے مناسب یہ ہے کہ موت کا تعلق اوّلاً غیر انبیاء سے ہو اور پھر انبیاء سے کیونکہ انبیاء کی شرافت کی وجہ سے ان سے موت مستبعد ہے لیکن باعتبار خارج کے انبیاء کی موت باقی لوگوں کے درمیان ہے لہٰذا مَاتَ النَّاسُ ثُمَّ الْاَنْبِيَاءُ کہنا صحیح نہیں کہ خلاف واقع ہے۔ (۳) حتی کے اندر مہلت بنسبت ثُمَّ کے کم ہوتی ہے۔ قولہ اَوْ وَ اِمَّا وَ اَمْ - یہ تینوں حروف دو امروں میں سے کسی ایک امرِ مبہم کیلئے (یعنی جو عند المتکلم معین نہیں ہے) حکم ثابت کرنے کیلئے آتے ہیں جیسے مررت برجلٍ او امرأۃٍ (میں مرد یا عورت کے پاس سے گذرا) قولہ وَاِمَّا اِنَّمَا تَكُوْنُ:- یعنی اِمَّا حرف عطف اس وقت ہوگا جب اس سے قبل دوسرا اِمَّا ہو، تاکہ اوّلِ امر سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ حکم احد الامرین کیلئے ہے جیسے العدد اما زوجٌ واما فردٌ۔ عدد یا زوج (برابر تقسیم ہونے والا) ہے یا فرد یعنی برابر تقسیم نہ ہونے والا۔ قولہ یجوز:- اور اَوْ عاطفہ سے پہلے اِمَّا کا لانا جائز ہے جیسے زیدٌ اِمَّا کاتبٌ اَوْ اُمِّیٌّ اور ترکِ اِمَّا بھی جائز ہے جیسے زیدٌ اما کاتبٌ او امّیٌّ۔ فائدہ:- اِمَّا عاطفہ اور اِمَّا شرطیہ کی پہچان کے دو طریقے ہیں۔ (۱) اگر اُس سے پہلے دوسرا اِمَّا یا بعد میں اَوْ ہو تو اِمَّا عاطفہ ہوگا۔ ورنہ اِمَّا شرطیہ جیسے شرح مأۃ میں ہے اِمَّا حقیقةً وَ اِمَّا مجازًا، اِس مثال میں پہلا اِمَّا تردیدیہ اور دوسرا عاطفہ ہے اور واؤ زائدہ ہے۔ (۲) اگر بعد میں فاء ہو تو اَمَّا شرطیہ ہوگا ورنہ اِمَّا عاطفہ جیسے وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ۔ فائدہ:- ابو علی کے نزدیک اِمَّا (بکسرِ ہمزہ) عطف کیلئے نہیں ہے اِس لئے کہ یہ معطوف علیہ پر مقدم ہوتا ہے اور اس پر واؤ بھی داخل ہوتا ہے جیسے اِمَّا حقیقةً وَاِمَّا مجازًا میں پہلا اِمَّا معطوف علیہ پر مقدم ہے اور دوسرے پر واؤ داخل ہے لیکن جمہور کے نزدیک یہ حرفِ عطف ہے اِس لئے کہ یہ اَوْ کی مثل شک کیلئے ہے۔

وَ اَمْ عَلٰی قِسْمَیْنِ مُتَّصِلَۃٌ وَ ھِیَ مَا یُسْئَالُ بِھَا عَنْ تَعْیِیْنِ اَحَدِ الْاَمْرَیْنِ وَ السَّائِلُ بِھَا یَعْلَمُ ثُبُوْتَ اَحَدِھِمَا مُبْھَمًا بِخِلَافِ اَوْ وَ اِمَّا فَاِنَّ السَّائِلَ بِھِمَا لَا یَعْلَمُ ثُبُوْتَ اَحَدِھِمَا اَصْلًا وَ تُسْتَعْمَلُ بِثَلٰثَۃِ شَرَائِطَ اَلْاَوَّلُ اَنْ یَقَعَ قَبْلَھَا ھَمْزَۃٌ نَحْوُ اَزَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو وَ الثَّانِیْ اَنْ یَّلِیَھَا لَفْظٌ مِثْلُ مَا یَلِی الْھَمْزَۃَ اَعْنِیْ اِنْ کَانَ بَعْدَ الْھَمْزَۃِ اِسْمٌ فَکَذٰلِکَ بَعْدَ اَمْ کَمَا مَرَّ وَ اِنْ کَانَ بَعْدَ الْھَمْزَۃِ فِعْلٌ فَکَذٰلِکَ بَعْدَھَا نَحْوُ اَقَامَ زَیْدٌ اَمْ قَعَدَ فَلَا یُقَالُ اَرَأَیْتَ زَیْدًا اَمْ عَمْرًا وَ الثَّالِثُ اَنْ یَکُوْنَ اَحَدُ الْاَمْرَیْنِ الْمُسْتَوِیَیْنِ مُحَقَّقًا وَ اِنَّمَا یَکُوْنُ الْاِسْتِفْھَامُ عَنِ التَّعْیِیْنِ

قولہ و اَمْ:- کلمہ اَمْ اور اَمّا اور اَوْ کے درمیان مذکورہ بالا اشتراک کے باوجود کئی اعتبار سے فرق ہے جسکو مصنف تقسیم اَمْ کے ضمن میں بیان کرتے ہیں یعنی کلمہ اَمْ دو قسم پر ہے ایک متصلہ جس کے ساتھ سوال کرنے والا دو امروں میں سے کسی ایک امر کی تعیین کا سوال کرے اور سائل یہ جانتا ہو کہ ان دو امروں میں سے کوئی ایک (جو سائل کے نزدیک غیر معین ہے) ثابت ہے، لیکن کلمہ اَوْ یا اِمّا کے ساتھ سوال کرنے والا احد الامرین کے ثبوت کو اصلا نہیں جانتا، نہ مبہم طور پر نہ معین طور پر۔ قولہ تُسْتَعْمَلُ:- اور اَمْ متصلہ کا استعمال تین شرطوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ (۱) اَمْ سے قبل ہمزۂ استفہام ہو جیسے ازیدٌ عندک ام عمرٌو، کیا تیرے پاس زید ہے یا عمرو؟ بخلاف اَوْ اور اِمّا کے کہ ان سے پہلے ہمزہ ہونا ضروری نہیں۔ فائدہ:- ہمزہ استفہام کبھی ملفوظ ہوتا ہے کبھی مقدر اور اَمْ سے پہلے صرف ہمزہ آتا ہے ھَلْ اس لئے نہیں آتا کہ ہمزہ میں استفہام زیادہ ہوتا ہے بنسبت ھَلْ کے۔ (۲) اَمْ کے بعد جو لفظ واقع ہو وہ اُس لفظ کی مانند ہو جو ہمزۂ استفہام کے بعد واقع ہے مثلاً ہمزہ کے بعد اسم واقع ہے تو اَمْ کے بعد بھی اسم واقع ہو جیسے ازیدٌ عندک ام عمرٌو اور اگر ہمزہ کے بعد فعل ہے تو اَمْ کے بعد بھی فعل ہو جیسے اقام زیدٌ ام قعد کیا زید کھڑا ہے یا بیٹھا ہے اور یہ نہیں کہہ سکتے ارأیت زیدا ام عمروا کہ ہمزہ کے بعد فعل ہے اور اَمْ کے بعد اسم اور یہ مصنف اور ابن حاجب کا مذہب ہے۔ لیکن سیبویہ کے نزدیک ارأیت زیداام عمروا جائز ہے۔ غالباً اُس نے معنٰی کا لحاظ کرتے ہوئے اس ترکیب کو جائز و مستحسن قرار دیا ہے اس لئے کہ معنٰی ہیں ارأیت زیدا ام رأیت عمرا۔ (۳) امرین یعنی معطوف علیہ و معطوف میں سے کوئی ایک عند المتکلم محقق اور ثابت ہو اور متکلم کا سوال صرف تعیین کے بارے ہو۔

فَلِذٰلِکَ یَجِبُ اَنْ یَکُوْنَ جَوَابُ اَمْ بِالتَّعْیِیْنِ دُوْنَ نَعَمْ اَوْ لَا فَاِذَا قِیْلَ اَزَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو فَجَوَابُہٗ بِتَعْیِیْنِ اَحَدِھِمَا اَمَّا اِذَا سُئِلَ بِاَوْ وَ اِمَّا فَجَوَابُہٗ نَعَمْ اَوْ لَا وَ مُنْقَطِعَۃٌ وَ ھِیَ مَا تَکُوْنُ بِمَعْنٰی بَلْ مَعَ الْھَمْزَۃِ کَمَا رَأَیْتَ شَبْحًا مِنْ بَعِیْدٍ قُلْتَ اِنَّھَا لَاِبِلٌ عَلٰی سَبِیْلِ الْقَطْعِ ثُمَّ حَصَلَ لَکَ شَکٌّ اَنَّھَا شَاۃٌ فَقُلْتَ اَمْ ھِیَ شَاۃٌ تَقْصِدُ الْاِعْرَاضَ عَنِ الْاِخْبَارِ الْاَوَّلِ وَالْاِسْتِیْنَافَ بِسُؤَالٍ اٰخَرَ مَعْنَاہُ بَلْ اَھِیَ شَاۃٌ

قولہ فلذلک :- پس اسی وجہ سے کہ اَمْ کے ساتھ سوال سے متکلم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مخاطب احد الامرین کی تعیین کردے یہ واجب ہے کہ اَمْ کے ساتھ سوال کا جواب تعیین کے ساتھ دیا جائے نہ نَعَمْ اور لَا سے کہ یہ دونوں لفظ تعیین کا افادہ نہیں کرتے پس جب کہا جائے اَزَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو تو اس کا جواب زَیْدٌ یا عَمْرٌو سے دیا جائے گا یعنی کسی ایک کو متعین کیا جائے گا۔ لیکن جب اِمَّا یا اَوْ کے ساتھ سوال ہو تو جواب میں نَعَمْ یا لَا کہہ سکتے ہیں۔ سوال:- اَمْ متصلہ کے جواب میں کبھی امرین کی نفی بھی کی جاتی ہے جیسے اَزَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ بَکْرٌ. کے جواب میں لَا زَیْدٌ عِنْدِیْ وَلَا بَکْرٌ بولا جاتا ہے لہٰذا مصنف کا یہ قول صحیح نہیں ہے کہ یَجِبُ اَنْ یَکُوْنَ جَوَابُ اَمْ بِالتَّعْیِیْنِ دُوْنَ نَعَمْ وَ لَا ؟ جواب:- مصنف نے تعیین میں حصر نہیں کیا یعنی یہ نہیں کہا کہ یہ صرف تعیین کا فائدہ دیتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ تعیین کا فائدہ دیتا ہے اور دونوں کی نفی بھی کرتا ہے۔ قولہ ومنقطعۃ :- اور اَمْ منقطعہ ھَلْ اور ہمزۂ استفہام کے معنی میں ہوتا ہے یعنی اِضْرَابٌ عَنِ الْاَوَّلِ اور شکِ ثانی میں مثلاً آپ نے دور سے ایک صورت کو دیکھ کر کہا اِنَّھَا لَاِبِلٌ بلاشبہ وہ اونٹ ہے پھر جب اُس صورت کے قریب ہوئے تو آپ کو شک ہوا کہ وہ اونٹ نہیں بلکہ بکری ہے تو آپ نے کہا اَمْ ھِیَ شَاۃٌ کیا وہ بکری ہے؟ پس آپ نے پہلی خبر (اِنَّھَا لَاِبِلٌ) سے اعراض کیا اور دوسرا سوال کیا کہ اَمْ ھِیَ شَاۃٌ جس کے معنی ہیں بَلْ اَھِیَ شَاۃٌ بلکہ کیا وہ بکری ہے؟۔ فائدہ:- اَمْ منقطعہ کے مذکورہ معنی یعنی اوّل سے اضراب اور دوسرے میں شک، اکثری ہیں اور کبھی صرف اضراب کیلئے آتا ہے اور اُس کے دو مقام ہیں۔ (۱) جب اَمْ کا مابعد یقینی ہو جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ ھٰذَا الَّذِیْ ھُوَ مَھِیْنٌ اس لئے کہ یہاں استفہام کے معنی درست نہیں۔ (۲) اَمْ کا مابعد حرفِ استفہام پر مشتمل ہو جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے اَمْ ھَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ۔

واعلم اَنَّ اَمِ الْمُنْقَطِعَةَ لَا تُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِی الْخَبَرِ کَمَا مَرَّ وَفِی الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَعِنْدَکَ زَیْدٌ اَمْ عَمْرٌو. سَأَلْتَ اَوَّلًا عَنْ حُصُوْلِ زَیْدٍ ثُمَّ اَضْرَبْتَ عَنِ السُّؤَالِ الْاَوَّلِ وَاَخَذْتَ فِی السُّؤَالِ عَنْ حُصُوْلِ عَمْرٍو. وَلَا. وَبَلْ وَلٰکِنْ جَمِیْعُهَا لِثُبُوْتِ الْحُکْمِ لِاَحَدِ الْاَمْرَیْنِ مُعَیَّنًا اَمَّا لَا. فَلِنَفْیِ مَاوَجَبَ لِلْاَوَّلِ عَنِ الثَّانِیْ نَحْوُ جَآءَنِیْ زَیْدٌ لَا عَمْرٌو وَبَلْ لِلْاِضْرَابِ عَنِ الْاَوَّلِ وَالْاِثْبَاتِ لِلثَّانِیْ نَحْوُ جَآءَنِیْ زَیْدٌ بَلْ عَمْرٌو. وَمَعْنَاهُ بَلْ جَآءَنِیْ عَمْرٌو وَمَا جَآءَ بَکْرٌ بَلْ خَالِدٌ مَعْنَاهُ بَلْ مَاجَآءَ خَالِدٌ

قولہ واعلم:۔یعنی اَم منقطعہ خبر میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے آپ نے دور سے کسی شئے کی صورت دیکھ کر کہا انها لابل ام هی شاةٌ، یا استفہام میں جیسے اعندک زیدٌ ام عمرٌو، آپ نے پہلے زید کے بارے سوال کیا کہ وہ تمہارے پاس ہے؟ پھر پہلے سوال سے اعراض کرتے ہوئے عمرو کے بارے سوال کیا کہ وہ آپ کے پاس ہے؟ قولہ ولاوبل ولکن:۔یعنی یہ تینوں حروف احد الامرین کیلئے حکم ثابت کرتے ہیں جو متکلم کے نزدیک معین ہوتا ہے اور ان میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ کلمہ لا اس حکم کی معطوف سے نفی کرتا ہے جو معطوف علیہ کیلئے ثابت ہے مثلاً جآء زیدٌ لا عمرٌو میں کلمہ لا نے زید کیلئے آنا ثابت کیا ہے اور عمرو سے آنے کی نفی کی ہے۔ فائدہ:۔ کلمہ لا کی خصوصیات۔ (۱) لا کے ساتھ عطف صرف کلام موجب میں کیا جاتا ہے لہٰذا ماجآء زیدٌ لاعمرٌو کہنا صحیح نہیں۔(۲) کلمہ لا کے ساتھ عامل کا اظہار مستحسن نہیں لہٰذا جآء زیدٌ لاجآء عمرٌو کہنا درست نہیں۔ (۳) لا کے ذریعہ اسم پر عطف کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ فعل مضارع پر عطف نادر اور قلیل ہے۔ (۴) کلمہ لا جب لفظ غیر کے بعد واقع ہو تو عاطفہ نہیں ہوتا بلکہ غیر سے مستفاد نفی کی تاکید کرتا ہے جیسے ولا الضآلین میں لا نفی کی تاکید کیلئے ہے۔ کلمہ بلْ، اضراب کیلئے ہے یعنی اول سے حکم کو پھیر کر ثانی کیلئے ثابت کرنے کیلئے جیسے جآء زیدٌ بلْ عمرٌو، جس کے معنی ہیں بلْ جآء عمرٌو اور جیسے ماجآء بکرٌ بلْ خالدٌ۔ اس کے معنی ہیں بلْ ماجآء خالدٌ۔ فائدہ:۔کلمہ بلْ جب نفی کے بعد آئے تو جمہور کے نزدیک یہ معطوف کیلئے اس حکم کو ثابت کرتا ہے جو معطوف علیہ سے منفی ہے لہٰذا ان کے نزدیک ماجآء بکرٌ بلْ خالدٌ کے معنی ہیں بلْ جآء خالدٌ یعنی بکر نہیں آیا بلکہ خالد آیا ہے اور مبرد کے نزدیک اس کے معنی ہیں بلْ ماجآء خالدٌ (بلکہ خالد نہیں آیا) یعنی کلمہ بلْ نے حکم منفی کو معطوف علیہ سے معطوف کیطرف پھیر دیا ہے۔

وَلٰكِنْ لِلْاِسْتِدْرَاكِ وَيَلْزَمُهَا النَّفْيُ قَبْلَهَا نَحْوُ مَاجَاءَ نِيْ زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو، جَآءَ اَوْ بَعْدَهَا نَحْوُ قَامَ بَكْرٌ لٰكِنْ خَالِدٌ لَمْ يَقُمْ **فَصْلٌ** حُرُوْفُ التَّنْبِيْهِ ثَلٰثَةٌ اَلَا وَ اَمَا وَ هَا، وُضِعَتْ لِتَنْبِيْهِ الْمُخَاطَبِ لِئَلَّا يَفُوْتَهُ شَيْءٌ مِنَ الْكَلَامِ فَاَلَا وَ اَمَا لَا يَدْخُلَانِ اِلَّا عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ قَوْلِ الشَّاعِرِ

اَمَاوَالَّذِيْ اَبْكٰى وَ اَضْحَكَ وَالَّذِيْ	**شِعْر**	اَمَاتَ وَاَحْيٰى وَ الَّذِيْ اَمْرُهُ الْاَمْرُ

اَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ اَمَا لَا تَفْعَلْ وَ اَلَا لَا تَضْرِبْ وَالثَّالِثُ هَا، تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ نَحْوُ هَا زَيْدٌ قَآئِمٌ وَ الْمُفْرَدِ نَحْوُ هٰذَا وَ هٰؤُلَآءِ **فَصْلٌ** حُرُوْفُ النِّدَآءِ خَمْسَةٌ يَا، وَ اَيَا، وَ هَيَا، وَ اَيْ، وَ الْهَمْزَةُ الْمَفْتُوْحَةُ فَاَيْ وَالْهَمْزَةُ لِلْقَرِيْبِ وَ اَيَا، وَ هَيَا لِلْبَعِيْدِ وَيَا لَهُمَا وَ لِلْمُتَوَسِّطِ وَقَدْ مَرَّ اَحْكَامُ الْمُنَادٰى

قولہ ولکنْ:- اور لکنْ استدراک کیلئے ہے اور اس کو نفی لازم ہے اور وہ نفی کبھی تو لکنْ سے پہلے ہوتی ہے اور کبھی بعد میں جیسا کہ متن کی مثالوں سے واضح ہے۔ فائدہ:- اگر لٰکنْ کے ذریعہ مفرد کا عطف مفرد پر کیا جائے تو اُسوقت لٰکنْ سے پہلے نفی کا ہونا ضروری ہے اور اُس وقت یہ لَا کی نقیض ہوتا ہے یعنی اُس حکم کو ثابت کرتا ہے جو ماقبل سے منفی ہے جیسے ماجآء زَیدٌ لکنْ عمرٌو جآء اور اگر لکنْ کے ذریعے جملہ کا عطف جملہ پر کیا جائے تو اُس وقت لکنْ سے پہلے یا بعد نفی کا ہونا ضروری ہے۔ قولہ حُرُوْفُ التَّنْبِیْہِ :- تنبیہ کے معنی ہیں بیدار کرنا اور حروفِ تنبیہ تین ہیں۔ اَلَا (ہمزہ کے فتح اور لام کی تخفیف کے ساتھ) اما (ہمزہ کے فتح اور تخفیفِ میم کیساتھ) اور ھا یہ تینوں مخاطب کو تنبیہ کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں تا کہ متکلم کے کلام سے کوئی چیز بوجہ غفلت رہ نہ جائے۔ فائدہ:- حروفِ تنبیہ کیلئے صدارتِ کلام ہے سوائے اُس ھَآء کے جو اسم اشارہ کے شروع میں ہوتی ہے اور جب اُس ھَآء اور اسمِ اشارہ کے درمیان فاصلہ کر دیا جائے تو یہ بھی صدرِ کلام میں آتی ہے جیسے ھَا اَنْتُمْ اُولَآءِ جو اصل میں اَنْتُمْ ھٰؤُلَآءِ تھا۔ قولہ فَاَلَا:- پس اَلَا اور اَمَا یہ دونوں صرف جملہ پر داخل ہوتے ہیں خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ اس لئے کہ انکی وضع مضمون جملہ کی تاکید کیلئے ہے اور ھَآء جملہ اسمیہ اور مفرد پر داخل ہوتی ہے۔ ترجمہ شعر:- آگاہ رہو! قسم ہے اُس کی جو رُلاتا اور ہنساتا ہے اور جو موت وحیات دیتا ہے اور جس کا اَمر اَمر ہے۔

فَصل حُرُوفُ الْإِيجَابِ سِتَّةٌ نَعَمْ وَ بَلٰى وَ اَجَلْ وَ جَيْرِ وَ اِنَّ وَ اِىْ اَمَّا نَعَمْ فَلِتَقْرِيرِ كَلَامٍ سَابِقٍ مُثْبَتًا كَانَ اَوْ مَنْفِيًّا نَحْوُ اَجَآءَ زَيْدٌ قُلْتَ نَعَمْ وَ اَمَا جَآءَ زَيْدٌ قُلْتَ نَعَمْ وَ بَلٰى تَخْتَصُّ بِاِيْجَابِ مَا نُفِىَ اسْتِفْهَامًا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى اَوْ خَبَرًا كَمَا يُقَالُ لَمْ يَقُمْ زَيْدٌ قُلْتَ بَلٰى اَىْ قَدْ قَامَ وَ اِىْ لِلْاِثْبَاتِ بَعْدَ الْاِسْتِفْهَامِ وَ يَلْزَمُهَا الْقَسَمُ كَمَا اِذَا قِيْلَ هَلْ كَانَ كَذَا قُلْتَ اِىْ وَاللّٰهِ وَ اَجَلْ وَ جَيْرِ وَاِنَّ لِتَصْدِيْقِ الْخَبَرِ كَمَا اِذَا قِيْلَ جَآءَ زَيْدٌ قُلْتَ اَجَلْ اَوْ جَيْرِ اَوْ اِنَّ اَىْ اُصَدِّقُكَ فِىْ هٰذَا الْخَبَرِ **فَصْل** حُرُوْفُ الزِّيَادَةِ سَبْعَةٌ اِنْ وَ اَنْ وَ مَا وَ لَا وَ مِنْ وَ الْبَاءُ وَ اللَّامُ فَاِنْ تُزَادُ مَعَ مَا النَّافِيَةِ نَحْوُ مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ وَ مَعَ مَا الْمَصْدَرِيَّةِ نَحْوُ اِنْتَظِرْ مَا اِنْ يَجْلِسُ الْاَمِيْرُ وَمَعَ لَمَّا نَحْوُ لَمَّا اِنْ جَلَسْتَ جَلَسْتُ وَاَنْ تُزَادُ مَعَ لَمَّا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ وَ بَيْنَ لَوْ وَ الْقَسَمِ الْمُتَقَدِّمِ عَلَيْهَا نَحْوُ وَاللّٰهِ اَنْ لَوْ قُمْتَ قُمْتُ

قولہ حُرُوْفُ الْاِيْجَابِ :- ایجاب کے معنی ہیں جواب دینا چونکہ یہ حروف کسی نہ کسی بات کا جواب واقع ہوتے ہیں اس لئے ان کو حروفِ ایجاب کہتے ہیں اور ان کو حروفِ تصدیق بھی کہتے ہیں اور یہ کل چھ حروف ہیں۔ (۱) نَعَمْ، یہ کلام سابق کے مضمون کو ثابت کرنے کیلئے آتا ہے خواہ کلام سابق مثبت ہو یا منفی۔ (۲) بَلٰی، یہ مختص ہے اس کام کے اثبات کیلئے جو پہلے منفی ہو خواہ وہ نفی استفہام ہو یعنی حرفِ استفہام سے متصل ہو جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ میں، خواہ وہ نفی خبر ہو جیسے لَمْ يَقُمْ زَيْدٌ کے جواب میں بَلٰی۔ (۳) اِیْ، یہ استفہام کے بعد اثبات کیلئے آتا ہے اور اس کو قسم لازم ہے۔ (۴) اَجَلْ، جَيْرِ اور اِنَّ، یہ تینوں خبر کی تصدیق کیلئے آتے ہیں۔ قولہ حُرُوْفُ الزِّيَادَةِ :- ان حروف کو حروفِ زیادہ بایں معنی کہتے ہیں کہ ان کو حذف کر دیا جائے تو کلام کا معنی مختل نہیں ہوتا۔ یہ سات حروف ہیں۔ اِنْ، یہ تین جگہ زائد ہوتا ہے۔ اول مَا نافیہ کے ساتھ جیسے مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ۔ دوم ما مصدریہ کیساتھ جیسے اِنْتَظِرْ مَا اِنْ يَجْلِسُ الْاَمِيْرُ یعنی امیر کے بیٹھنے تک انتظار کر۔ سوم لَمَّا حینیہ کے ساتھ لیکن زیادہ مشہور یہ ہے کہ لَمَّا حینیہ کے بعد اَنْ بفتح الہمزہ زائدہ ہوتا ہے۔ قولہ وَاَنْ :- اور کلمہ اَنْ یہ دو جگہ زائدہ ہوتا ہے۔ اول لَمَّا حینیہ کے بعد۔ دوم جب اس سے پہلے قسم ہو اور بعد میں کلمہ لَوْ ہو۔

وَمَا تُزَادُ مَعَ اِذَا وَمَتٰى وَاَيٍّ وَاَنّٰى وَاَيْنَ وَاِنْ شَرْطِيَّاتٍ كَمَا تَقُوْلُ اِذَا مَا صُمْتَ
صُمْتُ وَكَذَا الْبَوَاقِيْ وَبَعْدَ حُرُوْفِ الْجَرِّ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ
وَعَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِيْنَ وَمِمَّا خَطِيْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا وَ زَيْدٌ
صَدِيْقِيْ كَمَا اَنَّ عَمْرًا اَخِيْ وَلَا تُزَادُ مَعَ الْوَاوِ بَعْدَ النَّفْيِ نَحْوُ مَا جَاءَنِيْ زَيْدٌ
وَلَا عَمْرٌو وَبَعْدَ اَنِ الْمَصْدَرِيَّةِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى مَا مَنَعَكَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ وَقَبْلَ
الْقَسَمِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ بِمَعْنٰى اُقْسِمُ وَاَمَّا مِنْ وَالْبَاءُ وَاللَّامُ
فَقَدْ مَرَّ ذِكْرُهَا فِيْ حُرُوْفِ الْجَرِّ فَلَا نُعِيْدُهَا **فَصْلٌ** حَرْفَا التَّفْسِيْرِ اَيْ وَاَنْ فَاَيْ
كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ اَيْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ كَاَنَّكَ تُفَسِّرُهٗ اَهْلَ الْقَرْيَةِ وَاَنْ اِنَّمَا
يُفَسَّرُ بِهَا فِعْلٌ بِمَعْنَى الْقَوْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرَاهِيْمُ فَلَا يُقَالُ قُلْتُ
لَهٗ اَنِ اُكْتُبْ اِذْ هُوَ لَفْظُ الْقَوْلِ لَا مَعْنَاهُ **فَصْلٌ** حُرُوْفُ الْمَصْدَرِ ثَلٰثَةٌ مَا وَاَنْ وَاَنَّ

قولہ ماتزاد: - اور ما یہ ان لفظوں کے ساتھ زائد ہوتا ہے اِذَا، مَتٰی، اَیٌّ، اَنّٰی، اَیْنَ جبکہ یہ کلمات برائے شرط ہوں اور کچھ حروف جر کے بعد بھی ما زائدہ ہوتا ہے جیسے عَمَّا قَلِیْلًا مِّمَّا خَطِیْئٰتِهِمْ اور مضاف کے ساتھ جیسے مِثْلَ مَا اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۔ قولہ و لا: - اور کلمہ لا درجِ ذیل مواضع میں زائدہ ہوتا ہے۔ (۱) اُس واوِ عاطفہ کے بعد جو نفی کے بعد واقع ہو خواہ نفی لفظاً ہو جیسے ماجآءنِیْ زَیْدٌ وَّلَا عَمْرٌو یا معنًی جیسے وَلَا الضَّآلِّیْنَ کیونکہ اِس جگہ غَیْرَ بمعنٰی لا نافیہ ہے۔ (۲) ان مصدریہ کے بعد جیسے مَا مَنَعَكَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ۔ (۳) فعلِ قسم سے پہلے جیسے لَا اُقْسِمُ بمعنٰی اُقْسِمُ۔ اور بقیہ حروف زائدہ کا بیان حروفِ جارہ میں گزر چکا ہے۔ قولہ حَرْفَا التَّفْسِیْرِ: - تفسیر کے دو حرف ای اور ان، کلمہ ان کے ساتھ اُس فعل کے مفعول کی تفسیر کی جاتی ہے جو بمعنٰی قول ہو، نہ کہ قولِ صریح کے مفعول کی جیسے نادینٰہ ان یّا ابراھیم میں ان نے نادینٰہ کے مفعول بلفظِ مقدر کی تفسیر کی ہے۔ سوال: - ارشادِ باری تعالی مَا قُلْتُ لَهُمْ ...... الخ میں کلمہ ان برائے تفسیر ہے جبکہ مصنف فرماتے ہیں کہ یہ صریح قول کی تفسیر نہیں کرتا۔ جواب: - ارشاد مذکور میں ان قول کی تفسیر نہیں بلکہ لفظ امر کی تفسیر ہے۔ قولہ حُرُوْفُ الْمَصْدَرِ: - حروفِ مصدر یعنی جو اپنے مابعد کے ساتھ مل کر بمعنٰی مصدر ہو جاتے ہیں وہ تین ہیں مَا، اَنْ اور اَنَّ۔

فَالْاَوْلَیَانِ لِلْجُمْلَةِ الْفِعْلِیَّةِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اَیْ بِرُحْبِهَا وَقَوْلِ الشَّاعِرِ

وَكَانَ ذَهَابُهُنَّ لَهٗ ذَهَابًا	شعر	یَسُرُّ الْمَرْءَ مَاذَهَبَ اللَّیَالِیْ

وَاَنْ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَیْ قَوْلَهُمْ وَاَنَّ لِلْجُمْلَةِ الْاِسْمِیَّةِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ اَیْ قِیَامَكَ **فصل** حُرُوْفُ التَّحْضِیْضِ اَرْبَعَةٌ هَلَّا وَاَلَّا وَلَوْلَا وَلَوْمَا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَمَعْنَاهَا حَضٌّ عَلَی الْفِعْلِ اِنْ دَخَلَتْ عَلَی الْمُضَارِعِ نَحْوُ هَلَّا تَاْكُلُ وَلَوْمٌ اِنْ دَخَلَتْ عَلَی الْمَاضِیْ نَحْوُ هَلَّا ضَرَبْتَ زَیْدًا وَحِیْنَئِذٍ لَا تَكُوْنُ تَحْضِیْضًا اِلَّا بِاعْتِبَارِ مَافَاتَ وَلَا تَدْخُلُ اِلَّا عَلَی الْفِعْلِ كَمَامَرَّ وَاِنْ وَقَعَ بَعْدَهَا اِسْمٌ فَبِاِضْمَارِ فِعْلٍ كَمَا تَقُوْلُ لِمَنْ ضَرَبَ قَوْمًا هَلَّا زَیْدًا اَیْ هَلَّا ضَرَبْتَ زَیْدًا وَجَمِیْعُهَا مُرَكَّبَةٌ جُزْؤُهَا الثَّانِیْ حَرْفُ النَّفْیِ وَالْاَوَّلُ حَرْفُ الشَّرْطِ اَوِالْاِسْتِفْهَامِ اَوْ حَرْفُ الْمَصْدَرِ

مــــــا اور اَن یہ دونوں جملہ فعلیہ پر داخل ہو کر بمعنی مصدر ہو جاتے ہیں اور اَنَّ جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اس کو حکم مصدر میں کر دیتا ہے جو کہ مضمونِ جملہ ہوتا ہے۔ قولہ حُرُوْفُ التَّحْضِیْضِ :۔ تحضیض باب تفعیل کا مصدر ہے بمعنی ابھارنا یعنی وہ حروف جو فعل کی تحریض وترغیب پر دلالت کرتے ہیں چار ہیں اور یہ کلام کے شروع میں آتے ہیں۔ قولہ معناھا :۔ یہ حروف فعل مضارع پر داخل ہوں تو معنی تحضیض اور ترغیب علی الفعل ہوتا ہے جیسے ھَلَّا تَاْكُلُ تو کیوں نہیں کھاتا؟ اگر ماضی پر داخل ہوں تو تحضیض کے علاوہ ترکِ فعل پر ملامت کیلئے بھی ہوتے ہیں جیسے ھَلَّا ضَرَبْتَ زَیْدًا تو نے زید کو کیوں نہیں مارا؟ اور اس وقت تحضیض باعتبار مافات کے ہوگی یعنی تجھے مارنا تھا۔ قولہ و لا تدخل :۔ اور یہ حروف صرف فعل پر داخل ہوتے ہیں اس لئے کہ تحضیض کا تعلق فعل کے ساتھ ہوتا ہے یعنی فعل پر ابھارا جاتا ہے اور اگر کہیں حرف تحضیض اسم پر آ جائے تو وہاں فعل مقدر ہوگا جیسے ھَلَّا زیدا ای ھلا ضربت زیدا۔ قولہ و جمیعھا :۔ اور حروف تحضیض تمام کے تمام مرکب ہوتے ہیں جن کا جز ثانی حرف نفی ہوتا ہے اور پہلا جز بعض میں حرف شرط ہوتا ہے جیسے لولا اور لوما۔ اور بعض میں حرف استفہام جیسے ھلا اور بعض میں حرف مصدر جیسے الّا۔

وَلِلَوْلَا مَعْنًی اٰخَرُ هُوَ اِمْتِنَاعُ الْجُمْلَةِ الثَّانِيَةِ لِوُجُوْدِ الْجُمْلَةِ الْاُوْلٰی نَحْوُ لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَرُ وَحِيْنَئِذٍ تَحْتَاجُ اِلٰی جُمْلَتَيْنِ اُوْلٰهُمَا اِسْمِيَّةٌ اَبَدًا **فَصْلٌ** حَرْفُ التَّوَقُّعِ قَدْ وَهِیَ فِی الْمَاضِیْ لِتَقْرِيْبِ الْمَاضِیْ اِلَی الْحَالِ نَحْوُ قَدْ رَکِبَ الْاَمِيْرُ اَیْ قُبَيْلَ هٰذَا وَلِاَجْلِ ذٰلِکَ سُمِّيَتْ حَرْفَ التَّقْرِيْبِ اَيْضًا وَلِهٰذَا تَلْزَمُ الْمَاضِیَ لِيَصْلَحَ اَنْ يَّقَعَ حَالًا وَقَدْ تَجِیْءُ لِلتَّاکِيْدِ اِذَا کَانَ جَوَابًا لِمَنْ يَّسْأَلُ هَلْ قَامَ زَيْدٌ تَقُوْلُ قَدْ قَامَ زَيْدٌ وَفِی الْمُضَارِعِ لِلتَّقْلِيْلِ نَحْوُ اِنَّ الْکَذُوْبَ قَدْ يَصْدُقُ وَاِنَّ الْجَوَادَ قَدْ يَبْخَلُ وَقَدْ تَجِیْءُ لِلتَّحْقِيْقِ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ وَيَجُوْزُ الْفَصْلُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْفِعْلِ بِالْقَسَمِ نَحْوُ قَدْ وَاللّٰهِ اَحْسَنْتَ وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ بَعْدَ قَدْ عِنْدَ الْقَرِيْنَةِ کَقَوْلِ الشَّاعِرِ

اَفِدَ التَّرَحُّلُ غَيْرَ اَنَّ رِکَابَنَا	**شعر**	لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وَکَاَنْ قَدِنْ

اَیْ وَکَاَنْ قَدْ زَالَتْ

قولہ وَلِلَوْلَا :- اور کلمہ لَوْلَا کے تحضیض کے علاوہ دوسرے معنی بھی ہیں اور وہ معنی جملہ اُولیٰ کے پائے جانے کی صورت میں جملہ ثانیہ کا منتفی ہوتا ہے اور اُس وقت کلمہ لَوْلَا دو جملوں کا محتاج ہوتا ہے جن میں پہلا جملہ ہمیشہ اسمیہ ہوتا ہے جیسے لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَرُ ۔ قولہ حَرْفُ التَّوَقُّعِ :- تَوَقُّع کے معنی ہیں کسی چیز کے حصول کا انتظار، حرف توقع قَدْ ہے جو ماضی پر داخل ہو کر اس کو حال کے قریب کر دیتا ہے اسی لئے اُس کو حرفِ تقریب بھی کہتے ہیں جیسے قَدْ رَکِبَ الْاَمِيْرُ بیشک امیر ابھی سوار ہو گیا۔ یہ اُس شخص سے کہا جائے گا جس کو اِس خبر سے پہلے امیر کے سوار ہونے کا انتظار ہو یعنی جس چیز کا تمہیں انتظار تھا وہ ابھی واقع ہو گئی ہے۔ اس مثال میں کلمہ قَدْ، توقع کے ساتھ ساتھ تقریب اور تحقیق کا بھی افادہ کر رہا ہے۔ قولہ وَلِهٰذَا تَلْزَمُ :- اور اسی وجہ سے کہ قَدْ ماضی کو قریب بحال کرتا ہے یہ ماضی کو لازم ہے تاکہ ماضی میں حال واقع ہونے کی صلاحیت ہو جائے اور کبھی یہ کلمہ تقریب کے معنی سے خالی ہو کر محض تاکید کیلئے آتا ہے اور کبھی تحقیق کیلئے۔ خلاصہ یہ کہ قَدْ ماضی میں تقریب کا فائدہ دیتا ہے اور مضارع میں تقلیل و تکثیر کا اور معنی تحقیق کا فائدہ دونوں میں دیتا ہے۔ قولہ وَيَجُوْزُ :- یعنی قَدْ اور فعل کے درمیان قسم کے ساتھ فصل جائز ہے اور کبھی قیام قرینہ کے وقت قَدْ کے بعد فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے شعر میں ہے وَکَاَنْ قَدِنْ، باتنوین ترنم جو اصل میں وَکَاَنْ قَدْ زَالَتْ تھا۔ ترجمہ :- کوچ کا وقت قریب آ گیا مگر ہمارے اونٹ جن پر ہم نے سفر کرنا ہے روانہ نہیں ہوئے ہمارے کجاووں کے ساتھ گویا شان یہ ہے کہ وہ سواریاں عنقریب زائل ہو جائیں گی۔

فصل حَرْفَا الْاِسْتِفْهَامِ اَلْهَمْزَةُ وَهَلْ لَهُمَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَتَدْخُلَانِ عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ اَزَيْدٌ قَائِمٌ اَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ هَلْ قَامَ زَيْدٌ وَ دُخُوْلُهُمَا عَلَى الْفِعْلِيَّةِ اَكْثَرُ اِذِ الْاِسْتِفْهَامُ بِالْفِعْلِ اَوْلٰى وَقَدْ تَدْخُلُ الْهَمْزَةُ فِيْ مَوَاضِعَ لَايَجُوْزُ دُخُوْلُ هَلْ فِيْهَا نَحْوُ اَزَيْدًا ضَرَبْتُ وَاَتَضْرِبُ زَيْدًا وَ هُوَ اَخُوْكَ وَ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَاَوَمَنْ كَانَ وَاَفَمَنْ كَانَ وَاَثُمَّ اِذَا مَاوَقَعَ وَلَا تُسْتَعْمَلُ هَلْ فِيْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ وَهٰهُنَا بَحْثٌ **فصل** حُرُوْفُ الشَّرْطِ اِنْ وَلَوْ وَاَمَّا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَيَدْخُلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهَا عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ اِسْمِيَّتَيْنِ كَانَتَا اَوْ فِعْلِيَّتَيْنِ اَوْ مُخْتَلِفَتَيْنِ

قولہ حَرْفَا الْاِسْتِفْهَامِ:- استفہام کے دو حرف ہیں ہمزہ اور هَلْ، جن کے احکام یہ ہیں۔ (۱) ان دونوں کو صدارتِ کلام لازم ہے تاکہ اولِ امر سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کلام نوعِ استفہام ہے۔ (۲) یہ جملہ پر داخل ہوتے ہیں خواہ وہ جملہ فعلیہ ہو یا جملہ اسمیہ مگر جملہ فعلیہ پر ان کا داخل ہونا کثیر ہے اس لئے کہ اسم کی نسبت فعل سے استفہام اَولیٰ ہے۔ جملہ اسمیہ جیسے اَزَيْدٌ قَائِمٌ اور فعلیہ جیسے هَلْ قَامَ زَيْدٌ۔ (۳) ہمزہ کبھی ایسے مواضع میں بھی آتا ہے جہاں هَلْ نہیں آسکتا ہے اور وہ چار مواضع ہیں۔ اوّل، فعل کے ہوتے ہوئے ہمزہ اسم پر داخل ہو جاتا ہے جیسے اَزَيْدًا ضَرَبْتَ، لیکن هَلْ داخل نہیں ہوتا لہٰذا هَلْ زَيْدًا ضَرَبْتَ نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ لفظِ هَلْ اصل میں بمعنی قَدْ ہے اور فعل کے ساتھ مختص ہے لہٰذا جب فعل موجود ہوگا تو هَلْ فعل کی طرف رغبت کرے گا اور اُسی کے ساتھ متصل ہوگا۔ دوم، استفہامِ انکاری میں ہمزہ کا استعمال جائز ہے کہ اُس کی وضع استفہام انکاری کیلئے ہے اور هَلْ کا استعمال جائز نہیں کیونکہ اُس کی وضع استفہام انکاری کیلئے نہیں ہے۔ سوم، ہمزہ اَمْ متصلہ کے ساتھ آتا ہے جیسے اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو اور هَلْ نہیں آتا۔ چہارم، ہمزہ حروفِ عاطفہ پر داخل ہوتا ہے جیسے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا لیکن هَلْ داخل نہیں ہوتا۔ قولہ حُرُوْفُ الشَّرْطِ:- حروفِ شرط تین ہیں اِنْ، لَوْ، اَمَّا یہ ہمیشہ صدرِ کلام میں آتے ہیں اور دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں خواہ دونوں اسمیہ ہوں یا فعلیہ یا ان میں سے ایک جملہ اسمیہ ہو اور دوسرا فعلیہ، پہلے جملہ کو شرط کہتے ہیں اور دوسرے کو جزا۔ سوال:- تعمیمِ مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ حرفِ اِنْ اور لَوْ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جو مصنف کے اپنے قول وَيَلْزَمُهُمَا الْفِعْلُ کے منافی ہے لہٰذا مصنف کے کلام میں تعارض ہے؟ جواب:- کبھی بظاہر حروفِ شرط اسم پر داخل ہوتے ہیں جیسے وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ میں اِنْ بظاہر اسم پر داخل ہے اگرچہ یہاں فعل محذوف ہے تو اس ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے تعمیم کر دی ورنہ کلمہ اِنْ اور لَوْ کو حسبِ تصریحِ مصنف فعل کو لازم ہے۔

فَاِنْ لِلْاِسْتِقْبَالِ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِيْ نَحْوُ اِنْ زُرْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ وَلَوْ لِلْمَاضِيْ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمُضَارِعِ نَحْوُ لَوْ تَزُوْرُنِيْ اَكْرَمْتُكَ وَيَلْزَمُهُمَا الْفِعْلُ لَفْظًا كَمَا مَرَّ اَوْ تَقْدِيْرًا نَحْوُ اِنْ اَنْتَ زَائِرِيْ فَاَنَا اُكْرِمُكَ **واعلم** اَنَّ اِنْ لَا تُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِي الْاُمُوْرِ الْمَشْكُوْكَةِ فَلَا يُقَالُ اٰتِيْكَ اِنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ بَلْ يُقَالُ اٰتِيْكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ

قولہ فان:- یعنی کلمہ ان استقبال کیلئے ہے خواہ اسکا مدخول فعلِ ماضی ہو۔ اور کلمہ لَوْ، ماضی کیلئے ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو اور ان دونوں کو فعل لازم ہے یعنی ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں خواہ وہ فعل لفظاً ہو یا تقدیراً۔ قولہ واعلم:- یعنی ان شرطیہ ہمیشہ امورِ مشکوکہ کیلئے آتا ہے لہٰذا اٰتِيْكَ اِنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ (میں تیرے پاس آؤں گا اگر سورج طلوع ہوگا) کہنا درست نہیں کیونکہ سورج کا طلوع ہونا امرِ مشکوک نہیں بلکہ امرِ یقینی ہے چنانچہ اُسوقت اٰتِيْكَ اذاطلعت الشمس (میں تیرے پاس آؤں گا جب سورج طلوع ہوگا) کہا جائے گا۔ لطیفہ:- اِنْ شرطیہ شک کیلئے ہے اور اپنے مدخول (فعل) کو جزم کرتا ہے اور کلمہ اذا جزم و یقین کیلئے ہے لیکن اپنے مدخول (فعل) کو جزم نہیں کرتا۔ علامہ زمخشری نے کہا۔

سَلِّمْ عَلٰى شَيْخِ النُّحَاةِ وَقُلْ لَهٗ	عِنْدِيْ سُؤَالٌ مَنْ يَحِلُّهٗ يُعَظَّمُ
نحویوں کے شیخ کو سلام کے بعد کہو کہ	میرا ایک سوال ہے جو حل کرے گا تعظیم کیا جائے گا
انا اِنْ شککتُ وجدتُموْنِیْ جازما	وَاِذَا جَزَمْتُ فَاِنَّنِيْ لَمْ اَجْزِمُ
وہ یہ ہے کہ اگر میں شک کروں کہ تم مجھے جازم پاتے ہو	اور جب میں جزم کروں تو میں نے جزم نہیں دیا؟

جواب

قُلْ فِي الْجَوَابِ بِاَنَّ اِنْ فِيْ شَرْطِهَا	جَزَمَتْ وَمَعْنَاهَا التَّرَدُّدُ فَاعْلَمْ
اسے جواب دو کہ ان شرطیہ جزم دیتا ہے	حالانکہ وہ شک اور تردد کیلئے آتا ہے
وَاِذَا الْجَزْمُ الْحُكْمُ اِنْ شَرْطِيَّةٌ	وَلٰكِنْ لَفْظُهَا لَمْ يَجْزِمُ
اذا شرطیہ جزم اور یقین کا افادہ کرتا ہے	لیکن اُسکا لفظ جزم نہیں دیتا

وَلَوْتَدُلُّ عَلٰی نَفْیِ الْجُمْلَةِ الثَّانِیَةِ بِسَبَبِ نَفْیِ الْجُمْلَةِ الْاُوْلٰی کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا وَاِذَا وَقَعَ الْقَسَمُ فِیْ اَوَّلِ الْکَلَامِ وَتَقَدَّمَ عَلَی الشَّرْطِ یَجِبُ اَنْ یَکُوْنَ الْفِعْلُ الَّذِیْ تَدْخُلُ عَلَیْهِ حَرْفُ الشَّرْطِ مَاضِیًا لَفْظًا نَحْوُ وَاللّٰهِ اِنْ اَتَیْتَنِیْ لَاَکْرَمْتُکَ اَوْمَعْنًی نَحْوُ وَاللّٰهِ اِنْ لَّمْ تَاْتِنِیْ لَاَهْجُرَتُکَ وَحِیْنَئِذٍ تَکُوْنُ الْجُمْلَةُ الثَّانِیَةُ فِی اللَّفْظِ جَوَابًا لِلْقَسَمِ لَا جَزَاءً لِلشَّرْطِ فَلِذٰلِکَ وَجَبَ فِیْهَا مَاوَجَبَ فِیْ جَوَابِ الْقَسَمِ مِنَ اللَّامِ وَنَحْوِهَا کَمَا رَاَیْتَ فِی الْمِثَالَیْنِ اَمَّا اِنْ وَقَعَ الْقَسَمُ فِیْ وَسْطِ الْکَلَامِ جَازَ اَنْ یُّعْتَبَرَ الْقَسَمُ بِاَنْ یَکُوْنَ الْجَوَابُ لَهٗ نَحْوُ اِنْ اَتَیْتَنِیْ وَاللّٰهِ لَاٰتِیَنَّکَ وَجَازَ اَنْ یُّلْغٰی نَحْوُ اِنْ تَاْتِنِیْ وَاللّٰهِ اٰتِکَ وَاَمَّا لِلتَّفْصِیْلِ مَاذُکِرَ مُجْمَلًا نَحْوُ النَّاسُ سَعِیْدٌ وَّشَقِیٌّ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ وَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ

قولہ ولو تدلّ :- اور کلمہ لوْ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جملہ ثانیہ منتفی ہے بسبب منتفی ہونے جملہ اولیٰ کے جیسے لوْ کان فیهما الی اخره۔ قولہ واذا :- یعنی جب قسم ابتداء کلام میں شرط سے پہلے واقع ہو تو فعل شرط کو ماضی لانا واجب ہے خواہ وہ لفظاً ماضی ہو جیسے واللّٰه ان اتیتنی اکرمتک، اللہ کی قسم اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں تیری عزت کروں گا۔ یا معنیً ماضی ہو جیسے واللّٰه ان لم تاتنی لاهجرتک، اللہ کی قسم اگر تو میرے پاس نہیں آئے گا تو میں تجھے بے ہودہ باتیں کہوں گا۔ اور اس وقت جملہ ثانیہ باعتبار لفظ کے صرف جواب قسم ہوگا، شرط کی جزا نہیں ہوگا اور جملہ ثانیہ میں اس چیز کا لانا واجب ہوگا جس کا جواب قسم میں لانا واجب ہوتا ہے مثلاً لام وغیرہ۔ فائدہ :- مذکورہ صورت میں جملہ ثانیہ صرف جواب قسم ہوگا اس لئے کہ اگر باعتبار لفظ کے جزا ہو تو مجزوم ہوگا اور جواب قسم ہو تو غیر مجزوم اور یہ اجتماع متنافیین ہے، البتہ معنی کے اعتبار سے وہ جملہ جزا بھی ہوگا اور جواب بھی۔ قال ابن مالک۔

واحذف لدی اجتماع شرط وقسم　　　جواب ما اخرت فهو ملتزم

قولہ واما ان وقع :- یعنی اگر قسم وسط کلام میں واقع ہو تو جائز ہے کہ قسم کا اعتبار کیا جائے بایں طور کہ جواب، جواب قسم ہو جیسے ان اتیتنی واللّٰه لا تینک اور یہ بھی جائز ہے کہ قسم کو لغو قرار دیکر جواب کو جزا قرار دیں اور اس پر جزا کے احکام جاری کریں جیسے ان اتیتنی واللّٰه اتک۔ قولہ واما :- یعنی کلمہ امّا اس چیز کی تفصیل کیلئے ہے جس کو سابق میں مجملاً بیان کیا گیا ہے۔ جیسے النّاسُ سعیدٌ وشقیٌّ، یہ کلام باعتبار حکم کے مجمل ہے پس فامّا الّذین سُعدُوا ..... الخ سے اس کی توضیح و تفصیل کردی گئی ہے کہ سعید کا حکم دخول جنت ہے اور شقی کا دخول نار ہے۔

وَيَجِبُ فِيْ جَوَابِهَا الْفَاءُ وَاَنْ يَّكُوْنَ الْاَوَّلُ سَبَبًا لِلثَّانِيْ وَاَنْ يُّحْذَفَ فِعْلُهَا مَعَ اَنَّ الشَّرْطَ لَا بُدَّ لَهٗ مِنْ فِعْلٍ وَذٰلِكَ لِيَكُوْنَ تَنْبِيْهًا عَلٰى اَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِهَا حُكْمُ الْاِسْمِ الْوَاقِعِ بَعْدَهَا نَحْوُ اَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ تَقْدِيْرُهٗ مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَيْئٍ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ فَحُذِفَ الْفِعْلُ وَالْجَارُّ وَالْمَجْرُوْرُ وَاُقِيْمَ اَمَّا مَقَامَ مَهْمَا حَتّٰى بَقِيَ اَمَّا فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ وَلَمَّا لَمْ يُنَاسِبْ دُخُوْلُ حَرْفِ الشَّرْطِ عَلٰى فَآءِ الْجَزَآءِ نَقَلُوا الْفَآءَ اِلَى الْجُزْءِ الثَّانِيْ وَوَضَعُوا الْجُزْءَ الْاَوَّلَ بَيْنَ اَمَّا وَالْفَاءِ عِوَضًا عَنِ الْفِعْلِ الْمَحْذُوْفِ

فائدہ:-کلمہ اَمَّا چند چیزوں کو الگ الگ بیان کرنے کیلئے بھی آتا ہے۔ جیسے فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا...... الخ، اس ارشاد میں مجمل کی تفصیل نہیں بلکہ مومن و کافر میں سے ہر ایک کے حال کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا گیا ہے۔ اور کلمہ اَمَّا استیناف کیلئے بھی آتا ہے یعنی نئے کلام کے ابتدائی حصہ میں آتا ہے جیسے وہ اَمَّا جو کتابوں اور خطبوں کے اوّل میں ذکر کیا جاتا ہے۔ قولہ وَيَجِبُ :-یعنی کلمہ اَمَّا کے جواب میں فاء کا آنا اور اوّل یعنی مدخولِ اَمَّا کا ثانی یعنی مدخولِ فاء کیلئے سبب ہونا واجب ہے تاکہ یہ دونوں چیزیں اَمَّا کے حرفِ شرط ہونے پر دلالت کریں اور اَمَّا کے مدخول فعل کا حذف بھی واجب ہے باوجودیکہ شرط کیلئے فعل جس پر وہ داخل ہو ضروری ہے اور یہ حذف اس لئے ضروری ہے تاکہ فعل کے حذف سے مخاطب کو اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ اَمَّا سے جو تفصیل ہوئی ہے اُس سے مقصود وہ اسم ہے جو اَمَّا کے بعد واقع ہے یعنی اسم کی تفصیل بتانا مقصود ہے نہ کہ فعل کی جیسے اَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ۔ قولہ تَقْدِيْرُهٗ اِلخ:-یعنی اَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ کی تقدیر ہے مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَيْئٍ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ، فعلِ شرط اور جار مجرور یعنی يَكُنْ مِنْ شَيْئٍ کو حذف کر کے لفظ اَمَّا کو مَهْمَا کے قائم مقام کر دیا گیا تو اَمَّا فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ ہو گیا۔ چونکہ حرفِ شرط کا فاء جزائیہ پر داخل ہونا مناسب نہ تھا لہٰذا نحات نے فاء کو جزء ثانی کی طرف منتقل کر دیا اور جزء اوّل کو اَمَّا اور فاء کے درمیان فعل محذوف کے عوض رکھ دیا تاکہ حرفِ شرط اور فاء کے درمیان اتصال نہ ہو پس اَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ ہوا۔ سوال:-کلمہ اَمَّا اور فاء کے درمیان کس کس چیز سے فاصلہ کیا جاتا ہے؟ جواب:-کلمہ اَمَّا اور فاء کے درمیان چند چیزوں سے فصل کیا جاتا ہے۔ (۱) مبتدأ کے ساتھ جیسے اَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ۔ (۲) خبر کے ساتھ جیسے اَمَّا فِي الدَّارِ فَزَيْدٌ۔ (۳) جملہ شرطیہ کے ساتھ جیسے فَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ۔ (۴) اُس اسم کے ساتھ جو جوابِ شرط کی وجہ سے منصوب ہے جیسے فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ۔ (۵) ظرف کے ساتھ جیسے اَمَّا بَعْدُ فَهٰذَا مُخْتَصَرٌ۔ (۶) جار مجرور کے ساتھ جیسے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ فائدہ:-کلمہ اَمَّا چار اُمور کا افادہ کرتا ہے۔ (۱) شرط کا، اسی وجہ سے اُس کے بعد فاء لازم ہے۔ (۲) تاکید کا جیسے کہ اِنَّ مفیدِ تاکید ہے۔ (۳) یہ فصلِ خطاب ہے، ابنِ اثیر نے کہا کہ علماء بیان اَمَّا بَعْدُ کے فصلِ خطاب ہونے پر متفق ہیں، یعنی متکلم حمد و ثناء اور اپنے مقصود کے درمیان اَمَّا بَعْدُ سے فصل کرتا ہے۔ (۴) تفصیلِ مجمل کے لئے غالبًا۔

ثُمَّ ذٰلِکَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ اِنْ کَانَ صَالِحًا لِلْاِبْتِدَاءِ فَھُوَ مُبْتَدَأٌ کَمَا مَرَّ وَاِلَّا فَعَامِلُهٗ مَا یَکُوْنُ بَعْدَ الْفَاءِ کَاَمَّا یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَیْدٌ مُنْطَلِقٌ فَمُنْطَلِقٌ عَامِلٌ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ عَلَی الظَّرْفِیَّةِ **فصل** حَرْفُ الرَّدْعِ کَلَّا وُضِعَتْ لِزَجْرِ الْمُتَکَلِّمِ وَرَدْعِهٖ عَمَّا یَتَکَلَّمُ بِهٖ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْ اَهَانَنِ کَلَّا اَیْ لَا یَتَکَلَّمُ بِهٰذَا فَاِنَّهٗ لَیْسَ کَذٰلِکَ هٰذَا بَعْدَ الْخَبَرِ وَقَدْ تَجِیْءُ بَعْدَ الْاَمْرِ اَیْضًا کَمَا اِذَا قِیْلَ لَکَ اِضْرِبْ زَیْدًا فَقُلْتَ کَلَّا اَیْ لَا اَفْعَلُ هٰذَا قَطُّ وَقَدْ تَجِیْءُ بِمَعْنٰی حَقًّا کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ وَحِیْنَئِذٍ تَکُوْنُ اِسْمًا یُبْنٰی لِکَوْنِهٖ مُشَابِهًا لِکَلَّا حَرْفًا وَقِیْلَ تَکُوْنُ حَرْفًا اَیْضًا بِمَعْنٰی اِنَّ لِتَحْقِیْقِ الْجُمْلَةِ نَحْوُ کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی بِمَعْنٰی اِنَّ

قولہ ثُمَّ ذٰلِکَ الْجُزْءُ:- پھر وہ جز جو امّا کے بعد واقع ہوا گر مبتداء ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے تو وہ مبتدأ ہوگا اور مابعد اُسکی خبر ہوگی جیسے اَمَّا فَزَیْدٌ مُنْطَلِقٌ میں زَیْدٌ مبتدا ہے، اور اگر وہ جزء مبتدأ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے کہ ظرف ہے تو جزءِ اول میں عامل فاء کا مابعد ہوگا جیسے اَمَّا یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَیْدٌ مُنْطَلِقٌ، اس میں یَوْمَ الْجُمُعَة، مُنْطَلِقٌ کا معمول ہے اور بنا برظرفیت منصوب ہے۔ قولہ حَرْفُ الرَّدْعِ کَلَّا:- رَدْعٌ کے معنٰی ہیں جھڑکنا اور روکنا، حرف ردع کَلَّا ہے یعنی وہ حرف جو متکلم کو کلام کرنے سے روکنے کیلئے وضع کیا گیا ہے وہ کَلَّا ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ حرف بسیط ہے لیکن ابن یعیش کے نزدیک یہ کاف تشبیہ اور لاءِ نافیہ سے مرکب ہے۔ قولہ وَھٰذَا:- یعنی کَلَّا کا زجر متکلم کیلئے ہونا اس وقت ہے جب یہ خبر کے بعد واقع ہو جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے فَیَقُوْلُ رَبِّیْ اَهٰنَنْ کَلَّا، پس وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی وہ ہرگز ایسا نہ کہے۔ اور کبھی امر کے بعد بھی آتا ہے اور اُس وقت نفیِ اجابت کیلئے ہوتا ہے مثلاً آپ سے کوئی کہے اِضْرِبْ زَیْدًا پس آپ جواب میں کہیں کَلَّا، اَیْ لَآاَفْعَلُ هٰذَا قَطُّ یعنی یہ کام ہرگز نہیں کروں گا۔ قولہ وَقَدْ تَجِیْئُ:- اور کَلَّا کبھی بمعنٰی حقًا بھی آتا ہے یعنی مضمونِ جملہ کی تحقیق کیلئے آتا ہے جیسے کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ بے شک عنقریب تم جان لوگے اور اُس وقت کَلَّا اسم ہوتا ہے اور کَلَّا حرفی کے ساتھ لفظی ومعنوی مشابہت کی وجہ سے مبنی ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک کَلَّا بمعنٰی حَقًّا حرف بھی ہوتا ہے اور اِنَّ کی طرح تحقیقِ جملہ کیلئے آتا ہے۔ جیسے کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی (تحقیق انسان البتہ سرکشی کرتا ہے)

فصل تاءُ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةُ تَلْحَقُ الْمَاضِىَ لِتَدُلَّ عَلٰى تَانِيْثِ مَا اُسْنِدَ اِلَيْهِ الْفِعْلُ نَحْوُ ضَرَبَتْ هِنْدٌ وَقَدْ عَرَفْتَ مَوَاضِعَ وَجُوْبِ اِلْحَاقِهَا وَاِذَا لَقِيَهَا سَاكِنٌ بَعْدَهَا وَجَبَ تَحْرِيْكُهَا بِالْكَسْرِ لِاَنَّ السَّاكِنَ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ نَحْوُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ وَحَرْكَتُهَا لَا تُوْجِبُ رَدَّ مَا حُذِفَ لِاَجْلِ سُكُوْنِهَا فَلَا يُقَالُ رَمَاتِ الْمَرْأَةُ لِاَنَّ حَرْكَتَهَا عَارِضِيَّةٌ وَاقِعَةٌ لِرَفْعِ الْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ فَقَوْلُهُمُ اَلْمَرْأَتَانِ رَمَاتَا ضَعِيْفٌ وَاَمَّا اِلْحَاقُ عَلَامَةِ التَّثْنِيَةِ وَجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فَضَعِيْفٌ فَلَا يُقَالُ قَامَا الزَّيْدَانِ وَ قَامُوْا الزَّيْدُوْنَ وَقُمْنَ النِّسَاءُ وَبِتَقْدِيْرِ الْاِلْحَاقِ لَا تَكُوْنُ الضَّمَائِرَ لِئَلَّا يَلْزَمَ الْاِضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِ بَلْ عَلَامَاتٌ دَالَّةٌ عَلٰى اَحْوَالِ الْفَاعِلِ كَتَاءِ التَّانِيْثِ

قولہ تآءُ التَانِيْثِ السَاكِنَةُ:- تائے تانیث ساکنہ فعلِ ماضی کے آخر میں آتی ہے تا کہ فاعل یا نائب فاعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرے۔ جیسے ضُربتُ هِنْدٌ۔ اور جب اس تاء کے بعد کوئی حرفِ ساکن آ جائے تو اس کو حرکت کسرہ دینا واجب ہے کیونکہ ساکن کو حرکت کسرہ دی جاتی ہے جیسے قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ اور حرکت دینے کی وجہ التقاء ساکنین سے تحرز ہے۔ قولہ حرکتھا:- یہ ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ تاءِ ساکنہ کے ساتھ التقاء ساکنین کی وجہ سے جو حرف حذف ہو گیا تھا جیسے رَمَتْ میں الف تو تاء کے متحرک ہونے کے بعد اس حرف کو واپس آ جانا چاہئے کیونکہ علت حذف زائل ہو گئی ہے جو اجتماع ساکنین ہے، لہٰذا رَمَاتِ الْمَرْأةُ کہنا چاہئے یعنی رَمَتْ کے محذوفہ الف کو لوٹ آنا چاہئے۔ مصنف جواب دیتے ہیں کہ تاء کے ساکن ہونے کی وجہ سے جو حرف حذف ہو گیا تھا (مثلاً رمت کا الف) وہ تاء کے متحرک ہونے پر نہیں لوٹے گا اس لئے کہ تاء کی حرکت عارضی ہے جو التقاءِ ساکنین کو دور کرنے کیلئے لائی گئی ہے لہٰذا الف کو لوٹاتے ہوئے رماتِ المرأةُ نہیں کہیں گے۔ سوال:- عرب کے قول اَلْمَرْأَتَانِ رمَاتَا، میں الف کو کیوں لوٹایا گیا ہے؟۔ جواب:- یہ قولِ ضعیف ہے کیونکہ مذکورہ قاعدہ کے خلاف ہے۔ قولہ اَمَّا الْحاق:- یعنی جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کے آخر میں علامتِ تثنیہ و جمع لاحق کر کے قَامَا الزَّيْدَانِ یا قَامُوْا الزَيْدُوْن یا قُمْنَ النَسآءُ کہنا ضعیف ہے کیونکہ اس میں تکرارِ فاعل ہے جو جائز نہیں اور بر تقدیرِ الحاقِ علامت، صیغہ تثنیہ میں الف اور صیغہ جمع مذکر میں واؤ اور جمع مؤنث میں نون، ضمیرِ فاعل نہیں ہوں گے۔ تا کہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے بلکہ یہ تائے تانیث کی طرح علامات ہونگی جو فاعل کے تثنیہ و جمع یا مؤنث ہونے پر دلالت کریں گی۔

فصل اَلتَّنْوِيْنُ نُوْنٌ سَاكِنَةٌ تَتْبَعُ حَرَكَةَ اٰخِرِ الْكَلِمَةِ لَا لِتَاكِيْدِ الْفِعْلِ وَهِيَ خَمْسَةُ اَقْسَامٍ اَلْاَوَّلُ لِلتَّمَكُّنِ وَهُوَ مَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْاِسْمَ مُتَمَكِّنٌ فِيْ مُقْتَضَى الْاِسْمِيَّةِ اَيْ اَنَّهُ مُنْصَرِفٌ نَحْوُ زَيْدٌ وَ رَجُلٌ وَالثَّانِيْ لِلتَّنْكِيْرِ وَهُوَ مَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْاِسْمَ نَكِرَةٌ نَحْوُ صَهٍ اَيْ اُسْكُتْ سُكُوْتًا مَّا فِيْ وَقْتٍ مَّا وَاَمَّا صَهْ بِالسُّكُوْنِ فَمَعْنَاهُ اُسْكُتِ السُّكُوْتَ اَلْاٰنَ وَالثَّالِثُ لِلْعِوَضِ وَهُوَ مَا يَكُوْنُ عِوَضًا عَنِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ نَحْوُ حِيْنَئِذٍ وَسَاعَتَئِذٍ وَيَوْمَئِذٍ اَيْ حِيْنَ اِذْ كَانَ كَذَا

قولہ التنوین: - علامہ میر بحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تنوین کے لغت عرب میں کوئی معنی نہیں اس لفظ کو انہوں نے استعمال ہی نہیں کیا یہ لفظ اہل عربیت کا ایجاد کردہ ہے انہوں نے نون سے تنوین بنایا جس کے حاصل معنی اُن کے نزدیک یہ ہیں کہ کسی کلمہ پر نون داخل کرنا۔ پھر اس معنی سے نونِ مخصوص یعنی نون اصطلاحی کی جانب نقل کیا۔ تنوین، اس نون کو کہتے ہیں جو آخر کلمہ کی حرکت کے تابع ہو اور تاکید فعل کا افادہ نہ کرے۔ یہ تلفظ میں نون ساکن ہوتا ہے لیکن کتابت میں دو زبر، دو زیر اور دو پیش کی شکل میں لکھا جاتا ہے اس لئے دو زبر، دو زیر اور دو پیش کو تنوین کہہ دیتے ہیں۔ فوائد قیود: - مصنف کے قول نُوْنٌ ساکنۃ، سے نون متحرک خارج ہو گیا اور تتبع الخ سے مِنْ اور لَدُنْ کا نون خارج ہو گیا اس لئے کہ یہ نون خود کلمہ کے منتہی اور آخر ہیں منتہائے کلمہ کے تابع نہیں اور لا لتاکید سے نونِ خفیفہ خارج ہو گیا کہ وہ تاکید فعل کیلئے آتا ہے۔ سوال: - تنوین کی تعریف سے زَیْدُ الْفَاضِلُ کا نون تنوین خارج ہو گیا اس لئے کہ وہ ساکن نہیں حالانکہ وہ نون تنوین ہے؟ جواب: - ساکن سے مراد ساکن الوضع ہے اور زَیْدُ الْفَاضِلُ کا نون باعتبار وضع کے ساکن ہے اور عارض یعنی التقائے ساکنین کی وجہ سے متحرک ہو گیا ہے۔ اقسام تنوین: - تنوین کی پانچ قسمیں ہیں جن پر یہ شعر مشتمل ہے۔

ز تنوین تنکیر باشد غرض ترنم، تمکن، تقابل، عوض

تمکن: تنوین تمکن وہ ہے جو اسم کے مقتضائے اسمیت میں راسخ ہونے پر دلالت کرے یعنی اسم کے منصرف ہونے پر، اسی لئے اس کو تنوین صرف بھی کہتے ہیں جیسے زَیْدٌ اور رَجُلٌ کی تنوین۔ تنکیر: تنوین تنکیر وہ ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے جیسے صَهٍ، جس کے معنی ہیں اُسْكُتْ سُكُوْتًا مَّا فِيْ وَقْتٍ مَّا، کسی وقت تو خاموش رہا کر! اور لفظ صَهْ جو تنوین کے بغیر ہے اس کے معنی ہیں اُسْكُتِ السُّكُوْتَ الْاٰنَ تو اب چپ رہ! عوض: تنوین عوض وہ ہے جو مضاف الیہ کے عوض اور بدلہ میں ہو جیسے حِیْنَئِذٍ اَیْ حِیْنَ اِذْ کَانَ کَذَا۔ اِذْ کے مضاف الیہ یعنی جملہ کان کذا کو حذف کر کے اس کے عوض اِذْ پر تنوین لے آئے۔

وَ الرَّابِعُ لِلْمُقَابَلَةِ وَهُوَ التَّنْوِيْنُ الَّذِيْ فِيْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمِ نَحْوُ مُسْلِمَاتٍ وَهٰذِهِ الْاَرْبَعَةُ تَخْتَصُّ بِالْاِسْمِ وَالْخَامِسُ لِلتَّرَنُّمِ وَهُوَ الَّذِيْ يَلْحَقُ اٰخِرَ الْاَبْيَاتِ وَالْمَصَارِيْعِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

وَقُوْلِيْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ	شعر	اَقِلِّي اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ

وَكَقَوْلِهٖ ع يَا اَبَتَا عَلَّكَ اَوْ عَسَاكُنْ: وَقَدْ يُحْذَفُ مِنَ الْعَلَمِ اِذَا كَانَ مَوْصُوْفًا بِابْنٍ اَوْ اِبْنَةٍ مُضَافًا اِلٰى عَلَمٍ اٰخَرَ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو وَهِنْدُ ابْنَةُ بَكْرٍ

فصل نُوْنُ التَّاكِيْدِ وَهِيَ وُضِعَتْ لِتَاكِيْدِ الْاَمْرِ وَالْمُضَارِعِ اِذَا كَانَ فِيْهِ طَلَبٌ بِاِزَاءِ قَدْ لِتَاكِيْدِ الْمَاضِيْ وَهِيَ عَلٰى ضَرْبَيْنِ خَفِيْفَةٌ اَيْ سَاكِنَةٌ اَبَدًا نَحْوُ اِضْرِبَنْ

مقابلہ ،تنوینِ مقابلہ وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم میں جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے میں آئے۔ جیسے مُسْلِمَاتٌ ،پس الف اور تاء اس میں علامتِ جمع ہیں جیسے واؤ مُسْلِمُوْنَ میں علامتِ جمع ہے اور تنوین مُسْلِمُوْنَ کے نون کے مقابلہ میں ہے اور تنوین کی یہ اقسام اربعہ اسم کے ساتھ مختص ہیں۔ ترنم ،تنوینِ ترنم وہ ہے جو اَبیات اور مصاریع کے آخر میں تحسین آواز کیلئے لائی جاتی ہے یہ تنوین اسم، فعل اور حرف تینوں اقسام کلمہ پر آتی ہے۔ جیسے اَقِلِّي اللَّوْمَ ...... الخ، یعنی اے ملامت کرنے والی (محبوبہ!) ملامت اور عتاب کم کر، اگر میں صواب کو پہنچوں تو کہہ دے کہ صواب کو پہنچا۔ اس شعر میں اَلْعِتَابُ اسم ہے اور اَصَابَ فعل ہے جنکے آخر میں تنوینِ ترنم ہے اور دوسری مثال میں عَسٰی فعل پر تنوین ہے یعنی اے میرے والد شاید کہ تو رزق پائے اور اُمید ہے کہ تو رزق پالے گا۔ قولہ وَقَدْ يُحْذَفُ :-یعنی تنوین ایسے علَم سے حذف کردی جاتی ہے جو علَم کہ لفظِ اِبْنٌ یا اِبْنَةٌ کا موصوف ہو اور اِبْنٌ یا اِبْنَةٌ دوسرے اسم کی طرف مضاف ہو۔ جیسے جَآءَنِيْ زَيْدُ ابْنُ عَمْرٍو، وجہِ حذف محض تخفیف ہے۔ فائدہ:-تنوینِ ترنم کلمہ نہیں ہے کہ کلمہ معنٰی کیلئے موضوع ہوتا ہے اور ترنم اِس تنوین کا معنٰی نہیں لہٰذا اس تنوین کو اقسام حروف میں شمار کرنا مسامحہ ہے یعنی باقی اقسام کے ساتھ تنوینِ ترنم کو بھی کلمہ کی ایک قسم یعنی حرف کی اقسام میں شمار کردیا گیا ہے ورنہ معنٰی کیلئے موضوع نہ ہونے کی وجہ سے یہ کلمہ نہیں ہے۔ قولہ نُوْنُ التَّاكِيْدِ:- نونِ تاکید وہ نون ہے جو امر اور مضارع کی تاکید کیلئے موضوع ہو بشرطیکہ مضارع میں طلب کے معنٰی پائے جاتے ہوں، کیوں کہ اس نون سے اُس چیز کی تاکید کی جاتی ہے جسمیں طلب کے معنٰی ہوں اور یہ نون مضارع میں لفظِ قَدْ کے مقابلہ میں آتا ہے جو ماضی کی تاکید کے لئے آتا ہے اور نونِ تاکید کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل، نون خفیفہ۔ مصنف نے نون خفیفہ کو مقدم کیا یا تو اس لئے کہ اِس میں ثقیلہ کی نسبت تاکید کم ہوتی ہے لہٰذا یہ ادنٰی سے اعلٰی کی طرف ترقی ہے یا اس لئے کہ خفیفہ میں خفت ہے جو مقتضی تقدیم ہے یا اس لئے کہ ثقیلہ کا جز اور بعض ہے یہ نون ہمیشہ ساکن ہوتا ہے۔

وَثَقِيلَةٌ اَىْ مُشَدَّدَةٌ مَفْتُوحَةٌ اَبَدًا اِنْ لَّمْ يَكُنْ قَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَنَّ وَ مَكْسُورَةٌ اِنْ كَانَ قَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَانِّ وَ اِضْرِبْنَانِّ وَ تَدْخُلُ فِى الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالتَّمَنِّى وَالْعَرْضِ جَوَازًا لِاَنَّ فِىْ كُلٍّ مِنْهَا طَلَبًا نَحْوُ اِضْرِبَنَّ وَلَاتَضْرِبَنَّ وَهَلْ تَضْرِبَنَّ وَلَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ وَاَلَا تَنْزِلَنَّ بِنَافَتُصِيْبَ خَيْرًا وَقَدْ تَدْخُلُ فِى الْقَسَمِ وُجُوْبًا لِوُقُوْعِهٖ عَلٰى مَايَكُوْنُ مَطْلُوْبًا لِلْمُتَكَلِّمِ غَالِبًا فَاَرَادُوا اَنْ لَّايَكُوْنَ اٰخِرُ الْقَسَمِ خَالِيًا عَنْ مَعْنَى التَّاكِيْدِ كَمَا لَا يَخْلُوْا اَوَّلُهٗ مِنْهُ نَحْوُ وَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا **وَاعْلَمْ** اَنَّهٗ يَجِبُ ضَمُّ مَا قَبْلَهَا فِىْ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ نَحْوُ اِضْرِبُنَّ لِيَدُلَّ عَلَى الْوَاوِ الْمَحْذُوْفَةِ وَكَسْرُ مَاقَبْلَهَا فِى الْمُخَاطَبَةِ نَحْوُ اِضْرِبِنَّ لِيَدُلَّ عَلَى الْيَاءِ الْمَحْذُوْفَةِ

دوم، ثقیلہ (مشدد) احوالِ ثقیلہ:- (۱) یہ نون ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اگر اس سے پہلے الف نہ ہو جیسے اِضْرِبَنَّ اس لئے کہ فتح حرکتِ خفیفہ ہے۔ (۲) الف کے بعد مکسور ہوتا ہے بمشابہتِ نونِ تثنیہ جیسے اِضْرِبَانِّ۔ قولہ وَتَدْخُلُ :-نونِ تاکید امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض پر جوازاً داخل ہوتا ہے اس لئے کہ ان میں طلب کے معنی پائے جاتے ہیں اور کبھی نفی میں بھی بمشابہتِ نہی، نونِ تاکید آتا ہے مگر یہ قلیل ہے اس لئے مصنف نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ قولہ وَقَدْ تَدْخُلُ فِى الْقَسَمِ :-اور کبھی نونِ تاکید جوابِ قسم پر (جب کہ جوابِ قسم مثبت ہو) وجوباً داخل ہوتا ہے کیونکہ قسم اکثر اُس چیز پر واقع ہوتی ہے جس کا وجود متکلم کا مطلوب ومقصود ہوتا ہے لہٰذا نحات نے یہ چاہا کہ قسم کا آخر (جواب) تاکید سے خالی نہ ہو۔ جیسا کہ اُس کا اوّل تاکید سے خالی نہیں ہے جیسے وَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا۔ قولہ وَاعْلَمْ اَنَّهٗ:-اس عبارت میں مصنف نے نون کے ماقبل کے احوال بیان کئے ہیں جو یہ ہیں۔ (۱) صیغہ جمع مذکر میں نون کے ماقبل کو ضمہ واجب ہے تاکہ واؤ محذوفہ پر دلالت کرے۔

سوال:- جب حذفِ فاعل ناجائز ہے تو اِضْرِبُنَّ میں واؤ کا حذف کیسے جائز ہوگا حالانکہ واؤ ضمیر فاعل ہے؟

جواب:- چونکہ ماقبل کا ضمہ دال علی الفاعل موجود ہے اس لئے یہ حذف جائز ہے۔ (۲) واحد مؤنث حاضر میں نون کے ماقبل کو کسرہ واجب ہے تاکہ یہ کسرہ یاءِ محذوفہ پر دلالت کرے جیسے اِضْرِبِنَّ۔

وَفَتْحُ مَا قَبْلَهَا فِیْ مَا عَدَاهُمَا اَمَّا فِی الْمُفْرَدِ فَلِاَنَّهٗ لَوْ ضُمَّ لَا لْتَبَسَ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَلَوْ كُسِرَ لَا لْتَبَسَ بِالْمُخَاطَبَةِ وَاَمَّا فِی الْمُثَنّٰى وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فَلِاَنَّ مَا قَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَانِّ وَاِضْرِبْنَانِّ وَزِيْدَتْ اَلِفٌ قَبْلَ النُّوْنِ فِیْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ لِكَرَاهَةِ اِجْتِمَاعِ ثَلٰثِ نُوْنَاتٍ نُوْنُ الضَّمِيْرِ وَنُوْنَا التَّاكِيْدِ وَنُوْنُ الْخَفِيْفَةِ لَا تَدْخُلُ فِی التَّثْنِيَّةِ اَصْلاً وَلَا فِیْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ لِاَنَّهٗ لَوْ حُرِّكَتِ النُّوْنُ لَمْ تَبْقَ خَفِيْفَةً فَلَمْ تَكُنْ عَلَى الْاَصْلِ وَاِنْ اَبْقَيْتَهَا سَاكِنَةً يَلْزَمُ اِلْتِقَاءُ السَّاكِنَيْنِ عَلٰى غَيْرِ حَدِّهٖ وَهُوَ غَيْرُ حَسَنٍ

تــمَّــت بــالــخَــيــر

(۳) مذکورہ دو صیغوں کے علاوہ باقی صیغوں میں نون کے ماقبل کو فتح واجب ہے صیغہ مفرد میں تو اس لئے فتح واجب ہے کہ بصورت ضمہ جمع مذکر سے اور بصورت کسرہ واحد مؤنث سے التباس ہوگا اور تثنیہ اور جمع مؤنث میں اِس لئے فتح واجب ہے کہ ان میں نون سے پہلے الف ہوتا ہے اور الف کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے۔ قولہ زِيْـــدَتْ :- اور صیغہ جمع مؤنث میں نون سے پہلے الف بڑھا دیا جاتا ہے تاکہ تین نون کا اجتماع (جو کہ مکروہ ہے) نہ ہو، ایک نونِ ضمیر اور دو نون تاکید کے۔ سوال:- تین نونوں کے اجتماع سے بچنے کیلئے الف کیوں بڑھایا گیا ہے؟ جواب:- اِس لئے کہ الف، حروف زوائد میں سے خفیف حرف ہے۔ قولہ وَنُوْنُ الْخَفِيْفَةِ :- اور نونِ خفیفہ تثنیہ کے صیغوں میں بالکل نہیں آتا اور نہ جمع مؤنث میں، اس لئے کہ ان صیغوں میں نون کو اگر حرکت دی جائے تو وہ نونِ خفیفہ نہیں رہے گا کیونکہ نون خفیفہ ساکن الوضع ہے اور اگر نون کو حرکت نہ دی جائے تو التقائے ساکنین علی غیر حدہ لازم آئے گا کیونکہ الف ساکن الوضع ہے وہ بھی قابل حرکت نہیں اور یہ غیر مستحسن ہے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ اَحِبَّآءِكَ وَاجْعَلْهُ وَسِيْلَةً لِمَغْفِرَةِ ذُنُوْبِیْ وَارْحَمْ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَعَلٰی جَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ آمِيْن، وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْن۔

حل تراکیب مشکلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا تقنطن وکن باللّٰہ محتسبا فبینما انت ذایاس اتی الفرجا

اس شعر میں دو جگہ اشکال ہے۔

(۱) لفظ ذَا کے نصب میں کیونکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انت کی خبر کی بنا پر مرفوع ہے۔ (۲) الفرجا کے نصب میں حالانکہ یہ فعل اتیٰ ،کا فاعل ہے۔

حل ۔ (۱) ذَا کا نصب کان مقدر کی خبر ہونے کی وجہ سے ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے فبینما کُنتَ ذَایاسٍ ،فعل ناقص کو حذف کر کے ضمیر متصل کو منفصل سے بدلا تو فبینما انت ذایاس ،ہوا۔ (۲) الفرجا ،محتسبا ،کا مفعول ہے اس لئے یہ منصوب ہے اور اتی کا فاعل ضمیر مستتر ہے جس کا مرجع الفرجا ہے۔ **ترجمہ** ۔ مایوس نہ ہو اور اللہ سے کشادگی کی امید رکھ پس اسی اثناء میں کہ تو مایوس تھا تیرے پاس کشادگی آ گئی۔

☆☆☆☆☆

سانزک مُہرتی رجلٍ فقیر وارکب فی الحوادث مُہرتان

اس شعر میں دو جگہ اشکال ہے۔

(۱) رجلْ کے رفع میں کیونکہ بظاہر یہ مضاف الیہ ہے۔ (۲) مُہرتان کے رفع میں کیونکہ بظاہر یہ ارکبْ (فعل) کا مفعول ہے۔

حل ۔ (۱) رجلْ، مُہرتین کا مضاف الیہ ہے اور مجرور بکسرہ تقدیری ہے اس لئے کہ رجلْ میں اعراب حکائی ہے جس نے کسرہ کو ظاہر ہونے سے روک دیا ہے۔ (۲) مُہرتان صیغہ تثنیہ نہیں بلکہ مُہر بمعنی گھوڑا اور تان بمعنی تاجر سے مرکب ہے اور تان ،مُہر کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اور یہ مرکب مفعول بہ ہے۔ **ترجمہ** ۔ میں مرد درویش کے دونوں گھوڑے چھوڑ دوں گا اور تاجر کے گھوڑے پر سوار ہو جاؤں گا۔

☆☆☆☆☆

قُلْ قَالَ زَيْدٍ رُبَّ عَمْرٌو قَائِمًا ۔ وَاَنَّ بَكْرٌ يَوْمَ عِيْدٍ صَائِمًا

اس شعر میں تین جگہ اشکال ہے۔

(۱) زید کے جر میں۔ (۲) عمرو کے رفع میں۔ (۳) بکر کے رفع میں۔

حل - (۱) قال، فعل ماضی نہیں بلکہ مصدر ہے بمعنٰی کلام کرنا اور زَيْد، اس کا مضاف الیہ ہے۔ (۲) رُبَّ، حرف جر نہیں بلکہ فعل ماضی مجہول ہے اور عَمْرٌو، اس کا نائب فاعل ہے۔ (۳) اَنَّ، حرف نہیں بلکہ صیغہ فعل ماضی ہے از انین، بمعنٰی کراہنا اور بَكْر، اس کا فاعل ہے۔ علامہ محمد امیر مالکی نے مذکورہ شعر کا حل اس طرح فرمایا ہے۔

اَلْقَالُ مصدرٌ من الْمَقال ۔ وَرُبَّ مَجْهُوْلٌ مِّنَ الْاَفْعَال

واَنَّ مِنْ انِيْنِ يا صاح ۔ فافْهَمْ هُدِيْتَ سَبِيْلَ النَّجَاح

فائدہ: عربی زبان میں لفظ قَال، اسم اور فعل دونوں طرح استعمال ہوا ہے۔ اول کی مثال نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَالِ وَالْقِيْلِ اور شاعر کا قول

لِقَاءُ النَّاسِ لَيْسَ يُفِيْدُ شَيْئًا ۔ سِوَى الْهَذْيَانِ مِنْ قِيْلٍ وَقَال

دوم کی مثال مَنْ قَالَ اللّٰهُ فَقَدْ كَفَرَ، اس مقولہ میں پہلا قَالَ، فعل ماضی ہے قَوْلٌ بمعنٰی گفتن سے اور دوسرا فعل ماضی ہے قَيْلُوْلَةٌ سے جس کا معنٰی ہے دوپہر کے وقت سونا چنانچہ اس کا معنٰی ہے "جس شخص نے یہ کہا کہ اللہ تعالٰی دوپہر کے وقت سویا پس تحقیق وہ کافر ہو گیا" اور درج ذیل مقولہ کا قَالَ بھی اسی دوسرے معنٰی میں ہے قَالَ زَيْدٌ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَانْتَقَضَ وُضُوْءُهٗ (زید درخت کے نیچے سویا تو اُس کا وضو ٹوٹ گیا)

فائدہ: لفظ اَنَّ، عربی زبان میں حرف اور فعل دونوں طرح استعمال ہوا ہے۔ حرف کی مثال جیسے قرآن پاک میں ہے اَنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْم اور فعل کی مثال اَنَّ زَيْدٌ كَرِيْم، اس مثال میں اَنَّ فعل، زَيْدٌ فاعل اور رِيْم، بمعنٰی سفید ہرن کا بچہ، مجرور ہے یعنی زید سفید ہرن کے بچے کی مثل رویا۔

☆☆☆☆☆

لَقَدْ طَافَ عَبْدُ اللّٰهِ بِالْبَيْتِ سَبْعَةً ۔ فَسَلْ عَنْ عُبَيْدُ اللّٰهِ ثُمَّ اَبَا بَكْرٌ

اس شعر میں تین جگہ اشکال ہے۔ (۱) عبد اللّٰه کے نصب میں۔ (۲) عبيذ اللّٰه کے رفع میں۔ (۳) بکرٌ کے رفع میں۔

حل -(۱) عبد اللّٰه مرکب اضافی ہے جس کا مضاف صیغہ تثنیہ (عَبْدان) ہے، نون تثنیہ بوجہ اضافت اور الف اشکال پیدا کرنے کے لئے گر گیا تو عبد اللّٰه ہوا یہ طاف کا فاعل ہے۔ (۲) عُبَيذُ اللّٰه کا رفع اس بناء پر ہے کہ اس سے پہلے فعل سلعن ہے (هو نوعٌ من المشي) اشکال پیدا کرنے کے لئے اس کو ایک ساتھ نہیں لکھا اور عبيذ اللّٰه فعل کا فاعل ہے۔ (۳) بکرٌ کا رفع اس بناء پر ہے کہ یہ فعل ابئ، کا فاعل ہے جس کو الف کے ساتھ (ابا) اشکال پیدا کرنے کے لئے لکھا گیا ہے۔ **ترجمہ**- اللہ تعالیٰ کے دو بندوں نے سات بار طواف بیت اللہ کیا عبید اللہ تو چلا اور بکر چلنے سے رک گیا۔

☆☆☆☆☆

شوی جعفرٍ بالوعد خمسة اكبش　　　لیطعم منها جانع وهو كارهه

اس شعر میں موضع اشکال جعفر، کا جر ہے جبکہ مقام کا تقاضا یہ ہے کہ جعفر، بنابر فاعلیت مرفوع ہو۔

حل- شوی، فعل نہیں بلکہ اسم مضاف ہے اور جعفر اس کا مضاف الیہ ہے۔ شوی، کا معنی ہے ''سر کا چمڑا'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے نزاعة للشوی۔ **ترجمہ**- وعدہ کے مطابق جعفر کے سر کے چمڑے کی قیمت پانچ مینڈھے ہیں تا کہ ان میں سے جانع، نامی شخص کھائے حال یہ ہے کہ جعفر کو یہ ناپسند ہے۔

☆☆☆☆☆

مِن سعيد ابن دغلج يا ابن هند　　　تنج من كيده ومن مسعوذا

اس شعر میں موضع اشکال سعید اور مسعود کا نصب ہے۔

حل - لفظ مِن، حرف جر نہیں ہے بلکہ مان یمین مینا بمعنی جھوٹ بولنا، سے صیغہ امر ہے اور سعید و مسعود اس کا مفعول ہے اور تنج کا واؤ جواب امر ہونے کی وجہ سے ساقط ہو گیا ہے۔ **ترجمہ**- اے ابن ہند تو سعید بن دلج اور مسعود سے جھوٹ بول پس تو ان کے مکر سے نجات پائے گا۔

☆☆☆☆☆

وفی کتب الحجاج امثال مغشر　　　یعلمها منا سعیداً وّ عامراً

اس شعر میں سعید اور عامر کے نصب میں اشکال ہے بظاہر یہ دونوں یَعْلَمُ کے فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہیں۔

حل - یعلم، کا فاعل ضمیر مستتر ہے جس کا مرجع حجاج ہے اور سعید و عامر فعل مَنَّا (صیغہ متکلم مع الغیر از مان یمین) کے مفعول ہونے کی بنا پر منصوب ہیں۔ **ترجمہ**- اور حجاج کی کتابوں میں جماعت کی مثالیں ہیں جن کو وہ جانتا ہے ہم نے سعید اور عامر سے جھوٹ بولا۔

☆☆☆☆☆

و انتم مغشرِ لنامٌ　　　نلقیٰ لدیکمُ اذی وَّبؤُس

اس شعر میں محل اشکال مغشر کا جر ہے کیونکہ مقام اس کا مقتضی ہے کہ یہ بنا بر خبریت مرفوع ہو۔

حل -- لفظ مغشر، مفرد نہیں بلکہ مرکب اضافی ہے ای مَع شرّ، اشکال پیدا کرنے کے لئے لفظ مَع، کو لفظ شرّ کے ساتھ ملا کر لکھا گیا ہے اور استقامت وزن کے لئے لفظ شرّ، میں تخفیف کر دی گئی ہے اور بُؤس، شرّ پر معطوف ہے اس لئے مجرور ہے تقدیر بیت اس طرح ہے وَاَنْتُم مَع شَرّ وَّ بُؤس نُلْقِیٰ لدیکم اذی۔ **ترجمہ**-فقر اور شر کے ہوتے ہوئے ہم تمہارے پاس گندگی ڈالتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

ستعلمْ انَّہ یاتیک بکرِ　　　وانَّ اخُوك فیْه منَ اللُّغُوْب

اس شعر میں دو جگہ اشکال ہے۔ (۱) بکر کے جر میں کیونکہ یہ فاعل ہے۔ (۲) اَخُوك میں کہ یہ اَنَّ کا اسم ہے لہٰذا انّ اخاك ہونا چاہئے۔

حل - (۱) یاتی کا فاعل ضمیر مستتر ہے اور بکر، حرف جر کی وجہ سے مجرور ہے اَیْ کَبَکْرٍ، اشکال پیدا کرنے کے لئے کاف کو فعل کے ساتھ لکھ دیا گیا۔ (۲) اَنَّ، حرف نہیں ہے بلکہ اَنِیْنٌ سے فعل ماضی ہے اور اخُوك اس کا فاعل ہے اور لُغُوب بمعنی تعب ہے۔ جیسے ارشاد باری مَامَسَّنَا مِنْ لُّغُوْب میں۔

ترجمہ-تو جان لیگا کہ وہ تیرے پاس بکر کی طرح آئے گا اور تیرا بھائی اُس میں تھکاوٹ کی وجہ سے رویا۔

☆☆☆☆☆

لقد قال عبد اللّٰہ قولا عرفتُہٗ　　　اَتانااَبیْ دَاوٗدَ فِیْ مَرْتَعٍ خَصْب

اس بیت میں دو جگہ اشکال ہے۔ (۱) عبد اللّٰہ کے فتح میں جو بظاہر رفع ہونا چاہیے۔ (۲) ابی داؤد کی حالت جری میں، جو حالت رفع مناسب تھی یعنی ابو۔

حل - (۱) عبداللّٰہ مرفوع ہے اس لئے کہ یہ صیغہ تثنیہ (عبدان) اسم جلالت کی طرف مضاف ہے جس کا نون اور الف ساقط ہوگیا ہے۔ (۲) اتانا بھی اتانٌ، کا تثنیہ ہے جس کا نون بوجہ اضافت ساقط ہوگیا ہے اور ابی داؤد اس کا مضاف الیہ ہے۔ **ترجمہ** - البتہ عبداللہ نے ایک بات کہی جسکو میں جانتا ہوں ابوداؤد کی دونوں گدھیاں سرسبز چراگاہ میں ہیں۔

☆☆☆☆☆

رایت عبد اللّٰه یضرب خالدٌ وابا غمیرةُ بالمدینة یُضربُ

اس بیت میں دو جگہ اشکال ہے۔

(۱) خالد کے رفع میں جبکہ ظاہر کلام اس کے نصب کا مقتضی ہے کیونکہ یہ یضربُ، کا مفعول ہے۔

(۲) غمیرۃُ کے رفع میں جبکہ ظاہر کلام اس بات کا مقتضی ہے کہ یہ مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہو۔

حل - (۱) خالدٌ، یضربُ کا فاعل ہے اور یضربُ کا مفعول ضمیر پوشیدہ ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے یضربہ خالدٌ۔ (۲) غمیرۃ فعل (ابا) کا فاعل ہے اور اشکال پیدا کرنے کے لئے فعل (ابی) کو الف کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ **ترجمہ** - میں نے عبداللہ کو خالد سے مار کھاتے دیکھا جبکہ عمیرہ نے مدینہ میں اس کی پٹائی سے انکار کیا۔

☆☆☆☆☆

فرعون مالی وهامانُ الاولی ☆ زعموا اننی قد بخلتُ بمایُعطیه قارُونا

اس بیت میں تین جگہ اشکال ہے۔ (۱) فرعون کے نصب میں۔ (۲) ھامان کے رفع میں۔ (۳) قارُون کے نصب میں، بظاہر یہ یُعطی فعل کا فاعل ہے۔

حل - (۱) فرعون مرکب ہے فر صیغہ امراز وفر یفر، سے اور عون بمعنی اعوان اس کا مفعول ہے اور فاعل انت مستتر ہے۔ (۲) وهامان بھی مرکب ہے وھا، صیغہ ماضی ہے اور مان بمعنی اَسفل بطن ہے اور یہ فعل وھا کا فاعل ہے۔ (۳) قارُون، یُعطی کا مفعول ثانی ہے اور فاعل ضمیر مستتر ہے جس کا

مرجع اللہ ہے کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ حقیقی معطی اللہ ہے۔ **ترجمہ**-میرے مالی معاون بڑھا دو! ان لوگوں کا پیٹ ضعیف ہو گیا ہے جو گمان کرتے ہیں کہ میں نے اس کا بخل کیا جو اللہ تعالیٰ نے قارون کو دیا ہے۔

☆☆☆☆☆

ابلكوذ تشرب قهوة بابلية لهافي عظام الشاربين دبيب

اس بیت میں دو جگہ اشکال ہے۔ (۱) ابلکوذ کے رفع میں کیونکہ اس کو باء جارہ کی وجہ سے مجرور ہونا چاہئے۔ (۲) تشرب کے جزم میں کیونکہ بظاہر یہاں کوئی جازم موجود نہیں ہے۔

حل - (۱) ابل صیغہ امر ہے از ابلَّ بمعنی تندرست ہوا اور کوذ منادی علم ہے جس سے پہلے حرف ندا محذوف ہے ای یا کوذ۔ (۲) تشرب جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

ترجمہ-ای کوز تو افاقہ میں آ! تو بابلی قہوہ پیئے گا۔ جس کے لئے پینے والوں کے دلوں میں سرایت کر جانا ہے۔

☆☆☆☆☆

بخاری شریف میں ہے''لو كان ذاك وانا حيٌّ فاستغفرلك

محل اشکال استغفر لک کا نصب ہے کیونکہ ناصب کوئی نہیں۔

حل - اس ارشاد میں کلمہ لو، تمنی کیلئے ہے اور تمنی کے جواب میں فاء واقع ہو تو اس کے بعد ان مقدر ہوتا ہے پس فاستغفر، ان مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے جیسے ارشاد باری ''فلوانَّ لنا كَرَّةً فنكون من المؤمنين'' میں کلمہ لو، تمنی کیلئے ہے اور فاء کے بعد ان مقدر ہے جسکی وجہ سے فعل (نکون) منصوب ہے۔

سوال: حدیث میں مذکور لفظ لو، شرطیہ کیوں نہیں بناتے۔

جواب: اس لئے کہ (۱) لو، شرطیہ کا جواب فعل مضارع نہیں ہوتا اور یہاں جواب فعل مضارع ہے۔ (۲) شرط کا جواب اگر فعل مضارع ہو تو بالاتفاق اُس پر فاء نہیں آتی اور یہاں فاء موجود ہے۔ اور (۳) اس حدیث میں مستقبل کی خبر دی گئی ہے جبکہ لو ماضی کے لئے آتا ہے جیسے لو زرتني اكرمتك، اگر تو میری زیارت کرتا تو میں تیرا اکرام کرتا۔

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفوز العظیم فی حل سوالات التنظیم

ھدایۃ النحو ۱۹۸۵ء

(۱) علم نحو کی تعریف، غرض اور موضوع بیان کریں اور ہدایۃ النحو کے مصنف کا نام لکھیں، یا کلمہ کی تعریف اور اسکی اقسام بمع تعریف بیان کریں؟ (۲) تابع کی تعریف اور اسکی اقسام بمع تعریف لکھیں۔ (یا) مستثنیٰ کی تعریف اسکی اقسام بمع تعریف لکھیں نیز بیان کریں کہ مستثنیٰ کا اعراب کتنی قسم پر ہے؟ (۳) اسم فاعل اور فاعل، اسم مفعول اور مفعول کی تعریف بمع امثلہ لکھیں؟

الجواب نمبر ۱: جزء (الف) علم نحو کی تعریف۔ النحو علمٌ باصول یُعرف بھا احوال اواخر الکلم الثلاث من حیث الاعراب والبناء وکیفیۃ ترکیب بعضھا مع بعض۔

علم نحو کی غرض۔ صیانۃ الذھن عن الخطاء اللفظی فی کلام العرب۔

علم نحو کا موضوع۔ الکلمۃ والکلام۔ مصنف کا نام۔ بعض حضرات نے مصنف کا نام ابو حیان اندلسی بتایا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ہدایۃ النحو کے مصنف حضرت علامہ سراج الدین ہیں جو حضرت نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے (تفصیل کے لئے کتاب کا صفحہ نمبر ۹،۱۰ ملاحظہ کریں)

الجواب نمبر ۱: جزء (ب) الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد۔ کلمہ کی تین قسمیں۔ (۱) اسم وہ کلمہ ہے جو مستقل معنی پر دلالت کرے اور اس میں ازمنہ ثلثہ سے کوئی زمانہ نہ ہو۔ جیسے رجل اور ضارب۔ (۲) فعل وہ کلمہ ہے جو مستقل معنی پر دلالت کرے اور اس میں ازمنہ ثلثہ سے کوئی ایک زمانہ ہو جیسے ضرب، یضرب۔ (۳) حرف وہ کلمہ ہے جو مستقل معنی پر دلالت نہ کرے۔ جیسے من اور الی۔

الجواب نمبر ۲: جزء (الف): تابع کی تعریف- تابع ہر وہ دوسرا لفظ ہے جو سابق کے اعراب کے ساتھ معرب ہوا ایک جہت سے۔ اور تابع کی پانچ قسمیں ہیں۔

گر بپرسند از توابع گو کہ پنج اینک عیاں نعت وتوکید وبدل عطف نسق عطف بیاں

نعت کی تعریف: نعت وہ تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع میں ہے۔ جیسے جاء نی رجلٌ عالمٌ میں عالم، رجل کی نعت ہے اس قسم کو صفت بحال الموصوف کہتے ہیں یا ایسے معنی پر دلالت کرے

جو متبوع کے متعلق میں ہے۔ جیسے جاء نی رجلٌ عالمٌ ابوہٗ، اس مثال میں عالمٌ (صفت) نے رجل کے متعلق کی صفت بتائی کہ وہ علم والا ہے اس قسم کو صفت بحال متعلق موصوف کہتے ہیں۔

تاکید کی تعریف: تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے حال کو ثابت و پختہ کردے نسبت میں یا شمول میں۔ جیسے جاء نی زیدٌ زیدٌ۔

بدل کی تعریف: بدل وہ تابع ہے جس کی طرف وہ چیز نسبت کی جائے جو اس کے متبوع کی طرف منسوب ہے اور اس نسبت سے مقصود وہی تابع ہو نہ کہ اس کا متبوع۔ جیسے جاء نی زیدٌ اخوك۔

عطف بحرف: عطف بحرف (عطف نسق) یعنی عطف بحرف وہ تابع ہے کہ جس کی طرف وہ چیز منسوب ہو جو اس کے متبوع کی طرف منسوب ہو اور وہ دونوں اس نسبت سے مقصود ہوں جیسے جاء نی زیدٌ وبکرٌ۔

عطف بیان: عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت نہ ہو لیکن اپنے متبوع کی وضاحت کرے جس کی صورت یہ ہے کہ نام اور کنیت میں سے غیر مشہور کے بعد مشہور کو ذکر کرنا جیسے ابو حفص عمر، عبداللّٰہ بن عمر۔

الجواب نمبر ۲: جز (ب): **مستثنٰی کی تعریف** - مستثنٰی وہ لفظ ہے جو الّا یا اس کے اخوات میں سے کسی ایک کے بعد مذکور ہو یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ اس کی طرف وہ حکم منسوب نہیں کیا گیا جو الّا وغیرہ کے ماقبل مستثنٰی منہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ مستثنٰی کی دو قسمیں ہیں متصل اور منقطع۔

مستثنٰی متصل کی تعریف: مستثنٰی متصل وہ ہے جسکو الّا یا اس کے اخوات میں سے کسی ایک کے ذریعے متعدد سے نکالا گیا ہو جیسے جاء نی القوم الّا زیدا۔

مستثنٰی منقطع کی تعریف: مستثنٰی منقطع وہ ہے جو الّا اور اس کے اخوات میں سے کسی ایک کے بعد مذکور ہو اور اسکو ماقبل سے نہ نکالا گیا ہو جیسے جاء نی القوم الّا حمارا۔

مستثنٰی کے اعراب کی اقسام: مستثنٰی کے اعراب کی چار قسمیں ہیں **اوّل** نصب، جب مستثنٰی متصل الّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو یا مستثنٰی منقطع الّا کے بعد واقع ہو یا مستثنٰی، مستثنٰی منہ پر مقدم ہو یا مستثنٰی خلا وغیرہ کے بعد واقع ہو۔ (۲) نصب اور ماقبل سے بدل بنانا۔ جب مستثنٰی الّا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنٰی منہ مذکور ہو۔ (۳) عوامل کے مطابق اعراب جب مستثنٰی مفرغ ہو یعنی مستثنٰی منہ مذکور نہ ہو اور مستثنٰی الّا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو۔ (۴) مجرور جب مستثنٰی لفظ غیر یا سوا، سوی، وغیرہ کے بعد واقع ہو۔

الجواب نمبر ۲: جز ء (الف) **اسم فاعل کی تعریف**: اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل بطریق حدوث قائم ہے۔

فاعل کی تعریف: فاعل وہ اسم ہے جس سے قبل فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس کی طرف نسبت کیا گیا ہو بایں معنی کہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہے اس پر واقع نہیں۔

اسم مفعول کی تعریف: اسم مفعول وہ اسم ہے جو اس ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہو اور مفعول وہ ہے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہو۔

فرق: (۱) اسم فاعل اور اسم مفعول ذات مع الوصف پر دلالت کرتے ہیں اور فاعل اور مفعول صرف ذات پر۔

(۲) اسم فاعل و اسم مفعول ہمیشہ مشتق ہوتا ہے اور فاعل و مفعول کبھی مشتق ہوتا ہے اور کبھی جامد۔

الجواب نمبر ۲: جز ء (ب) **مفعول به**: مفعول بہ اس چیز کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو۔ جیسے ضرب زید عمرا اس میں عمرا مفعول بہ ہے۔

مفعول مطلق: وہ مصدر ہے جو فعل مذکور کے ہم معنی ہو۔ جیسے ضربا، ضربت ضربا میں۔

مفعول فیه: اس زمان یا مکان کا نام ہے جسمیں فاعل کا فعل واقع ہو۔ جیسے جلست فی المسجد میں المسجد مفعول فیہ ہے۔

☆☆☆☆☆
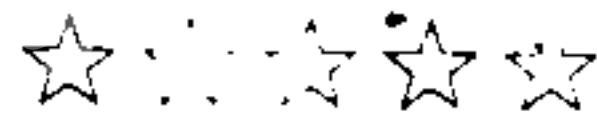
شرح مائة عامل ۱۹۸۵ء

درج ذیل عبارت کی ترکیب نحوی کریں؟

سوال ۱: جز ء (الف) الحمد لله المجتبی

سوال ۱: جز ء (ب) رب یسر ولا تعسر وتمم بالخیر وبک نستعین۔

جواب ۱: جز ء (الف) الحمد: مبتدا لام جار اسم جلالت مجرور ثابت مقدر کے متعلق ہوا علی جار نعما، مضاف ضمیر مجرور مضاف الیہ، مضاف با مضاف الیہ موصوف الشاملہ، صفت، موصوف با صفت معطوف علیہ، واؤ عاطفہ آلاء مضاف، ضمیر مجرور مضاف الیہ، مضاف با مضاف مضاف الیہ الکاملہ صفت موصوف صفت سے ملکر معطوف، معطوف علیہ با معطوف مجرور ہوا، جار مجرور سے ملکر متعلق ثابت کے ثابت دونوں ظرفوں سے ملکر شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ لفظا اور معنا انشائیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ الصلوۃ مبتدا علی جار

سید مضاف الانبیاء مضاف الیہ، مضاف با مضاف الیہ مبدل منہ محمد موصوف اَلْمُصْطفی صفت، موصوف با صفت بدل، مبدل منہ بدل سے ملکر مجرور، جار مجرور معطوف علیہ، واؤ عاطفہ آل، مضاف، ضمیر مضاف الیہ مرکب اضافی موصوف اور المجتبی اس کی صفت موصوف با صفت مجرور، جار مجرور معطوف، معطوف با معطوف علیہ متعلق نازلۃ مقدر کے نازلۃ اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر، مبتدا اور خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

جواب ۱: جزء (ب)۔ ربّ، یہ اصل میں یا ربّی ہے، یا حرف ندا قائم مقام اُدْعُوْ، اُدْعُوْ فعل انا ضمیر مستتر فاعل، رب غیر جمع مذکر سالم مضاف، یائے متکلم مضاف الیہ، مضاف بمع مضاف الیہ اُدْعُوْ کا مفعول ہوا اُدْعُوْ فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ انشائیہ ہے، یسّر، صیغہ امر حاضر انت پوشیدہ اس کا فاعل، فعل فاعل سے ملکر جملہ انشائیہ جواب ندا ہوا۔ ولا تعسّر، واؤ عاطفہ لا تعسّر فعل نہی انت پوشیدہ فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا، وتمّم بالخیر واؤ عاطفہ تمّم صیغہ امر حاضر از باب تفعیل انت پوشیدہ فاعل بالخیر جار مجرور ظرف لغو فعل کے متعلق ہوا یہ بھی جملہ فعلیہ انشائیہ ہے۔ وبک نستعین، واؤ عاطفہ بک جار مجرور نستعین کے متعلق ہوا۔ نستعین اپنے فاعل ضمیر مستتر اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا۔

سوال ۲: جزء (الف) عوامل لفظیہ ومعنویہ کی تعریف اور اقسام بیان کریں اور ہر قسم کی تعداد بیان کریں؟

سوال ۲: جزء (ب) حروف جارہ کی تعداد، انکا مدخول اور عمل بیان کریں؟

جواب ۲: جزء (الف) **عامل لفظی کی تعریف**: عامل لفظی وہ ہے جس کا تلفظ کر سکیں یا اس پر دلالت کرنے والے کا تلفظ ہو سکے، عامل لفظی کل ۹۸ ہیں جن میں سے ۹۱ عامل سماعی ہیں اور سات عامل قیاسی ہیں۔

عامل معنوی کی تعریف: عامل معنوی وہ ہے جس کا تلفظ نہ کر سکیں اور نہ ہی اس پر دلالت کرنے والے کا تلفظ ہو سکے، عامل معنوی دو ہیں ایک مبتدا اور اور خبر کا عامل، دوم فعل مضارع کا عامل۔

جواب ۲: جزء (ب) حروف جارہ سترہ ہیں جو اس شعر میں مذکور ہیں۔

باءِ، تاءِ، کاف، لام، واوْ، مُنْذُ، مُذْ، خَلا   رُبَّ، حاشا، مِنْ، عدا، فِیْ، عَنْ، علیٰ، حتّٰی، الٰی،

حروف جارہ اسم پر داخل ہو کر اس کے آخر میں جر کرتے ہیں۔

سوال ۳: جزء (الف) افعال قلوب کی تعداد انکا عمل اور مدخول بیان کریں اور بتائیں کہ وہ کون سے ہیں؟

سوال ۳: جزء (ب) افعال ناقصہ کتنے اور کون سے ہیں اور کس پر داخل ہوتے ہیں اور کیا عمل کرتے ہیں؟

جواب ۲: جزء (الف) **افعال قلوب**: یعنی جن افعال کا قلب سے تعلق ہے وہ سات ہیں اور ان کے تین طائفہ ہیں۔ **اوّل**، شک کے لئے اور یہ تین ہیں حسبت، ظننت، خلت۔ **دوم** یقین کے لئے اور یہ بھی تین ہیں، علمت، رأیت، وجدت۔ **سوم**، جو شک و یقین میں مشترک ہے اور وہ زعمت ہے۔

مدخول وعمل۔ افعال قلوب مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور دونوں کو بنا بر مفعولیت نصب دیتے ہیں۔

جواب ۲: جز (ب) افعال ناقصہ سترہ ہیں یہ مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب کرتے ہیں اور یہ کان، صار، اصبح، امسی وغیرہ ہیں۔

☆☆☆☆☆

ھدایۃ النحو ۱۹۸۶ء

سوال-(۱) افعال ناقصہ کا عمل اور وجہ تسمیہ لکھیں نیز وہ کون سے افعال ہیں؟

جواب- افعال ناقصہ سترہ ہیں کان، صار، اصبح، وغیرہ۔ یہ مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور خبر کو نصب، جیسے کان زیدٌ قائماً، چونکہ یہ افعال خبر سے ملے بغیر تام نہیں ہوتے اس لئے ان کو افعال ناقصہ کہتے ہیں۔

سوال-(۲) درج ذیل کی تعریف بمع امثلہ سپرد قلم کریں؟ مؤنث حقیقی، مخصوص بالمدح، صفت مشبہ، غیر منصرف؟

جواب-(۱) **مؤنث حقیقی** وہ ہے کہ جس کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو جیسے امرأۃٌ کہ اس کے مقابلہ میں رجل ہے۔

(۲) **مخصوص بالمدح**: فعل مدح کے فاعل کے بعد جو اسم ہو اس کو مخصوص بالمدح کہتے ہیں مثلاً نعم الرجل زید، میں لفظ زید مخصوص بالمدح ہے، جو ترکیب میں مبتدا ہے اور نعم الرجل اس کی خبر مقدم ہے)

(۳) **صفت مشبہ**: وہ اسم ہے جو کسی ذات کے معنی مصدری کے ساتھ بطور ثبوت متصف ہونے پر دلالت کرے جیسے سمیعٌ۔

(۴) **غیر منصرف**: غیر منصرف وہ اسم ہے کہ جس میں منع صرف کے نو اسباب میں سے دو سبب پائے جائیں یا ایک ایسا سبب جو دو کے قائم مقام ہو۔ جیسے عمر، کہ اس میں عدل اور علم ہے اور مصابیح، اس میں منتہی الجموع کا وزن ہے جو دو سبب کے قائم مقام ہے۔

(۵) **معرفہ**: معرفہ وہ اسم ہے جو کسی معین شے کے لئے موضوع ہو معرفہ کی سات قسمیں ہیں۔ (۱) علم جیسے

زید۔ (۲) ضمیریں جیسے انت، ھو وغیرہ۔ (۳) اسمائے اشارہ جیسے ھذا وغیرہ۔ (۴) اسمائے موصولہ جیسے الذی وغیرہ۔ (۵) معرفہ بالف لام جیسے الرجل۔ (۶) معرفہ بندا جیسے یا رجل۔ (۷) پہلے پانچ میں سے کسی ایک کی طرف جو اسم مضاف ہو۔ جیسے غلام زید۔

☆☆☆☆☆

شرح مائة عامل ۱۹۸۶ء

سوال-(۱) مندرجہ ذیل عبارت پر اعراب لگائیں، نیز فاعل، مفعول اور موصوف وصفت الگ الگ کریں؟

الافعال الناقصة وانما سُمّيت ناقصة لانّها لا تكوْنُ بمُجرّد الفاعل كلاما تاما فلاتخلو عن نقصان وهى تدْخل على الجملة الاسمية۔

جواب-سُمّیت میں ضمیر نائب فاعل ہے اور وہ ھی ہے جس کا مرجع الافعال ہے اور ناقصة مفعول ثانی ہے، کلاما تاما، موصوف اور صفت ہے لا تکون کی خبر ہے جس کا اسم ضمیر مستتر ہے اور لا تدخلُ اور فلاتخلو کا فاعل بھی ضمیر ہے۔

سوال-(۲) مندرجہ ذیل کا ترجمہ اور ترکیب کریں؟

جاء الذی ضربک (وہ آیا جس نے تجھے مارا) ھؤلاء اخوان سعید (یہ سعید کے بھائی ہیں) العاقل یطلب الکمال (عاقل کمال طلب کرتا ہے) ختم اللّٰہ علی قلوبھم (اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی) رأیت احد عشر کوکبا (میں نے گیارہ ستارے دیکھے)

جواب-جاء فعل الذی اسم موصول، ضرب فعل ھو پوشیدہ فاعل کاف ضمیر منصوب متصل مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ سے ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ ھؤلاء اسم اشارہ مبتدا، اخوان اپنے مضاف الیہ (سعید) سے ملکر خبر، مبتدا خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ العاقل مبتدا یطلب فعل ھو مستتر فاعل الکمال مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی مبتدا کی، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ ختم فعل اللّٰہ فاعل علی جار قلوب مضاف ھُم مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور ظرف لغو، فعل اپنے فاعل اور ظرف لغو سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ رأیت فعل با فاعل احد عشر ممیز کوکبا تمیز، ممیز تمیز سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول

سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

سوال-(۳) شرح مأۃ عامل کے مصنف کے مختصر حالات زندگی لکھیں؟

جواب-اس کے مصنف عارف باللہ شیخ عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں آپ شعبان المعظم ۸۱۷ھ میں قصبہ جام میں پیدا ہوئے اور اسی قصبہ کی طرف نسبت سے آپکو جامی کہتے ہیں۔ آپ کے والدین حضرت امام محمد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی اولاد سے تھے، اپنے والد شیخ احمد جامی اور دیگر فضلا ، وقت سے استفادہ کیا۔ شرح مأۃ عامل کے علاوہ ۵۴ کتابوں کے مصنف تھے۔ محرم الحرام ۸۹۸ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔

سوال-(۴) مندرجہ ذیل کی ترکیب کریں؟

حروف تنصب الفعل المضارع وھی اربعۃ احرف ان ولن وکی واذن۔

جواب-حروف موصوف، تنصب فعل ضمیر مستتر اس کا فاعل الفعل موصوف المضارع صفت، موصوف صفت مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ ھی مبتدا، اربعۃ ممیز مضاف احرف تمیز مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ان خبر احدھا مبتدا محذوف کی واؤ عاطفہ لن خبر مبتدا محذوف ثانیہا کی۔ واؤ عاطفہ کی خبر مبتدا محذوف ثالثھا کی اور اذن خبر مبتدا محذوف رابعھا کی، یہ تمام اسمیہ جملے ہیں۔

☆☆☆☆☆

ھدایۃ النحو ۱۹۸۷ء

سوال-(۱) درج ذیل کی تعریف کریں عدل تحقیقی، ضمیر شان، اسم تصغیر، ضمیر مرفوع متصل، فعل متعدی؟

(۲) مفاعیل خمسہ کی تعریف بمع امثلہ تحریر کریں؟ (۳) اسباب منع صرف کو اسباب منع صرف کیوں کہتے ہیں وہ کتنے اور کون کون سے ہیں کسی پانچ کی تعریف کریں؟

جواب۱: **عدل تحقیقی**: عدل تحقیقی وہ ہے کہ غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ اس کے اصل پر کوئی دلیل ہو جیسے ثلث کے معنی کا تکرار اس کے لفظ کے تکرار پر دلالت کرتا ہے یعنی معنی کے تکرار سے معلوم ہوا کہ ثلث کا اصلی صیغہ ثلثۃ ثلثۃ ہے۔

ضمیر شان: ضمیر شان وہ ضمیر مذکر ہے جو جملہ سے پہلے واقع ہو اور جملہ اس کی تفسیر کرے جیسے قل ھو اللّٰہ

ترکیب کی تعریف: دو یا زیادہ کلموں کا ایک ہو جانا بشرطیکہ کوئی جزء حرف نہ ہو۔ جیسے معدیکرب۔

وزن فعل کی تعریف: کسی اسم کا ایسے وزن پر ہونا جسکو اوزان فعل سے شمار کیا جاتا ہے۔ جیسے شمّر۔

☆☆☆☆☆

شرح مائۃ عامل ۱۹۸۷ء

سوال-شرح مائۃ عامل کو شرح مائۃ عامل کیوں کہتے ہیں مصنف کا نام کیا ہے اور عوامل کی تفصیل بتائیں؟

جواب -شیخ عبدالقاہر جرجانی کی کتاب مأۃ عامل کی شرح ہونے کی وجہ سے اس کتاب کو شرح مائۃ عامل کہتے ہیں۔

سوال کا بقیہ حصہ حل ہو چکا ہے۔

سوال-مندرجہ ذیل عبارت کا ترجمہ اور ترکیب کریں اور مضارع کو جزم کرنے والے حروف کی تعداد بتائیں؟

النوع السادس حروف تجزم الفعل المضارع وھی خمسۃ احرف ولما ولام الامر ولاالنھی وان للشرط۔

جواب -ترجمہ: چھٹی نوع حروف ہیں جو فعل مضارع کو جزم کرتے ہیں وہ پانچ حروف ہیں لم ،لما ،لام امر ،لائے نہی ،اوران جو ہونے والا ہے شرط کے لئے۔ **ترکیب**:النوع موصوف السادس صفت، موصوف صفت سے ملکر مبتدا،حروف موصوف تجزم فعل ھی ضمیر مستتر فاعل الفعل المضارع مرکب توصیفی مفعول،فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صفت،موصوف اپنی صفت سے ملکر خبر،مبتدا خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔لم احدھا مبتدا مقدر کی خبر ہے لما،ثانیھا مقدر کی خبر،لام الامر ،مرکب اضافی ثالثھا مقدر کی خبر ہے،لاالنھی مرکب توصیفی ،خبر مبتدا محذوف رابعھا کی اور،ان اپنی صفت للشرط سے ملکر خبر ہے مبتدا محذوف خامسہا کی۔

سوال-مندرجہ ذیل عبارت پر اعراب لگائیں نیز فعل،فاعل،موصوف صفت اور جار مجرور کی نشان دھی کریں؟

جواب-الْحُرُوْفُ الْمُشَبَّہَۃُ بِالْفِعْلِ وھی تَدْخُلُ علی الْمُبْتَدَاءِ والْخَبَرِ تَنْصِبُ الْاِسْمَ ورفع الْخَبَرِ۔الحروف المشبھۃ ،مرکب توصیفی ہے،بالفعل جار مجرور ہے،تدخل فعل اورھی ضمیر مستتر فاعل ہے،علی المبتدء والخبر عطف کے بعد جار مجرور ہے۔تنصب کا فاعل ضمیر ہے اور الاسم مفعول بہ ہے اس طرح ترفع کا فاعل ضمیر ہے اور الخبر مفعول بہ ہے۔

سوال مع جواب- درج ذیل کا ترجمہ و ترکیب نحوی کریں؟ اھدنا الصراط المستقیم۔ ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ جاءنی القوم الا زیدا میرے پاس قوم آئی سوائے زید کے، اشتریت الفرس بسرجه، میں گھوڑا اس کی زین سمیت خریدا، وأمر اھلک بالصلوۃ اور اپنے اہل کو نماز کا حکم دیں اشتریت عشرین کتابا، میں نے بیس کتابیں خریدیں۔

جواب- اھد صیغہ امر انت مستتر فاعل، نا ضمیر منصوب مفعول الصراط لمستقیم مرکب توصیفی مفعول ثانی جملہ فعلیہ جاء فعل، نون وقایہ ی متکلم مفعول القوم مستثنی منہ الا حرف استثناء زیدا مستثنی، مستثنی منہ مستثنی سے مل کر فاعل، یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہے۔ اشتریت فعل بفاعل الفرس مفعول، با جار سرجه، مرکب اضافی مجرور، جار مجرور ظرف لغو، جملہ فعلیہ خبریہ یا انشائیہ۔ واؤ عاطفہ امر صیغہ امر حاضر انت مستتر فاعل، اھلک مرکب اضافی مفعول، بالصلوۃ جار مجرور ظرف لغو، یہ جملہ انشائیہ ہے اشتریت فعل مع فاعل عشرین اسم عدد کتابا تمیز سے مل کر مفعول یہ جملہ فعلیہ خبریہ یا انشائیہ ہے۔

****

ہدایۃ النحو ۲۰۰۴ء

سوال- ہدایۃ النحو کی روشنی میں کلمہ کی تین قسموں میں منحصر ہونے کی وجہ قلم بند کریں؟

جواب- کلمہ تین اقسام میں اس لئے منحصر ہے کہ کلمہ معنی مستقل پر دلالت کرے گا یا نہیں قسم ثانی حرف ہے پھر اگر کلمہ اپنے معنی مستقل پر دلالت کرے گا تو اس میں کوئی زمانہ ہوگا یا نہیں ہوگا اگر نہیں ہوگا تو اسم ہے، اگر ہوگا تو فعل ہے۔

سوال- حرف کی وجہ تسمیہ بیان کریں نیز کلام عرب میں حرف کے فوائد سپرد قلم کریں؟

جواب- حرف کے لغوی معنی طرف یعنی کنارہ ہیں چونکہ حرف اصطلاحی کلام عرب میں طرف اور کنارہ میں ہوتا ہے یعنی نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ اس لئے کلمہ کی اس قسم کو حرف کہتے ہیں۔ **فوائد**: کلام عرب میں حرف کے کثیر فوائد ہیں مثلاً دو اسموں کے درمیان ربط و تعلق جیسے زید فی الدار، دو فعلوں کے درمیان ربط جیسے اُرید ان تحسن الی، دو جملوں کے درمیان ربط جیسے ان تضربنی اضربک۔

(دیگر فوائد وقایۃ النحو میں دیکھیں)

سوال- (۳) ہدایۃ النحو میں اعراب کی کل کتنی قسمیں ذکر کی گئی ہیں نیز اسم مقصور اور اسم منقوص کی تعریف اور اعراب

مع امثلہ بیان کریں؟

جواب -ہدایۃ النحو میں اعراب کی چار قسمیں ذکر کی گئی ہیں۔ (۱)اعراب بالحرکت۔ (۲)اعراب بالحرف۔ (۳)اعراب لفظی۔ (۴)اعراب تقدیری،اور اعراب اسم کی نو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔(۱)رفع ضمہ کے ساتھ ،نصب فتح کے ساتھ، جر کسرہ کے ساتھ، یہ مفرد منصرف صحیح،جاری مجراء صحیح اور جمع مکسر منصرف کا اعراب ہے۔ (۲)رفع ضمہ کے ساتھ نصب اور جر کسرہ کے ساتھ یہ جمع مؤنث سالم کا اعراب ہے۔ (۳)رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب و جر فتحہ کے ساتھ یہ غیر منصرف کا اعراب ہے۔ (۴)رفع واؤ کے ساتھ نصب الف کے ساتھ اور جر یاء کے ساتھ یہ اسماء ستہ مکبرہ کا اعراب ہے۔ (۵)رفع الف کے ساتھ اور نصب و جر یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ یہ تثنیہ،کلا اور اثنان واثنتان کا اعراب ہے۔ (۶)رفع واؤ ماقبل مضموم کے ساتھ اور نصب و جر یاء ماقبل مکسور کے ساتھ یہ جمع مذکر سالم وغیرہ کا اعراب ہے۔ (۷)رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ نصب تقدیری فتحہ کے ساتھ اور جر تقدیری کسرہ کے ساتھ یہ اسم مقصور کا اعراب ہے اور ہر اسم کا جو جمع مذکر سالم نہ ہو اور یائے متکلم کی طرف مضاف ہو۔ (۸)رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ جر تقدیری کسرہ کے ساتھ اور نصب فتحہ لفظی کے ساتھ یہ اسم منقوص کا اعراب ہے۔ (۹)رفع تقدیری واؤ کے ساتھ نصب اور جر یاء ملفوظ کے ساتھ یہ جمع مذکر سالم کا اعراب ہے جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہے۔

اسم مقصور: اسم مقصور اس اسم کو کہتے ہیں جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو خواہ باقی ہو۔ جیسے العصی،یا محذوف ہو۔ جیسے عصا،اسم مقصور کا اعراب تینوں حالتوں میں تقدیری ہوتا ہے۔ جیسے جاء نی عصا،رأیت عصا،ومررت بعصا۔

اسم منقوص: اس اسم کو کہتے ہیں جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو۔ جیسے القاضی،اس کا اعراب حالت رفع اور جر میں تقدیری ہوتا ہے لیکن حالت نصب میں لفظی ہوتا ہے۔جیسے جاء القاضی،رأیت القاضی، مررت بالقاضی۔

سوال-(الف)وہ کون سے اسباب منع صرف ہیں جن میں علمیت شرط ہے؟

(ب)جمع اور وزن فعل کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرائط تفصیلا قلمبند کریں؟

(ج)وہ کون سی صورتیں ہیں جن میں فاعل کے فعل کا مؤنث ہونا ضروری ہے اور وہ کون سی صورتیں ہیں جن میں فعل

مذکر و مؤنث دونوں طرح آ سکتا ہے مثالیں دے کر وضاحت کریں؟

جواب-(الف) ایسے اسباب منع صرف پانچ ہیں۔ (۱) تانیث بالتاء۔ (۲) تانیث معنوی۔ (۳) عجمہ۔ (۴) ترکیب۔ (۵) وہ اسم جس میں الف نون زائدتان ہو۔

(ب) جمع کی شرائط، جمع کی دو شرطیں ہیں (۱) وہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہو یعنی اس کے آگے جمع تکسیر نہ آ سکتی ہو۔ (۲) اس جمع کے آخر میں وہ تاء نہ ہو جو حالت وقف میں ھاء، بن جاتی ہے۔ وزن فعل کی شرائط، (۱) وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہو اسم میں صرف منقول ہو کر پایا جائے۔ جیسے شمَّر اور ضُرب۔ (۲) اگر وہ وزن فعل کے ساتھ مختص نہ ہو تو س کے شروع میں حروف اتین میں سے کوئی ایک حرف ہو اور آخر میں وہ تاء نہ ہو جو حالت وقف میں ھاء ہو جاتی ہے۔

جواب ۲: جز ج (۱) اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو اور فعل و فاعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو تو فعل کو مؤنث لانا واجب ہے جیسے قامت ھند۔

(۲) اگر فاعل ضمیر مؤنث ہو تو فعل مؤنث ہوگا۔ جیسے الشمس طلعت۔ (۳) اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو مگر فعل و فاعل میں فاصلہ ہو تو فعل میں تذکیر و تانیث دونوں امر جائز ہیں۔ جیسے ضرب الیوم ھند اور ضربت الیوم ھند۔ (۴) اگر فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل میں تذکیر و تانیث جائز ہے۔ جیسے طلعت الشمس اور طلع الشمس۔

سوال ۳: -(الف) تنازع فعلان کی کتنی اور کون کون سی صورتیں ہیں؟ مثال دے کر وضاحت کریں؟ نیز تنازع کی صورت میں بصریوں اور کوفیوں کے نزدیک کون سے فعل کو عمل دینا مختار ہے اور کیوں۔

(ب) مفعول مالم یسم فاعلہ کی تعریف اور مثال تحریر کریں؟

جواب ۳: -(الف) تنازع فعلان کی چار صورتیں ہیں اول دونوں فعل اسم ظاہر کے فاعل ہونے میں تنازع کریں۔ جیسے ضربنی واکرمنی زیدٌ۔

دوم: دونوں فعل اسم ظاہر کے مفعول ہونے میں تنازع کریں۔ جیسے ضربتُ واکرمتُ زیدا۔

سوم: پہلا فعل اسم ظاہر کے فاعل ہونے کو چاہے اور دوسرا مفعول ہونے کو۔ جیسے ضربنی واکرمت زیداً۔

چھارم: پہلا فعل اسم ظاہر کے مفعول ہونے کو چاہے اور دوسرا فاعل ہونے کو۔ جیسے ضربت واکرمنی زیدٌ۔

کس کو عمل دینا مختار ھے -اگر چہ تنازع کی صورت میں جمہور نحات کے نزدیک ہر ایک فعل کو عمل دیا جا سکتا ہے لیکن مختار اور پسندیدہ کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔

مذھب بصریین: بصریین کے نزدیک دوسرے فعل کو عمل دینا مختار ہے کیونکہ وہ اسم ظاہر کے قریب ہے۔ والحق للقریب۔

مذھب کوفیین: کوفیین کے نزدیک پہلے فعل کو عمل دینا مختار ہے کیونکہ وہ پہلا طالب و مستحق ہے۔

جواب۳: -(ب) **مفعول مالم یسم فاعله**: اس مفعول کو کہتے ہیں جس کا فاعل حذف کر کے مفعول کو فاعل کی جگہ رکھ دیا گیا ہو۔ جیسے ضرب زیدٌ۔

سوال ٤: (ا) اسماء منصوبہ کتنے اور کون کون سے ہیں؟

(اا) -مفعول مطلق کی تعریف کریں اور بتائیں کہ یہ کس کس معنی کے لئے آتا ہے۔ مثالیں دیکر وضاحت کریں؟

(ااا) -مفعول مطلق کے عامل کو کس صورت میں جوازاً اور کس صورت میں وجوباً حذف کیا جاتا ہے مثالیں دیکر وضاحت کریں؟

جواب ٤: -(ا) اسماء منصوبہ کل بارہ ہیں، مفاعیل خمسہ۔(٦) حال۔(٧) مستثنیٰ۔(٨) تمیز۔(٩) کان کی خبر۔ (١٠) ان کا اسم۔(١١) لائے نفی جنس کا اسم۔(١٢) ماولا مشابہ بلیس کی خبر۔

جواب ٤: - جز،(اا)- **مفعول مطلق**: مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو فعل مذکور کے معنی میں ہو۔ مفعول مطلق تین معنی کے لئے آتا ہے۔ (ا) تاکید جیسے ضربت ضربا۔ (٢) بیان نوع کے لئے۔ جیسے جلست جلسة القاری۔ (٣) بیان عدد کیلئے جیسے جلست جلسة اور جلستین اور جلسات۔

جواب ٤: - جز،(ااا)- اگر حذف پر قرینہ ہوتو مفعول مطلق کے فعل کو جوازاً حذف کر دیا جاتا ہے جیسے تیرا قول سفر سے آنے والے کے لئے، خیر مقدم ای قدمت قدوما خیر مقدم۔ اور کبھی وجوباً حذف کر دیا جاتا ہے، جیسے سقیا، شکرا وغیرہ میں، یہ سماع پر مقصور ہے یعنی جہاں اہل لغت نے حذف کیا حذف وہاں کریں گے۔

سوال ۵-(الف) تابع کی تعریف وجہ تسمیہ اور اقسام تحریر کریں؟

جواب: -تابع کی تعریف واقسام گزر چکے ہیں۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ تابع اعراب میں اپنے متبوع کے موافق ہوتا ہے اس لئے اس کو تابع کہتے ہیں۔

(۱۱) تابع ،نعت کی تعریف وجہ تسمیہ اور اقسام تحریر کریں؟

جواب: ۔نعت کی تعریف گذر چکی ہے، چونکہ نعت اپنے ماقبل کی صفت اور حالت بیان کرتی ہے اس لئے اس کو نعت کہتے ہیں۔

(۱۱۱) تابع نعت کے فوائد قلمبند کریں؟

جواب۔(الف) فوائد نعت (۱) موصوف کی تخصیص کرنا جبکہ موصوف وصفت دونوں نکرہ ہوں جیسے رجُلٌ عَالِمٌ۔ (۲) موصوف کی توضیح جب دونوں معرفہ ہوں جیسے زید الفاضل۔(۳) ثناء مدح کے لئے جیسے بسم اللّٰه الرحمن الرحیم۔ (۴) ذم کیلئے جیسے تعوذ میں۔ (۵) تاکید کے لئے جیسے نفخة واحدة۔

سوال ۶:۔(۱) کون سے اسماء افعال بمعنی فعل امر استعمال ہوتے ہیں؟ اور کون سے بمعنی فعل ماضی، مثالیں دے کر وضاحت کریں۔

(۱۱) درج ذیل اصطلاحات کی تعریف کریں۔مصدر، اسم فاعل، صفت مشبہ۔

(۱۱۱) معرفہ کی تعریف وامثلہ بیان کریں (یہ حل ہوگیا ہے)

جواب۔رُوَیدَ بمعنی امر آتا ہے جیسے رُوَیدَ زیدااَی امہلہٗ۔ ھَیہات بمعنی ماضی آتا ہے جیسے ھَیہَات زَیْدٌاَی بعُدَ۔

(۱۱) **مصدر کی تعریف**

صیغے نکلیں جس سے مصدر اس کو جان — جس کے آخر دن ہو یا تن اے جوان

(بقیہ حل ہوگئے ہیں)

☆☆☆☆☆

القسم الثانی شرح مائة عامل

سوال ۷:۔(۱) حروف جارہ کتنے اور کون کون سے ہیں؟ (حل ہو چکا ہے)۔

(۲) باء کتنے اور کون کون سے معنی کے لئے آتی ہے؟ ہر ایک کی مثال تحریر کریں۔

(۳) حروف ناصبہ لِلا سم کتنے اور کون کون سے ہیں بمع مثال تحریر کریں؟

جواب ۷:۔جز،(۲) باء جارہ درج ذیل معانی کے لئے آتی ہے۔

(۱) الصاق کیلئے، جیسے بہ داءٌ ۔ (۲) اعانت کیلئے، جیسے کتبت بالقلم۔ (۳) تعلیل کیلئے، جیسے

باتخاذکم العجل۔ (۴) مصاحبت کیلئے، جیسے اشتریت الفرس بسرجه۔ (۵) لازم کو متعدی بنانے کیلئے، جیسے ذھب اللّٰہ بنورھم۔ (۶) مقابلہ کیلئے، جیسے اشتریت العبد بالفرس۔ (۷) قسم کیلئے، جیسے باللّٰہ لافعلن کذا۔ (۸) استعطاف کیلئے، جیسے ارحم بزید۔ (۹) ظرفیت کیلئے، جیسے زید بالبلد۔ (۱۰) بائے، جیسے لاتلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔

جواب۷:- جز، (۳) جن حروف کو مشبہ بالفعل کہتے ہیں وہ تعداد میں چھ ہیں (۱) انّ، جیسے انّ زیدا قائمٌ۔ (۲) انّ، جیسے بلغنی انّ زیداقائمٌ۔ (۳) کانّ، جیسے کانّ زیدا اسدٌ۔ (۴) لکنّ، جیسے غاب زیدٌ لکن بکرا حاضر۔ (۵) لیت، جیسے لیت زیداقائمٌ۔ (۶) لعلّ، جیسے لعل السلطان یکرمنی۔

سوال۔ فعل مضارع کو نصب دینے والے حروف کتنے اور کون کون سے ہیں نیز ان کے معنی بتائیں؟

جواب۔ فعل مضارع کو نصب دینے والے حروف چار ہیں۔ان، لن، کیْ، اذن، اَن فعل مضارع کو معنی مصدر کر دیتا ہے، لن فعل مضارع کو نفی تاکید مستقبل کے معنی میں کردیتا ہے، کی سببیت کے لئے آتا ہے، اذن جواب اور جزا کے لئے آتا ہے اور ان مقدرہ بھی مضارع کو نصب دیتا ہے۔

سوال ۔درج ذیل جملوں کی ترکیب نحوی کریں۔ (۱) النوع السادس حروف تجزم الفعل المضارع، نعم الرجل زیدٌ۔ (۲) من یکرمنی اکرمه۔ (۳) وھو لا یستعمل الا فی ذوی العقول۔ (۴) کم رجلا ضربته۔ (۵) عسی ان یخرج زیدٌ۔

جواب:- النوع موصوف، السادس صفت یہ مرکب توصیفی مبتداء ہے حروف موصوف تجزم فعل ضمیر مستتر فاعل، الفعل المضارع، مرکب توصیفی مفعول فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صفت بنا، موصوف صفت سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ نعم فعل، الرجل فاعل فعل بفاعل جملہ فعلیہ خبر مقدم زید مخصوص بالمدح مبتدا، من شرطیہ مبتدا، یکرمنی جملہ فعلیہ شرط، اکرمه خبر، شرط اپنی خبر سے مل کر یہ جملہ ہوا۔ واؤ عاطفہ لا ینستعمل نفی مضارع مجہول ضمیر مستتر نائب فاعل، الّا استثناء فی جار ذوی العقول مرکب اضافی، جار مجرور مستثنٰی مفرغ متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے نائب فاعل اور ظرف لغو سے مل کر جملہ خبر یہ ہوکر خبر ہوا مبتدا کی۔ کم استفہامیہ ممیز رجلا تمیز سے مل کر مبتدا۔ ضربت فعل بافاعل ضمیر منصوب اس کا مفعول، جملہ فعلیہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔ عسی فعل از افعال مقاربہ ان یخرج اسکی خبر اور زیدٌ

اسکا اسم، عسی اسم اور خبر سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

سوال:-والثامن مادام وهي لتوقيت شئ بمدة ثبوت خبرها باسمها فلا بد من ان يكون قبلها جملة فعلية او اسمية نحو اجلس مادام زيد جالسٌ زيد قائمٌ مادام عمروٌ قائما۔

ترجمہ: اور آٹھواں مادام ہے اور یہ اپنے اسم کے لئے ثبوت خبر کی مدت کے ساتھ کسی چیز کے وقت کی تعیین کے لئے آتا ہے، پس ضروری ہے کہ اس سے قبل جملہ فعلیہ یا اسمیہ ہو جیسے اجلس ما دام زیدٌ جالسا الخ۔

☆☆☆☆☆

ھدایۃ النحو ۲۰۰۴ء

سوال-وهي منحصرة في ثلثة اقسام۔ (۱) عبارت بالا کی روشنی میں بتائیں کہ 'ھی' کا مرجع کیا ہے؟ نیز وجہ حصر قلمبند کریں؟ (۲) وتسمى اسما لسموه على قسيميه لالكونه وسما على المعنى ويسمى الفعل فعلا باسم اصله عبارت مذکورہ بالا کا ترجمہ کریں اور تشریح اس انداز سے کریں کہ اسم اور فعل میں سے ہر ایک کی وجہ تسمیہ واضح ہو جائے؟ (۳) وللحروف في كلام العرب فوائد۔ ہدایۃ النحو میں مذکور حروف کے فوائد لکھیں؟ (یہ حل ہو چکا ہے)

جواب ۱:- جز (الف) کلمہ تین اقسام میں منحصر ہے ھی ضمیر کا مرجع کلمہ ہے اور اقسام ثلثہ سے مراد اسم فعل اور حرف ہے (وجہ حصر گذر چکی ہے) (۲) اور وہ نام رکھا جاتا ہے اسم بوجہ اس کے بلند ہونے کے اپنے قسیمین پر نہ اس کے اپنے معنی و مسمی پر علامت ہونے کی وجہ سے اور فعل کا نام فعل اس کے اصل مصدر کے نام پر رکھا گیا ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں مصنف نے اسم اور فعل کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے اور اس کے ضمن میں سے اسم کی وجہ تسمیہ میں نحات بصرہ و کوفہ کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ بصریین کے نزدیک اسم سموٌ بمعنی بلندی سے ماخوذ ہے اور کلمہ کی اس قسم کو اسم اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے قسیمین یعنی فعل و حرف پر بلند ہے بایں صورت کہ اسم مسند اور مسند الیہ ہوتا ہے، اور فعل صرف مسند ہوتا ہے اور حرف نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ، نحات کوفہ کہتے ہیں اسم وسم بمعنی علامت سے ماخوذ ہے اور اس کلمہ کی اس قسم کو اسم اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے معنی و مسمی پر علامت ہے، مصنف نے لالكونه وسما سے نحات کوفہ کی تردید کی ہے کیونکہ فعل اور حرف بھی اپنے مسمی پر

علامت ہے لہٰذا ان کا نام بھی اسم ہونا چاہیے فعل کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ فعل اپنے اصل (مصدر) کے نام پر یہ نام رکھا گیا ہے کیونکہ حقیقت میں فاعل کا فعل یہی مصدر ہی ہوتا ہے۔

سوال ۲:-فعلم ان الکلام لایحصل الامن اسمین اومن فعل واسم ،(۱) کلام کی تعریف اور مثال تحریر کریں اور بتائیں دو اسموں یا ایک فعل اور ایک اسم کے علاوہ سے کلام کیوں نہیں بنتا؟ (۲) وھو کل اسم رکب مع غیرہ ولایشبه مبنی الاصل ،ھو کا مرجع بتائیں اور عبارت مذکورہ کا ترجمہ تشریح کریں؟ نیز بتائیں کہ مبنی الاصل کتنی اور کون کون سی چیزیں ہیں؟ (۳) اسماء ستہ مع معانی تحریر کریں نیز ان کے اعراب کی تشریح مع امثلہ سپرد قلم کریں؟

جواب:-(۱) **کلام کی تعریف**: کلام وہ لفظ ہے جو دو کلموں پر بطریق اسناد مشتمل ہو۔ جیسے زید قائم اور ضرب زید کلام صرف دو اسموں یا ایک فعل اور ایک اسم سے حاصل ہوتا ہے اس لیے کلام اسناد کے بغیر نہیں ہوتا اور اسناد صرف ان دو قسموں میں متصور ہے۔ (۲) ھو کا مرجع معرب ہے یعنی معرب وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو اور مبنی الاصل تین چیزیں ہیں ماضی، امر اور تمام حروف یعنی اگر کوئی اسم غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے تنہا زید تو وہ معرب نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ اسم معرب ہوگا جو مبنی کے مشابہ ہو جیسے ھؤلاء البتہ وہ اسم معرب ہوگا جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو جیسے لفظ زید قام زید میں۔

(۳) اسماء ستہ اب، باپ، اخ، بھائی، حم، دیور، ھن، شرمگاہ، فم، منہ، ذو مال، مالدار۔

الاعراب: اسماء ستہ کا اعراب، رفع واؤ کے ساتھ نصب الف کے ساتھ اور جر یاء کے ساتھ جیسے جاء نی ابوك، رأیت اباك، مررت بابیک۔

سوال:-(۳) الاسم المعرب علی نوعین منصرف وھو مالیس فیه سببان اوواحد یتقوم مقامهما من الاسباب التسعة وغیر منصرف وھومافیه سببان اوواحد منها تقوم مقامهما۔ (۱) عبارت بالا کا ترجمہ کریں اور اسم معرب کی قسموں کا حکم قلمبند کریں؟ (۲) اسباب تسعہ کون سے ہیں نیز ان اسباب کی نشاندہی کریں جو قائم مقام دو کے ہیں؟ (۳) عدل اور اسکی اقسام کی تعریف وتشریح بمع امثلہ زینت قرطاس فرمائیں؟

جواب:۔(۳) اسم معرب دو قسم پر ہے ایک منصرف، جسمیں منع صرف کے دو سبب نہ ہوں یا ایسا ایک سبب نہ ہو جو دو کے قائم مقام ہوتا ہے۔ دوم غیر منصرف اور غیر منصرف وہ ہے کہ جسمیں دو سبب ہوں یا ایسا ایک سبب ہو جو دو کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اس عبارت میں مصنف نے اسم معرب کی دو قسموں یعنی منصرف اور غیر منصرف کی تعریف کی ہے۔

حکم: منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر تینوں حرکتیں بمع تنوین آتی ہیں جیسے جاء نی زید، رأیت زیدا، ومررت بزید۔ غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر نہ کسرہ آتا ہے اور نہ تنوین بلکہ کسرہ کی جگہ فتح آتا ہے جیسے جاء نی احمد، رأیت احمد، ومررت باحمد۔ (۲) **عدل کی تعریف**: اسم کے اصلی صیغہ (شکل) سے نکل کر دوسرے صیغہ کی طرف چلے جانے کو عدل کہتے ہیں۔ عدل کی دو قسمیں ہیں، اول عدل تحقیقی کہ جس کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ بھی اسکی اصل یعنی معدول عنہ پر کوئی دلیل ہو جیسے ثلث۔

دوم: عدل تقدیری کہ جس کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ اسکی اصل یعنی معدول عنہ پر دلیل نہ ہو جیسے عُمر۔ (ہم نے اس کا معدول عنہ عامر فرض کرلیا ہے)

سوال:۔ اسماء مرفوعہ کتنے اور کون کون سے ہیں؟ (۲) فاعل کی تعریف کریں اور بتائیں کہ کس صورت میں فاعل کا فعل ہمیشہ واحد رہتا ہے اور کس صورت میں واحد، تثنیہ، جمع آتا ہے مثال دے کر واضح کریں۔ (۳) مبتدا کی دونوں قسموں کی تعریف اور مثال تحریر کریں؟

جواب:۔ اسماء مرفوعہ آٹھ ہیں۔ (۱) فاعل (۲) نائب فاعل (۳) مبتدا (۴) خبر (۵) کان کا اسم (۶) انّ کی خبر (۷) لائے نفی جنس کی خبر اور (۸) ما و لا مشابہ بلیس کا اسم۔

(I) **فاعل کی تعریف**:۔ فاعل وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل یا شبہ فعل ہو جو اس اسم کی طرف مسند ہو بطریق قیام کے جیسے زید، ضرب زید میں۔ (۱) فاعل اگر اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد رہتا ہے جیسے جاء زید، جاء الزیدان، جاء الزیدون۔

فاعل اگر ضمیر ہو تو فاعل واحد مفرد کے لیے فعل واحد آئے گا جیسے زید ضرب۔ اور فاعل تثنیہ کے لیے فعل تثنیہ آئے گا جیسے الزیدان ضربا اور فاعل جمع کے لیے جمع آئے گا جیسے الزیدون ضربوا۔

(II) **مبتدا کی قسم اول**:۔ مبتدا وہ اسم ہے جو عامل لفظی سے خالی ہو اور مسند الیہ ہو جیسے زید قائم میں لفظ زید۔

مبتدا کی قسم ثانی -مبتدا کی قسم ثانی وہ صفت کا صیغہ ہے جو حرف نفی یا الف استفہام کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دے جیسے ماقائم زید۔ اقائم زید۔

سوال:-درج ذیل اصطلاحات کی تعریف کریں، مفعول بہ، منادی، حال، اسم مضمر، اسم موصول؟

جواب-مفعول بہ-اس چیز کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو۔ جیسے ضرب زید عمرا میں عمرو۔

منادی:-وہ اسم ہے جس کو حرف ندا ملفوظ کے ساتھ بلایا گیا ہو، جیسے یازید۔

حال:-وہ اسم نکرہ ہے جو فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی حالت بیان کرے۔ جیسے جاء نی زید راکبا، ضربت زیدا مشدودا، لقیت عمرا راکبین۔

اسم مضمر:-اسم مضمر ایسا اسم ہے جو متکلم یا مخاطب یا ایسے غائب پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو جو لفظاً یا معنیً یا حکماً مذکور ہو۔

اسم موصول:-ایسا اسم ہے جو صلہ کے بغیر جملے کا جزو تام نہ بن سکے۔ جیسے الذی وغیرہ۔

☆☆☆☆☆

شرح مائۃ عامل

سوال -حرف من اور الی کون سے حرف ہیں؟ کیا عمل کرتے ہیں؟ کن کن معنوں کے لیے آتے ہیں دونوں کے کسی دو دو معنوں کی مثالیں تحریر کریں؟

(۱۱) اسم فاعل کیا عمل کرتا ہے؟ نیز اس کے عمل کے لئے کیا شرائط ہیں۔ کسی دو کی مثال تحریر کریں؟

جواب -من اور الی دونوں حرف جر ہیں، یہ اسم پر داخل ہو کر اس کو جر کرتے ہیں، من ابتدائے غایت کے لئے آتا ہے جیسے سرت من البصرۃ اور تبعیض کے لئے آتا ہے جیسے اخذت من الدراھم، الی انتہاء غایت کے لئے آتا ہے، جیسے سرت من البصرۃ الی الکوفۃ۔ اور بمعنی مع کے جیسے الی المرافق، الی بمعنی مع ہے ای مع المرافق۔

(۱۱) اسم فاعل اپنے فعل معروف والا عمل کرتا ہے اگر بمعنی حال یا استقبال ہو اور چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کرتا ہو۔ وہ چھ چیزیں یہ ہیں، مبتدا، ذوالحال، موصول، موصوف، ہمزہ استفہام، حرف نفی، جیسے جاء نی زید

ضارب اباوه عمرا، زيدٌ قائم ابوه۔

سوال - درج ذیل جملوں کی ترکیبِ نحوی کریں، سقى اللّٰهُ ثراهُ وجعل الْجنَّةَ مثْواهُ، جآءَ نِىْ الْقوْمُ الاَّ زيدا، صار الطين خزنا، لا يجوز حذف الفاعل بخلاف المفعول، عندى احد عشر رجلا۔

جواب - سقى فعل اسم جلالت فاعل، ثراه مرکب اضافی مفعول، جملہ فعلیہ دعائیہ انشائیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ جعل فعل ھو ضمیر مستتر فاعل، الجنۃ مفعول اول، ثراہ مرکب اضافی مفعول ثانی، جملہ دعائیہ معطوفہ ہوا۔ جآء فعل، نون وقایہ، یائے متکلم مفعول، القوم مستثنیٰ منہ، الا حرف استثناء زیدا مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ مستثنیٰ سے ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ۔ صار فعل ناقص الطین اس کا اسم اور خزفا خبر، صار اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہوا۔ لا یجوز فعل منفی، حذف الفاعل مرکب اضافی فاعل باء جارہ خلاف المفعول مرکب اضافی مجرور ہوکر کائنا کے متعلق ہوکر فاعل سے حال ہوا، یہ جملہ فعلیہ ہے، عندی مرکب اضافی خبر، احد عشر ممیز رجلا تمیز مبتدا، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆